دینی مسائل کا انسائیکلوپیڈیا
ہزاروں مستند فتاویٰ جات کا پہلا مجموعہ

جامع الفتاویٰ ۱

تقاریظ

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ
فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوری رحمہ اللہ
فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسین مظاہری رحمہ اللہ
مورخ اسلام حضرت مولانا قاضی اطہر مبارک پوری رحمہ اللہ
ودیگر مشاہیر امت

مرتب اول
حضرۃ مولانا مفتی مہربان علی صاحب رحمہ اللہ

جدید ترتیب
اشرفیہ مجلس علم و تحقیق

مقدمہ
حضرت مولانا مفتی محمد انور صاحب مدظلہ
(مرتب "خیر الفتاویٰ" جامعہ خیر المدارس ملتان)

ادارہ تالیفات اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

جلد اوّل

جامع الفتاویٰ

تاریخ اشاعت .... ربیع الاوّل ۱۴۲۹ھ
ناشر .... ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
طباعت .... سلامت اقبال پریس ملتان

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاکم اللہ

دینی مسائل کا انسائیکلوپیڈیا
ہزاروں مستند فتاویٰ جات کا پہلا مجموعہ

جامع الفتاویٰ

۱
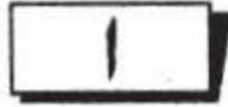
مرتب
حضرت مولانا مفتی مہربان علی صاحب رحمہ اللہ

پسند فرمودہ
فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ
فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوری رحمہ اللہ
فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسین مظاہری رحمہ اللہ

مقدمہ
حضرت مولانا مفتی محمد انور صاحب مدظلہ
(مرتب "خیر الفتاویٰ" جامعہ خیر المدارس ملتان)

جدید ترتیب و اضافہ
اشرفیہ مجلس علم و تحقیق

ادارہ تالیفات اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

www.islamiurdubook.blogspot.com

مرتب جامع الفتاویٰ کے جانشین فرزند کی طرف سے تحریری اجازت نامہ کا عکس

باسمہ تعالیٰ

عارف الحق مہربان بروتی

امام وخطیب پھونس والی مسجد بروت ضلع باغپت یوپی الہند
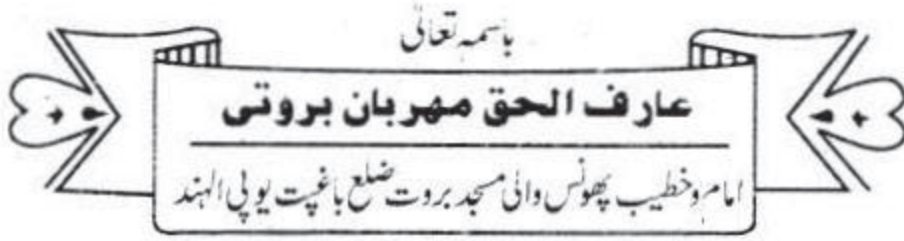
تاریخ... ۲۴ ذی الحجہ ۱۴۲۸ھ　　Date... 4,1,2008

باسمہ تعالیٰ

مکرمی جناب حافظ محمد اسحاق صاحب　　زید لطفہ

مالک ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان پاکستان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میری طرف سے آپکو والد گرامی مولانا شاہ مہربان علی صاحب بڑوتی رحمہم اللہ کے جامع الفتاویٰ مکمل کی پاکستان میں اشاعت کے لئے بخوشی اجازت ہے اس سے قبل میں نے پاکستان میں کسی کو جامع الفتاویٰ کی طباعت کی اجازت نہیں دی ہے لہذا مذکورہ ادارہ ہی پاکستان میں اس کو شائع کرنے کا مجاز ہوگا۔

عارف الحق مہربان بڑوتی

عارف الحق مہربان بڑوت

ادارہ تالیفات اشرفیہ... چوک فوارہ... ملتان　　مکتبہ رشیدیہ... راجہ بازار... راولپنڈی

ادارہ اسلامیات... انار کلی... لاہور　　یونیورسٹی بک ایجنسی... خیبر بازار... پشاور

مکتبہ سید احمد شہید... اردو بازار... لاہور　　ادارۃ الانور... نیو ٹاؤن... کراچی نمبر 5

مکتبہ رحمانیہ... اردو بازار... لاہور　　مکتبہ المنظور الاسلامیہ... جامعہ حسینیہ... علی پور

مکتبہ المنظور الاسلامیہ... بلاک زیڈ... مدینہ ٹاؤن... بنک موڑ... فیصل آباد

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K　　119-121- HALLIWELL ROAD

(ISLAMIC BOOKS CENTERE　　BOLTON BL1 3NE. (U.K.)

کلماتِ ناشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی الہ واصحابہ اجمعین امابعد

اللہ تعالیٰ کی ہزاروں مخلوقات میں سے انسان کو جو عزت وشرف بخشا گیا ہے اس کی وجہ تعلیم ہے کہ انسان جہاں خود سیکھتا ہے وہاں وہ دیگر ہزاروں افراد کو زیور تعلیم سے آراستہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں پر جو برتری کا ذریعہ اختیار فرمایا وہ یہی تعلیم ہی تھی کہ خود آدم علیہ السلام کو اشیاء کے اسماء سکھائے اور یوں تخلیق انسان کے بعد خود اللہ تعالیٰ نے معلم اول کی حیثیت سے یہ فریضہ سرانجام دیا۔

تاریخ انسانی میں وہ لوگ آج بھی زندہ جاوید ہیں جنہوں نے تعلیم کے ذریعہ افراد سازی کا کام سرانجام دیا اور انسانوں کو علم کی روشنی سے منور کرکے اپنے لئے صدقہ جاریہ بنا گئے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کی امتوں میں سے صرف امت محمدیہ کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ انہوں نے دربار رسالت سے جو علوم وفیوض حاصل کئے من وعن نسل در نسل منتقل فرمائے۔

خوشا وہ وقت کہ یثرب مقام تھا اس کا خوشا وہ وقت کہ دیدار عام تھا اس کا

کس قدر خوش نصیب تھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسا معلم نصیب ہوا جس کے فیض صحبت سے جہالت میں ڈوبی انسانیت نے دنیا وآخرت کے وہ گوہر حاصل کئے جسے آج کی ترقی یافتہ دنیا حاصل کرنے کیلئے سرگرداں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ومجالست سے حضرات صحابہ کرامؓ نے دین ودنیا کے قائدین کو پوری دنیا کی رہنمائی فرمائی اور نور نبوت سے اپنے تلامذہ کو آراستہ فرمایا۔ دین کا علم جو حقیقتاً علم ہے اسکی فضیلت سنئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

اے ابوذر! اگر تو صبح کو ایک آیت کلامِ پاک کی سیکھ لے تو نوافل کی سو رکعت سے افضل ہے۔

اور اگر علم کا ایک باب سیکھ لے تو ہزار رکعت نفل پڑھنے سے افضل ہے۔

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اس کو یاد کیا اور اس کو محفوظ رکھا اور پھر دوسروں کو پہنچا دیا۔ (ترمذی) نیز ارشاد فرمایا: سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان علم دین کی بات سیکھے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھا دے۔ (ابن ماجہ)

آج کی دنیا جن فنون کو فضیلت علم کا نام دے رہی ہے خدا اسے چشم بصیرت سے نوازے اور وہ دیکھے کہ دین کا علم ہی صرف اس لائق ہے کہ اس پر علم کا اطلاق کیا جا سکتا ہے۔ بڑے سے بڑے سائنسدان کی معلومات صرف دنیا اور اس کی زندگی کے گرد گھومتی ہیں۔ انسانی زندگی کے ختم کے بعد قبر حشر جنت دوزخ یہ ایسی چیزیں ہیں جن تک انسانی عقل کی رسائی ممکن نہیں۔ بڑے سے بڑے ڈاکٹر و حکیم کی معلومات اس وقت تک کار آمد ہیں جب تک جسم انسانی میں جان ہے۔ روح کے پرواز کرتے ہی میڈیکل اپنی تمام تر جدید سہولیات و معلومات کے ساتھ دم توڑے نظر آتی ہے اور مرنے کے بعد کی زندگی کے بارے میں کچھ معلومات نہیں دے سکتی۔ یہی حال دنیا کے دیگر فنون کا ہے۔

زندگی کیا ہے۔ زندگی کا مقصد کیا ہے۔ زندگی کیسے گزارنی چاہئے۔ موت کیا ہے۔ کیسے آنی ہے۔ موت کے بعد قبر میں کیا ہوتا ہے۔ نیک اعمال کا قبر کی زندگی پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں اور برے اعمال دنیا و آخرت میں کس طرح پریشان کرتے ہیں۔ میدان حشر کیا ہے اور اس میں کیا کیا ہونیوالا ہے۔ جنت کیا ہے اس کی نعمتیں کیا ہیں اور جنت میں داخلہ کا ٹکٹ کیا ہے۔ (اللہ تعالیٰ کے غضب کی جگہ) جہنم کیا ہے اور اس میں موجود طرح طرح کے عذاب کیا ہیں اور ان سے چھٹکارے کیلئے کیا لائحہ عمل ہونا چاہئے۔ اس طرح کے سینکڑوں ایسے سوالات ہیں جن کا جواب دنیا بھر کے عقلاء مفکر و دانش ور محض اپنی عقل کے زور سے تا قیامت نہیں دے سکتے۔ انسانی زندگی کے ان بنیادی مسائل کیلئے اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ شروع فرمایا۔ جنہوں نے اپنے اپنے دور میں بھٹکی ہوئی انسانیت کو اللہ کی وحدانیت کا درس دیا اور انہیں حقیقی انسان بنایا۔ درج بالا تفصیل سے آپ بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ کہ واقعۃً دینی علوم ہی اس لائق ہیں کہ انہیں علم کہا جائے اس لئے کہ ان کا احاطہ صرف دنیاوی زندگی پر ہی نہیں بلکہ یہ موت کے بعد کے مراحل میں بھی مکمل رہنما ہے۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے ہمیں دین اسلام سے نوازا اور ہمیں دنیا میں جینے کا سلیقہ سکھایا۔ وہ لوگ جو اس نعمت (اسلام) سے

محروم ہیں ان کی زندگی دیکھی جائے تو سجدہ شکر ادا کرنے کو جی چاہتا ہے اور انسان سراپا شکر ہو جاتا ہے غیر مسلموں کی زندگی حلال حرام پاکی ناپاکی جائز و ناجائز جیسی قیود سے آزاد زندگی ہے جو کہنے کو تو زندگی ہے لیکن حقیقت میں اعلیٰ درجہ کی درندگی ہے۔

اسلام نے ہمیں ہر ہر قدم پر احکام و آداب سے نوازا ہے۔ زندگی کا کوئی بھی معاملہ ہو۔ خوشی کا موقع ہو یا غمی نجی زندگی ہو یا اجتماعی۔ عبادات کا معاملہ ہو یا خرید و فروخت کا۔ گھریلو امور ہوں یا دفتری ہر شخص کیلئے حسب حال شریعت اپنے مبارک احکامات کے ذریعے رہنمائی کیلئے تیار ہے۔ صرف ضرورت اس بات کی ہے کہ اس نعمت اسلام کا سنجیدگی سے مطالعہ کریں اس کے مسائل و احکام میں تدبر کریں اور لکھیں کہ شریعت نے قدم قدم پر کس طرح ہماری رہنمائی کی ہے۔ جس میں از اول تا آخر شفقت ہی شفقت اور رحمت ہی رحمت ہے۔

زیر نظر جامع الفتاویٰ زندگی کے ہر شعبے میں شرعی رہنمائی کرنے والا واحد مجموعہ ہے جس کے مطالعہ سے ہر شخص بآسانی دینی رہنمائی حاصل کر سکتا ہے۔ اس مبارک مجموعہ کے اول مرتب حضرت مولانا مفتی مہربان علی صاحب رحمہ اللہ تھے۔ جن کی متفرق عنوانات پر اردو کے اہل سنت والجماعت کے مفتی حضرات نے قدیم فتاویٰ جات سے مرتب شدہ چار جلدیں سامنے آئیں۔ ادارہ نے زر کثیر خرچ کر کے ان قدیم فتاویٰ جات میں جدید فتاویٰ جات مثلاً فتاویٰ عثمانی خیر الفتاویٰ (5 جلد) فتاویٰ حقانیہ جیسے فتاویٰ جات سے بھی استفادہ کیا ہے اور موجودہ دور کے مطابق جدید مسائل پر مشتمل حضرات مفتیان کرام کے فتاویٰ اس میں شامل کئے گئے ہیں جن میں میڈیکل سائنس کے بارے میں پیدا شدہ جدید مسائل و مشکلات کے بارے میں مفتیان کرام کے فتاویٰ جات شامل کئے گئے ہیں۔ اسی طرح خواتین کے بارے میں جدید مسائل بیوٹی پارلر زیب و زینت اور گھریلو معاملات کے بارے میں مکمل لائحہ عمل شامل کتاب ہے۔ اسی طرح مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم، مسئلہ تین طلاق اور اسی طرح معاشرہ کے دیگر رسوم و رواج اور بدعات کے بارے میں مکمل رہنمائی کی گئی ہے۔ ان اضافہ جات کے بعد جامع الفتاویٰ دس جلدوں میں آپ کے سامنے ہے اور گیارہویں جلد مکمل فہرست پر مشتمل ہے۔ جسے قارئین کی سہولت کیلئے علیحدہ کر دیا گیا ہے تاکہ مطلوبہ مسئلہ کی بآسانی نشاندہی ہو سکے۔

اللہ کے فضل وکرم سے ان فتاویٰ جات کی ترتیب کا کام حضرات مفتیان کرام اور علماء کرام کی نگرانی میں ہوا ہے جس میں جامعہ خیر المدارس اور قاسم العلوم ملتان کے علماء ومفتیان کرام شامل ہیں۔ اللہ پاک جزائے خیر سے نوازیں حضرت مولانا مفتی محمد انور صاحب مدظلہٗ مرتب خیر الفتاویٰ جامعہ خیر المدارس ملتان کو جنہوں نے اس جدید ترتیب میں نہ صرف سرپرستی فرمائی بلکہ کرم بالائے کرم کا معاملہ کرتے ہوئے ایک مفید اور جامع مقدمہ بھی تحریر فرمایا۔ مفتی محمد سعود صاحب مدظلہ (فاضل جامعہ فریدیہ اسلام آباد) نے بڑی جانفشانی سے ان فتاویٰ کی ترتیب کا کام سرانجام دیا۔ فجزاھم اللہ خیر الجزاء

دوران ترتیب جن امور کا لحاظ کیا گیا ہے اس میں سرفہرست اس چیز کا اہتمام کیا گیا ہے طویل عربی حوالہ جات کو نقل کیا گیا ہے جس سے علماء ومفتیانِ کرام کو مصادر سے مراجعت نہیں کرنا پڑے گی اور عوام الناس بھی پوری تسلی وتشفی کیساتھ انکا مطالعہ کر سکیں گے۔

اسی طرح اکابرین کی تحریرات کو حسب موقع رکھا گیا ہے۔ تاکہ یہ مجموعہ محض ایک فتویٰ کا مجموعہ ہی نہ ہو بلکہ اپنے پڑھنے والوں کیلئے مکمل رہنمائی کرنے والا دستور العمل بھی بن سکے۔ مثلاً حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی ایک تحریر جو بہشتی زیور کے آخر میں ''تعدیل حقوق والدین'' کے نام سے ہے۔ جو گھریلو معاملات کی اصلاح کیلئے ایک مفید ترین مقالہ ہے حسب موقع لگایا گیا ہے۔ اسی طرح ختم نبوت کے بارے میں مفید اور مختصر عام فہم معلومات دی گئی ہیں جو عوام الناس کیلئے سرمہ بصیرت ہیں۔ اکابر کی نایاب مفید چیزیں ان شاء اللہ آپکو اس مجموعہ میں جابجا ملیں گی۔

اللہ تعالیٰ اس مجموعہ کو ہماری دنیا وآخرت کیلئے رہنما بنائے اور ہمیں زندگی کے ہر قدم پر شریعت کے احکام وآداب سیکھنے اور انہیں عملی زندگی میں لاکر دنیا وآخرت کو سرخرو کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور اس مجموعہ کی تیاری کے سلسلہ میں تمام معاونین اور جملہ قارئین کو روز محشر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرمائیں۔ آمین یارب العالمین۔

والسلام

محمد اسحٰق غفرلہ

ربیع الاول ۱۴۲۹ھ

فتاویٰ اور جامع الفتاویٰ

از حضرت مولانا مفتی انور صاحب مدظلہ العالی

(مرتب خیر الفتاویٰ جامعہ خیر المدارس ملتان)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ارشاد کے ذریعہ علماء کرام کو انبیاء علیہم السلام کا وارث قرار دیا ہے۔ اسی طرح قرآن پاک میں جو "اولو الامر" کی اطاعت کو واجب کہا گیا ہے ایک تفسیر کے مطابق "اولو الامر" سے مراد "حضرات علماء" اور "فقہاء" ہیں۔

ارشاد باری ہے **فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون** (الآیۃ) "اگر تم لوگوں کو علم نہیں تو یاد رکھنے والوں سے پوچھ لو" ایک اور جگہ ارشاد باری ہے **واتبع سبيل من اناب الى** (الآیۃ) "اے شخص پیروی کر اس شخص کے طریقہ کی جس نے میری طرف توجہ کی"۔

علامہ بیضاویؒ فرماتے ہیں "**وفي الآية دلالة على وجوب المراجعة الى العلماء فيما لايعلم**" (بیضاوی) "آیت کریمہ میں اس بات پر دلالت ہے کہ جو مسئلہ معلوم نہ ہو علماء کی طرف اس میں رجوع کرنا واجب ہے"۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علماء کرام کو انبیاء کا جو وارث قرار دیا ہے اس میں سے منجملہ ایک وراثت حفاظت دین اور استنباط واجتہاد وغیرہ بھی ہے۔ جب معاشرہ میں کسی حادثہ کے متعلق دینی رہنمائی مطلوب ہو تو اس پر لازم ہے اللہ تعالیٰ کا حکم معلوم کرنے کیلئے حضرات علماء کی طرف مراجعت کرے جیسا کہ حضرت صحابہ کرامؓ اپنے مسائل کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرتے تھے۔ مفتی نے اگر بعینہٖ وہی حکم بتایا ہے جو قرآن وحدیث میں صراحۃً موجود ہے تو یہ حکم خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچانا ہے اور اس پر پہنچانے کا اجر ملے گا اور اگر نص سے استنباط کر کے بتایا ہے تو یہ وراثت ہے جو حدیث "العلماء ورثة

الانبیاء'' سے مقصود ہے کیونکہ قیاس واجتہاد کے ذریعہ مجتہد نصوص کی تہہ میں پہلے سے موجود احکام خداوندی کو ظاہر کر دیتا ہے جو اپنے پاس سے حکم وضع نہیں کرتا۔

اصول فقہ کا مسلمہ ضابطہ ہے کہ قیاس مظہر احکام ہے مثبت احکام نہیں' جیسے زمین کی تہہ میں موجود پانی کو نلکے' پمپ وغیرہ سے حاصل کرلیا جاتا ہے اور یہ پانی نکالنے والا موجد اور خالق نہیں بلکہ صرف سطح زمین پر اسے ظاہر کرنے والا ہے' دریا اور نل دونوں پانی خدا تعالیٰ کے ہیں' مستری کے پیدا کردہ نہیں اسی طرح نصوص کے احکام ''**ظاھرہ و مستنبطہ**'' دونوں اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں مجتہد کے نہیں' اسی وجہ سے اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک قیاس اور اجتہاد بھی احکام خداوندی کیلئے ماخذ ہیں اور قیاس صحیح سے ثابت شدہ احکام شریعت کا حصہ ہیں بالکل اسی طرح جیسے پھل' درخت کا حصہ اور خلاصہ ہوتا ہے۔

اوجز ص ۸۵ میں امام بخاریؒ سے منقول ہے کہ فقہ حدیث کا ثمرہ ہے درخت میں موجود صلاحیتی اجزاء ہی پھل کی شکل میں نمودار ہوتے ہیں' درخت ہی کے ذریعہ پھل کا نشوونما مکمل ہوتا ہے اگرچہ یہ پھل پہلے ظاہر نہ تھا بلکہ درخت میں پوشیدہ تھا کوئی عقلمند صرف اس بناء پر کہ اس کا ظہور بعد میں ہوا پھل کی جزئیت سے انکار نہیں کرسکتا۔ احکام قیاسیہ کا استخراج واستنباط قرآن وسنت سے عمل میں لایا گیا' قرآن وسنت کے پانی ہی سے ان کا نشوونما مکمل ہوا اور قرآن وسنت کے پانی ہی سے ان کا نشوونما مکمل ہوا اور قرآن وسنت چاند وسورج کی روشنی نے ہی انہیں رنگ وپختگی کا حسن بخشا ہے۔

(کذا افادہ شیخنا واستاذنا فقیہ العصر المفتی عبدالستار نور اللہ مرقدہ)

ارشاد خداوندی ہے ''**فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ**'' (الآیۃ) لیکن چونکہ ہر شخص کیلئے احکام خداوندی کا احاطہ اور تبحر ممکن نہیں وگرنہ باقی سب نظام معاش وحیات معطل ہو کر رہ جائے گا اس لئے ضابطہ تقسیم کار اور آیت بالا کے تحت لازم ہوا کہ امت مسلمہ کی ایک بڑی جماعت علوم قرآن وسنت اور تفقہ فی الدین میں مہلت کاملہ اور تبحر حاصل کر کے طبقات امت کی رہنمائی کے فرائض انجام دے تاکہ امت کا ہر فرد اپنی زندگی کے تمام شعبوں میں بسہولت ہدایات حاصل کر کے وظیفہ عبودیت اور طاعت خداوندی کے فریضہ سے عہدہ برآ ہو سکے۔ اسلامی معاشرے کی فلاح وسعادت' تعلیمات نبویہ اور حاملین

دین متین حضرت علماء کرام کے ساتھ مکمل وابستگی میں ہے اور اس کی بدبختی علماء سے کٹ جانے میں ہے۔ الحاصل علماء کرام کی اسی دینی رہنمائی کا نام "افتاء" ہے۔

یہ طریقہ استفتاء اور افتاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے شروع ہوا کما هو مصرح فی القرآن الحکیم۔ عہد رسالت اور عہد خلافت میں بھی مخصوص حضرات صحابہؓ فتوی دیتے تھے اور باقی حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم عموماً ان کی طرف رجوع کرتے تھے اور فتوی حاصل کرتے تھے۔ (فتح القدیر ج۲)

بعض اجلہ تابعینؒ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور ہی میں مقام افتاء میں امتیازی حیثیت حاصل کرلی تھی یہاں تک کہ حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی انکی طرف رجوع فرماتے تھے۔

اجلہ تابعینؒ کے آخر دور میں جن اصاغر تابعینؒ نے فتوی میں شہرت اور وقیع مقام حاصل کیا ان میں سرفہرست امام ابوحنیفہؒ ہیں۔ آپ نے باقاعدہ فقہ کو مدون کیا اور مسائل کا استنباط کیا۔ امام صاحبؒ نے قرآن وحدیث سے جو مسائل اخذ کئے انکی تعداد میں اختلاف ہے۔ جنہوں نے قلیل ترین تعداد نقل کی ہے وہ بھی تراسی ہزار ہے۔ اقل مایقال فی مسائله انها تبلغ ثلاثة وثمانین الفا (مقدمہ نصب الرایہ)

ایک ہزار سال تک فقہ حنفی باقاعدہ اسلامی سلطنتوں کا دستور وقانون رہی ہے بلکہ برصغیر میں تو اسلام کا تعارف ہی فقہ حنفی کی صورت میں ہوا ہے کیونکہ برصغیر میں اسلام کی دعوت لانے والے اور سلاطین سب حنفی المذہب تھے۔ سب فیصلے اور فتوے حنفی مسلک کے مطابق ہوتے تھے۔ سلطنت مغلیہ کے زوال اور انگریزی حکومت کے تسلط کے بعد افتاء کی مرکزیت مدارس دینیہ کی طرف منتقل ہوگئی۔ ارباب مدارس وافتاء نے اس پہلو پر بھی امت کی پوری رہنمائی فرمائی۔ مستقل دارالافتاء وجود میں آئے۔ ہر بڑے مدرسہ میں جو حضرات مسائل پر گہری نظر رکھتے تھے اور تقویٰ وپرہیزگاری میں ممتاز ہوتے تھے۔ انہیں فتویٰ دینے کی ذمہ داری سونپ دی جاتی تھی۔ آہستہ آہستہ اہم فتاویٰ کی نقول رکھنے کا رواج بھی ہوگیا اور بعد میں انہیں شائع کرنے کا اہتمام بھی ہوتا رہا جیسے فتاویٰ رشیدیہ، فتاویٰ عزیزیہ وغیرہ جن سے امت مسلمہ کو بہت نفع ہوا۔ اس میں مزید ترقی ہوئی تو یہ سوچا گیا کہ ان کے جواہر ہائے مختلفہ اور درر ہائے منتشرہ کو یکجا کردیا جائے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خصوصی کرم فرمایا حضرت مولانا مہربان علی صاحب رحمہ اللہ پر کہ انہوں نے اس محنت طلب کام کی طرف توجہ فرمائی اور مختلف شائع شدہ فتاویٰ سے اہم فتاویٰ لے کر انکی چار جلدیں مرتب فرمائیں اور بعد میں آنے والوں کیلئے منزل مقصود تک پہنچنے کیلئے

نشانہائے منزل متعین فرما گئے اور اب یہ سعادت محترم حضرت محمد اسحاق ملتانی صاحب کے حصہ میں آئی کہ انہوں نے (جید مفتیان کرام وعلماء کی معاونت سے) ان چار جلدوں میں مزید اضافے فرما کر اس ''جامع الفتاویٰ'' کو اسم با مسمیٰ بنا دیا حتیٰ کہ اس کی دس جلدیں تیار فرما دیں۔ ان جلدوں میں آنے والے فتاویٰ کی اہمیت کا اندازہ آپ اس سے لگائیں کہ ایک مستقل ضخیم جلد صرف ان فتاویٰ کے عنوانات کی فہرست پر مشتمل ہے جو اس بحر ذخار میں موجود ہیں۔ اس ''جامع الفتاویٰ'' کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس سے مختلف ارباب فتاویٰ کے اسلوب نگارش بھی سامنے آجائیں گے۔ کوئی مختصر اور جامع' کوئی مفصل اور واضح' کوئی علم کے ساتھ ساتھ ادب کی چاشنی بھی ساتھ لئے ہوئے۔ بقول کسے ۔ ہر گلے را رنگ و بو دیگر است۔

ہمارے محترم محمد اسحاق صاحب مدظلہ' کو اللہ تعالیٰ نے دینی کتب کی اشاعت کا ایک خاص جذبہ اور شوق عطا فرمایا ہے جب دیکھیں ان کو یہی دھن لگی ہوئی ہوتی ہے۔ جب بھی کوئی مفید عام دینی کتاب ان کے سامنے آتی ہے تو ان کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ یہ کتاب آسان قیمت پر شائع کر کے زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کے ہاتھوں تک پہنچائیں۔

دیگر شائع شدہ مستند و معتمد فتاویٰ سے اہم اور روز مرہ پیش آنے والے مسائل کے ساتھ ساتھ کچھ کتابوں سے ایسے مضامین اس میں شامل کر دیئے ہیں جو مفتی' علماء حضرات اور عوام الناس کیلئے بھی بے حد مفید ہیں ان کے مطالعہ کے بعد آپ بے ساختہ کہہ اٹھیں گے۔

ع مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید۔

یہ سطور نامکمل رہ جائیں گی اگر ان کے محاسن میں سے ماہنامہ ''محاسن اسلام'' کا ذکر نہ کیا جائے' میں نے سینکڑوں لوگوں کو اس کا مفید و بے حد نافع ہونا اپنے کانوں سے سنا ہے میری اپنی حالت یہ ہے کہ جب ''محاسن اسلام'' آتا ہے تو اکثر ایک ہی نشست میں سارا دیکھ لیتا ہوں۔ مضامین کا انتخاب لاجواب ہوتا ہے۔ طوالت سے اجتناب فرماتے ہیں اور ہر اشاعت میں کوئی نئی اور مفید چیز دیکھنے کو مل جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کے شوق و ذوق میں مزید اضافہ فرمائیں اور ان کی مساعی حسنہ کو قبول فرمائیں۔ (آمین) واللہ لا یضیع اجر المحسنین.

راقم السطور فقیر

ابو المساکین محمد انور عفا اللہ عنہ'

نقشبند کالونی ملتان

تدوین فتاویٰ عہد بہ عہد

مقدمۃ الکتاب

از مورخ شہیر مولانا قاضی اطہر مبارک پوری رحمہ اللہ

عربی زبان ولغت کے بہت سے الفاظ اسلامی دور میں اپنے قدیم اور اصلی معنی ومفہوم کے بجائے اسلامی مفہوم ومعنی میں استعمال کئے جانے لگے اوران کی حیثیت اسلامی اصطلاح کی ہوگئی۔ صلوٰۃ' صیام' زکوٰۃ' حج وغیرہ اس قبیل سے ہیں اسی طرح لفظ فتی اپنے قدیم معنی میں (باب سمع سے) نوجوانی' کریم النفسی اور نجابت وسخاوت کے معنی میں تھا مگر اسلام میں دینی معلومات حاصل کرنے کرانے کیلئے بولا جانے لگا استفتاء سوال کرنے اور افتاء جواب دینے کیلئے بطور اصطلاح کے مستعمل ہوا۔ قرآن کریم کی ایک آیت میں یہ دونوں الفاظ آئے ہیں۔

''لوگ آپ سے دریافت کرتے ہیں (استفتاء کرتے ہیں) آپ فرمادیں کہ اللہ تم کو کلالہ کے بارے میں حکم دیتا ہے''۔ (فتویٰ دیتا ہے) (سورہ نساء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موقع بہ موقع یہ دونوں الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ (اپنے دل سے فتویٰ معلوم کرو) (اگرچہ کوئی شخص اورلوگ تم کوفتویٰ دیں) وغیرہ۔

دینی امور میں استفتاء اور سوال کرنے کا مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''تم لوگ اہل علم سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے ہو''۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''جب تم میں سے کوئی دینی امر میں شک کرے تو اس کے بارے میں مجھ سے سوال کرلے۔ البتہ غیر ضروری اور بے جا سوال کرنے سے شدت سے منع کیا گیا ہے کیونکہ یہ جنگ وجدال اور تباہی کا باعث ہے۔

فتویٰ اور خیر القرون

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سید الفقہاء والمفتیین تھے آپ کی ذات اقدس فقہ وفتاویٰ میں مرجع تھی۔ نیز خلفائے اربعہ فتویٰ دیا کرتے تھے ان کے علاوہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں جو لوگ کتاب وسنت کے ممتاز عالم تھے اور قراء کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔ وہ بھی بوقت ضرورت یہ خدمت انجام دیتے تھے خاص طور سے یہ سات حضرات مشہور تھے۔
حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت عائشہؓ حضرت زید بن ثابتؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ، امام ابن قیم کا قول ہے کہ ان حضرات میں سے ہر ایک کے فتاویٰ علیحدہ علیحدہ ضخیم جلدوں میں جمع کیے جاسکتے ہیں۔

ان سات اہل فقہ وفتویٰ میں سے تین حضرات کے تلامذہ واصحاب نے ان کے فقہی مسلک کی نشر واشاعت کی۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے شاگردوں نے مدینہ منورہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے اصحاب نے مکہ مکرمہ میں اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ نے کوفہ میں اپنے اپنے شیخ کے فقہ وفتویٰ کو عام کیا۔
تفصیل کیلئے یوسف بن عبدالبر اندلسی کی کتاب جامع بیان العلم ج ۲ ص ۶۱، ۶۲ اور ابن قیم کی کتاب اعلام الموقعین ج ا ص ۱۸ تا ۲۲ ملاحظہ ہو۔

امام الفقہاء والمحدثین حضرت علی بن عبداللہ متوفی ۲۳۴ھ نے اس کی تفصیل اپنی کتاب میں یوں بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مسلک فقہ وفتویٰ کے حامل تین حضرات تھے۔ عبداللہ بن مسعودؓ زید بن ثابت اور عبداللہ ابن عباسؓ ان ہی تینوں حضرات کے اصحاب وتلامذہ ان کے مسلک پر فتویٰ دیتے تھے حضرت عبداللہ بن مسعود کی قرات اور فتویٰ پر یہ چھ حضرات عمل کرتے تھے۔

علقمہ بن قیسؒ اسود بن یزیدؒ مسروق بن اجدعؒ عبید سلمانیؒ حارث ابن قیسؒ عمرو بن شرحبیل رحمہم اللہؒ اور ان جملہ حضرات کے تلامذہ ابراہیم نخعیؒ اعمشؒ ابواسحاق سفیان ثوریؒ یحییٰ سعید القطان رحمہم اللہ نے اپنے اپنے شیخ کے مسلک کے مطابق فقہ وفتویٰ کی خدمت انجام دی۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے مسلک پر یہ حضرات فتویٰ دیتے تھے۔

عطاء بن ابی رباح، طاؤس بن کیسان، مجاہد بن جبیر، جابر بن زید، عکرمہ مولیٰ ابن عباس، سعید بن جبیر، عمرو بن دینار، ابن جریج، سفیان بن عیینہ رحمہم اللہ۔

اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے فقہی مسلک پر فتویٰ دینے والے یہ بارہ حضرات تھے سعید بن میسّب، عروہ بن زبیر، قبیصہ بن زریب، خارجہ بن زید بن ثابت، سلیمان بن یسار، ابان بن عثمان بن عفان، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ، قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق، سالم بن عبداللہ بن عمر، ابوبکر بن عبدالرحمان، طلحہ بن عبداللہ بن عوف، نافع بن جبیر بن مطعم رحمہم اللہ، یہ سب حضرات مدینہ منورہ کے اصحاب فقہ وفتویٰ تھے ان کے بعد امام محمد بن شہاب زہری اس مسلک کے سب سے بڑے عالم تھے۔ ان کے بعد امام مالک اور انکے بعد عبدالرحمان بن مہدی اس کے امین وترجمان تھے۔

مذکورہ بالا فقہاء میں سے فقہاء سبعہ فتویٰ میں حجت کا درجہ رکھتے تھے اور حوادث ونوازل میں جب تک یہ حضرات متفقہ فتویٰ صادر نہیں کرتے تھے ان کے بارے میں مدینہ کے قاضی اپنا فیصلہ صادر نہیں کرتے تھے ایک شاعر نے ان کے نام یوں جمع کئے ہیں۔

اذا قیل من فی العلم سبعۃ ابحر روایتھم لیست عن العلم خارجہ
فقل ھم عبیداللہ، عروۃ، قاسم سعید ابوبکر سلیمان خارجہ

مکہ مکرمہ مدینہ منورہ اور کوفہ کے اصحاب فقہ وفتویٰ کا یہ مختصر سا جائزہ ہے۔ تفصیل کیلئے امام علی مدینی کی کتاب علل الحدیث ومعرفۃ الرجال ص ۴۲ تا ۵۱ اور امام ابن قیم کی کتاب اعلام الموقعین ج ۱ ص ۹ تا ۲۴ ملاحظہ ہو۔

اسی طرح بصرہ، شام، مصر، یمن، بغداد اور دوسرے اسلامی بلاد وامصار میں اصحاب فقہ وفتویٰ اپنے اپنے شیوخ واساتذہ کے مسلک کے مطابق کتاب وسنت اور سنن ماضیہ کی روشنی میں فتویٰ کی خدمت انجام دیتے تھے۔

فتاویٰ کے جمع وتالیف کا سلسلہ کسی نہ کسی حد تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں شروع ہو گیا تھا۔ متعدد صحابہ نے آپ کی حیات میں احادیث کے صحیفے اور مجموعے لکھے ان میں آپ کے احکام، اوامر، نواہی، مرضیات بھی تھے جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بیان

فرمایا۔ یا صحابہ رضی اللہ عنہم کے سوال (استفتاء) کے جواب میں جو باتیں بیان فرمائیں وہ سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فتاویٰ ہیں بلکہ احادیث کا ذخیرہ زیادہ تر فتاویٰ نبویہ پر مشتمل ہے۔

فتوی اور تابعین و تبع تابعین رحمہم اللہ

اس کے بعد صحابہ وتابعین اور تبع تابعین کے قضایا وفتاویٰ ان کے تلامذہ ومنتسبین نے اپنے صحیفوں اور مجموعوں میں درج کئے جن میں احادیث رسول کے ساتھ فتاویٰ اور قضایا بھی تھے۔ اس دور تک کے نوشتوں کا یہی حال تھا پہلی صدی کے خاتمہ پر حضرت عمر بن عبدالعزیز متوفی ۱۰۱ھ رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث اور سنن ماضیہ کے جمع وتدوین کی طرف خاص توجہ فرمائی اور تمام امراء وعمال کو لکھ کر اس کی تاکید کی مدینہ منورہ کے امام محمد بن شہاب زہری متوفی ۱۲۴ھ کو اس کا ذمہ دار مقرر کیا۔ انہوں نے بوجہ احسن یہ خدمت انجام دی اسی لئے کہا گیا ہے کہ علم اور حدیث کو سب سے پہلے امام زہری نے مدون کیا ہے اس دور کی مدونات میں احادیث رسول کے ساتھ صحابہ وتابعین اور تبع تابعین کے فتاویٰ بھی درج تھے۔ اس طرح پہلی صدی میں احادیث وآثار اور فتاویٰ غیر مرتب شکل میں جمع ہو گئے تھے۔

اس کے بعد دوسری صدی کے وسط تک عالم اسلام کے ہر مرکزی شہر میں ائمہ فقہ وفتویٰ اور محدثین نے کتابیں فقہی ترتیب پر لکھیں۔ مکہ مکرمہ میں ابن جریج متوفی ۱۵۰ھ مدینہ منورہ میں محمد بن اسحاق متوفی ۱۵۱ھ یا امام مالک متوفی ۱۷۹ھ بصرہ میں ربیع بن صبیح متوفی ۱۶۰ھ یا سعید بن ابی عروبہ متوفی ۱۵۶ھ یا حماد بن سلمہ متوفی ۱۷۶ھ کوفہ میں سفیان ثوری متوفی ۱۶۱ھ شام میں عبدالرحمان اوزاعی متوفی ۱۵۶ھ واسط میں ہشیم بن بشیر متوفی ۱۸۸ھ یمن میں معمر بن راشد متوفی ۱۵۳ھ رے میں جریر بن عبدالحمید متوفی ۱۸۸ھ خراسان میں عبداللہ ابن مبارک متوفی ۱۸۱ھ رحمہم اللہ نے اپنے اپنے فقہی مسلک کے مطابق کتابیں لکھیں جن میں احادیث وآثار اور صحابہ وتابعین کے قضایا وفتاوے بھی درج تھے۔

اس کے بعد تیسری صدی میں احادیث رسول اور صحابہ وتابعین کے فتاویٰ پر علیحدہ علیحدہ مستقل تصانیف کی ابتدا ہوئی اور فتاویٰ گویا فقہ کی صنف کے طور پر جمع کئے گئے۔ ہمارے علم

میں اس سلسلہ میں نہایت مفید اور ضخیم کتاب اندلس کے امام بقی بن مخلد قرطبی متوفی ۲۷۶ھ رحمۃ اللہ علیہ نے تصنیف کی۔ احمد بن یحییٰ ضبی اندلسی نے ان کی تصانیف کے ذکر میں لکھا ہے۔

''انکی تصانیف میں صحابہ وتابعین وغیرہ کے فتاویٰ میں کتاب المصنف ہے جس میں وہ مصنف ابوبکر بن ابی شیبہ' مصنف عبدالرزاق ابن ہمام اور مصنف سعید بن منصور وغیرہ سے بہت آگے ہیں اور اس میں بہت زیادہ علم جمع کیا ہے۔ (بغیۃ الملتمس ص ۲۳۰ طبع میڈرڈ)

امام بقی بن مخلد کی اس کتاب کو بڑی اہمیت حاصل تھی اور ان کے تذکرہ نگاروں نے اس کا ذکر خاص طور سے کیا ہے' شمس الدین داؤدی مصری نے لکھا ہے۔ ''صحابہ وتابعین وغیرہ کے فتاویٰ میں ان کی تالیفات ہیں جن میں وہ مصنف عبدالرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ سے بہت آگے''۔ (طبقات المسرین ج ص ۱۱۷)

مصنف عبدالرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ ہمارے زمانے میں آٹھ آٹھ دس' دس ضخیم جلدوں میں چھپ گئی ہیں جن میں احادیث کے ساتھ فتاوے بھی ہیں مگر بقی بن مخلد کی کتاب ان کے مقابلہ میں صحابہ وتابعین وغیرہم کے فتاوے دائرہ المعارف کا حکم رکھتی ہے اس دور میں صحابہ تابعین کے فتاوے دوسرے علماء نے بھی جمع کئے۔ خلیفہ مامون کے پڑپوتے امام ابوبکر محمد بن موسیٰ متوفی سنہ ھ نے حضرت عبداللہ بن عباس کے فتاوے بیس جلدوں میں جمع کئے۔ علامہ ابن حزم اندلسی کا بیان ہے۔

''مامون کی اولاد میں شافعی فقیہ ومحدث محمد بن موسیٰ بن یعقوب بن مامون ہیں۔ ان کا انتقال مصر میں ہوا اور انکی تصنیفات ہیں۔ ان میں سے عبداللہ بن عباسؓ کی فقہ میں کتاب ہے جس کو فقہی ابواب پر تقسیم کر کے بیس جلدوں میں لکھا ہے۔ (جمرۃ انساب العرب ص ۲۴)

امام ابن قیم نے ابن حزم کے حوالہ سے یوں کہا ہے۔ ''ابوبکر محمد بن موسی بن یعقوب بن امیر المومنین نے ابن عباسؓ کے فتاویٰ کو بیس جلدوں میں جمع کیا ہے یہ ابوبکر علم دین اور حدیث میں ائمہ اسلام میں سے ہیں۔ (اعلام الموقعین ج ا ص ۹)

اور امام محمد بن نوح عجلی متوفی ۲۱۸ھ نے امام ابن شہاب زہری کے فتاوے فقہی ابواب پر تین ضخیم جلدوں میں مرتب کئے ابن قیم کا بیان ''محمد بن نوح نے امام زہری کے

فتاوے کو تین ضخیم جلدوں میں جمع کیا ہے''۔ (اعلام الموقعین ج ا ص ۱۸)

امام محمد بن نوح عجلی ناصر السنۃ خلق القرآن میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے ساتھ قید کر کے خلیفہ مامون کے پاس مقام رقہ میں بھیجے گئے۔ مگر راستہ ہی میں ان کا انتقال عین جوانی میں ہو گیا اور امام احمد نے ان کی تجہیز و تکفین فرمائی۔

مشہور امام لغت و ادب احمد بن فارسی متوفی ۳۹۵ھ کی تصانیف میں ایک کتاب فتاویٰ فقیہ العرب ہے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ فقیہ العرب کس بزرگ کا لقب ہے۔ فتویٰ نویسی نے اس دور میں اور اس کے بعد کافی ترقی کی اور ائمہ فقہ و حدیث کے فتاوے ان کے تلامذہ اور منتسبین نے جمع کئے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اپنے اقوال و آراء اور فتاویٰ کے لکھنے کے سخت مخالف تھے مگر ان کے شاگرد حبیش بن سندی نے دو جلدوں میں ان کے نادر فتاوے اور مسائل جمع کئے۔ ابوبکر خلال (احمد بن محمد بن ہارون) متوفی ۳۲۱ھ نے پوری زندگی امام احمد رحمہ اللہ کے مسلک کے جمع و ترتیب میں بسر کی اور اپنی کتاب الجامع تقریباً بیس جلدوں میں لکھی۔ اسی طرح دوسرے اہل علم اور اہل فقہ و فتوی کے فتاوے مدون و مرتب ہوتے رہے۔ حتیٰ کہ فقہاء و محدثین نے اپنے فتاوے خود مرتب کئے اور اس کا رواج عام ہوا۔

امام بغوی (ابو محمد حسین بن مسعود شافعی) متوفی ۵۱۶ھ نے اپنے فتاویٰ خود جمع کئے اور ان کی زندگی ہی میں قاضی حسین نے ان سے مزید فتاوے حاصل کر کے اس پر تعلیق کی یہ کتاب اہل علم میں بہت مشہور تھی۔ (طبقات المفسرین ج ا ص ۱۵۸)

سلطان العلماء ابو محمد عزیز الدین بن عبد العزیز سلمی متوفی ۶۶۰ھ نے اپنے فتاوے مرتب کئے ان کی تصانیف میں کتاب الفتاویٰ المجموعہ اور الفتاویٰ الموصلیہ کے نام ہیں امام تقی الدین علی بن عبد الکافی سبکی متوفی ۷۵۶ھ نے دو جلدوں میں اپنے فتاوے لکھے جن میں ان کے بہت سے چھوٹے چھوٹے رسالے شامل تھے جو خاص خاص استفتاء کے جوابے میں لکھے گئے تھے۔ امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے الحاوی للفتاویٰ کے نام سے اپنے فتاوے کتابی شکل میں جمع کئے۔ ان میں بھی ان کے رسائل و کتب ہیں یہ کتاب دو جلدوں میں مصر میں چھپ گئی ہے کل صفحات ساڑھے گیارہ سو کے قریب ہیں۔

تاتاری غارت گری کے بعد علمائے اسلام نے علم دین کے احیاء وتجدید کی مہم شروع کی اور حدیث' فقہ' رجال' تاریخ' طبقات اور دوسرے علوم میں بے شمار کتابیں تصنیف کیں۔ اس زمانہ میں بہت سے صاحب تصانیف کثیرہ علماء ومحدثین پیدا ہوئے جنہوں نے فتاوے کے جمع وتالیف کی شاندار خدمات انجام دیں اور شام' مصر' خراسان اور ماوراء النہر کے فقہاء نے خاص طور پر فقہ وفتویٰ میں کتابیں لکھیں۔ کتابوں کے شروح وحواشی لکھے' کشف الظنون اور ہدیۃ العارفین وغیرہ سے ان کی تفصیل معلوم ہوسکتی ہے۔

فتویٰ اور ارضِ ہند

ہندوستان میں فتاویٰ کی تدوین وتالیف کی ابتداء کب ہوئی؟ اس کی تعین نہیں ہوسکی یہاں کا ابتدائی چار سو سالہ اسلامی دور عرب حکمرانوں کا تھا اور یہاں کے اہل علم کے تصنیفی وتدریسی کارناموں کا تذکرہ بہت کم ملتا ہے اس کے بعد غزنوی اور غوری دور میں علماء ومشائخ کی کثرت ہوئی اور ان کے دور میں فقہ اور معقولات کا زور رہا ہمارے علم میں فتاویٰ نویسی کا سلسلہ خلجی دور سلطنت میں شروع ہوا اور سلطان جلال الدین فیروز شاہ خلجی متوفی ۶۹۶ھ کے دور میں دو عظیم فتاوے مدون ہوئے ایک کتاب سلطان موصوف کے حکم سے ملا محمد عطاری نے فوائد فیروز شاہی کے نام سے فارسی زبان میں لکھی اور دوسری کتاب مولانا عالم بن علاؤ اندرپتی دہلوی نے عربی زبان میں زاد السفر کے نام سے تصنیف کی۔ سلطان کی خواہش تھی کہ یہ کتاب بھی اس کے نام سے منسوب ہو۔ مگر امیر تاتار خان سے خصوصی تعلق کی بنا پر مولانا نے اسی کے نام پر معنون کیا۔ اور فتاویٰ تاتارخانیہ کے نام سے مشہور ہوئی جو فقہ حنفی کی عظیم کتاب ہے۔ حکومت ہند کے زیر اہتمام اس کی طباعت ہورہی تھی اور تین ضخیم جلدیں شائع ہوئیں غالباً پوری کتاب آٹھ جلدوں میں مکمل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اس کی طباعت واشاعت کا سامان مہیا کردے۔

اس کے بعد بہت سے فتاوے فارسی اور عربی میں لکھے گئے۔ مجموعہ خانی امیر الغ قتلغ بہرام خان کے مولانا کمال الدین بن عبدالکریم ناگوری نے لکھی' خزانۃ الروایات قاضی جگنی گجراتی نے تصنیف کی' مفتی ابوالفتح رکن الدین بن حساب الدین ناگوری نے فتاوی حمادیہ کے

نام سے کتاب لکھی، قاضی ضیاء الدین عمر سنامی نے الفتاویٰ الضیائیہ کے نام سے اپنے فتاوے مرتب کئے اور قاضی نظام الدین گیلانی جونپوری نے سلطان ابراہیم شاہ شرقی والی جونپور کے نام سے فتاویٰ ابراہیم شاہیہ لکھی جس کو چلپی نے کشف الظنون میں فتاویٰ قاضی خان کے مانند کتاب کبیر من افخر الکتب لکھا اور یہ کہ مصنف نے ایک سو ساٹھ کتابوں سے اس کو جمع کیا ہے۔

ان کے علاوہ یہاں کے اصحاب فقہ وفتویٰ اور مشائخ نے بہت سی کتابیں فتاوی پر لکھیں یہاں مثال کے طور پر چند کتابوں کی نشاندہی کر دی گئی ہے اس سلسلہ میں سب سے عظیم خدمت سطان محمد اورنگزیب عالمگیرؒ متوفی ۱۱۱۸ھ نے انجام دی ہے۔ سلطان موصوف نے اوائل سلطنت میں مولانا نظام الدین برہان پوری کی زیر نگرانی ان چار حنفی علماء وفقہاء کو جمع کر کے فتاویٰ عالمگیری کو مرتب کرایا۔ قاضی محمد حسین جون پوری، شیخ حامد جونپوری، شیخ علی اکبر حسینی اسعد اللہ خاں اور مفتی محمد اکرم لاہوری نیز ان علماء وفقہاء کے تعاون کیلئے تقریباً بیس اہل علم مقرر کئے گئے یہی فتاویٰ عالمگیری عرب ممالک اور عالم اسلام میں فتاویٰ ہندیہ کے نام سے مشہور ومقبول اور متداول ہے اور موجودہ دور میں اسلامی تحریکات ورجال کے نزدیک اسلامی قوانین کے سلسلہ میں فتاویٰ ہندیہ کی افادیت واہمیت بہت بڑھ گئی ہے۔

اردو میں فتویٰ کی تاریخ

اردو زبان میں سب سے پہلے کس نے فتاوے جمع کئے؟ اس کی تعین نہیں ہو سکی گزشتہ صدی تک فارسی زبان کا عام چلن تھا اور علماء عام طور سے اسی زبان میں کتابیں لکھتے تھے اردو میں مذہبی کتابیں لکھنے کا سلسلہ حضرت شاہ عبدالقادر، حضرت شاہ رفیع الدین کے ترجمہ قرآن مجید اور حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید وغیرہ کی تصانیف سے شروع ہوا۔ اسی دور میں مولانا خرم علی بلہوری نے فقہ حنفی کی مشہور کتاب الدر المختار کا اردو میں ترجمہ غایۃ الاوطار کے نام سے شروع کیا مگر اس کی تکمیل سے پہلے ان کا انتقال ہوگیا نیز انہوں نے مشارق الانوار کا ترجمہ اور شرح اردو میں لکھی، نصیحۃ المسلمین ان کی مشہور کتاب ہے۔

مگر ان حضرات سے بہت پہلے اردو میں بعض تصانیف ملتی ہیں۔ جو خالص فقہ وفتویٰ کے موضوع پر ہیں راقم کے کتب خانہ میں فقہ المسلمین کے نام سے اردو میں منظوم ۶۴ صفحہ کا

ایک رسالہ ہے۔ پہلا ورق غائب ہے اس لئے مصنف کا نام معلوم نہیں ہوسکا۔ یہ رسالہ ۲۳۴ سال پہلے ۱۱۸۲ھ میں لکھا گیا ہے جیسا کہ مصنف نے کتاب کے خاتمہ پر لکھا ہے۔

یقیں فقہ المبین کوں کرلی مختوم بحق دین پناہ و آل معصوم
صدو ہشتاد دو الف ہجرت بتاریخ مبارک گشت تمت
گیارہ سو برس اسی اوپر دو سنہ ہجری سین کٹی تھی جب بنایو

کتاب کے عنوانات فارسی میں ہیں۔اور مسائل اردو نظم میں ہیں نمونہ ملاحظہ ہو۔

درمیان فرائض غسل گوید

فرائض غسل کے سب تین ہیں مان اگر باور نہیں تو دیکھ تبیان
اول لے منہ میں پانی غرغرہ کر پچھیں لے ناک میں پانی برادر
سیوم پانی بہانا سب بدن پر فرائض غسل کے کر دل میں از بر

مصنف نے اس کتاب میں اپنے زمانہ کی بدعات وخرافات کا نہایت شدت سے رد کیا ہے۔فقہ المبین کو مقبولیت حاصل ہوئی اور لوگوں نے اس کو نقل کیا' اور پڑھا پیش نظر نسخہ ۱۵ شوال ۱۲۲۴ھ میں لکھا گیا ہے عجب کیا ہے کہ یہ فقہ وفتویٰ میں اردو زبان میں پہلی کتاب ہو۔

قاضی اطہر مبارک پور

مرتب اوّل جامع الفتاویٰ

حضرت مولانا مفتی مہربان علی صاحب رحمہ اللہ

نہ وصفش غایتے دارد نہ سعدی راسخن پایاں — بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہم چناں باقی

جامع الفتاویٰ کی ترتیب و تلخیص اور تسہیل میں جن فتاویٰ کو مدنظر رکھا گیا ہے ہر ایک فتاویٰ اور صاحب فتاویٰ کا مختصر تعارف تو ابتدائیہ میں قلمبند کر دیا گیا ہے ساتھ ہی یہ خیال پیدا ہوا کہ فتاویٰ کا یہ مجموعہ چونکہ بہت سے ایسے لوگوں تک بھی پہنچے گا جو مرتب کی ذات و شخصیت سے نا آشنا ہوں گے اور فطرتاً ان کو آپ کی ذات کے متعلق سوال پیدا ہوگا ذہن میں اٹھنے والے اسی سوال کا جواب دینے کیلئے صاحب جامع الفتاویٰ حضرت مولانا مفتی مہربان علی صاحب رحمہ اللہ کا مختصر تعارف بھی قارئین کی خدمت میں پیش ہے تاکہ فی الجملہ تعارف حاصل ہو جائے۔

ولادت با کرامت

آپ کی ولادت باسعادت ۱۴ شوال المکرّم ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۱ مئی ۱۹۵۶ء بعد نماز جمعہ اپنے آبائی وطن مالوف قصبہ بڑوت ضلع میرٹھ میں ایک جلالی بزرگ کی دعا و بشارت سے عمل میں آئی۔ پیدائش سے قبل والدہ محترمہ نے ایک جلالی و مجذوب صفت بزرگ جناب میاں فتح محمد صاحب مکند پوریؒ سے تعویذ حاصل کرایا وجہ یہ پیش آئی کہ آپ کی ولادت سے قبل آپ کے تین بھائی ایک بہن جاں بحق ہو چکے تھے چنانچہ حضرت میاں صاحبؒ کے تعویذ کی برکت کہ رحمٰن ورحیم کی خاص رحمت و مہربانی ہوئی آپ پیدا ہوئے اور مہربان علی نام تجویز ہوا آپ کی ذات بابرکت میں اسم شریف کا اثر بدرجہ کمال موجود و مشاہد رہا۔

درس نظامی کی تکمیل

مدرسہ اشرف العلوم کسیروہ سے نصاب تعلیم کی تکمیل کے بعد شوال ۱۳۹۴ھ میں آپ جامعہ مفتاح العلوم جلال آباد میں داخل ہوگئے۔ درس نظامی کے مطابق مشکوۃ شریف کے

سال کی جملہ کتابیں مکمل کیں امسال آپ جامعہ کے ہر امتحان میں امتیازی فوز وفلاح سے ممتاز وبامراد رہے۔ آئندہ سال دورہ حدیث شریف کی جملہ کتب روایۃ ودرایۃ جامعہ کے کبار اساتذہ سے پڑھنے کا موقع میسر آیا بالخصوص اپنے مرشد اول مسیح الامت حضرت مولانا شاہ محمد مسیح اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ سے بخاری شریف وغیرہ کے بعض اسباق پڑھنے کا شرف حاصل ہوا اس طرح شعبان ۱۳۹۶ھ میں درس نظامی سے بحمد اللہ فراغت ہوگئی۔

قیام خانقاہ مسیحیہ اور تکمیل افتاء

حضرت مسیح الامتؒ سے سلسلہ مکاتبت "کسیروہ" رہتے ہوئے ہی شروع ہوگیا تھا لیکن جامعہ کے دوسالہ قیام میں برابر حضرت والاؒ سے آپ نے اصلاحی تعلق قائم رکھا ختم بخاری کے سال حضرت والاؒ کے دست اقدس پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے تربیت باطن کی ایک خاص فکر آپ کو عطا فرمائی تھی اسی لئے آپ کی یہ قلبی تمنا تھی کہ خانقاہ میں مستقل رہ کر اس راہ کے منازل طے کئے جائیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہوا اور دل کی یہ تڑپ اس طرح پوری ہوئی کہ شوال ۱۳۹۶ھ میں خانقاہ مسیحیہ جلال آباد میں مستقل قیام کے ارادہ سے آپ تشریف لے گئے۔ یہاں آنے کے بعد حسب ایماء حضرت والاؒ اور اپنے محسن خصوصی مفکر ملت شیخ طریقت حضرت اقدس الحاج الحافظ القاری مولانا مفتی نصیر احمد صاحب دام ظلہم العالی سابق مفتی جامعہ مفتاح العلوم کے مشورہ سے شعبہ افتاء میں داخل ہوگئے۔ مستقل قیام خانقاہ ہی میں رہا مجلس میں برابر حاضری رہتی۔ شعبہ افتاء کے صدر مفکر ملت حضرت اقدس مفتی صاحب دامت برکاتہم مہتمم حال "ادارہ فیض مسیح الامت" بڑوت سے الاشباہ والنظائر اور رسم المفتی وغیرہ پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ یہ سال حضرت والاؒ کے سایہ پرشفقت میں اصلاح باطن اور تمرین شعبہ افتاء کے ساتھ بحسن وخوبی پایہ تکمیل کو پہنچا حضرتؒ سے آپ نے خوب استفادہ فرمایا۔ حضرت مسیح الامتؒ کی اصلاحی وروحانی تربیت کے آثار آپ کے مبارک لیل ونہار میں نمایاں نظر آتے ہیں۔

افتاء وارشاد

مدرسہ عربی امداد الاسلام ہرسولی میں تقرر ہوجانے کے بعد اطراف واکناف سے جو بھی

زبانی یا تحریری سوال آتا آپ ہر دو کا جواب عنایت فرماتے تحریری جواب کی نقل ''رجسٹر نقل فتاویٰ'' میں محفوظ کر لی جاتی رہی اور الحمد للہ روز بروز یہ سلسلہ ترقی کی جانب گامزن رہا۔

۱۷ جمادی الاول ۱۴۱۳ھ میں جب آپ کے پیر طریقت مرشد اول حضرت مسیح الامت قدس سرہ کا سایہ سر سے اٹھ گیا تو آپ نے اپنا اصلاحی تعلق شیخ المشائخ فقیہ الاسلام حضرت الحاج شاہ مفتی مظفر حسین صاحب رحمہ اللہ ناظم اعلیٰ مظاہر علوم (وقف) سہارن پور سے قائم فرمالیا۔ حضرت فقیہ الاسلام کی فراست ایمانی وتوجہ باطنی نے جانچ لیا کہ آپ دربار مسیح کے تربیت یافتہ ہیں۔ چنانچہ حضرت والا دامت برکاتہم نے آپ کے فیوض کو عام کرنے کیلئے ۱۴۱۴ھ میں محض القائی وارد غیبی کی بنا پر آپ کو مجاز صحبت وبیعت سے یکے بعد یگرے سرفراز فرمایا بفضل اللہ شب وروز عوام وخواص آپ سے مستفید ہوتے رہے رب کریم آپ کا فیض عام وتام فرمائے۔

جامع الفتاویٰ

اللہ رب العزت نے آپ کو ایک مخصوص صلاحیت نیز فقہ میں ایک خاص ذوق عطا فرمایا تھا اسی کا ثمرہ اور نتیجہ ہے کہ آپ نے فتاویٰ علماء دیوبند سے ملخص کر کے ایک مستند ومعتمد اور مختصر جامع ترین فقہی مسائل کا بیش بہا ذخیرہ ''جامع الفتاویٰ'' (حسب ایماء مرشد ثانی فقیہ الاسلام حضرت اقدس الحاج مفتی مظفر حسین صاحب عمت فیوضہم) کی ترتیب کا آغاز کیا جس کا مکمل تعارف قارئین ''ابتدائیہ'' میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

تصنیف وتالیف

منجملہ دیگر صفات حمیدہ وکمالات فاضلہ کے تالیفی اور تصنیفی عمدہ ذوق سے بھی اللہ نے آپ کو خوب نوازا۔ وقتاً فوقتاً کوئی نہ کوئی علمی واصلاحی کاوش آپ کے رشحہ قلم سے رونما ہوتی رہی۔ اس سلسلہ کی مستقل ایک کاپی بنام ''تالیفی منصوبے'' تجویز شدہ تھی جب بھی کوئی مضمون ذہن میں وارد ہوتا تو آپ ضبط نظم وضبط کے تقاضہ سے مجوزہ کاپی میں تحریر فرمادیتے تھے۔ علیہ رحمۃ اللہ رحمۃً واسعۃً

ابتدائیہ

از مرتب اول مولانا مفتی مہربان علی صاحب رحمہ اللہ

جامع الفتاویٰ پر ابتدائیہ لکھنے بیٹھا ہوں خدا کرے قارئین کی خدمت میں مافی الضمیر کا اظہار ٹھیک ٹھیک اور پورے طور پر کر سکوں۔

بندہ ناچیز نے ایک کاپی ''تالیفی منصوبے'' کے نام سے بھی اپنے پاس رکھی ہے جب کوئی تالیفی منصوبہ ذہن میں گھومتا ہے اور پورا نقشہ ذہن میں آجاتا ہے تو وہ منصوبہ اس کاپی میں درج کر لیتا ہوں۔ اندراج کی دو وجہ ہوتی ہیں۔ حافظہ میرا زیادہ قوی نہیں اس لئے احتمال رہتا ہے کہ شاید چند ماہ بعد حافظہ سے نکل جائے۔ بدنظمی پیدا نہ ہو جو کام چل رہا ہے وہ ٹھہر نہ جائے اور اس کے دو فائدے سامنے ہوتے ہیں۔

(الف) اگر وہ تالیفی خدمت میں انجام نہ دے سکا خواہ اسباب و وسائل کی قلت کے باعث یا عمر کے وفا نہ کرنے کے سبب تو کسی اور اللہ کے بندے کو توفیق ممکن ہے اسے نقشہ مل جائے گا تو قدرے سہولت ہو جائے گی اور اس طرح دلالت کے ذریعہ یہ سیاہ کار بھی اس کار خیر میں حصہ دار ہو جائے گا۔

(ب) چند ماہ یا چند سال جب اس ''منصوبہ پر'' گزر جاتے ہیں تو مختلف مشورے سامنے آتے ہیں جو کام کرنے میں مفید ہوتے ہیں۔

غرض ۱۳ جمادی الثانی ۱۴۰۹ھ میں ''جامع الفتاویٰ'' کی ضرورت و اہمیت اور طریق کار ذہن میں آیا اور تین روز تک برابر نقشہ تیار ہوتا رہا آخر میں نے منصوبہ کی کاپی میں

اڑتیسویں نمبر پر پورا نقشہ درج کردیا جس کی چند سطریں پیش خدمت ہیں۔ تین دن سے مسلسل میرے دل پر تقاضا ہے کہ پہلے ہندوستانی اور پاکستانی مطبوعہ اردو فتاویٰ جمع کروں اور پھر جامع الفتاویٰ اس ترتیب سے مرتب کروں اسی حالت میں کئی سال گزر گئے کہ ۱۷ جمادی الاول ۱۴۱۳ھ بمطابق ۱۳ نومبر ۱۹۹۲ء میں میرے آقا و مرشد مسیح الامت حضرت مولانا شاہ محمد مسیح اللہ خان صاحبؒ کا سانحہ ارتحال سامنے آگیا جس سے مجھے ایک اندھیرا محسوس ہونے لگا اور کئی کام میرے متاثر ہوئے ایسا لگتا تھا جیسے میں کسی اندھیرے میدان میں اکیلا تنہا اور ہکا بکا کھڑا رہ گیا۔ پھر مولیٰ ذوالجلال کی رحمت متوجہ ہوئی اور میری دستگیری فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی شاہ مظفر حسین صاحب عمت فیوضہم نے شروع فرمادی، اپنے احوال کا ایک عریضہ میں نے ۲۵-۸-۱۴۱۴ھ میں لکھا جس کی چند سطریں یہ بھی ہیں۔

احقر کا اپنا منصوبہ یہ تھا کہ کچھ دن بعد مدرسہ کا نظام ترک کر کے مستقل اردو کے فتاویٰ پر کام کروں اور وہ یہ کہ اردو کے تمام فتاویٰ سامنے رکھوں مکررات حذف کروں تعارض کی صورت میں راجح مرجوح کا ذکر کروں عبارتوں کی طوالت ختم کر کے اختصار پیدا کروں، اس ترتیب پر ''جامع الفتاویٰ'' کے نام سے ایک کام ہوجائے اس کیلئے علیحدگی اور تنہائی کی ضرورت ہے لیکن اب اس منصوبہ میں جان نہیں رہی۔

اس پر میرے مرشد حضرت فقیہ الاسلام زید کرمہم نے تحریر فرمایا۔

بندہ کے نزدیک سردست ترک کا ارادہ نہ کیا جائے البتہ فتاویٰ پر کام ضرور شروع فرمادیں گو تھوڑا تھوڑا ہو اللہ تعالیٰ سہولت پیدا فرمائے۔

اس جواب سے میری مردہ ہمت میں روح پڑ گئی اور ارادہ کرلیا کہ جس طرح بن پڑے گا تھوڑا تھوڑا کام شروع کروں گا کل امر مرہون باوقاتہ ابھی اور وقت گزرنا تھا۔ اسی سال ۱۴۱۴ھ میں حرمین شریفین زاداللہ شرفہما کی زیارت کی سعادت حاصل کرنے کا موقع مل گیا جب میرا سفر حج کیلئے ہونے والا تھا تو حضرت فقیہ الاسلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایک کاپی پر بسم اللہ اور نام ''جامع الفتاویٰ'' لکھ دینے کی حضرت والا سے درخواست کی

حضرت نے بڑے سرور سے تحریر فرمایا یہ کاپی میں اپنے ہمراہ مکہ معظمہ لے گیا۔ اس گناہ گار نے ٹوٹی پھوٹی جہاں اور دعائیں کیں وہیں ''جامع الفتاویٰ'' کی مقبولیت اور سہولت کیلئے بھی دعا مانگی۔ مقدس مقامات میں شاید کوئی ایسا مقام بچا ہو جہاں میں ''جامع الفتاوی'' کو بھول گیا ہوں حتیٰ کہ کعبہ شریف کی چوکھٹ پر بھی ''جامع الفتاویٰ'' کی کاپی کو رکھا حرم شریف میں میرے دل کو حضرت کی دعا سے پورا اطمینان ہو گیا تھا کہ ان شاء اللہ یہ کام ضرور ہو گا۔

سفر سے واپسی ہوئی سوچتا ہوں کوئی معاون نہیں کوئی مددگار نہیں' کتابیں نہیں اور کام کا تقاضا دل میں ہو گیا ہے کام ہو تو کیسے ہو؟ اب راستہ کھلنا شروع ہوا وہ اس طرح کہ محترم مولوی محمد ناصر صاحب تاؤلوی نے جو اسارا کی مرکزی مسجد میں امامت وخطابت کی خدمت انجام دے رہے تھے لکھا۔

آپکے مدرسہ میں تعلیمی خدمت انجام دینا چاہتا ہوں' کتابوں کی تدریس کا شوق' محنت اور دل جمعی سے کام کرنے کا ذوق ہے۔ گر قبول افتد زہے عز وشرف۔

میں نے اس کا جواب لکھا کہ مدرسہ میں تو جگہ نہیں احقر کا ایک منصوبہ ہے اگر آپ اسے قبول فرمائیں تو آ کر زبانی گفتگو کر لیں' مولانا اس پر آمادہ ہو گئے اور اس طرح کام کا آغاز ہو گیا مطبوعہ اردو فتاویٰ کی چھان بین اور جستجو میں چھوٹے بڑے اداروں اور لائبریریوں سے مکاتبت کی اور اسفار کی بھی اسی ضمن میں ضرورت محسوس ہوئی اور ۱۶ جمادی الثانی ۱۴۱۵ھ مطابق ۲۱ نومبر ۱۹۹۴ء میں اردو فتاویٰ لائبریری ہرسولی کا سنگ بنیاد بھی رکھ دیا۔ اس کی تفصیل کیلئے ''تعارف اردو فتاویٰ لائبریری'' دیکھا جا سکتا ہے۔

ابتداء میں تجویز یہ تھی کہ جملہ ''اردو فتاویٰ'' سے تلخیص و تسہیل کر کے اس مجموعہ میں شامل کیا جائے خواہ وہ کسی بھی جماعت سے منسوب ہوں چنانچہ کتاب العقائد میں جہاں فتاویٰ دارالعلوم دیوبند کو رہنما بنایا گیا ہے۔ وہیں علماء اہل حدیث کے فتاویٰ نذیریہ اور فتاویٰ قادریہ سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ مگر پھر اندازہ ہوا کہ اس طرح فتاویٰ کی دستیابی اور تسوید کے وقت بڑی دقت اور دشواری پیش آئے گی نیز کہیں اختلاف مسلک کی بنیاد پر اس مجموعہ

کی بساط ہی زیروزبر نہ ہوجائے۔ جیسا کہ ہمارے محسن مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی مدیر رسالہ ''احوال وآثار'' نے اپنے مکتوب میں اس جانب توجہ دلائی ہے لکھتے ہیں۔

اگر تمام علماء کے فتاویٰ کا انتخاب زیرغور ہے تو یہ کام غیر معمولی تحویل اور بہت محنت طلب بھی ہوگا اور اس محنت و جانکاہی کے باوجود کب امید ہے کہ اس طرح کے مشترک فتاویٰ کا انتخاب ہمارے حلقوں میں مقبولیت اور پذیرائی حاصل کر سکے گا کیونکہ دوسرے لوگوں کی چیزوں سے استفادہ نہ کرنے ان کو نہ پڑھنے اور بعض کتابوں کی غیر معمولی اہمیت کے باوجود ان سے استفادہ ورجوع نہ کرنے کا جو مزاج بن چکا ہے تو اس میں کیا توقع کی جاسکتی ہے کہ دوسرے مکاتب فکر کے علماء کی تحقیقات اور علمی فقہی بحثیں ہمارے یہاں قابل مطالعہ اور لائق توجہ سمجھی جائیں گی اس لئے بہتر تو یہ ہے کہ اس کو فتاویٰ عزیزی، مجموعہ فتاویٰ حضرت مولانا فرنگی محل اور سلسلہ دیوبند سے وابستہم ممتاز ومعتمد اہل فتویٰ کے فتاویٰ تک محدود رکھا جائے۔

اس مجموعہ میں علماء دیوبند کے فتاویٰ ہی کو سامنے رکھا گیا اور اب گویا یہ فتاویٰ علماء دیوبند کی حیثیت سے آپ کے سامنے ہے اور اس میں جن فتاویٰ سے تلخیص وتسہیل کی گئی ہے۔ وہ فتاویٰ نیز ارباب فتاویٰ کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

فتاویٰ عزیزی

خانوادہ علم وفضل، ولی اللہی نسبت کے چشم وچراغ سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب سے کون ناواقف ہے، ہندوستان میں فقہ وحدیث سنت نبویہ اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ اسی خانوادہ بے ہمتا کے دست اشرف سے ہوئی برصغیر میں علم دین کی اشاعت اور اس کے احیاء وبقاء کا مبدا اور علم حدیث وسنت کی شمع روشن کرنے والا جس کی پرنور شعاعیں عرب وعجم میں پہنچیں اور بساط عالم وعالمیان کو منور کر گئیں یہی گھرانہ ہے آپ کے علمی فتاویٰ اور فقہی تحقیقات کا مجموعہ ''فتاویٰ عزیزی'' کے نام سے بزبان اردو فارسی دوجلدوں میں شائع ہوا ہے۔ جو زبان وبیان کے اسلوب کی قدامت کے باوجود فقہ وفتاویٰ کی دنیا میں اپنا جواب نہیں رکھتا۔

مجموعہ فتاویٰ

فقیہ عصر، علامہ دہر حضرت مولانا عبدالحئ صاحب لکھنوی متوفی ۱۳۰۴ھ دنیائے علم وفضل میں ایک عظیم مقام اور فقہ وفتاویٰ میں خاص ممارست رکھتے تھے اور مجموعہ فتاویٰ اس کی دلیل ہے فتاویٰ عبدالحئ یا مجموعہ کے نام سے تین جلدوں کو ایک ہی جلد میں تہذیب وترتیب کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔

فتاویٰ رشیدیہ

عالم ربانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ متوفی جمادی الثانی ۱۳۲۳ھ جن کو تمام علوم اسلامیہ میں منصب امامت حاصل ہے اور فقہ وفتاویٰ تو گویا آپ کی سرشت وخمیر میں داخل ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ آپ ہی کے فیض قلم کا نتیجہ ہے۔ حضرت نے بدعات ومحدثات کے خلاف فتاویٰ کے ذریعہ جہاد کیا اور اسلام کے ''حصن حصین'' کو بدعات کے سیل رواں سے محفوظ ومصؤن فرمادیا آپ کے فتاویٰ کی ایک جلد تو شائع ہو چکی ہے اور ابھی ''باقیات فتاویٰ رشیدیہ'' کے نام سے مزید فتاویٰ کی تحقیق مولانا نورالحسن کاندھلوی فرما رہے ہیں۔

فتاویٰ باقیات صالحات

جنوبی ہند کی دینی درس گاہ مدرسہ باقیات صالحات ویلور کے بانی ومؤسس حضرت مولانا شاہ عبدالوہاب صاحب ویلوری متوفی ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ کے فتاویٰ کا یہ مجموعہ اب تک ایک جلد میں منظر عام پر آیا ہے شاہ صاحب کو ردعیسائیت کے سرخیل حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی اور حضرت مولانا سید محمد حسین پشاوری مہاجر مکی سے کسب فیض کا شرف حاصل ہے جنوبی ہند میں دین وشریعت کی ترویج واشاعت اسلامی فکر کی بیداری اور دینی فکر وجذبہ کے فروغ کیلئے آپ مینارہ نور سمجھے جاتے ہیں۔

فتاویٰ مظاہر علوم

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوری متوفی ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ اپنے عصر کے چیدہ اور برگزیدہ [illegible] ہیں آپ [illegible] فتاویٰ کی خدمات میں جس

علم و آگاہی اور احساس ذمہ داری کا ثبوت دیا فتاویٰ مظاہر علوم اس کا بین ثبوت ہے جو ایک جلد میں شائع ہے جس سے آپ کے فقہی ذوق و مطالعہ کا اندازہ ہوتا ہے۔

فتاویٰ دار العلوم

عارف باللہ مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب متوفی ۱۷ جمادی الثانی ۱۳۴۷ھ دارالافتاء دارالعلوم دیوبند کے خشت اول ہیں آپ نے ۳۶ سال تک مسند افتاء پر متمکن رہ کر فقہ و فتاویٰ کے عطر بیز پھولوں سے کائنات علم کے مشام جاں کو معطر فرمایا۔ فتاویٰ دار العلوم آپ ہی کی خدمات دینی کا عطر و خلاصہ ہے جو اس وقت ۱۲ جلدوں میں ہے اور فقہ و فتاویٰ کی دنیا میں انوار علم و تحقیق کی ضیا پاشی کر رہا ہے۔

امداد الفتاویٰ

اکمل العارفین افضل المحققین جامع المجددین حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ متوفی ۱۷ رجب المرجب ۱۳۶۳ھ کے دست مبارک سے لکھے ہوئے فتاویٰ کا مجموعہ ہے جو تقریباً ۶۵ سال کی طویل مدت کا کارنامہ ہے امداد الفتاویٰ اس صدی کا ایک مخصوص مجددانہ کارنامہ ہے جس سے اس زمانہ کے عوام ہی نہیں بلکہ علماء و ارباب فتویٰ بھی بے نیاز نہیں ہو سکتے۔

کفایت المفتی

مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ صاحب متوفی ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۷۲ھ جن کو مبداء فیاض نے افتاء کا خصوصی ذوق اور ملکہ عطا فرمایا تھا پچپن برس آپ نے تعلیم و تدریس کے ساتھ افتاء کی خدمت انجام دی۔ آپ کے فتاویٰ کفایت المفتی کے نام سے شائع ہیں اور تشنگان علم کو سیراب کر رہے ہیں۔

امداد الاحکام

یہ ان فتاویٰ کا نادر روزگار مجموعہ ہے جو حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی خصوصی رہنمائی میں اکثر تو آپ کے جلیل القدر بھانجے اور شاگرد رشید مولانا ظفر احمد عثمانی متوفی ذیقعدہ ۱۳۹۴ھ نے تحریر فرمائے اور کچھ مولانا مفتی عبدالکریم صاحب گمتھلوی متوفی ۹ رجب

۱۳۶۸ھ کے تحریر فرمودہ اور بعض فتاویٰ ان میں خود حضرت حکیم الامت نے تحریر فرمائے ہیں دو جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔

امداد المفتیین کامل

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ مفتی اعظم پاکستان متوفی ۱۱ شوال المکرّم ۱۳۹۶ھ جو نو ایجادات پر تحقیق و تدقیق اور ان کی فقہی و شرعی حیثیت قائم کرنے میں منفرد شان رکھتے تھے۔ آپ کے فتاویٰ کی بیشتر تعداد تو غیر شائع شدہ ہے لیکن امداد المفتیین کامل کے نام سے ایک جلد شائع ہو کر علماء و فضلاء اور ارباب فتاویٰ کیلئے مرجع و ماخذ بنی ہوئی ہے۔

خیر الفتاویٰ

حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری ناظم خیر المدارس ملتان کا یہ مجموعہ فتاویٰ اب تک کی معلومات کے مطابق ایک جلد میں شائع ہوا ہے آپ کو حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ سے بیعت و خلافت کا شرف حاصل تھا۔ رد بدعات و روافض پر آپ کے فتاویٰ تحقیقی ہیں۔ (یہ فتاویٰ تاہنوز پانچ جلدوں تک شائع ہو چکا ہے)

فتاویٰ احیاء العلوم

مضافات مبارک پور اعظم گڈھ میں دین وسنت کی گرانقدر خدمات اور مسند افتاء وارشاد کو زینت بخشنے والے مولانا مفتی محمد یٰسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۲۲ محرم ۱۴۰۴ھ) جو اسلاف کی تحقیقات پر وسیع نظر رکھتے تھے آپ کے فتاویٰ کی ابھی تک ایک جلد منظر عام پر آئی ہے جس میں زبان سہل اور حوالہ جات تفصیل سے ذکر کئے گئے ہیں۔

احسن الفتاویٰ

فقیہ دہر محقق عصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ کے فتاویٰ کا یہ مجموعہ اب تک ۷ جلدوں میں شائع ہو چکا ہے فرق باطلہ پر ردّ تہذیب و تمدن کے انقلابات کا کتاب وسنت کی روشنی میں موزوں حل اور تغیرات زمانہ سے بصیرت و آگاہی آپ کی منفرد شان ہے اور لاریب ان موضوعات پر لکھے گئے مسائل ورسائل آپ کے بلند پایہ علمی اور

تحقیقی فکر ومذاق کے مظہر ہیں۔ (اب یہ سیٹ ۹ جلدوں میں آ چکا ہے)

فتاویٰ محمودیہ

فقیہ النفس مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب دامت برکاتہم کے فتاویٰ کا مجموعہ ۱۸ جلدوں میں اب تک کے جملہ فتاویٰ میں سب سے زیادہ ضخیم ہے ابھی کام جاری ہے فقہ فتاویٰ کا طویل اور دیرینہ تجربہ آپ کے فتاویٰ سے ظاہر وباہر ہے۔ یوں تو مبتداء فیاض نے آپ کو ہر علم اور ہر موضوع سے حظ وافر اور کمال مناسبت عطا فرمائی ہے آپ کی مجلس کے واردین وحاضرین اس بات کو فراموش نہیں کر سکتے کہ آپ کی ذات بے ہمتا کی مثال ایک بحر ذخار کی سی ہے۔ پرسکون اور باوقار مگر جب کسی موضوع یا سوال پر لب تقدس آفرین وا فرماتے ہیں تو اس وقت کی گفتگو اور موج علم کی روانی قابل دیدنی وشنیدنی ہوتی ہے۔ تفسیر' حدیث' فقہ' نیز جملہ علوم مروجہ مسائل کے مباحث ودلائل کے احاطہ ایسے دلنشین اور سہل تر انداز میں فرماتے ہیں کہ علما کے ساتھ عام آدمی بھی دل چسپی اور حلاوت محسوس کرتا ہے کیونکہ فن مناظرہ میں بھی آپ کو ید طولیٰ اور مکمل دست رس حاصل ہے اس لئے دقیق تر اور تفصیل طلب مسائل کا لطیفوں کی شکل میں اس طرح حل پیش فرماتے ہیں کہ مخاطب انگشت بدنداں رہ جاتا ہے۔ یقیناً یہ وہ صفات محمودہ اور خصائص حمیدہ ہیں کہ جن کے سبب آپ کو علماء فحول بلکہ اپنے عہد کے جملہ اہل علم پر تفوق اور فضیلت حاصل ہے اور لاریب آپ کی شخصیت علم وعمل کی مجمع البحرین' تقویٰ وتقدس میں ممتاز اور فقہی بصیرت وآگہی میں ملک اور بیرون ملک کے دور دراز خطوں تک معروف ومشہور اور مسلم ہے۔

فتاویٰ رحیمیہ

حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب گجراتی دامت برکاتہم (ولادت شوال ۱۳۲۱ھ مطابق دسمبر ۱۹۰۳ء) کے قلم فیض سے نکلے ہوئے فتاویٰ اب تک ۸ جلدوں میں مقبول ہو چکے ہیں۔ ملاقات پر جو حضرت مفتی صاحب مدظلہ کا سوز وگداز اور امت کی اصلاحی فکر محسوس ہوئی اس کا عکس ان کے فتاویٰ میں صاف نظر آتا ہے فتاویٰ کا تحقیقی رنگ نمایاں ہے۔ اسلاف کی

عبارات بحوالہ درج فرماتے ہیں جس کی وجہ سے بعض مسائل مدلل رسائل کی شکل اختیار کر گئے ہیں عوام وخواص سب مستفید ہورہے ہیں کئی دوسری زبانوں میں ترجمہ کا سلسلہ جاری ہونا حضرت مفتی صاحب مدظلہ نے بتلایا ہے اللہ تعالیٰ قبولیت میں اوراضافہ فرمائے۔

نظام الفتاویٰ

حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب مدظلہ صدر مفتی دارالعلوم دیوبند ولادت ذیقعدہ ۱۳۲۸ھ کے فتاویٰ کا مجموعہ منتخبات نظام الفتاویٰ کے نام سے فقہ اکیڈمی دہلی سے شائع ہوا ہے۔نوایجادات جدید انکشافات اور علم وآگاہی کے موجودہ دور میں جونت نئے مسائل پیش آرہے ہیں حضرت مفتی صاحب نے ان پر فقہی تدقیق وتحقیق کی ہے اور جزم کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ نوایجادات کے فقہی بیان میں یہ مجموعہ ماخذ کی حیثیت رکھتا ہے۔

فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ

یہ ان فتاویٰ کا مجموعہ ہے جو استاد محترم محسن ماہ مربی من حافظ قاری مولانا مفتی نصیراحمد صاحب دامت برکاتہم ادریس پوری (میرٹھی) بزمانہ قیام مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد ضلع مظفرنگر یوپی ہند۔ حضرت مسیح الامت مولانا شاہ محمد مسیح اللہ صاحب شیروانی قدس سرہ کی زیر نگرانی تقریباً ۳۲ سال تک تحریر فرماتے رہے۔ملک اور بیرونی ممالک میں ان فتاویٰ پر بڑا اعتماد رہا ہے اہل علم ان کو معتمد اور محقق سمجھتے رہے ہیں۔آپ تقریباً چھ سال تک جامعہ مفتاح العلوم کے صدر مفتی رہے اور فتویٰ نویسی کے علاوہ کتب حدیث وفقہ اور دیگر علوم عالیہ وآلیہ کا درس دیتے رہے۔شوال ۱۴۱۳ھ میں آپ کی جامعہ سے علیحدگی ہوگئی تھی اس کے بعد سے آپ تاحال مدرسہ نوریہ قصبہ بڑوت میں منصب اہتمام پر فائز ہیں اور ایک جدید ادارہ فیض مسیح الامت کی بناوتعمیر اور ترقی میں مصروف ہیں اللہ تعالیٰ آپ کے فیوض کو عام فرمائے۔

اسی طرح جواہر الفقہ اور تربیت السالک سے بھی بعض مسائل جامع الفتاویٰ میں شامل ہیں۔الغرض علماء دیوبند کے جو فتاویٰ بھی ہماری دسترس میں آسکے ان سے مسائل اخذ کئے اور اس مجموعہ میں شامل کردیئے ہیں ممکن ہے مستقبل میں کوئی ایسا صاحب علم بھی منصہ

شہود پر آئے جو جملہ اردو فتاویٰ کو یکجا کر کے اہل علم کیلئے مزید سہولت و آسانی کی راہ ہموار کرے' اگر چہ ایسا ہونا بھی آئندہ مشکل نظر آتا ہے کہ جملہ فتاویٰ کا ایسے طور سے احاطہ کر دیا جائے جو ایک سوال و جواب بھی خارج نہ رہ سکے جیسا کہ میرے ایک کرم فرما حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب میواتی مدظلہ اپنے ایک قیمتی مکتوب میں مطلع کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔اردو فتاویٰ کا ذخیرہ کئی حصوں پر منقسم ہے۔

ایک بڑا حصہ وہ ہے جو ابھی تک دار الافتاؤں کے رجسٹروں میں محفوظ ہے۔طبع نہیں ہوا ہے دار العلوم دیو بند مظاہر علوم سہار نپور۔مفتاح العلوم جلال آباد' مراد آباد' امروہہ' ڈابیل راندیر کے مدارس جامعہ اشرفیہ لاہور اور دار العلوم کراچی وغیرہ سب جگہ اس قسم کا ذخیرہ موجود ہے مولانا مفتی محمد تقی صاحب نے دار العلوم کراچی میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کے فتاویٰ کی تعداد چالیس ہزار نو سو اٹھاون لکھی ہے اس پر قیاس کر لیجئے۔

دوسرا حصہ وہ ہے جو رسائل میں شائع ہوتا رہا مگر کتابی شکل میں پورا شائع نہیں ہوا' المفتی' النور' الامداد' القاسم وغیرہ میں یہ سلسلہ جاری رہا ہے اور اکثر مدارس کے ماہانہ رسالوں میں یہ سلسلہ جاری ہے۔

تیسرا حصہ وہ ہے جو کتابی شکل میں طبع ہو چکا اس قسم کے فتاویٰ کے تعارف کے ساتھ مولانا عبد الحق صاحب بابائے اردو نے قاموس الکتب اردو میں اردو فتاویٰ کے عنوان کے تحت ایک زمانہ ہوا اس وقت تک کے ترانوے فتاویٰ کا تذکرہ کیا ہے۔

جامع الفتاویٰ کی خصوصیات

۱۔ جیسا کہ عرض کیا گیا یہ مجموعہ علماء دیوبند کے فتاویٰ کو ملخص اور آسان کر کے مرتبہ کیا گیا ہے۔

۲۔ ایسے ہی دلائل نیز مسائل کے تکرار سے بھی بقدر وسعت احتراز کیا گیا ہے تا کہ یہ مجموعہ معتبر و مستند ہونے کے ساتھ زیادہ سے زیادہ مسائل کو بھی اپنے اندر سمو سکے تاہم کہیں کہیں مسائل کا تکرار بھی ہو گیا ہے تو ایسا کسی اہم فائدہ کے تحت کیا گیا ہے جیسا کہ اہل ذوق مطالعہ کرتے ہوئے خود محسوس کریں گے۔

۳۔ سوال و جواب میں بھی اختصار سے کام لیا گیا ہے لیکن اسی قدر جہاں تک مسئلہ نیز سائل کا مقصد سوال فوت نہ ہو، تاہم بعض معمولی طویل مسائل بھی قارئین ملاحظہ فرمائیں گے۔

۴۔ عنوان کو بھی آسان اور قریب الفہم بنانے کی سعی کی ہے۔

۵۔ اگر کسی سوال و جواب میں مزید اختصار کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی تو اختصار نہیں کیا گیا۔

۶۔ اصل فتویٰ میں اگر کوئی سوال و جواب عربی یا فارسی میں ہے تو اس کا مختصر ترجمہ کر کے مجموعہ میں شامل کر لیا ہے۔

۷۔ جن فتاویٰ میں ذیلی عنوانات نہیں ہیں مثلاً کفایت المفتی' یا بعض فتاویٰ میں ایک ہی عنوان کے تحت کئی سوال و جواب ہوتے ہیں تو ان کو بقدر ضرورت عنوانات پر تقسیم کر دیا تا کہ قاری کو تلاش مسائل میں دشواری نہ ہو۔

۸۔ مسائل کے اخذ میں اپنی بضاعت علم کی حد تک امعان نظر کے ساتھ احتیاط سے کام لیا گیا اختلاف مسائل میں فقہاء عظام کے تعبیری اختلاف اور خود ارباب فتاویٰ کے

ذوق تحقیق کی بنا پر بعض مسائل میں بظاہر تضاد اور معارضہ بھی نظر آئے گا لیکن مائدہ علم کے خوشہ چین حضرات جانتے ہیں کہ قدیم وجدید مسائل' طبائع کے اختلاف عرف کے انقلاب' عموم بلویٰ' نوایجادات استنباط کے طرق نیز قیاس واستحسان اور اپنے فکروفہم کی رسائی کی وجہ سے بعض مسائل میں یہ اختلاف ناگزیر ہے اس کی وجہ سے نہ کسی اہل فتویٰ پر حرف گیری ہوسکتی ہے نہ کسی کتاب پر عزل وملامت کو روا رکھا جاسکتا ہے بلکہ قاری کا فرض ہے کہ وہ فطرت کی عطاء ''جوہر عقل'' کو مرشد ورہنما بنا کر بحر فقہ میں غواصی کرے اور حقیقت کے لآلی کی طلب وجستجو کر کے خود بھی محظوظ ہو اور افراد امت کو بھی اپنی تحقیق انیق سے مسرور کرے ایسے مواقع پر ہم نے بھی اپنے علم وواقفیت کی انتہا تک اعتدال وتوازن پیدا کرنے اور مسئلہ کی راجح صورت پیش کرنے کی سعی کی ہے جیسا کہ قارئین دوران مطالعہ بار بار ملاحظہ فرمائیں گے اس کے باوجود اگر کوئی خیر خواہ ومشفق کسی لغزش وفروگذاشت پر انتباہ فرمائیں گے تو ہم یقیناً ان کیلئے دعا گو اور شکرگزار ہوں گے۔ نکتہ چینوں سے کوئی غرض نہیں کیونکہ

دشمنوں کی حرف گیری پر نہ ہو واصف ملول
نقد دل بازار رسوائی میں پرکھا جائے ہے

جامع الفتاویٰ یا فتاویٰ علماء دیوبند

ابتداءً چونکہ کام کی ترتیب میں جملہ اردو کتب فتاویٰ کی شمولیت کا خیال تھا تو اس کا نام بھی ''جامع الفتاوی'' کی تجویز ہوا تھا لیکن بساط ذہن نے اس کو قبول نہ کیا اور یہ کام فتاویٰ عزیزی دہلی' مجموعہ فتاویٰ حضرت مولانا فرنگی محل لکھنو دیوبند اور دیوبند سے وابستہ ممتاز اہل علم کے فتاویٰ تک محدود ہو گیا تو اب اس کو فتاویٰ علماء دیوبند بھی کہہ سکتے ہیں۔

ترتیب کا طریق

اس مجموعہ کی ترتیب بھی دیگر فتاویٰ سے بہت ممتاز ہے ترتیب میں اس بات کا خیال رکھا گیا کہ جلد اول میں ایسے مسائل آ جائیں جن کو عام کتب فتاویٰ میں موخر کر دیا گیا حالانکہ ان کی ضرورت غیر معمولی واقع ہے۔ مثلاً حظر واباحت حلال وحرام جس میں روزمرہ کی

زندگی کے مسائل نشست و برخاست سلام وکلام، مصافحہ ومعانقہ، لباس و پوشاک اور بہت سے استفتاء آپ کو ملیں گے۔ اسی طرح کتاب العقائد جو اسلامی زندگی کیلئے خشت اول کی حیثیت رکھتی ہے۔

بعض جملوں کے اضافہ کا طریق

دوران ترتیب جہاں کوئی تشنگی یا وضاحتی جملے کی ضرورت محسوس ہوئی تو اس کو قوسین کے ذریعہ ممتاز کر کے لکھ دیا گیا اور جملہ ختم ہونے پر (م ع) بنا دیا گیا تا کہ اضافہ کی نسبت صاحب فتویٰ کی جانب نہ ہو اس لئے اس طرح کے اضافے میں کوئی خامی یا علمی لغزش نظر سے گزرے تو اس کو سراسر مرتب کے قصور اور قلت علم پر محمول کرنا چاہئے۔

حوالہ کا طریق

ہم نے ہر مسئلہ کا حوالہ صفحہ نمبر جلد نمبر حاشیہ میں لکھ دیا ہے تا کہ ضرورت پیش آنے پر اصل کتاب سے مراجعت کی جاسکے۔ (اس جدید ایڈیشن میں حوالہ اسی جگہ لگایا گیا ہے)

تشکر وامتنان

اس حقیقت کا اظہار بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ میرے پاس کتابوں کا ذخیرہ نہیں ہے۔ چند کتب نا قابل شمار ہوتی ہیں۔ اس لئے ایسے وقت ضرورت واقع ہوتی ہے مختلف لائبریریوں کی طرف رجوع کی اور وہاں کی کتابوں سے مستفید ہونے کی۔ اس سلسلہ میں ہم خدام کی جن اہل علم حضرات نے اپنی ذاتی کتب مستعار عنایت فرما کر مدد کی۔ ہم سب ہی کے شکر گزار ہیں بالخصوص محترم مولانا نور الحسن راشد صاحب کاندھلہ، محترم مولانا مفتی رشید احمد صاحب میواتی، اور محترم مولانا مفتی محمد یوسف صاحب دار العلوم دیو بند قابل ذکر ہیں۔

بھائی شکیل احمد صاحب۔ محترم مولانا محمد ناصر صاحب کے مشاہرہ کی ذمہ داری فتاویٰ پر کام پورا ہونے تک خواہ اس میں چھ سال لگیں یا کچھ کم وبیش جناب الحاج شکیل احمد صاحب (بمبئی) نے قبول فرمائی۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھر پور جزا عطا فرمائیں اور دارین کی صلاح وفلاح سے نوازیں کہ آنجناب نے میرے ایک بوجھ کو ہلکا کر دیا اور وہ اس صدقہ

جاریہ میں چپ چاپ شریک ہوگئے۔ **فجزاهم الله خیر الجزاء**۔

مشورہ۔ بعض مقتدر اہل علم نے یہ مشورہ دیا کہ ہر مسئلہ کا عربی حوالہ بھی حاشیہ میں لکھ دیا جائے مگر میرے لئے یہ خدمت دو وجہ سے مشکل ہے۔ (۱) قلت علم (۲) قلت وقت۔ اگر اللہ نے چاہا تو کچھ زمانہ گزرنے پر یہ علمی تحقیقی خدمت انجام دینے کیلئے کوئی شہسوار میدان میں قدم رکھے گا۔

بعض شکوک وشبہات کے جوابات

بعض اہل علم کو شاید کتاب کے نام "جامع الفتاویٰ" پر اشکال ہو کہ یہ مجموعہ تمام فتاویٰ کا جامع نہیں تو جامع الفتاویٰ نام تجویز کرنا بھی صحیح نہیں لیکن جو لوگ قرآن پاک کی تفسیر بغور پڑھتے پڑھاتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ متعدد جگہ آیات الکتاب اور اس کے مثل آیات کے بعد علامہ جلال الدینؒ والاضافة بمعنی من بڑھا کر دفع دخل مقدر فرماتے ہیں۔ اس لئے یہ اشکال قابل التفات نہیں نام بالکل صحیح درست اور مقبول ہے یہاں احاطہ مقصود نہیں نہ یہ ممکن نظر آتا۔

بعض لوگوں کو محض تلخیص وتسہیل پر ہی کلام ہوسکتا ہے لیکن انصاف کی نظر سے دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ تلخیص وتسہیل کی خدمت ہر زمانہ میں ہوتی رہی ہے خود صاحب کتاب کی حیات میں بھی اور بعد وفات بھی عربی کتب میں بھی اور اردو کتب میں بھی اس کی تصدیق کیلئے تاریخ کے اوراق پلٹ کر دیکھے جاسکتے ہیں تاریخ کی شہادت کے باوجود تلخیص پر اشکال ہونا سراسر جہالت ہے یا عناد۔

بعض لوگ قوسین کے ذریعہ اضافہ برائے ربط حتیٰ کہ ایک حرف کو بھی ناروا خیال کرتے ہیں یہ اس وقت ہے جب کہ اس اضافہ سے متکلم کی مراد فوت ہوجائے اور اگر اس سے مقصود متکلم کے کلام کی تشریح وتائید ہو تو پھر یہ اضافہ بجائے خود لائق قدر ہے۔

اکابر کی توجہات اور دعائیں

ترتیب فتاویٰ پر کام شروع کرنے سے پہلے بھی اور بعد کو بھی اکابر سے صلاح ومشورے لئے جاتے رہے خود اکابر مسلسل توجہات اور ہدایات سے نوازتے رہے۔

۲۴ جمادی الاول ۱۴۱۵ھ ندوۃ العلماء لکھنو کی لائبریری میں میرا جانا ہوا مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی مدظلہم سے تکیہ پر اور حضرت مولانا محمد رابع صاحب مدظلہ سے ندوہ میں ملاقات کی جامع الفتاویٰ کی بابت بھی تذکرہ ہوا اس پر دونوں حضرات نے بڑی مسرت کا اظہار فرمایا۔

حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب مدظلہم کاندھلوی کا اسی دوران کئی بار ہرسولی تشریف لانا ہوا اور مولانا محمد ناصر صاحب سے مسودہ طلب فرما کر سماعت فرمایا جب یہاں عجلت کے باعث سماعت سے تسلی نہ ہوئی تو مولانا محمد ناصر صاحب سے کاندھلہ آنے اور مسودہ ہمراہ لانے کیلئے فرما گئے چنانچہ مسودہ لیکر مولانا محمد ناصر صاحب کاندھلہ حاضر ہوئے وہاں اطمینان سے مسودہ پر نظر ڈالی اور خوشی کا اظہار فرمایا۔ ۲۹، ۳۰ صفر المظفر وکیم ربیع الاول ۱۴۱۶ھ میں وانم باڑی اجتماع ہوا اس میں شرکت کی دعوت تھی میں نے اپنی جگہ مولانا انیس احمد صاحب سلمہ کو بھیج دیا تھا۔ وہاں محی السنۃ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب مدظلہ کی خدمت میں مسودہ پیش کیا۔ حضرت مولانا نے بہت اطمینان سے مسودہ ملاحظہ فرمایا اور بعد ہردوئی تشریف لانے کے تقریظ تحریر فرمائی۔

محترم مفتی عبداللہ صاحب کی دعوت پر میرا اسفران کے مدرسہ مظہر سعادت ہانسوٹ کا ہوا وہاں سے لوٹتے ہوئے حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب مدظلہٗ (صاحب فتاویٰ رحیمیہ) سے ملاقات کی اور جامع الفتاویٰ کی ترتیب پر مذاکرہ ہوا حضرت مفتی صاحب مدظلہ نے صاحب فراش ہونے کے باوجود سرور وانبساط کا اظہار فرمایا اور دعاؤں سے نوازا۔

میرے مرشد ثانی فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب عمت فیوضہم کی توجہات تو ہر ہر قدم پر شامل رہیں اور برابر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور ان فقہائے امت اور دیگر علمائے کرام کی ہدایات وعنایات کے طفیل ہم اس خدمت میں لگے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ شرف قبول بخشیں اور نافع فرمائیں۔

امید ہے کہ یہ خدمت' امت کیلئے نفع بخش اور ہم سب خدام کیلئے نجات کا وسیلہ ثابت ہوگی۔ والسلام۔ احقر مہربان علی بڑوتی رحمہ اللہ مدرسہ عربیہ امداد الاسلام ہرسولی

اکابر کی تقریظات

۳۰٬۲۹ یکم ربیع الاول ۱۴۱۶ھ سہ روزہ معلوماتی اجتماع انجمن خدام القرآن کے تحت وانم باڑی تملی ناڈو میں منعقد ہوا۔ یہاں سے میں نے مولانا انیس احمد صاحب کو بھیجا محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب مدظلہ وہاں سرپرست اور جلیل القدر مربی کی حیثیت سے رونق افروز تھے۔ حضرت مولانا کی خدمت میں جامع الفتاویٰ کا مسودہ جو عریضہ لکھ کر مولانا انیس احمد صاحب کے ساتھ رکھ دیا وہ پیش کیا۔ حضرت محی السنہ دامت برکاتہم نے بغور ملاحظہ فرمایا اور چند سطریں ارقام فرمادینے کی درخواست پر فرمایا کہ ہردوئی جا کر لکھوں گا۔

مدرسہ عربیہ امدادالاسلام ہرسولی میں شعبہ حفظ کے دو استاد حافظ محمد اسلام صاحب اور حافظ سعید احمد صاحب ۵ ربیع الثانی ۱۴۱۶ھ ششماہی امتحان کی تعطیل ایک ہفتہ ہردوئی برائے تصحیح گزارنے گئے تھے۔ حضرت محی السنہ مدظلہ نے اپنے مکتوب مبارک میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ تقریظی مکتوب کا عکس جمیل پیش خدمت ہے۔

باسمہ تعالیٰ مکرم ومحترم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ زید مجدہ السامی

باوجود ناسازی طبع کے اساتذہ کرام کے ہمراہ تحریر لکھنے کی ہمت کی گئی مگر ضعف کی وجہ سے نہ لکھ سکا۔ سوچتا تھا کہ افاقہ پر لکھوں گا اس سلسلہ میں ایک خط ارسال کر چکا ہوں۔

بفضلہٖ تعالیٰ آج سے کچھ افاقہ ہے تحریر لکھنے کی ہمت ہوگئی۔ نیز آج ایک سفر ضروری بھی درپیش ہے۔ فی الحال دہلی کا ہے۔ پھر پرسوں لاہور کا ہے۔ دہلی جا کر فیصلہ کیا جائے گا کہ آگے کا سفر کیا جائے یا نہیں۔

والسلام۔ دعائے تکمیل سفر وصحت وتکمیل مقاصد کی گزارش ہے۔ ناکارہ ابرار الحق۔ (۲۱ ج ۱۴۱۶ھ)

تقریظ کا عکس جمیل

محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب مدت فیوضہم

خلیفہ حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تقریظ

فقیہ الامت مفتی اعظم حضرت مفتی محمود حسن صاحب دامت برکاتہم چھتہ مسجد دیوبند۔

حضرت فقیہ الامت مدظلہ العالی کی خدمت اقدس میں اپنے اس مقصد کیلئے میں خود حاضر نہ ہوسکا بلکہ ۲۳ جمادی الثانی ۱۴۱۶ھ میں اپنے کرم فرما اور حضرت فقیہ الامت کے خلیفہ خاص فتاویٰ محمودیہ کے مرتب حضرت مفتی محمد فاروق صاحب مدظلہ کی خدمت میں یہ عریضہ لکھا۔

''محترم ومکرم جناب مولانا مفتی محمد فاروق صاحب زیدت عنایاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

بفضلہٖ تعالیٰ خیریت ہے۔ مکتوب مبارک موصول ہوگیا تھا اس وقت حامل عریضہ کو آپ کی خدمت میں مستقل ایک غرض کے تحت بھیج رہا ہوں امید ہے کہ آپ تعاون فرما کر ممنون اور مسرور فرمائیں گے۔ جامع الفتاویٰ کی پہلی جلد کا مسودہ مکمل تیار رکھا ہے۔ مسطر تیار ہوکر آنے کا انتظار ہے۔ کتابت شروع ہوجائے گی۔ جامع الفتاویٰ کی پہلی جلد کی فہرست اور حرف آغاز کی فوٹو کاپی پیش خدمت ہے۔ آپ اطمینان سے ملاحظہ فرمالیں اور حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب مدظلہم سے چند سطریں تصدیقی' توثیقی املا کرادیں۔ امید ہے کہ آپ مدد کرنے میں دریغ نہیں فرمائیں گے۔ دعاؤں کا ضرورت مند ہوں اور طلب گار بھی۔ والسلام احقر مہربان علی بڑوتی

اگر آنجناب ہی چند سطریں تحریر فرمادیں اور حضرت والا مدظلہم کی تصدیق کرادیں وہ بھی کافی ہوگا اور جو آپ تحریر فرمائیں گے حضرت ہی کی طرف سے ہوگا۔ فقط مہربان علی۔

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ مکرم محترم مولانا مفتی مہربان علی زید مجدھم

ہم متعدد فتاویٰ علمائے دیوبند کو سامنے رکھ کر جامع الفتاویٰ مرتب فرمارہے ہیں جس میں اصل فتاویٰ کی تلخیص مع تسہیل پیش نظر ہے، جس سے عوام وخواص کو سہولت ہوگی دل سے دعا کرتا ہوں حق تعالیٰ شانہ اس کو بے حد مفید ونافع فرمائے اور اس کے جامع ومرتب کو اجر عظیم عطا فرمائے اور مزید دینی خدمات کی توفیقات سے نوازے اور مخلوق کو ان کے فیوض وبرکات سے مستفید فرمائے۔ فقط والسلام۔

العبد محمود حسن غفرلہٗ چھتہ مسجد دیوبند بقلم محمد فاروق غفرلہٗ ۱۴۱۶/۵/۲۴ھ

عکسِ جمیل دعائے اجرِ عظیم

بسم اللہ تعالیٰ

مکرم محترم مولانا مفتی مہربان علی صاحب زید مجدہم

متعدد فتاویٰ علماء دیوبند کو سامنے رکھ کر

جامع الفتاویٰ مرتب فرما رہے ہیں

جسمیں اصل فتاویٰ کی تلخیص بھی تسہیل

پیش نظر ہے جس سے عوام و خواص

کو سہولت ہوگی دل سے دعا کرتا ہوں

حق تعالیٰ اسکو بیحد مفید و مقبول

فرمائے اور اسکے جامع و مرتب کو

اجر عظیم عطا فرمائے اور مزید

دینی خدمات کی توفیقات سے نوازے

اور مخلوق کو انکے فیوض و برکات سے

مستفید فرمائے آمین

فقط والسلام

املاہ العبد محمود غفرلہ

مفتی دار العلوم دیوبند

بقلم محمد فاروق غفرلہ

۲۲/۵/۱۴۱۶ھ

تقریظ

فقیہ الاسلام سیدی و مرشدی حضرت مولانا شاہ مفتی مظفر حسین صاحب رحمہ اللہ
ناظم اعلیٰ مظاہر علوم (وقف) سہارن پور (یو پی)

حامداً و مصلیاً و مسلماً جس طرح بقاء اجسام وقلوب کیلئے غذا کی ضرورت مسلم ہے بعینہ اسی طرح انسان کی عملی زندگی کیلئے قرآن حکیم احادیث رسول اور فقہ وفتاویٰ کی ضرورت بھی ایک ناقابل انکار حقیقت ہے۔ بغیر ان پر عمل پیرا ہوئے انسان فلاح یاب نہیں ہوسکتا۔

حضرات فقہاء اور ائمہ مجتہدین کا اس امت پر احسان عظیم ہے کہ انہوں نے اولاً اصول فقہ مدون فرمائے اور پھر ان کی روشنی میں ہر دور اور ہر زمانے کے حالات ومقتضیات کے لحاظ سے زندگی کے شعبہ ہائے مختلف کیلئے قرآن وحدیث سے احکام ومسائل استخراج فرمائے اور ساتھ ہی ایسے وقیع فتاویٰ بھی مرتب فرمائے جو امت کیلئے روشن ترین مشعل راہ ہیں جن کے ذریعہ راہ عمل عیاں ہو جاتی ہے۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

ایک عرصہ تک فقہ وفتاویٰ کا یہ زریں سلسلہ عربی زبان تک محدود رہا پھر رفتہ رفتہ دیگر زبانوں میں منتقل ہوا حتیٰ کہ اردو زبان میں بھی فقہ وفتاویٰ کا یہ سلسلہ اب تک جاری وساری ہے۔

پیش نظر کتاب جامع الفتاویٰ بھی اردو زبان ہی میں بہت سے اہم فتاویٰ کا خلاصہ اور عطر ہے اور جن حضرات کے فتاویٰ سے یہ مستفاد ہے وہ سب ہی اپنے زمانہ کی عظیم الشان قوی البرہان اور فقہی دنیا کی عبقری شخصیات ہیں اس لئے یہ اپنے استناد واعتماد کیلئے خود ہی اپنی ضمانت ہے۔

اس کے مرتب عزیزی الاعز مولوی مہربان علی بڑوتی اعزہ اللہ ہیں جو اسم با مسمّٰی مہربان اور بہت سے چھوٹے بڑے رسائل وکتب کے مولف ہیں۔

دعا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ ان کی سعی کو قبول فرمائے اور اس کے ذریعہ مخلوق کو نفع بخشے آمین

العبد مظفر حسین المظاہری
۲۶ رجمادی الاولیٰ ۱۴۱۶ھ

تقریظ

حضرت مولانا عتیق احمد صاحب قاسمی مدظلہٗ استاذ حدیث وفقہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم ومکرم جناب مولانا مہربان علی صاحب زیدت مکارمکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج بعافیت ہوگا۔

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی دامت برکاتہم کے نام آپ کا ارسال کردہ ملفوف (جس میں جامع الفتاویٰ جلد اول کی فہرست اور حرف آغاز کی فوٹو کاپی تھی) موصول ہوا۔ حضرت مولانا دامت برکاتہم نے مجھے مامور فرمایا کہ جامع الفتاویٰ کے بارے میں اپنی رائے اور تاثر قلمبند کر کے آپ کے پتہ پر روانہ کردوں۔ اس لئے ذیل کی سطریں تحریر کی جارہی ہیں۔

جامع الفتاویٰ کا منصوبہ پڑھ کر آپ کی ہمت مردانہ پر رشک آیا آپ نے سمندر کو پایاب کرنیکا حوصلہ پایا ہے اللہ تعالیٰ اس عظیم کام کو آپ کے ہاتھوں حسن وخوبی کے ساتھ مکمل فرمائے۔

جامع الفتاویٰ کے نام سے برصغیر ہندو پاک کے مشہور ومستند اصحاب فقہ وفتاویٰ کے مطبوعہ فتاویٰ کے جمع وتلخیص وتسہیل کا کام ایک بڑا مفید اور عظیم کام ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ جامع الفتاویٰ کی اشاعت سے علماء اور عوام دونوں کو نفع پہنچے گا اسلاف واکابر کے فتاویٰ سے استفادہ بہت آسان ہوجائے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اس مبارک کاوش وکوشش کو مکمل فرما کے امت مسلمہ کیلئے زیادہ سے زیادہ نافع بنائے۔

فتاویٰ کی تلخیص وتسہیل میں اس بات کا خیال ضروری ہے کہ فتویٰ کا کوئی اہم حصہ نظر انداز نہ ہونے پائے۔ فتویٰ کے مرکزی عناصر اور دلائل کا احاطہ ضرور کرلیا جائے۔ جامع اور مرتب کی حیثیت ترجمان کی محسوس ہو، جج کی نہیں۔ مجھے امید ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کے پیش کردہ خاکہ ومنصوبہ کے مطابق پوری دقت نظری اور توازن واعتدال کے ساتھ اس عظیم کام کی تکمیل ہوگی۔

محتاج دعا عتیق احمد قاسمی

استاذ حدیث وفقہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

باسمہ سبحانہ

Siddiq Ahmed Bandvi
Jamia Arbia Hatura Banda
U.P. Hind

صدیق احمد باندوی
جامعہ عربیہ ہتورا باندہ
یوپی ہند

باسمہ سبحانہ

مکرم بندہ زید کرمکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا خط ملا۔ جامع الفتاویٰ کی ترتیب پر

اکابر کی تقریظ اور تصویب دیکھنے کے بعد

مجھ جیسے نااہل کو کچھ لکھنے کی جرأت کرنا گستاخی ہے

دعا کر رہا ہوں اللہ پاک آپ کی محنت قبول فرمائے

اور جامع الفتاویٰ کو سب کے لئے نافع بنائے

کمترین صدیق احمد عفی عنہ
خادم جامعہ عربیہ ہتورا
باندہ

تاریخ فتاویٰ

مورخ شہیر حضرت مولانا قاضی اطہر صاحب مبارک پوری مدظلہم العالی حضرت مولانا مدظلہ کی خدمت میں راقم نے یہ عریضہ بھیجا۔

محترم ومکرم جناب مولانا قاضی اطہر صاحب مدظلہم العالی بفضلہ تعالیٰ خیریت ہے کئی روز سے لفافہ پر آپ کا پتہ چسپاں کرا کر سامنے رکھا ہے صبح لکھوں شام میں لکھوں کئی دن گزر گئے۔ آج دل میں سخت تقاضا ہوا تو لکھنے بیٹھ گیا آپ کو سرور ہوگا کہ معارف مسیح الامت اور ہدایات قرآن ہفتہ عشرہ میں چھپ کر آنے کی امید ہے۔ دیوبند مکتبہ طیبہ والے چھاپ رہے ہیں جامع الفتاویٰ یا دوسرے لفظوں میں فتاویٰ علماء دیوبند کی پہلی جلد کا مسودہ الحمدللہ پورا ہوگیا ہے۔ پہلی جلد میں کتاب العقائد کتاب التفسیر والحدیث کتاب العلم والعلماء والمدارس کتاب السلوک کتاب الحظر والاباحت کو جمع کیا ہے۔ ترتیب مکمل ہوگئی دہلی میں ربانی بک ڈپو والوں نے چھاپنے کا وعدہ کرلیا ہے۔ اب دیکھئے طباعت میں کتنے مہینے گزر جاتے ہیں آپ سے گزارش ہے کہ فتاویٰ کی اہمیت اور تاریخی حیثیت پر کچھ آپ روشنی ڈال دیں۔ مثلاً

۱۔ فتاویٰ اور قرآن ۔۲۔ فتاویٰ اور حدیث۔۳۔ صحابہ کرام میں مفتیان کرام ۔۴۔ تابعین میں مفتیان کرام ۔۵۔ ہندوستان میں مفتیان کرام ۔۶۔ فتاویٰ کی تدوین کا آغاز کب اور کس نے کیا۔۷۔ اردو میں سب سے اول فتویٰ کس نے لکھا۔۸۔ اردو میں سب سے پہلے کون سا مجموعہ شائع ہوا۔۹ شاہی دور میں فتاویٰ کی عظمت۔۱۰۔ آج کل فتاویٰ کی حیثیت

امید ہے کہ آپ بخیر ہوں گے آپ کیلئے یہ کوئی اہم اور مشکل کام نہیں جتنا تفصیل سے لکھ دیں گے اچھا رہے گا مقدمہ کی حیثیت سے آجائے گا۔ مدرسہ میں سب عافیت ہے محترم مولانا مرتضیٰ صاحب کو بھی اب کافی افاقہ ہے۔ دعاؤں کی درخواست ہے۔

والسلام احقر

مہربان علی بڑوتی (۷ اربیع الثانی ۱۴۱۶ھ)

حضرت مبارکپوری رحمہ اللہ کا جوابی مکتوب

مبارکپور ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۶ھ بسمہ تعالیٰ ۲۵ اکتوبر ۱۹۹۵ء

گرامی قدر مولانا مہربان علی صاحب زید مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ آپ کا گرامی نامہ بہت پہلے مل گیا تھا۔ میں تقریباً آٹھ ماہ سے ایک بیماری میں مبتلا ہوں۔ ناک سے خون آتا ہے۔ اندر گوشت بڑھ گیا ہے۔ علاج برابر جاری ہے اور اب نوبت آپریشن کی ہے۔ ۲۹ اکتوبر کو آپریشن ہوگا خدا کرے اس کے بعد آرام ہو جائے اس درمیان میں لکھنا پڑھنا تقریباً بند رہا ہے۔ اسی حال میں آپ کی خواہش کے پیش نظر ایک مضمون تدوین فتاویٰ عہد بہ عہد لکھا ہے۔ جس کو روانہ کر رہا ہوں۔ چونکہ اس کا مثنیٰ میرے پاس نہیں ہے۔ اس لئے حفاظت سے رکھیں گے۔ اگر آپ کے مطلب کا نہیں ہوگا تو کسی رسالہ میں شائع کر دیا جائے گا چھ ماہ ہوئے دیو بند نہیں آسکا ہوں اور نہ کہیں کا سفر کر سکا ہوں درمیان میں ایک دن کیلئے ندوۃ العلماء کی مجلس منتظمہ میں شرکت کیلئے لکھنو گیا تھا۔ افادات مسیح الامت وغیرہ کی اشاعت سے خوشی ہوئی۔ مبارک ہو حضرات اساتذہ کو سلام عرض ہے۔

قاضی اطہر مبارک پوری

اٹھارہ دن بعد پھر حضرت مدظلہ نے یہ پوسٹ کارڈ ارسال فرمایا پرسوں دونوں لفافے ملے آپ نے مضمون کی فوٹو کاپی روانہ کر کے کرم فرمایا ''فیضان مظفر'' قابل استفادہ ہے۔ ۲۹ اکتوبر کو میری ناک کے بائیں سوراخ کا آپریشن بے ہوش کر کے ہوا اب آرام ہے کمزوری بہت زیادہ ہے چکر بھی آتا ہے شاید مہینوں تک سفر کے قابل نہ ہوسکوں دعا کریں۔

مقالہ کے صفحہ ۴ سطر ۱۰ آخر میں فقہ کی ایک صنف لکھیں۔ صفحہ ۶ سطر ۱۹ کے آخر میں اس زمانہ (میں) کا اضافہ کریں اور سطر ۲۶ میں غزنوی اور غوری (دور) میں لکھیں ممکن ہے اس طرح کہیں بعض الفاظ رہ گئے ہوں ایک مرتبہ غور سے پڑھ لیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے علمی ودینی کاموں میں برکت فرمائے۔

قاضی اطہر مبارک پوری

جدید جامع الفتاویٰ کی خصوصیات

زیرنظر جامع الفتاویٰ پہلی مرتبہ جدید اضافہ جات کے ساتھ آپ کے سامنے ہے۔ ادارہ کے زیرانتظام ''**اشرفیہ مجلس علم وتحقیق**'' نے ہندوستان میں مطبوعہ قدیم الفتاویٰ پراز سرنومحنت کر کے اسے گیارہ جلدوں میں مرتب کیا ہے۔

۱۔اضافہ شدہ جدید ایڈیشن میں حتی الامکان کوشش کی گئی ہے کہ کوئی موضوع تشنہ نہ رہے بلکہ زندگی کے ہرامور سے متعلق دینی مسائل درج ہو جائیں۔

۲۔سوال وجواب میں ایسے علمی الفاظ جوعوام الناس کی سمجھ سے بالاتر ہوں ان میں تسہیل کا خیال رکھتے ہوئے آسان کیا گیا ہے۔

۳۔ جامع الفتاویٰ ''مرتب مولانا مہربان علی رحمہ اللہ'' جوکہ چار جلدوں پر مشتمل تھا اس میں بغیر حذف کے جدید مسائل اور نامکمل ابواب کی تکمیل کی گئی ہے۔

۴۔حوالہ جات کی طویل عربی عبارات میں اختصار نہیں کیا گیا تا کہ اہل علم کو اصل مصادر سے رجوع کرنا نہ پڑے اور عوام الناس بھی پوری تسلی وتشفی سے ان مسائل کو جان سکیں اور حوالہ دیکھ سکیں۔

۵۔جگہ جگہ ذیلی عنوانات اور پیراگرافی کی گئی ہے تا کہ جدت پسند طبائع کیلئے مطالعہ گراں نہ رہے۔

۶۔ ہرجلد میں موجودہ مسائل کی شروع جلد میں بھی فہرست موجود ہے اور گیارہویں جلد دس جلدوں کی مکمل علیحدہ فہرست پر مشتمل ہے۔ یہ علیحدہ جلد کسی بھی مسئلہ کو دیکھنے میں کافی مفید ومعاون ثابت ہوگی۔

۷۔تمام جدید مطبوعہ فتاویٰ جات سے استفادہ کرتے ہوئے ہر مسئلہ زیر بحث لایا گیا ہے جس کی وجہ سے دور حاضر کے حالات میں رہنمائی کرنے والا یہ پہلا انسائیکلو پیڈیا ہے۔

۸۔ جامع الفتاویٰ کی جدید ترتیب جامعہ خیر المدارس' جامعہ قاسم العلوم ملتان کے مفتیان کرام کی مشاورت وسرپرستی میں ہوئی ہے۔اس لئے اس میں درج تمام فتاویٰ جات مستند ہیں۔اس لئے عوام وخواص شرح مدارس کے مطالعہ سے اپنے علم وعمل کو آراستہ کرسکتے ہیں۔

۹۔ دوران ترتیب جدید مسائل مثلاً معیشت کے جدید مسائل' مروجہ بینکاری کا شرعی

جائزہ' اسلامی بینکاری کے اصول ومبادیات' سود سے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ اوراس جیسے ابھرتے ہوئے موضوعات پر سیر حاصل مباحث دی گئی ہیں۔ ہر مسلمان کی انفرادی گھریلو زندگی سے لیکر معاملات' عبادات ومعیشت سے متعلق تمام پہلوؤں کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ کوئی موضوع تشنہ نہ رہے۔ اسی طرح خواتین کیلئے طہارت سے لیکر زیب و زینت تک کے بارے میں تمام جدید مسائل دیئے گئے ہیں تاکہ خواتین جو اپنی طبعی حیا کی وجہ سے کسی عالم سے براہ راست مسائل معلوم نہیں کرسکتیں ان کی جملہ ضروریات بشمول خاندانی امور' تربیت' اولاد' پردہ اس میں آجائیں۔ اس لئے یہ مجموعہ خواتین کیلئے بھی عظیم خوشخبری ہے۔

گزارش۔ ان فتاویٰ کی ترتیب کے دوران علمی قیود کی جگہ عوامی سہولت کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ اس لئے بعض جگہ اکابر کی ایسی مفید مباحث بھی شامل کتاب کی گئی ہیں جن کا فتویٰ کی رو سے سوال کے جواب سے تعلق نہ ہو لیکن موقع کی مناسبت اور عوامی ضرورت کے تحت انہیں جزو کتاب بنایا گیا ہے تاکہ یہ مجموعہ صرف سوال جواب کی معلومات تک نہ رہے بلکہ عملی زندگی میں ایک موثر دستور العمل بھی بن سکے۔ اللہ پاک ہماری اس کاوش کو شرف مقبولیت سے نوازیں اور دین کا علم سیکھ کر ہم سب کو اتباع شریعت کی توفیق سے نوازیں۔

عوام الناس کیلئے ضروری ہدایات

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دینی مسائل کا جدید ترین انسائیکلو پیڈیا جامع الفتاویٰ آپ کے سامنے ہے۔ ہر مسلمان کی دینی ضرورت کے پیش نظر دینی مسائل کا جاننا اور سیکھنا کس قدر ضروری ہے یہ ہر صاحب بصیرت جانتا ہے۔ آج کی مصروف زندگی میں ایسا مجموعہ جو دینی مسائل کا جامع ہو بڑی نعمت ہے۔

دینی مسائل کے سلسلہ میں حضرات مفتیان کرام کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ جس مسئلہ کے جواب میں تردد ہو اپنے بڑوں سے پوچھ کر سمجھ لیتے ہیں۔ یہ حالت جب علماء ومفتیان کرام کی ہے تو عوام الناس دین سیکھنے کے سلسلہ میں اہل علم سے کس طرح مستغنی ہوسکتی ہے۔

جامع الفتاویٰ علماء ومفتیان کرام کے علاوہ عوام الناس خواتین وحضرات کیلئے بھی قابل فہم ہو۔ اس کی ترتیب میں خاص اہتمام کیا گیا ہے۔ اہل علم جہاں کہیں کوئی علمی اعتبار سے نقص پائیں گے۔ ان شاء اللہ اپنے اکابر سے سمجھ لیں گے۔ لیکن عوام الناس کو کس طرح مطالعہ کرنا چاہئے کہ وہ

شک وشبہ سے بالاتر ہوان دینی مسائل کو سیکھیں اور اپنی دنیا و آخرت سنوار سکیں۔اس سلسلہ میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ خود کو دین وعلم دین کا مطلب سمجھتے ہوئے مطالعہ کیا جائے اور نیت یہ ہو کہ مجھے دین کا صحیح مسئلہ معلوم ہو اور میں نے اسی کے مطابق عمل کرنا ہے۔اس مبارک نیت کی برکت سے ان شاء اللہ اول تو کسی مسئلہ کے سمجھنے میں دشواری نہیں ہوگی اور اگر کسی جگہ کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو وہاں نشان لگالیں اور اپنے قریبی علماء ومفتیان کرام سے سمجھ لیں اور بہتر ہے کہ کسی صاحب علم کا رابطہ نمبر ہر وقت آپ کے پاس ہو۔ جو مسئلہ بھی پڑھیں عمل کی نیت سے پڑھیں اس طرح آپ بہت جلد دیندار بھی بن جائیں گے اور یہ مسائل ہر وقت آپ کے ذہن میں خود بخود مستحضر رہیں گے جو مسئلہ بھی پڑھیں اسے اس کے سوال تک ہی محدود رکھیں کہ سوال میں جو کچھ پوچھا گیا ہے جواب اسی کے متعلق ہے۔اس جواب کو سوال سے ملتے جلتے دیگر سوالوں پر چسپاں نہ کریں کیونکہ ان مسائل کی باریکیاں وہی حضرات ہی سمجھ سکتے ہیں جنہوں نے اپنی زندگیاں ان مسائل کے سیکھنے سکھانے کیلئے وقف کی ہوئی ہیں۔عوام الناس ان اصول وضوابط کو سمجھنے سے قاصر ہیں اور انہیں سمجھنے کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ اہل علم کی جماعت عوام الناس کی دینی رہنمائی کیلئے ہر وقت ہر جگہ موجود ہے۔عوام الناس کا ملتے جلتے مسائل میں ایک کا جواب دوسرے پر چسپاں کرنا ایسے ہی ہے جیسے کسی درخت پر چڑھے شخص کو رسے سے باندھ کر زور سے کھینچا گیا تو وہ بے چارہ مر گیا رسہ کھینچنے والے سے باز پرس کی گئی تو اس نے کہا میں نے تو اس طریقے سے کئی لوگوں کو کنویں سے نکالا ہے اور وہ باسلامت باہر آگئے۔آپ نے دیکھا اس نے وہ طریقہ جو کسی شخص کو کنویں سے نکالنے کا ہے اس نے درخت پر چڑھے شخص پر آزمایا تو نتیجہ ہلاکت کی صورت میں ظاہر ہوا۔

اس لئے تمام عوام الناس خواتین وحضرات کی خدمت میں ہماری پہلی اور آخری بات یہی ہے کہ خود اپنے مطالعہ کو کچھ نہ سمجھیں بلکہ اہل علم حضرات کی صحبت (خواہ بالمشافہ ہو یا فون٬ خط وکتابت کے ذریعے سے ہو) بہت ضروری ہے۔جس طرح دین کا علم کتابوں سے آتا ہے۔اسی طرح دین کا فہم اللہ والے علماء ومفتیان کرام سے باضابطہ رکھنے سے ہی آتا ہے۔اسی کو علم نبوت اور نور نبوت بھی کہا جاسکتا ہے۔

اللہ پاک اس علمی خزانہ کو ہماری دنیا و آخرت سنوارنے کا ذریعہ بنائے اور ہمیں ہر قدم پر اپنے اکابر کے راہ اعتدال پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائے اور ہر قسم کے شکوک وشبہات اور شرور وفتن سے ہماری حفاظت فرمائے۔آمین۔

فہرست عنوانات

☆......☆......☆......☆......☆

کتاب العقائد

اسلام وایمان کی حدود

ایمانیات

مسلمانوں کے بنیادی عقائد

ایمان کی حقیقت: سوال: ایمان کیا ہے؟ حدیث کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: حدیث جبرائیل میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کا پہلا سوال یہ تھا کہ اسلام کیا ہے؟ اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے پانچ ارکان ذکر فرمائے حضرت جبرئیل علیہ السلام کا دوسرا سوال یہ تھا کہ ایمان کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "ایمان یہ ہے کہ تم ایمان لاؤ اللہ پر' اس کے فرشتوں پر' ان کی کتابوں پر' اس کے رسولوں پر' قیامت کے دن پر اور ایمان لاؤ اچھی بری تقدیر پر۔"

ایمان ایک نور ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق سے دل میں آ جاتا ہے اور جب یہ نور دل میں آتا ہے تو کفر وعناد اور رسوم جاہلیت کی تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں اور آدمی ان تمام چیزوں کو جن کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے' نور بصیرت سے قطعی سچی سمجھتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا ہے یہاں تک کہ اس کی خواہش اس دین کے تابع نہ ہو جائے جس کو میں لے کر آیا ہوں۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین میں سب سے اہم تر یہ چھ باتیں ہیں جن کا ذکر اس حدیث پاک میں فرمایا ہے۔ پورے دین کا خلاصہ انہی چھ باتوں میں آ جاتا ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ذات وصفات میں یکتا سمجھے' وہ اپنے وجود اور اپنی ذات وصفات میں ہر نقص اور عیب سے پاک اور تمام کمالات سے متصف ہے۔ کائنات کی ہر چیز اسی کے ارادہ ومشیت کی تابع ہے' سب اسی کے محتاج ہیں' وہ کسی کا محتاج نہیں' کائنات کے سارے تصرفات اسی کے قبضہ میں ہیں' اس کا کوئی شریک اور ساجھی نہیں۔

۲۔ فرشتوں پر ایمان یہ کہ فرشتے' اللہ تعالیٰ کی ایک مستقل نورانی مخلوق ہے وہ اللہ تعالیٰ کی

نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو حکم ہو بجالاتے ہیں اور جس کو جس کام پر اللہ تعالیٰ نے مقرر کردیا ہے وہ ایک لمحہ کے لیے بھی اس میں کوتاہی نہیں کرتا۔

۳۔رسولوں پر ایمان یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت اور انہیں اپنی رضامندی اور ناراضی کے کاموں سے آگاہ کرنے کے لیے کچھ برگزیدہ انسانوں کو چن لیا' انہیں رسول اور نبی کہتے ہیں۔ انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی خبریں رسولوں کے ذریعے ہی پہنچتی ہیں۔سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام تھے اور سب سے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک کسی کو نبوت نہیں ملے گی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا لایا ہوا دین قیامت تک رہے گا۔

۴۔کتابوں پر ایمان یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں کی معرفت بندوں کی ہدایت کے لیے بہت سے آسمانی ہدایت نامے عطا کیے' ان میں چار زیادہ مشہور ہیں۔(۱) تورات: جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اُتاری گئی۔(۲) زبور: جو حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل کی گئی۔(۳) انجیل: جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی اور (۴) قرآن مجید: جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا۔ یہ آخری ہدایت نامہ ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے پاس بھیجا گیا۔اب اس کی پیروی سارے انسانوں پر لازم ہے اور اس میں ساری انسانیت کی نجات ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کی اس آخری کتاب سے روگردانی کرے گا وہ ناکام اور نامراد ہوگا۔

۵۔قیامت پر ایمان یہ کہ ایک وقت آئے گا کہ ساری دنیا ختم ہوجائے گی' زمین وآسمان فنا ہوجائیں گے' اس کے بعد اللہ تعالیٰ سب کو زندہ کرے گا اور اس دنیا میں لوگوں نے جو نیک یا برے عمل کیے ہیں سب کا حساب وکتاب ہوگا۔ میزان عدالت قائم ہوگی اور ہر شخص کی نیکیاں اور بدیاں اس میں تولی جائیں گی۔جس شخص کے نیک عملوں کا پلہ بھاری ہوگا اسے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا پروانہ ملے گا اور وہ ہمیشہ کے لیے اللہ تعالیٰ کی رضا اور قرب کے مقام میں رہے گا جس کو ''جنت'' کہتے ہیں اور جس شخص کی برائیوں کا پلہ بھاری ہوگا اسے اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا پروانہ ملے گا اور وہ گرفتار ہوکر خدائی قید خانے میں جس کا نام ''جہنم'' ہے' سزا پائے گا اور کافر اور بے ایمان لوگ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہیں گے۔دنیا میں جس شخص نے کسی دوسرے پر ظلم کیا ہوگا اس سے رشوت لی ہوگی اس کا مال ناحق کھایا ہوگا اس کے ساتھ بدزبانی کی ہوگی یا اس کی بے آبروئی کی ہوگی' قیامت کے دن اس کا بھی حساب ہوگا اور مظلوم کو ظالم سے پورا پورا بدلا دلایا جائے گا۔
الغرض خدا تعالیٰ کے انصاف [illegible] جس [illegible] چھانٹ دیا جائے گا'

ہر شخص کو اپنی پوری زندگی کا حساب چکانا ہوگا اور کسی پر ذرا بھی ظلم نہیں ہوگا۔

۶۔ ''اچھی اور بری تقدیر پر ایمان لانے'' کا مطلب یہ ہے کہ یہ کارنامہ عالم آپ سے آپ نہیں چل رہا بلکہ ایک علیم و حکیم ہستی اس کو چلا رہی ہے۔ اس کائنات میں جو خوشگوار یا ناگوار واقعات پیش آتے ہیں وہ سب اس کے ارادہ و مشیت اور قدرت و حکمت سے پیش آتے ہیں۔ کائنات کے ذرہ ذرہ کے تمام حالات اس علیم و خبیر کے علم میں ہیں اور کائنات کی تخلیق سے قبل اللہ تعالیٰ نے ان تمام حالات کو جو پیش آنے والے تھے ''لوح محفوظ'' میں لکھ لیا تھا۔ بس اس کائنات میں جو کچھ بھی وقوع میں آ رہا ہے وہ اسی علم ازلی کے مطابق پیش آ رہا ہے۔ نیز اسی کی قدرت اور اسی کی مشیت سے پیش آ رہا ہے۔ الغرض کائنات کا جو نظام حق تعالیٰ شانہ نے ازل ہی سے تجویز کر رکھا تھا۔ یہ کائنات اس طے شدہ نظام کے مطابق چل رہی ہے۔

نجات کیلئے ایمان شرط ہے

سوال: ہم نے سن رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ آخر میں دوزخ سے ہر اس آدمی کو نکال لے گا جس کے دل میں رائی کے برابر ایمان ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ کسی موحد کو مشرک کے ساتھ رکھوں۔ تو کیا آج کل کے عیسائی اور یہودیوں کو بھی دوزخ سے نکال دے گا؟ کیونکہ وہ بھی اللہ کو مانتے ہیں لیکن ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیز علیہ السلام کو خدا کا بیٹا تصور کرتے ہیں تو کیا عیسائی اور یہودی ''رائی برابر ایمان والوں'' میں ہوں گے یا نہیں؟

جواب: دائمی نجات کے لیے ایمان شرط ہے کیونکہ کفر اور شرک کا گناہ کبھی معاف نہیں ہوگا اور ایمان کے صحیح ہونے کے لیے صرف اللہ تعالیٰ کو ماننا کافی نہیں بلکہ اس کے تمام رسولوں کا ماننا بھی ضروری ہے اور جو لوگ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ کا آخری نبی نہیں مانتے وہ خدا تعالیٰ پر بھی ایمان نہیں رکھتے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول اور آخری نبی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول اور خاتم النبیین ہونے کی شہادت دی ہے۔ پس جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت اور ختم نبوت پر ایمان نہیں رکھتے وہ اللہ تعالیٰ کی شہادت کو جھٹلاتے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی بات کو جھوٹی کہے وہ اللہ تعالیٰ کو ماننے والا نہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو قبول کرنا شرط نجات ہے' غیر مسلم کی نجات نہیں ہوگی۔

مسلمان کی تعریف

سوال: مسلمان کی تعریف کیا ہے؟ جواب: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے

دین کو ماننے والا مسلمان ہے۔ دین اسلام کے وہ امور جن کا دین میں داخل ہونا قطعی تواتر سے ثابت اور عام وخاص کو معلوم ہوان کو "ضروریات دین" کہتے ہیں۔ ان "ضروریات دین" میں سے کسی ایک بات کا انکار یا تاویل کرنے والا کافر ہے۔

سوال: قرآن اور حدیث کے حوالے سے مختصراً بتائیں کہ مسلمان کی تعریف کیا ہے؟ یہ بات پھر عرض کروں گا کہ صرف قرآن شریف اور حدیث شریف کے حوالے سے بتائیں دوسرا کوئی حوالہ نہ دیں ورنہ لوگوں کو پھر موقع ملے گا کہ یہ ہمارے فرقہ کے بزرگ کے حوالہ نہیں؟

جواب: ایمان نام ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کو بغیر کسی تحریف و تبدیلی کے قبول کرنے کا اور اس کے مقابلہ میں کفر نام ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی کسی قطعی ویقینی بات کو نہ ماننے کا۔ قرآن کریم کی بے شمار آیات میں "ماانزل الی الرسول" کے ماننے کو "ایمان" اور "ماانزل الی الرسول" میں سے کسی ایک کے نہ ماننے کو "کفر" فرمایا گیا ہے۔ اسی طرح احادیث شریفہ میں بھی یہ مضمون کثرت سے آیا ہے۔ مثلاً صحیح مسلم (جلد ۱ ص: ۳۷) کی حدیث میں ہے: "اور وہ ایمان لائیں مجھ پر اور جو کچھ میں لایا ہوں اس پر" اس سے مسلمان اور کافر کی تعریف معلوم ہو جاتی ہے۔ یعنی جو شخص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی تمام قطعی ویقینی باتوں کو من وعن مانتا ہو وہ مسلمان ہے اور جو شخص قطعیات دین میں سے کسی ایک کا منکر ہو یا اس کے معنی ومفہوم کو بگاڑتا ہو وہ مسلمان نہیں بلکہ کافر ہے۔

مثال کے طور پر قرآن مجید نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرمایا ہے اور بہت سی احادیث شریفہ میں اس کی یہ تفسیر فرمائی گئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور ملت اسلامیہ کے تمام فرقے (اپنے اختلافات کے باوجود) یہی عقیدہ رکھتے آئے ہیں لیکن مرزا غلام احمد قادیانی نے اس عقیدے سے انکار کر کے نبوت کا دعویٰ کیا۔ اس وجہ سے قادیانی غیر مسلم اور کافر قرار پائے۔

اسی طرح قرآن کریم اور احادیث شریفہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آخری زمانے میں نازل ہونے کی خبر دی گئی ہے۔ مرزا قادیانی اور اس کے متبعین اس عقیدے سے منحرف ہیں اور وہ مرزا کے "عیسیٰ" ہونے کے مدعی ہیں اس وجہ سے بھی وہ مسلمان نہیں۔ اس طرح قرآن کریم اور احادیث شریفہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو قیامت تک مدار نجات ٹھہرایا گیا ہے لیکن مرزا قادیانی کا دعویٰ ہے کہ "میری وحی نے شریعت کی تجدید کی ہے اس لیے اب میری وحی اور میری تعلیم مدار نجات ہے۔" (اربعین نمبر: ۴، ص: ۷) غرض کہ مرزا قادیانی نے بے شمار

قطعیات اسلام کا انکار کیا ہے اس لیے تمام اسلامی فرقے ان کے کفر پر متفق ہیں۔

ابتدائی وحی کے تین سال بعد عمومی دعوت و تبلیغ کا حکم ہوا

سوال: زمانہ فترۃ وحی میں تبلیغ اسلام کی دعوت جاری رہی یا نہیں؟ جبکہ ایک صاحب کا کہنا ہے کہ...... صاحب کی رائے میں پہلی وحی کے بعد تین سال تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹریننگ دی جاتی رہی اور اس کے بعد تبلیغ کا حکم ہوا۔ اُمید ہے کہ آپ جواب سے نوازیں گے؟

جواب: ابتدائی وحی کے نزول کے بعد تین سال تک وحی کا نزول بند رہا۔ یہ زمانہ ''فترۃ وحی'' کا زمانہ کہلاتا ہے۔ اس وقت تک دعوت و تبلیغ کا عمومی حکم نہیں ہوا تھا۔ ''زمانہ فترت'' کے بعد سورہ مدثر کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت و انذار کا حکم دیا گیا۔ اس ''فترت وحی'' میں بہت سی حکمتیں تھیں۔...... صاحب نے ''ٹریننگ'' کی جو بات کی وہ ان کی اپنی فکری سطح کے مطابق ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۱ ص ۲۳ تا ۲۸)

اسلام اور کفر کا معیار کیا ہے؟

سوال: کفر و اسلام کا معیار کیا ہے؟ اور کس وجہ سے کسی مسلمان کو مرتد یا خارج از اسلام کہا جاسکتا ہے؟ مختصر اور جامع جواب سے نوازا جائے

جواب: ارتداد کے معنی لغت میں پھر جانے اور لوٹ جانے کے ہیں اور اصطلاح شریعت میں ایمان واسلام سے پھر جانے کو ارتداد اور پھرنے والے کو مرتد کہتے ہیں۔ مرتد ہونے کی دو صورتیں ہیں۔

ایک یہ کہ صاف طور سے مذہب تبدیل کر کے اسلام سے پھر جائے۔ جیسے عیسائی، یہودی، آریہ وغیرہ مذہب اختیار کرے یا خداوند عالم کے وجود کا انکار کرے یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار کرے۔

دوسری صورت یہ کہ صاف طور سے تبدیل مذہب یا توحید و رسالت کا انکار تو نہ کرے لیکن کچھ اعمال یا اقوال یا عقائد ایسے اختیار کرے جو قرآن کریم یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے انکار کے برابر ہوں، جیسے اسلام کے کسی ایسے ضروری اور قطعی حکم کا انکار کردے جس کا ثبوت قرآن کریم یا حدیث متواترہ سے ہو یہ صورت بھی باجماع امت ارتداد میں داخل ہے۔ اگرچہ اسلام کے دوسرے احکام پر شدت کے ساتھ عامل ہو۔ (جواہر الفقہ ج ۱ ص ۲۳)

ضابطہ تکفیر

سوال: کسی مسلمان کو کافر کہنے کے بارے میں آج کل ایک عجیب افراط و تفریط ہے۔ ایک

جماعت ادنیٰ سے معاملات پر کفر کا حکم لگاتی ہے اور ذرا سی بات خلاف شرع ہو جانے پر اسلام سے مسلمانوں کو خارج کہنے لگتی ہے اس کے خلاف دوسری نو تعلیم یافتہ آزاد خیال جماعت جس کے نزدیک کوئی قول و فعل خواہ کتنا ہی شدید اور عقائد اسلامیہ کے خلاف ہو کفر کہلانے کا مستحق نہیں، جب تک کہ وہ کلمہ گو ہو اور توحید و رسالت کا قائل ہو صحیح ضابطہ کیا ہے؟

جواب: جب تک کسی شخص کے کلام میں تاویل صحیح کی گنجائش ہو اور اس کے خلاف کی تصریح متکلم کے کلام میں نہ ہو یا اس عقیدہ کے کفر ہونے میں ادنیٰ سے ادنیٰ اختلاف آئمہ مجتہدین میں ہو اس وقت تک اس کے کہنے والے کو کافر نہ کہا جائے لیکن اگر کوئی شخص ضروریات دین میں (ضروریات دین کی وضاحت آگے آرہی ہے) سے کسی چیز کا انکار کرے یا کوئی ایسی ہی تاویل و تحریف جو اس کے اجماعی معانی کے خلاف معنی پیدا کرے تو اس شخص کے کفر میں کوئی تامل نہ کیا جائے۔ (جواہر الفقہ ج ۱ ص ۲۵)

فرقہ چکڑالویہ کی تحقیق و عقائد

سوال: پنجاب میں ایک فرقہ ہے جو اپنے کو اہل قرآن کہتا ہے اس کا بانی عبداللہ چکڑالوی ہے اور اس کی طرف اس کی نسبت کی جاتی ہے۔ اس فرقہ کے عقائد کا نمونہ خود بانی فرقہ عبداللہ چکڑالوی کی کتاب (برہان الفرقان علیٰ صلوٰۃ القرآن) سے بحوالہ صفحات لکھا جاتا ہے تا کہ علماء کرام اس پر غور فرمائیں کہ یہ فرقہ اور اس کے متبعین مسلمان ہیں یا نہیں؟

عقائد یہ ہیں: ۱۔ قرآن مجید کی سکھائی ہوئی نماز پڑھنی فرض ہے اور اس کے سوا اور کسی طرح کی نماز پڑھنا کفر و شرک ہے۔ (ص ۵ سطر ۶)

۲۔ سنو کہ وہ شئی محض قرآن مجید ہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کی گئی اس کے سوا اور کوئی چیز ہرگز ہرگز خاتم النبین پر وحی نہیں ہوئی۔ (ص ۹ سطر ۳)

۳۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دل و جان سے رسول مانتا ہوں مگر جن آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کا حکم ہوا ہے وہاں رسول اللہ سے مراد فقط قرآن مجید ہی ہے۔

۴۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف اپنے زمانہ کے لوگوں کے ہی پاس آئے تھے آج کل کے لوگوں میں سے کسی کے پاس نہیں آئے اگر کسی صاحب کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمدورفت ہو تو بتائیں۔

۵۔ آسمانی کتابوں میں کوئی فرق نہیں، سب ہم پلہ و ہم رتبہ ہیں۔

۶ نبیوں میں کوئی فرق نہیں ہے، سب ایک مرتبہ کے ہیں اور سلسلہ نبوت تا قیامت چلتا رہے گا۔

۷۔ اوقات نماز چار ہیں، تہجد، فجر، ظہر، مغرب

۸۔ قبلہ پورب پچھم دو طرف ہے، تہجد و فجر مشرق کی جانب اور ظہر و مغرب، پچھم کی جانب ہیں وغیرہ وغیرہ۔

جواب: (۱) قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ.

(۲) وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا.

آیات مذکورہ نیز دیگر آیات کثیرہ سے نہایت صراحت اور وضاحت کے ساتھ دو امر ثابت ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ قرآن مجید اپنے ماننے والوں کو جس طرح احکام قرآنیہ کی اطاعت کا حکم دیتا ہے اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی اطاعت پر مجبور کرتا ہے۔

دوسرے یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے مقاصد میں سے یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کے صحیح مطالب و صحیح تفسیر بیان فرمادیں۔ اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب کسی آیت کی تفسیر منقول ہو تو پھر اس کے خلاف دوسری تفسیر ہرگز قابل التفات نہ ہوگی۔ اگرچہ الفاظ قرآن میں باعتبار لغت اس کا احتمال بھی موجود ہو۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے لے کر آج تک تمام اُمت محمدیہ کا یہی اعتقاد رہا ہے اور اگر کسی نے کبھی اس کے خلاف عقیدہ ظاہر کیا ہے تو اس کو باجماع مسلمین کافر و مرتد سمجھا گیا ہے۔ الغرض جو شخص یہ عقائد رکھے جو فرقہ چکڑالویہ کی کتابوں سے نقل کیے گئے ہیں وہ بلاشبہ ملحد، زندیق اور کافر خارج از اسلام ہے کیونکہ وہ بہت سی ضروریات دین کا منکر ہے۔ (جواہر الفقہ ج اول ص ۳۹)

فرقہ نیچریہ کا عقیدہ

سوال: فرقہ نیچریہ کے پیشوا سرسید احمد خان کو کافر کہنا درست ہے یا نہیں؟ نیز اس کے اور اس کے ہمنواؤں کے عقائد قرآن و حدیث اور اجماع اُمت کے موافق ہیں یا مخالف؟ عوام میں یہ بڑا قابل قدر تصور کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں کو اس کی جدوجہد کی بدولت ملی ہے اس بارے میں علماء حق کی کیا رائے ہے؟

جواب: ایک شخص کے عقائد و نظریات اس کی تحریر کردہ کتابوں اور دیگر لٹریچر سے معلوم ہوسکتے ہیں جن میں وہ اپنے عقیدہ اور نظریہ کا کھلے لفظوں میں ذکر کرتا ہے۔ فرقہ نیچریہ کا رئیس سرسید احمد خان اور اس کے ہم خیال لوگوں کے عقائد و نظریات خود ان کی تحریر کردہ کتابوں میں مذکور ہیں۔ ان میں بعض تو صراحتاً قرآن و حدیث اور اجماع اُمت کے خلاف ہیں اور بعض بدعت و ضلالت ہیں۔ بطور مثال چند وہ عقائد جو صراحتاً شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے متضاد ہیں، ذکر کیے جاتے ہیں: (۱) انکار حقیقت ملائکہ و شیاطین و شجرۃ الجنۃ (۲) عذاب قبر کا انکار (۳) وجود جنت و جہنم کا انکار (۴) قیامت، حشر نشر اسی طرح (۵) عذاب و ثواب اور حور و غلمان کا انکار (۶)

معجزہ وکرامت کا انکار (۷) کرامت کا انکار (۸) خمر وخنزیر کا حلال سمجھنا وغیرہ ذالک۔اس کے علاوہ بھی بہت سے ایسے عقائد ہیں جو اجماع اُمت کے متصادم ہیں۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''امداد الفتاویٰ'' میں اس فرقہ محدثہ کے تمام اقوال وعقائد پر مفصل بحث کی ہے اوران کے تمام عقائد باطلہ کوقرآن و حدیث کی روشنی میں مردوداورقرآن وحدیث کے خلاف قرار دیا ہے اور بہت سے علماء دین کے فتاویٰ جواس کے کفروارتداد پر مبنی تھے نقل کیے لیکن خود بوجہ ادعاء اسلام کے کفر کا فتویٰ نہیں دیا۔ البتہ یہ فرمایا کہ (سرسید) اعلیٰ درجہ کا ضال ومضل اور مبتدع ضرور ہے۔لہٰذا ایسا شخص جس کے عقائد قرآن وحدیث کے مخالف ہوں ہرگز مسلمانوں کا خیرخواہ اوران کی آزادی کا فکرمند نہیں بن سکتا ہے بلکہ یہ عوام کالانعام کی لاعلمی اور خوش عقیدتی ہے کہ اس کو اپنا خیرخواہ مانتے ہیں۔

قال اللہ تبارک و تعالیٰ: وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلاً م بَعِيْدًاo (سورۃ النساء آیت نمبر ۱۳۶)

وقال اللہ تعالیٰ ایضاً: اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖo (سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۲۸۶)

وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلّم فی حدیث جبریل: وسواله للنبیّ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم عن الایمان : فقال ان تؤمن باللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ والیوم الأخر وتؤمن بالقدر خیرہٖ وشرّہٖ.

(رواہ البخاری فی صحیحہ کتاب الایمان۔باب ۳۷)

(ومسلم فی صحیحه کتاب الایمان. باب ۱ . ۲......وابوداؤد' کتاب السنة باب ۱۵ . ۱۶...... والنسائی کتاب الاشربة/ باب ۴۸ ...... وابن ماجة مقدمة باب ۹)

فهٰذه الاصول التی اتفقت علیها الانبیاء والرسل صلوٰت اللّٰہ علیهم ولم یؤمن بها حقیقة الایمان الاتباع الرسل. (وقال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ. (سورۃ المؤمن آیت نمبر ۴۶)

وقال وَحُوْرٌ عِيْنٌ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ. وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَo (سورۃ الدھر آیت نمبر ۱۹) حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِى الْخِيَامِ. (سورۃ الرحمٰن آیت نمبر ۷۲)

وقال العلامة ملا علی القاری رحمه الله: والجنة والنّار حق مخلوقتان الیوم لاتفنیان ابدًا ...... وفی شرحهٖ وفی نسخة ولا تموت الحورالعین ابدًا ولا یغنی عتاب الله ولا ثوابه سرمدًا ...... وقال الامام الاعظم فی کتاب "الوصیة" ...... والجنة والنّار حق و هما مخلوقتان ولا فناء لهما ولا اَهْلَهُمَا لقولهٖ تعالیٰ فی حق اهل الجنة: اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ٥ وفی حق اهل النّار "اُعِدَّتْ لِلْکَافِرِیْنَ" خلقهما للثواب والعقاب. وقال ایضاً: فی الوصیة واهل الجنّة فی الجنّة خالدون واهل النّار فی النّار خالدون. لقوله تعالیٰ فی حق المؤمنین. اولٰئک اصحاب الجنّة هم فیها خٰلدُون وفی حق الکفّار اولٰئک اصحاب النّار هم فیها خالدون. (شرح الفقه الاکبر ص۱۴۳ بحث حوض النّبی صلی الله علیه وسلّم حق والجنّة والنّار مخلوقتان الیوم) وَمِثْلُهٗ فی شرح العقیدة الطحاویة صفحه ۴۷۶ ان الله خلق للجنّة اهلاً (فتاویٰ حقانیہ ج۱ص۳۸۱)

فرقہ مرزائیہ کے عقائد

سوال: مرزا غلام احمد قادیانی اس فرقہ کا بانی ہے اور اس وقت اس فرقہ کی تین پارٹیاں مشہور ہیں۔ "اروبی پارٹی" جو ظہیر الدین اروبی کی متبع ہے۔ "قادیانی پارٹی" جو مرزا محمود کی متبع ہے۔ "لاہوری پارٹی" جو محمد علی لاہوری کی متبع ہے۔ مذکورہ تینوں پارٹیوں کے عقائد قریب قریب ایک ہی ہیں جو ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

۱۔ مرزا غلام احمد قادیانی مستقل نبی ہے وہ شریعت جواب سے چودہ سو سال قبل تھی منسوخ ہوگئی۔

۲۔ خدا کی عبادت کرتے وقت مسجد اقصیٰ اور مسیح موعود (غلام احمد) کے مقام قادیان کی طرف منہ کرنے کو ترجیح دینی ہوگی۔

۳۔ قرآن شریف میں انبیاء کے منکرین کو کافر کہا گیا ہے اور ہم لوگ حضرت مسیح موعود کو نبی مانتے ہیں: "اُولٰئِکَ هُمُ الْکَافِرُوْنَ حَقًّا" کے فتویٰ کے تحت ہم آپ کے منکروں کو کافر کہتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ مذکورہ عقائد رکھنے والوں کے بارے میں حضرات علماء کرام کا کیا فیصلہ ہے؟ یہ

پارٹیاں خارج از اسلام ہیں یا کچھ تفصیل ہے؟

جواب: ان تینوں پارٹیوں میں چند وجوہ کفر تو مشترک ہیں اور بعض وجوہ خاص خاص پارٹیوں کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اس جگہ مشترک وجوہ میں سے چند وجوہ پر اکتفا کیا جاتا ہے وہ یہ ہیں۔

(۱) مرزا کو باوجود ایسے صاف دعویٰ نبوت کے جس میں کسی تاویل کی ہرگز گنجائش نہیں' مسلمان بلکہ مہدی و مسیح سمجھنا (۲) ختم نبوت کے مسئلے میں جو کہ ضروریات دین میں سے ہے تاویل فاسد کرنا اور اس کے اجماعی مفہوم کو بدلنا (۳) مرزا کو باوجود کھلی ہوئی توہین انبیاء کے مسلمان سمجھنا' یہ وجوہ کفر ایسی ہیں جو تینوں پارٹیوں میں مشترک ہیں اور ان کے کفر کے لیے کافی ہیں۔ ان کے علاوہ دوسری بہت سی وجوہ اور بھی ہیں جن کے استیعاب کی اس جگہ ضرورت نہیں۔ (جواہر الفقہ ج ا ص ۴۸)

فصل فی کلمات الکفر و أفعال الکفر وما یکون کفرًا وما لا یکون کفرًا

(کفریہ وغیر کفریہ کلمات اور افعال سے متعلق مسائل کا بیان)

موسیقی سننے والے کو کافر کہنا

سوال: ۱۔ کیا میراثی' گانا گانے والے کافر ہیں؟

۲۔ اگر نہیں تو ہمارے ہاں ایک صاحب انہیں کافر کہتے ہیں' کیا یہ درست ہے؟

جواب: ۱۔ آلات موسیقی میں مشغولیت سخت گناہ ہے۔ احادیث میں اس پر شدید وعید آئی ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان کو اس سے بچنا لازم ہے۔ (تفصیل کیلئے دیکھئے مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ کی کتاب ''اسلام اور موسیقی'') لیکن اس گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر نہیں ہوتا تاوقتیکہ اس کے عقائد کفریہ نہ ہوں۔

۲۔ جن صاحب نے میراثیوں کو کافر کہا ہے انہوں نے سخت غلطی کی ہے انہیں توبہ واستغفار کرنا چاہیے۔ (وفی مشکوٰۃ المصابیح باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم ج ۲ص: ۴۱۱' رقم الحدیث: ۴۸۱۴' (طبع قدیمی کتب خانہ) سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر' وفی جامع الترمذی ج: ۲ص: ۸۸'(طبع فاروقی کتب خانہ) عن ابن عمرؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ' قال : أیما رجل قال لاخیہ کافر' فقد باء بھا احدھما ھذا حدیث صحیح) (فتاویٰ عثمانی ج ا ص ۶۱ تا ۶۲)

کسی کافر ملک کا ویزا حاصل کرنے کیلئے ویزا فارم میں اپنے آپ کو قادیانی لکھنے کا حکم

سوال: خدا کرے حضرت بعافیت کاملہ ہوں' ان دنوں یہ مسئلہ زیر غور ہے کہ بعض مسلمان کسی کافر ملک کا ویزا سہولت سے حاصل کرنے کے لیے یا کسی اور دنیاوی مصلحت کے لیے پاسپورٹ اور ویزا کے فارم میں اپنے آپ کو قادیانی لکھ دیتے ہیں' اتنی بات تو طے شدہ ہے کہ یہ انتہائی قبیح حرکت اور بڑا گناہ ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ایسے شخص کی تکفیر کی جائے گی یا نہیں؟ یہاں دارالافتاء میں اس سلسلے میں استفتاء بھی آیا ہوا ہے اس سلسلے میں غور کرنے سے جو نقطہ نظر سامنے آیا ہے اس کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔ آخر میں چند متعلقہ عبارات بھی ذکر کر دی گئی ہیں۔ جناب سے درخواست ہے کہ اپنی رائے گرامی سے مطلع فرمائیں؟

۱۔ کسی کلمے کے موجب کفر ہونے' نہ ہونے میں اختلاف ہو تو احتیاط عدم تکفیر میں ہوتی ہے۔

۲۔ جو کلمہ فی نفسہٖ موجب کفر ہو اس کے تلفظ و تکلم کی کئی صورتیں ہیں۔

۱۔ ناسیاً یا خاطئاً تکلم ہو' اس صورت میں بالاتفاق تکفیر نہیں کی جائے گی۔

۲۔ عامداً تکلم ہو' معلوم ہوتا ہے کہ عمد سے مراد یہ ہے کہ تکلم کا قصد بھی ہو' اس کلمے کے موجب کفر ہونے کا علم بھی ہو اور کفر کا ارادہ بھی ہو' اس صورت میں بالاتفاق تکفیر کی جائے گی۔

۳۔ جاہلاً تکلم ہو' یعنی تکلم تو ارادے سے ہو مگر یہ معلوم نہ ہو کہ اس سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں اختلاف ہے' تکفیر و عدم تکفیر دونوں قول ہیں۔

۴۔ ہازلاً تکلم ہو' یعنی تکلم تو ارادے سے ہو اور اس کے موجب کفر ہونے کا علم بھی تھا مگر ایقاع حکم یعنی کفر کا ارادہ نہیں تھا' اس صورت میں تکفیر کی جاتی ہے۔

۵۔ لاعباً تکلم ہو' یعنی بطور استہزاء کے کلمہ کفر کہا جائے' یہ استخفاف ایمان ہے اور اس کی بھی تکفیر کی جاتی ہے۔

اس تفصیل کا تقاضا یہ ہے کہ اپنے آپ کو قادیانی لکھتے ہوئے اگر علم ہو کہ یہ باعث کفر ہے لیکن اعتقاد کفر نہ ہو تو یہ لاعباً یا ہازلاً تکلم قرار پائے گا اور اس صورت میں تکفیر ہوگی اور اگر موجب کفر ہونے کا علم نہ ہوتے ہوئے لکھا گیا ہے تو اختلاف کی بناء پر احتیاط اس میں ہے کہ تکفیر نہ کی جائے۔

چند عبارات یہ ہیں: فی البحر: وفی فتح القدیر: ومن هزل بلفظ کفر ارتد

وان لم يعتقده للاستخفاف، فهو ككفر العناد والالفاظ التى يكفربها تعرف فى الفتاوىٰ اه (ج:۵، ص:۱۲۰، طبع ايچ ايم سعيد)

وفى الفتاوىٰ الخيرية: وفى الفتاوىٰ اذا أطلق الرجل كلمة الكفر عمدًا لكنه لم يعتقد الكفر قال بعض أصحابنا: لايكفر لأن الكفر يتعلق بالضمير ولم يعقد الضمير على الكفر وقال بعضهم: يكفر، وهوالصحيح عندى، لأنه استخف بذنبه اه. وفى الخلاصة : اذا كان فى المسئلة وجوه توجب التكفير ووجه واحد يمنع التكفير، فعلى المفتى أن يميل الى الوجه الذى يمنع التكفير تحسينًا للظن بالمسلم. زاد فى البزازية الا اذا خرج بارادته موجب الكفر فلاينفعه التاويل حينئذ. وفى التاتار خانية: لايكفر بالمحتمل، لأن الكفر نهاية فى العقوبة، فيستدعى نهاية فى الجناية، ومع الاحتمال لانهاية اه. قال فى البحر: والحاصل ان من تكلم بكلمة الكفر هازلاً أو لاعبًا كفر عندالكل، ولا اعتبار باعتقاده كما صرح به قاضى خان فى فتاواه. ومن تكلم بها خطأً اومكرها لايكفر عندالكل، ومن تكلم بها عامدًا عالما كفربها عندالكل، ومن تكلم بها اختيار اجاهلاً بانها كفر ففيه اختلاف، والذى تحرر انه لا يفتى بتكفير مسلم امكن حمل كلامه علىٰ محمل حسن او كان فى كفره اختلاف ولو رواية ضعيفة، فعلىٰ هذا فاكثر الفاظ التكفير المذكورة لايفتى بالتكفير بها، ولقد الزمت نفسى ان لاافتى بشئى منها، واللّٰه اعلم. (الخيرية علی هامش الفتاویٰ تنقيح الحامدية ج:۱ص:۱۷۷)(طبع مكتبہ رشيديہ كوئٹہ)

وفى احكام القرآن للجصاص: ولان الفرق بين الجد والهزل ان الجاد قاص الى اللفظ والى ايقاع حكمه، والهازل قاصد الى اللفظ غير مريد لايقاع حكمه. (ج:۳،ص:۱۹۳)(طبع سہيل اكيڈمى لاہور)

وفى التفسيرات الا حمدية: وكذا غير المكره اذا اجرى علىٰ لسانه كلمة الكفر استهزاء او جهلاً يكون كافرًا، فيكون الأية دليلاً علىٰ ان ركن الايمان التصديق والاقرار جميعاً، ولكن التصديق لا يحتمل

السقوط بحال، ولا قرار یحتمله فی حالة الاکراه. (ص:۱۰۵)(مطبع کریمی بمبئی)

پھر دو باتیں اور قابل غور ہیں۔ ایک یہ کہ عام لوگوں کی دینی گرفت اس قدر ڈھیلی ہو چکی ہے کہ تکفیر کا فتویٰ معلوم ہونے کے باوجود بھی بہت سے دنیاوی مفاد کو ترجیح دیں گے اور یہ حرکت نہیں چھوڑیں گے اور تکفیر کے فتویٰ کا علم ہو جانے کے بعد یہ حرکت بہر حال کفر ہوگی تو تکفیر کا فتویٰ دینے کی صورت میں بظاہر یہ مضائقہ ہے کہ کفر سے بچنے کا جو ایک راستہ تھا وہ بھی بند ہو جائے گا۔ دوسری بات یہ کہ اگر تکفیر نہ کی جائے تو خطرہ ہے کہ تکفیر نہ کرنا اس حرکت کی حوصلہ افزائی کا باعث ہوگا۔ ان دونوں باتوں پر غور کرتے ہوئے تقاضائے مصلحت یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسئلہ بتاتے یا لکھتے ہوئے صاف تکفیر تو نہ کی جائے تا کہ پہلا حرج لازم نہ آئے، البتہ مذمت و وعید کے الفاظ سخت بتائے جائیں لیکن یہ بھی تب درست ہوگا کہ فقہی طور پر اس کی گنجائش ہو۔

جواب: کسی کافر ملک کا ویزہ حاصل کرنے کے لیے یا کسی اور دنیوی مصلحت کے لیے پاسپورٹ اور ویزا فارم پر مذہب کے خانے میں کسی مسلمان کا دیدہ دانستہ اپنے آپ کو قادیانی لکھنا، صراحتاً کافر مذہب کی طرف اپنی نسبت کرنا ہے جو سراسر موجب کفر ہے۔ اگر کوئی ایسا کر لے تو ایسے شخص پر واجب ہے کہ فوراً صدق دل سے توبہ کر لے اور تجدید ایمان کرے اور آئندہ ایسا کرنے سے مکمل پرہیز کرے۔

آپ نے خط میں جو عبارات فقہاء تحریر کی ہیں ان کا مذکورہ مسئلہ سے تعلق نہیں اور کسی دنیاوی غرض سے اپنے آپ کو غیر مسلم ظاہر کرنے کے بارے میں تلاش بسیار کے باوجود کوئی واضح تصریح بھی نہیں ملی۔ البتہ درج ذیل جزئیات سے بیان کردہ حکم کی تائید ہوتی ہے۔

فی الهندیة: مسلم قال: انا ملحد، یکفر، ولو قال: ماعلمت انه کفر، لایعزر بهذا...... وفی الیتیمة: سالت والذی عن رجل قال: انا فرعون او ابلیس، فحینئذ یکفر کذا فی التاتار خانیة. (الفتاویٰ الھندیہ ج:۲، ص:۲۷۹، طبع مکتبہ رشیدیہ)

فی الهندیة: مسلم رای نصرانیة سمینة فمنی ان یکون هو نصرانیاً حتی یتزوجها یکفر، کذا فی المحیط. (ج:۲، ص:۲۷۷). (الفتاویٰ الھندیہ ج:۲، ص:۲۸۰، طبع مکتبہ رشیدیہ) واللہ اعلم

یہ جواب احقر کی ہدایت پر لکھا گیا ہے۔ دراصل کوئی کلمہ کفر کہنا اور بات ہے اور اپنے آپ کو کسی معروف کافر مذہب کی طرف [illegible] الذکر صورت سے

متعلق ہیں، ثانی الذکر سے نہیں۔ لہٰذا ایسی صورت میں احقر کا رجحان اسی طرف ہے کہ پاسپورٹ پر مذہب کے خانے میں اپنے آپ کو "مسلمان" کے بجائے قادیانی یا کسی اور مذہب کا پیرو لکھوانا جو ایک مستقل حیثیت رکھتا ہے، موجب کفر ہے، جس سے توبہ اور تجدید ایمان ضروری ہے۔ (فتاویٰ عثمانی ج۱ ص۷۲ تا ۷۵)

قادیانیوں کی عبادت گاہ کو مسجد کہنے کی ممانعت

سوال: قادیانی جماعت کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اور کیا قادیانی اپنی مسجد بنا سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اپنی عبادت گاہ کو مسجد کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ قانوناً و شرعاً کیا حکم ہے؟ اور کیا ایسے فیصلوں کا قانون بنانا درست ہے کہ جس میں قادیانیوں کو اپنی عبادت گاہ مسجد کے نام سے بنانے کی اجازت دی گئی ہو؟

جواب: مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکار، خواہ قادیانی ہوں یا لاہوری باجماع اُمت دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور ان کا دین اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ اس حقیقت واقعی کو ستمبر ۱۹۷۴ء میں آئینی طور پر بھی تسلیم کر لیا گیا ہے اور اس غرض کے لیے پاکستان کے دستور میں ایسی ترمیم کر دی گئی ہے جس پر ملک کے تمام مسلمان متفق ہیں۔

اس ترمیم کا لازمی اور منطقی نتیجہ یہ ہے کہ مرزائیوں کو شعار اسلام و مسلمین کے اختیار کرنے سے روکا جائے۔ خاص طور سے کسی بھی مذہب کی عبادت گاہ اس مذہب کا ایک امتیازی نشان ہوتی ہے جس سے اس مذہب اور اہل مذہب کی شناخت میں مدد ملتی ہے۔ چنانچہ "مسجد" مسلمانوں کی اس عبادت گاہ کا نام ہے جو صرف اور صرف مسلمانوں کے ساتھ مخصوص ہو، کسی دوسرے مذہب کے پیروں کو یہ اجازت نہیں دی جا سکتی کہ وہ اپنی عبادت گاہ کو "مسجد" کا نام دے کر لوگوں کو مغالطہ دیں اور ان کی گمراہی کا باعث ہوں۔ بالخصوص مرزائیوں کا معاملہ یہ ہے کہ مدت دراز تک اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے ناواقف لوگوں کو فریب دیتے رہے ہیں۔ ایسے حالات میں اگر انہیں "مسجد" کے نام سے اپنی عبادت گاہ تعمیر کرنے یا اسے اس نام پر برقرار رکھنے کی اجازت دی جائے تو اس کا صریح نتیجہ عام مسلمانوں کے لیے سخت فریب میں مبتلا ہونے کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا اور پاکستان جیسی اسلامی مملکت میں ایسے فریب کو گوارا نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا احقر کی رائے میں وہ تمام فیصلے جن میں قادیانیوں یا لاہوریوں کو "مسجد" کے نام سے عبادت گاہ بنانے کی اجازت دی گئی ہے قرآن و سنت، شریعت اسلامی اور مصالح مسلمین کے یکسر خلاف ہیں۔

احقر اس تحریر کی تصدیق و تائید کرتا ہے۔ (فتاویٰ عثمانی ج۱ ص [illegible])

عقائد روافض وشیعہ

سوال: روافض وشیعوں میں مختلف عقائد کے بہت سے فرقے ہیں۔ ہر فرقے کے عقائد کو جدا جدا جمع کرنا مشکل ہے۔ پھر ان کتابوں میں ان کے عقائد جو درج ہیں جب ان سے تحقیق کی جاتی ہے تو انکار کرتے ہیں۔ ایسی حالت میں ہم روافض کے ساتھ کیا معاملہ کریں؟ ان کو مسلمان سمجھا جائے یا غیر مسلموں میں شمار کیا جائے؟ بعضے شیعوں کے یہ عقائد معلوم ہوتے ہیں؟

موجودہ قرآن میں تحریف کے قائل ہیں' حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت اول کا مستحق سمجھتے ہیں' صحابہ کرام خصوصاً شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو برا بھلا (نعوذ باللہ) کہتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

جواب: مختصر اور جامع کلام روافض کے متعلق یہ ہے کہ بلحاظ احکام روافض کی تین صورتیں ہیں:

اول یہ کہ ان میں سے کسی شخص یا فرقہ کے متعلق یقینی طور سے یہ بات ثابت ہو جائے کہ وہ ضروریات دین میں سے کسی چیز کا منکر ہے۔ اگرچہ انکار میں تاویل بھی کرتا ہو وہ بالاتفاق کافر و مرتد ہے اس کے ساتھ کسی قسم کا اسلامی معاملہ رکھنا جائز نہیں۔

دوم یہ کہ کسی شخص یا فرقہ کے متعلق یقینی طور پر یہ معلوم ہو جائے کہ وہ ضروریات دین (ضروریات دین اصطلاح میں ان چیزوں کو کہا جاتا ہے جن کا ثبوت اسلام میں قطعی ہو اور ایسا بدیہی اور یقینی ہو کہ عام مسلمان بھی اس سے واقف ہوں) میں سے کسی چیز کا منکر نہیں مگر جمہور اُمت کے خلاف حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو افضل الصحابہ اور اول خلیفہ سمجھتا ہے تو وہ شخص فاسق اور گمراہ ہے مگر کافر اور مرتد نہیں' اس کے ساتھ وہ اسلامی معاملات جائز ہیں جو کسی فاسق اور گمراہ کے ساتھ کیے جاتے ہیں۔

تیسری صورت یہ کہ یقینی طور پر کسی امر کا ثبوت نہ ملے یعنی نہ اس کا یقین ہے کہ وہ ضروریات دین میں سے کسی چیز کا منکر ہے اور نہ اس کا کہ منکر نہیں بلکہ مشتبہ حالت ہے۔ خواہ اشتباہ اس وجہ سے ہو کہ اس فرقہ کے اقوال وعقائد ہی مشتبہ ہیں یا اس وجہ سے کہ اس شخص کے متعلق یہ یقین نہیں کہ اس کا تعلق باعتبار مذہب اور عقائد کے کس فرقہ سے ہے۔ ایسے لوگوں کے متعلق شرعی فیصلہ بھی دشوار ہے۔ اس میں سب سے زیادہ اسلم اور احوط طریقہ یہ ہے کہ ایسے شخص کے بارے میں نہ کفر کا حکم کیا جائے اور نہ اسلام کا۔ (جواہر الفقہ ج:۱ص ۵۹)

سر آغا خان کے متبعین کے عقائد

سوال: کیا فرماتے ہیں حضرات علماء دین صورت مسئولہ میں ہمارے شہر کٹک میں ایک صاحب تاجر

علاقہ بمبئی کے رہنے والے ہیں اپنے آپ کو آغا خان کا مرید اور رہبر ظاہر کرتا ہے حال اور طریقہ اس کا یہ ہے۔

(۱) سر آغا خان کی تصویر کی پرستش کرتا ہے۔

(۲) ہندوؤں کے مشہور اوتار کرشن جی کی مورت اپنے عبادت خانہ میں رکھتا ہے۔

(۳) اپنے کھاتہ کی ابتداء میں بجائے بسم اللہ کے لفظ اوم لکھتا ہے۔

(۴) سر آغا خان کے اندر خدائی حلول کا معتقد ہے۔ مگر اس کے ساتھ اپنے کو مسلمان کہتا ہے کلمہ پڑھتا ہے مسلمانوں کی ضروریات میں چندہ دیتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ میں تو بس آغا خان کو پیر اور مرشد سمجھتا ہوں ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب: جو رسوم اور عادات کفار کے ساتھ ایسی خصوصیات رکھتی ہیں جو ان کا مذہبی شعار سمجھی جاتی ہیں جیسے لفظ اوم اور کرشن جی کی مورتی رکھنا اور حلول کا قائل ہونا ان سے کفر لازم آتا ہے۔ اسی اصول پر شدزنا کو فقہاء نے کفر کہا ہے موجبات کفر کے ہوتے ہوئے اسلام کا دعویٰ کرنا کافی نہیں جب تک کہ تمام موجبات سے سچی توبہ نہ کرے اور ان سے برأت کا اعلان نہ کردے۔ (جواہر الفقہ ج:۱ص۶۴)

فرقہ مہدوی کے عقائد

مہدیوں سے تعلقات نکاح درست ہیں یا نہیں؟ جو مولوی محمد جونپوری کو مہدی مانتے ہیں ان کے عقائد چند جو بہ مشکل معلوم ہو سکے ہیں وہ یہ ہیں: نقل ہے کہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ دنیا کی زندگی کا وجود کفر ہے۔ حضرت مہدی کی تصدیق کرنا محبت کے ساتھ منکر مہدی کو کافر جاننا رسول مہدی کے برابر جاننا جو حدیث کتاب اللہ اور احوال مہدی کے متعلق ہو اس کو صحیح جاننا مہدی کے حضور میں مردود اور مقبول کی تصحیح کو حق جاننا جو حکم مجتہدین و بیان مفسرین وغیرہ جو کہ بیان مہدی کے مخالف ہو اس کو صحیح نہ جاننا مذاہب اربعہ میں تقلید کو ناجائز جاننا خصوصیت بعثت مہدی کے احکام ولایت محمدی کے ظاہر کرنے کے لیے سمجھنا آیت کریمہ "ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَہٗ" یہ بیان مہدی موعود کی زبان مبارک سے ثابت ہے اس کو جاننا دنیا میں خدا کے دیدار کو جائز و ممکن ماننا یہ جاننا کہ ایمان ذات خدا ہے اب آپ فرمائیں کہ ان مہدیوں کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب: جو چیزیں آپ نے درج کی ہیں وہ مسلک اہل سنت کی رو سے صحیح نہیں بعض انتہائی زیغ وضلال ہیں اگر ان کی طرف ان امور کی نسبت صحیح ہے اور یہ ان کے عقائد ہیں تو ان کا خلاف اسلام ہونا ظاہر ہے۔ اہل سنت کو ان سے مناکحت نہیں کرنا چاہیے۔ کلی پرہیز کریں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۱۵ص۱۳۲)

ایمان کی بنیاد

سوال: کیا مکمل مسلمان بننے کے لیے صرف کلمہ طیبہ کا زبان سے پڑھ لینا کافی ہے یا پھر ساتوں کلموں کو پڑھنا ہوگا؟ نیز ساتوں کلموں میں یہی ساتوں کلمے کلمہ طیبہ' کلمہ شہادت' کلمہ تمجید' کلمہ توحید' کلمہ ردکفر' ایمان مجمل' ایمان مفصل ہیں یا کوئی اور دوسرا ہوگا؟

جواب: حامداً ومصلیاً: حدیث شریف میں ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے' ان میں سے ایک توحید ورسالت کی شہادت صرف زبان سے پڑھ لینا کافی نہیں' جب تک دل میں صدق نہ ہو' ان پانچوں میں جس قدر استحکام ومضبوطی ہوگی اسی قدر بنیاد اسلام کامل ہوگی۔ ساتوں کلمے یا اس کے علاوہ آیات وروایات میں اس قسم کی جو چیزیں موجود ہیں وہ یقین کی پختگی کے لیے بطور اقرار کے ہیں تا کہ وقتاً فوقتاً اس کا تکرار ہوتا رہے اور ان کے مقتضیٰ پر عمل سے غفلت نہ ہو۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱ ص ۸۶)

اگر کسی کو چھ کلمے یاد نہ ہوں تو اس کا کیا حکم ہے؟

سوال: جب کوئی آدمی کلمہ توحید پڑھ لے تو وہ مسلمان ہو گیا۔ پھر عام طور پر جو مشہور ہے اور نماز ووظائف کے چھوٹے چھوٹے رسالوں میں جو چھ کلمے لکھے ہوئے ہیں اور عام طور سے بچوں کو یاد کرائے جاتے ہیں' کیا یہ کلمے بھی اسلام کی بنیاد شمار کیے جائیں گے یا نہیں؟ اگر یہ کلمے کسی کو یاد نہ ہوں تو اس کے اسلام میں فرق ہوگا یا نہیں؟

اور پانچویں کلمے کے الفاظ میں فرق ہے' بعض رسالوں میں "**استغفر الله ربی من کل ذنب اذنبته......الخ**" اور بعض رسالوں میں "**استغفر الله انت ربی وانا عبدک......الخ**" ہے' دوسری قسم کے الفاظ عام نہیں ہیں اس کی وجہ سے دو آدمیوں میں لڑائی ہو رہی ہے' براہ کرم اس کی وضاحت فرمادیں؟

جواب: اسلام کی بنیاد دراصل ان عقائد پر ہے جو ایمان مفصل میں بیان کیے گئے ہیں۔ لہٰذا ان عقائد پر ایمان رکھنا تو مسلمان ہونے کے لیے ضروری ہے۔ اسی طرح کلمہ توحید یا کلمہ شہادت چونکہ اپنے عقائد کا اجمالی اعلان ہے اس لیے یہ ہر مسلمان کو یاد ہونا چاہیے باقی جو کلمات نماز وغیرہ کی کتابوں میں لکھے ہیں انہیں بچوں کی تعلیم کی آسانی کے لیے لکھ دیا گیا ہے ورنہ درحقیقت ان کا وہ مقام نہیں جو کلمہ توحید' کلمہ شہادت یا ایمان مفصل کا ہے۔ اگر یہ کلمات کسی کو یاد نہ ہوں تو اس سے ایمان میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔ البتہ چونکہ ان کلمات کا پڑھنا بہت موجب اجر وثواب ہے اور مسلمانوں کو

ان کا وِرد رکھنا چاہیے اس لیے بچوں کو یہ تمام کلمات سکھا دینے چاہئیں اور کلمہ استغفار میں اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ احادیث میں استغفار کے مختلف صیغے وارد ہوئے ہیں۔ ان میں سے جو صیغہ بھی پڑھ لیا جائے مقصود حاصل ہے کیونکہ معنی کے لحاظ سے کوئی خاص فرق نہیں ہے اور یہ ایسا ہی ہے جیسے درُود شریف کے مختلف صیغے احادیث سے ثابت ہیں۔ لہٰذا اس مسئلے پر لڑائی جھگڑا کرنا انتہائی غلط ہے مسلمانوں کو اس طرح کے نزاعات سے پرہیز کرنا چاہیے۔ واللہ سبحانہ اعلم (فتویٰ نمبر ۲۵۵۳/۲۷و)

(ایمان مجمل اور ایمان مفصل کا ماخذ قرآن کریم کی بعض آیات اور احادیث ہیں جن میں سے ایک حدیث ترمذی (ج:۲ص:۸۵) (طبع مکتبہ فاروقی) میں موجود ہے۔ قال: ان تؤمن باللّٰہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر والقدر خیرہٖ وشرّہٖ' الحدیث' وکذا فی حدیث علیؓ فی الترمذی. اور مشہور شش کلموں کا ماخذ درج ذیل کتب احادیث ہیں۔ ۱۔ کلمہ طیبہ' کنز العمال فصل الشھادتین' (رقم الحدیث:۱۷۴' ج:۱' ص:۵۵) (طبع مؤسسۃ الرسالۃ بیروت) ومشکوٰۃ المصابیح کتاب الایمان' الفصل الاول ج:۱' ص:۱۲' حدیث:۲ (طبع قدیمی کتب خانہ)' کلمہ طیبہ کے الفاظ متفرقاً قرآن کریم میں بھی آئے ہیں۔ تفصیل کیلئے فتاویٰ محمودیہ (ج:۲ص:۴۳) دیکھئے۔ ۲: کلمہ شھادت' الصحیح للبخاری' باب مایتخیر من الدعاء بعد التشھد (ج:۱ص:۱۱۵) (طبع قدیمی کتب خانہ) ۳: کلمہ تمجید: الصحیح لمسلم' باب فضل التھلیل والتسلیم والدعاء (ج:۲ص:۳۴۵) ۴: کلمہ توحید: جامع الترمذی (ج:۲ص:۱۸۰) (طبع میر محمد کتب خانہ) ۵: سیدالاستغفار' الصحیح للبخاری' کتاب الدعوات فی باب افضل الاستغفار (ج:۲ص:۹۳۳) (طبع قدیمی کتب خانہ) ۶: ردّ کفر: مسند احمد (ج:۵ص:۴۵۱) (طبع المکتب الاسلامی بیروت). اس کے علاوہ ان کلمات کے الفاظ متفرقۃ دیگر بے شمار احادیث میں وارد ہوئے ہیں۔ ان کی ترتیب' اسماء' تعداد اور نمبر آسانی کے لیے ہیں۔ درحقیقت ان کلموں کے معانی پر ایمان لانا ضروری اور مطلوب ہے۔ (محمد زبیر) (فتاویٰ عثمانی ج ۱ص ۵۳)

کلمہ طیبہ کے ساتھ (صلی اللہ علیہ وسلم) پڑھنا

سوال: کیا کلمہ طیبہ کے ساتھ (صلی اللہ علیہ وسلم) پڑھنا جائز ہے یا کلمہ طیبہ صرف (لاالٰہ الاّ اللّٰہ محمّد الرّسول اللّٰہ) ہی ہے؟ بندہ کلمہ کے ساتھ زیادتی کی بناء پر (صلی اللہ علیہ وسلم) پڑھنے سے روکتا ہے' صرف اس خدشے سے کہ کلمہ میں اضافہ جائز نہیں ہے' کیا میرا یہ روکنا جائز ہے یا ناجائز؟

جواب: کلمہ تو (لاالٰہ الاّ اللّٰہ محمّد الرّسول اللّٰہ) ہی ہے لیکن چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی جب بھی لیا جائے تو اس پر درُود شریف پڑھنا احادیث سے ثابت ہے۔ اس

لیے اگر کلمہ کے بعد (صلی اللہ علیہ وسلم) پڑھ دیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ البتہ اس میں یہ احتیاط کرنی چاہیے کہ (صلی اللہ علیہ وسلم کہتے وقت لہجہ کچھ بدل لیا جائے تا کہ کلمہ پر اضافے کا شبہ نہ ہو۔ واللہ اعلم (فتاویٰ عثمانی ج ۱ ص ۵۳ تا ۵۵)

کلمہ طیبہ میں اضافہ کرنے والے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص کلمہ طیبہ شریف یعنی (لآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ محمّد الرّسول اللّٰہ) میں زیادتی کرے۔ یعنی علی ولی اللہ وصی رسول اللہ وغیرہ کلمات بڑھائے ایسا شخص مسلمان ہے یا کافر ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں فتویٰ جاری فرمادیں؟

جواب: ایسا شخص گمراہ اور بے دین ہے توبہ اور استغفار اس پر لازم ہے اور کافر نہیں فقط والسلام واللہ اعلم۔ (فتاویٰ مفتی محمود ج ۱ ص ۲۰۹)

قرآن پر ایمان کا مطلب

سوال: جب قرآن شریف پر میرا ایمان ہے تو پھر پورے قرآن مجید کو مکمل یا جزوی طور سے انکار کرنے سے یا قرآن شریف کے جزوی حصہ کو مکمل طور سے یا جزوی طور سے انکار کرنے پر کیا فتویٰ ہوگا؟ خواہ وہ انکار زبان سے ہو یا دیگر اعضاء سے؟

جواب: حامداً ومصلیاً: قرآن پاک کی مکمل طور پر تصدیق لازم ہے۔ اگر پورے قرآن یا اس کے کسی جز (آیت) کے متعلق یہ عقیدہ ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ نہیں ہے تو ایمان باقی نہیں رہے گا اور اگر عملی کوتاہی ہوگی تو اس سے کفر کا حکم نہیں لگے گا۔ نفس ایمان اس سے مضمحل اور کمزور تو ہو جاتا ہے مگر تصدیق قلبی جب تک باقی ہے ختم نہیں ہوتا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱ ص ۸۷)

ایمان کی تعریف اور کفر کی تقسیم

سوال: ایمان وکفر کی تعریف کیا ہے؟ اور کفر کی کتنی اقسام ہیں؟

جواب: ایمان کی تعریف یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی تصدیق کرنا اور اس پر ایمان نہ لانا کفر ہے' کفر کی چار اقسام ہیں۔ اول یہ کہ جہالت کی وجہ سے کفر کرے یعنی دعویٰ نبوت میں آپ کو کاذب سمجھ کر آپ کی تکذیب کرے' جیسے کفر ابی جہل' دوسرا کفر عناد و جحو د یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوت کو سچا سمجھتے ہوئے پھر جھٹلائے' جیسے کفر اہل کتاب' تیسرے کفر شک جیسا کہ اکثر منافقین کا کفر تھا۔ چوتھا کفر تاویلی یعنی ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی

غلط تاویل کر کے ...... یا ازروئے تقیہ یا بنابر مصالحہ محمول کر کے کافر ہو گئے۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ج:۱ص:۳۵) ''قسمیں کفر کی خواہ کتنی ہوں حکم سب کا ایک ہے'' (م۔ع)

فاسق اور زندیق کی تعریف

سوال: فاسق کس کو کہتے ہیں؟ اور زندیق کس کو کہتے ہیں؟

جواب: فاسق وہ ہے جو کبیرہ گناہ کرے' زندیق وہ ہے جو کفر کے کام کرے اور پھر جب اس پر گرفت کی جائے تو یا تو تاویل کرے یا توبہ کرے مگر پھر ویسے ہی کام کرتے رہے اس لیے کہ اس کے دل میں کفر ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج:۱۳' ص ۴۰۳)

شرک کی تعریف اور اس کی قسمیں

سوال: وہ شرک جس کے بارے میں ''اِنَّ اللّٰہَ لَایَغْفِرُ'' وارد ہے اس کی کیا حقیقت ہے؟ آیا شرک کا کوئی مرتبہ ایسا بھی ہے جو منافی نجات نہ ہو؟ یا بعض کو شریک کرنا منافی نجات ہو اور بعض کو شریک کرنا منافی نجات نہ ہو؟ مثلاً ایک تو بزرگوں کی قبروں پر خاص اعتقاد سے سجدہ کرنا یا ان پر حلوہ' مالیدہ شیرینی چڑھانا' دوسرے پیپل کے درخت کو اسی نیت سے سجدہ کرنا تو کیا یہ ہوسکتا ہے کہ ان بزرگوں کو سجدہ وغیرہ کرنا شرک نہ ہو اور پیپل وغیرہ کے ساتھ وہی برتاؤ کرنا شرک ہو اور منافی نجات ہو' اور اگر تقسیم یہ نہیں ہے تو کیا بات ہے کہ بزرگوں اور تعزیہ وغیرہ کو سجدہ کرنے والوں کے شرک کو منافی نجات نہ کہا جائے حالانکہ مشرکین مکہ بھی بتوں کو قرب الی اللہ کا وسیلہ جانتے تھے؟

جواب: وہ شرک جس پر ہمیشہ جہنم میں رہنے کی وعید ہے' اس کی تعریف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو الوہیت ''ذات وصفات میں'' کسی کو شریک کرنا' پس اب جاننا چاہیے کہ مشرکین عرب جو بتوں کی عبادت کیا کرتے تھے اور قبر پرست جو قبروں یا تعزیوں کو سجدہ کرتے ہیں' دونوں میں فرق ہے' مشرکین عرب ان کو معبود ہونے میں شریک کرتے تھے اور زبان سے اس کا اظہار کرتے تھے۔ ''دَلَّ عَلَیْہِ قَوْلُہٗ تَعَالٰی وَیَجْعَلُوْنَ لَہٗ اَنْدَادًا'' اور اگرچہ وہ اس میں تاویل کرتے تھے مگر اسی کے ساتھ کلمہ توحید سے متوحش بھی ہوتے تھے اور کہتے تھے ''اَجَعَلَ الْاٰلِھَۃَ اِلٰھًا وَّاحِدًا''؟ اور قبر پرست یا تعزیہ پرست ایسے نہیں ہیں نہ وہ کلمہ توحید کے منکر ہیں' نہ اس سے وحشت کھاتے ہیں بلکہ خدا تعالیٰ کو معبود اور اپنے کو مسلمان کہتے ہیں۔ پس دونوں میں فرق یہ ہے کہ قبر پرستوں وغیرہ کا شرک عملی ہے۔ جب تک کہ وہ اپنے کو مسلم موحد کہتے رہیں اور ہنود کا شرک اعتقادی و عملی دونوں سے مرکب ہے۔ یہ بھی سمجھنا چاہیے

کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا مطلقاً شرک نہیں بلکہ بعض صورتوں میں شرک کی علامت ہے' باقی قبروں اور تعزیوں کو سجدہ کرنا یہ شریعت کو جھٹلانے کی علامت نہیں کیونکہ کفار میں ان کی عبادت رائج نہیں۔ ہاں جس چیز کی عبادت کفار میں رائج ہے اس کو سجدہ کرنا قضاءً حکم کفر کو مستلزم ہوگا اور دیانتاً اگر تصدیق وایمان قلبی میں خلل نہ ہو عنداللہ مومن ہوگا۔ علامہ ابن تیمیہ نے صراط مستقیم میں تعظیم قبور اور سجدہ قبور کے متعلق سخت تہدیدی کلام فرمایا ہے مگر ان لوگوں کو کافر ومشرک نہیں کہا جو اس میں مبتلا ہیں۔ ہاں مشرکین کے مشابہ ضرور کہا۔ نیز حدیث میں ہے: "لَعَنَ اللّٰهُ اَقْوَامًا اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ' وَاَللّٰهُمَّ لَاتَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا يُّعْبَدُ......الخ" مگر اس سے فقہاء نے سجدہ قبر کی حرمت ہی نکالی' کسی نے ساجد قبر کو محض سجدے کی وجہ سے کافر نہیں کہا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲: ص ۸۱)

مسلمان بننے کیلئے کیا کیا چیزیں ضروری ہیں؟

سوال: کیا مسلمان بننے کے لیے صرف کلمہ طیبہ زبان سے پڑھ لینا کافی ہے یا ساتوں کلموں کا پڑھنا ہوگا؟ جو بھی صورت ہو اس پر جسمانی اعضاء مثلاً ہاتھ' پاؤں' دل' دماغ' آنکھ' کان سے عمل کرنا ہوگا یا نہیں؟

جواب: حدیث شریف میں ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ ان میں سے ایک توحید ورسالت کی شہادت ہے۔ صرف زبان سے پڑھ لینا کافی نہیں' جب تک دل میں بھی تصدیق نہ ہو۔ دوسری چیز نماز قائم کرنا' زکوٰۃ دینا' رمضان کے روزے رکھنا' حج کرنا' ان پانچوں میں جس قدر استحکام واخلاص ہوگا اسی قدر بنیاد اسلام کامل ہوگی۔ اس کے علاوہ بہت سی چیزیں تکمیل اسلام کے لیے بیان فرمائی گئی ہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج: ۱۰' ص: ۵۵)

کفریہ عقائد واعمال

سوال: زید ایک فوجی افسر ہے' تصویر کھینچنے کا آلہ رکھا ہے جس سے بہت سے لوگوں کے گھر اور اپنا فوٹو اور تصویروں سے بھر دیا ہے۔ نیز تصویروں کو جائز بتا کر مسلمانوں کو گمراہ بھی کرتا ہے' گراموفون سے عشقیہ غزلیں مع اہل خانہ کے سنتا ہے' زکوٰۃ کے معاملہ میں بہت زیادہ بخیل ہے' بہو بیٹیاں لیڈی فیشن قمیص پہنتی ہیں' ایک زید کا بیٹا ہے جس نے بی اے کی ڈگری حاصل کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں اسلام پر بیسیوں نکتہ چینیاں کر سکتا ہوں' کہتا ہے کہ تمام مذاہب حق ہیں' کوئی قریب کوئی بعید راہ سے خدا تک پہنچتے ہیں' خود زید سفید داڑھی ہر صبح جڑ سے مونڈھتا ہے' امام مسجد سے اپنی حمد چاہتا ہے' وعدہ خلافی' جھوٹی شہادتیں' تکبر اس کا خاصہ ہے اور اس طرح کی بہت سی برائیاں ہیں' ایسے شخص سے ترک موالات ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: ایسا شخص نہایت خطرناک ہے' اہل اسلام کو اس سے دور رہنا لازم ہے ورنہ اس کے زہریلے اثرات سے ایمان کا خطرہ ہے' دین اسلام کے علاوہ آج کوئی دین حق موجود نہیں' نجات صرف دین اسلام میں منحصر ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۰: ص ۵۵)

ایمان واسلام میں فرق

سوال: مومن اور مسلم میں اہل سنت کے نزدیک کوئی فرق ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو یوں لکھنا کہ امیر المسلمین صدیق اکبر اور امیر المسلمین فاروق اعظم اس میں کوئی حرج ہے یا نہیں؟

جواب: اسلام اور ایمان میں باعتبار حقیقت کے فرق ہے۔ اگرچہ درجہ کمال میں پہنچنے کے بعد یہ باہم برابر درجہ کے ہیں لیکن چونکہ امیر المومنین ایک خالص مذہبی اور شرعی منصب پر فائز ہونے والے شخص کا نام اور لقب ہے۔ لہٰذا اس میں کسی قسم کے تصرف کی اجازت نہیں دی جاسکتی کہ اسے امیر المومنین سے بدل دیا جائے۔ (خیر الفتاویٰ ج ۱: ص ۱۴۹) اور ''تبدیلی کی ضرورت کیوں پیش آئی'' (مع)

کون کون سی باتوں سے کفر وشرک عائد ہوتا ہے

سوال: انسان پر کون کون سی باتوں سے کفر وشرک عائد ہوتا ہے اور ایسی صورت میں اس کا تدارک کیا ہے؟

جواب: غیر اللہ کی عبادت کرنے اور اس کو حاجت روا سمجھنے یا کسی مخلوق میں خدا کی صفات ثابت کرنے سے شرک لازم آتا ہے اور اس کا علاج توبہ ہے۔ (کفایت المفتی ج ۱: ص ۲۴) ''جیسا گناہ ویسی توبہ ہونی چاہیے'' (مع)

اگر کلمہ کفر کا علم نہ ہو تو؟

سوال: جو شخص کفر کا کلمہ کہتا ہے اور یہ نہیں جانتا کہ کفر کا کلمہ ہے یا نہیں تو وہ شخص کافر ہے یا نہیں؟

جواب: ایسے شخص کے کفر میں علماء کا اختلاف ہے اور اس مسئلہ کی روایتیں ''خزانۃ الروایات'' میں مذکور ہیں۔ ایسے شخص کو اس قول سے توبہ واستغفار کرنا چاہیے۔ (فتاویٰ عزیزی ج ۱: ص ۳۱) ''اور احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ نکاح کی بھی تجدید کرلی جائے۔'' (مع)

انکار مذہب

سوال: ہمارے یہاں ایک صاحب ہیں جو معمولی اردو لکھنا پڑھنا بھی جانتے ہیں' ان کا عقیدہ ہے کہ مذہب ایک ڈھونگ ہے اور کوئی چیز نہیں' اچھے اعمال پر جنت کی بشارت اور برے اعمال پر جہنم کی وعیدیں بیکار اور دل بہلانے کی باتیں ہیں؟

جواب: ایسا عقیدہ قرآن پاک' حدیث شریف' اجماع اُمت سب کے خلاف ہے۔ایسے شخص کو کسی صاحب نسبت جامع عالم کے پاس لے جائیں کہ وہ عالم اس کو دین و اسلام کی بنیاد بتا کر مسلمان کریں ا:راس کے شکوک وشبہات کا جواب دیں۔(فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۱۰۷)

فکرولی اللّٰہی تحریک کا حکم

بعد از سلام عرض ہے کہ ہم خیرت سے ہیں اور خداوند کریم سے آپ کی خیریت نیک مطلوب چاہتے ہیں۔

بعد از سلام عرض ہے کہ میں نے ایک عرض نامہ پہلے بھی بھیجا ہے لیکن اس خط کا جواب ابھی تک نہیں ملا۔عرض یہ ہے کہ ہم تنظیم فکرولی اللّٰہی کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہیں کہ اس فتویٰ کی حقیقت کیا ہے جو اس خط کے نیچے ہے اور ہم نے مولانا شیخ الحدیث معز الحق کو عریضہ لکھا' انہوں نے یہ باتیں ہمیں لکھ کر دی ہیں۔ہم نے یہاں کے مفتی رشید احمد صاحب کو کہا' انہوں نے کہا کہ علمائے کرام مشاورت عظمیٰ اور مفتیان صاحبان کے مشورے کے بعد بتائیں گے۔یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ چونکہ اس تنظیم کا گڑھ ہمارے نوشہرہ میں مسجد درزیاں ہے اور اس کا امام بھی یہاں مقرر ہو گیا ہے۔ہمیں بتائیں کہ ان کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ اور یہ کیسے لوگ ہیں؟ اور ان سے کیسا برتاؤ کرنا چاہیے؟

مزاج گرامی!

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

عرض یہ ہے کہ گزشتہ زمانے میں ہمارے مدرسے میں ایک عالم مسمی مولوی خالد محمود جو اپنے آپ کو تنظیم فکرولی اللّٰہی کی طرف منسوب کرتا ہے' شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ کا ترجمان بتلاتا ہے' حسب ذیل نوعیت کی باتیں کرتا رہتا ہے:

۱۔مقصود اصلی قیام خلافت ہے جب تک خلافت کا قیام نہ ہو اس وقت تک ایمان' اعمال' عبادات سب کچھ بیکار ہیں۔

۲۔مقصود اصلی اتباع رسالت میں مقصد بعثت خصوصاً "هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ" کے بموجب سپر پاورز کے خاتمے کو سمجھنا ہے۔باقی انفرادی عادات واطوار' وضع قطع' نشست و برخاست میں اتباع رسالت بے کار ہے' اس کا چنداں فائدہ نہیں۔

۳۔اعمال' نماز روزہ' حج' زکوٰۃ سے مقصود ہمہ جہتی تربیت فرد و معاشرہ ہے لیکن زیادہ زور اجتماعی' سیاسی اور حکومتی ذمہ داریوں کو سنبھالنے کی تربیت پر ہے۔اگر ان اعمال کا صرف روحانی

حلقہ اثر تسلیم کیا جائے تو باقی مذاہب کی عبادات سے اسلامی عبادات کا تفوق کیسے ثابت کیا جائے؟ کیونکہ روحانی اثرات تو یوگ (Mysticism) اور تصوف واحسان وسلوک کے ایک جیسے ہیں۔

۴۔ جزاء وسزا کا یہ تصور صرف متوسط اذہان کے لیے قابل قبول ہے' اعلیٰ اذہان کے لیے قابل فہم اور لائق قبول نہیں۔

۵۔ قرآن' مولویوں کے سلوک کے نتیجے میں بازیچہ اطفال بن گیا ہے' ماسوائے تعلیم الفاظ و معانی' آگے کوئی تعلیم وتربیت نہیں' ذہن سازی نہیں' جب نظام قرآنی نہ ہو تو صرف الفاظ کے رٹنے کا کیا فائدہ؟ چنانچہ حفظ قرآن ضیاع وقت ہے۔

۶۔ علمائے عصر چونکہ عصر حاضر کے تقاضوں سے ناواقف ہیں لہٰذا بقول امام محمدؒ (من لم یعرف احوال زمانہ فھو جاھل) جاہل ہیں۔ مدارس کے اندر تو ان کا حلقہ اثر وارادت بڑا وسیع ہے لیکن مدرسہ سے باہر بینک کے چوکیدار اور بس کے ایک معمولی سے ڈرائیور پر بھی ان کا بس نہیں چلتا۔ چنانچہ ان علماء کا معاشرے میں کوئی قابل قدر کردار نہیں' یہ علماء معاشرے کا عضو معطل ہیں۔

۷۔ جنت کا عام ومعروف تصور کم فہمی کا نتیجہ ہے' اصل میں جنت دنیا کا مستقبل ہے' دنیا اس کی اساس ہے۔ چنانچہ جس پودے کا بیج کمزور ہو وہ پودا طاقت ور نہیں بن سکتا جو دنیا میں دکھ درد' تکالیف ومصائب اور غربت وکسمپرسی میں گھرا ہوا ہو وہ آخرت میں کامیاب وخوشحال کیسے کہلا سکتا ہے؟

۸۔ جنت سے متعلق عام احادیث محض خوش فہمی ہیں' جب بندہ کچھ نہ کر سکے تو پھر لازماً اسے جنت کا انتظار کرنا ہی پڑے گا۔ ''کافر کو ملے حور وقصور اور مؤمن کو فقط وعدہ حور''

۹۔ امام مہدی کا تصور وعقیدہ بھی محض مردہ قوموں کا تخیل ہے۔

۱۰۔ یاجوج وماجوج چینی اور روسی عوام ہیں' ان سے متعلق معروف تصور ٹھیک نہیں۔

۱۱۔ داڑھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بشری عادت ہی تو تھی' اتنی اہمیت کیوں دی جاتی ہے؟

۱۲۔ علمائے عصر کی پاکستانی تنظیمیں امریکی مفادات کے تحفظ کے لیے استعمال ہو رہی ہیں۔

۱۳۔ تبلیغی جماعت کی محنت کے نتیجے میں جو اسلام دنیا میں آئے گا اس پر چھاپ امریکی اور یورپی ہوگی اور یوں مغربی دنیا اس کا سہارا لے کر اپنے معاشی' سیاسی' سامراجی اہداف حاصل کرے گی۔

۱۴۔ جہاد افغانستان میں امریکہ نے غریب اور سادہ لوح مولویوں کو جہاد کا پُرفریب اور خوش کن جھانسہ دے کر اسلام کو اپنے مفادات کے لیے استعمال کیا ہے۔

۱۵۔ موجودہ اسلامی تصور امریکی خواہش کے زیر اثر پنپ چکا ہے حالانکہ اگر مسلمان روس کا

ساتھ دیتے تو روس ان کے لیے نسبتاً زیادہ دور رہتا لیکن مسلمان ہمیشہ جذباتی رہا، مسلم جماعتوں کا جھکاؤ امریکہ کی جانب ہی رہا۔

١٦۔ تقدیر کا موجودہ اور معروف تصور بھی غلط ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسے پرانی وسابقہ حالت پر رکھے چھوڑا کیونکہ ابتدائی اسلامیوں (صحابہؓ) میں اسے سمجھنے کی استعداد نہ تھی۔ لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسئلے کو نہ چھیڑ کر عمل کی طاقت کی بناء پر انقلاب کی راہیں ہموار کیں۔

١٧۔ تھانوی لائن کے علماء ہمیشہ حکومتی خواہشات کے لیے استعمال ہوتے رہے، نتیجتاً انہیں سرکار کی جانب سے نوازا جاتا رہا اور مدنی لائن کے علماء کو اپنے حریت پسند جذبات کی بناء پر ہمیشہ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں۔

١٨۔ "اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِیٰمًا" (الآیۃ) اور "من الذنوب ذنوب لا یکفرھا الا الھم فی المعیشۃ" (الحدیث) جیسے استدلالات سے عموماً یہ باور کرایا جاتا ہے کہ جب تک معاشی مساوات نہ ہو معاشرے کی اصلاح نہیں ہو سکتی، قبض و بسط کی تشریح بھی مختلف انداز سے کرتا ہے۔

١٩۔ ذاتی ملکیت کا ایک حد تک جواز ہے لیکن انقلاب کی راہیں ہموار کرے۔ تو وقت ذاتی ملکیت ثابت نہیں ہو سکتی کیونکہ ابتداء حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مال و اسباب اپنی ذات سے زیادہ راہ انقلاب میں خرچ ہوتا رہا۔

٢٠۔ خمینی انقلاب اُمت مسلمہ کے لیے خوش آئند ہے۔

٢١۔ طالبان افغانستان سادہ لوح لوگ ہیں، یہ حکومتی مزاج سے ناواقف ہیں، حکومت چلانا ان کے بس کی بات نہیں، مسائل حاضرہ اور موجودہ تعلیم سے یہ ناواقف ہیں، فرمائیے ان عقائد کی حامل "تحریک فکر ولی اللہی" کا کیا حکم ہے؟

جواب: فکر ولی اللہی محض ایک دھوکہ ہے۔ عام طور پر یہ لوگ حضرت شاہ صاحبؒ کے نام کی آڑ میں اشتراکی نظریات کا پرچار کر رہے ہیں۔ واللہ اعلم (فتاویٰ عثمانی)

"گروپ آف لبرل مسلمز تحریک" کے قیام پر حضرت والا دامت برکاتہم کی رائے

سوال: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دُعائے صحت، درازیٔ عمر اور بلندیٔ ایمان کے ساتھ جناب والا کی خدمت عالیہ میں مؤدبانہ

عرض ہے کہ قیام وطن عزیز کے مقاصد کی تکمیل باون سالوں میں بھی نہ ہونے کا اصل سبب ہماری تعلیمات قرآن کریم سے عدم توجہی' غفلت اور کوتاہی ہے۔ اگرچہ ہر سابق حکومت نے اسلام کے نام پر قوم کو فریب دیا لیکن قرآنی تعلیمات سے ناآشنائی اور عدم توجہی ہمارے مذہبی رہنماؤں کی کوتاہی اور غفلت بھی ہے جو بنیادی حقیقت ہے۔ یہی ہماری باہمی نفرتوں اور اختلافات کا اصل سبب بھی ہے۔ الحمدللہ نوجوان نسل میں پیار اور اُنسیت اُجاگر کرنے' نفرتوں کو مٹانے' نیز وحدت اسلامی کے نیک مقاصد کی تکمیل کے لیے ''گروپ آف لبرل مسلمز'' کا قیام وجود میں آیا ہے۔

ہمارا مقصد سوائے اصلاح کے کچھ نہیں' ایک معتدل معاشرہ اور اخوت اسلامی کو اُجاگر کرنے اور فہم قرآن کریم نوجوان نسل خاص کر حفاظ مسلمان بنات اور شبان کو معانی قرآن کریم سیکھنے کی دعوت اور اس پر عمل کی ترغیب ہمارا مقصد ہے کیونکہ ذہنی انقلاب اور اسلامی تعلیمات سے آگاہی کے بغیر نفاذ اسلام کی عملی صورت نظر نہیں آتی۔ مشن کی کامیابی کے لیے دُعا کی درخواست ہے' عقیدت واحترام کے ساتھ! جواب کا انتظار رہے گا۔

جواب: جس مقصد کے لیے آپ نے یہ تنظیم قائم کی ہے وہ بڑا مبارک ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی رضا کے مطابق ملک وملت کی خدمت کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

البتہ ایک گزارش یہ ہے کہ آپ نے اپنے نام میں ''لبرل'' (Liberal) کا جو اضافہ کیا ہے اسکے بارے میں یہ طے کر لینا چاہیے کہ اسکا کیا مقصد ہے؟ اور کن لوگوں کو اس لفظ کے ذریعے Exclude (خارج) کرنا مقصود ہے۔ اس سوال کا صحیح جواب متعین کرنے سے پہلے یورپ کے لبرل ازم کی تاریخ کا مطالعہ بھی مفید ہوگا کہ اس لبرل ازم کی تحریک وجود میں آنے کے کیا اسباب تھے؟ کیا وہ اسباب ہمارے یہاں موجود ہیں؟ دوسرے اس لبرل ازم کے کیا نتائج نکلے؟ اور کیا وہ نتائج ہمیں بھی مطلوب ہیں؟ (فتاویٰ عثمانی جلد ۱ص ۹۳ تا ۹۶)

اسلامی سوشلزم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میں زید ایک ایسی جماعت سے تعلق رکھتا ہے جو کہ اسلامی سوشلزم یعنی اسلامی مساوات چاہتی ہے' مساوات سے مراد یہ کہ غریب انسان اور عوام کو روٹی وغیرہ اور اپنا اپنا حق اسلام کی روشنی میں ملے۔ جماعت کا ہر فرد اور زید بھی خدا' رسول' یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے' کچھ علماء دین نے اسلامی سوشلزم چاہنے والوں کو کافر مرتد قرار دیا ہے' کچھ علماء دین نے اسلامی مساوات کو جائز قرار دیا ہے اور کچھ علماء نے اس کی مخالفت کی ہے۔ ان دونوں علماء دین میں سے کون حق پر ہیں' میں کس کی بات تسلیم کروں؟

جواب: کسی مسلم فرد یا مسلم جماعت کو کافر یا مرتد قرار دینا بڑی ذمہ داری کی بات ہے۔ جب تک نصوص قطعیہ سے اس کا کفر ثابت نہ ہو اس پر اقدام نہیں کیا جا سکتا۔ آپ نے دریافت کیا ہے کہ ان دونوں علماء دین میں سے کون حق پر ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ دونوں علماء دین کی وہ مکمل تحریرات یہاں بھیجیں اُن کو دیکھ کر معلوم ہو سکے گا کہ کس کے دلائل کس درجہ کے ہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ا ص ۱۰۱)

''اسلامی سوشلزم'' سے کیا مراد ہے؟ اور اس کی شرعی حیثیت

سوال: اسلامی سوشلزم کیا ہے؟ اور کیا موجودہ حالات میں اس کو قبول کرنا ہمارے لیے دُرست ہے؟ (قاضی نذیر احمد سونڈا ضلع ٹھٹھہ)

جواب: کچھ عرصے سے ہمارے معاشرے میں یہ وبا چل نکلی ہے کہ مغرب سے آئے ہوئے ہر غلط یا صحیح نظریے کے ساتھ صرف ''اسلامی'' کا نام لگا کر اسے بزعم خود ''مشرف بہ اسلام'' کر لیا جاتا ہے' پھر اس کی تبلیغ شروع کر دی جاتی ہے۔ اسلامی سوشلزم کا نعرہ بھی ایسا ہی ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام اور سوشلزم زندگی کے دو بالکل مختلف نظام ہیں جن میں مطابقت ممکن نہیں' سوشلزم درحقیقت سرمایہ دارانہ نظام کی ہلاکت آفرینیوں کا ایک جذباتی رد عمل ہے جو بجائے خود اتنا ہی مضر اور خطرناک ہے جتنا سرمایہ دارانہ نظام' سوشلزم کی بنیاد انفرادی ملکیت کے انکار پر ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام میں غریبوں کے خون چوسنے کا جو ظالمانہ کھیل کھیلا گیا اس سے متاثر ہو کر سوشلزم کے علم برداروں نے انفرادی ملکیت کا سرے سے انکار کر دیا حالانکہ اس کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہ ہو سکا کہ چھوٹے چھوٹے سرمایہ دار ختم ہو گئے اور ان سب کی جگہ ایک بڑا سرمایہ دار وجود میں آ گیا جو پورے استبداد کے ساتھ دولت کے ایک بڑے ذخیرے سے کھیلتا ہے' رہا بیچارا مزدور سو وہ سوشلزم میں بھی اتنا ہی بے بس ہے جتنا سرمایہ داری میں تھا۔

اسلامی نقطہ نظر سے سرمایہ داری کی خرابیوں کا علاج انفرادی ملکیت کا خاتمہ نہیں ہے بلکہ انفرادی ملکیت کی خود غرضی اور بے لگامی کو ختم کرنا ہے۔ چنانچہ اسلام میں انفرادی ملکیت کو تسلیم کیا گیا ہے لیکن سود کی حرمت اور زکوٰۃ' صدقات' نفقات' کفارات' عشر و خراج اور وراثت وغیرہ کے احکام کے ذریعے اس نے اس ملکیت کو حدود کا پابند بنا دیا ہے۔

اس سے واضح ہو گیا کہ سوشلزم کی بنیاد جس نظریئے پر قائم ہے اسلام اس بنیاد ہی کو تسلیم نہیں کرتا اس لیے دونوں میں نظریاتی مصالحت کا کوئی امکان نہیں' اسلام سوشلزم نہیں بن سکتا اور سوشلزم اسلام نہیں کہلا سکتا۔ لہٰذا ''اسلامی سوشلزم'' کا نعرہ ایک مہمل نعرہ ہے جو دونوں معاشی نظاموں یا کم از کم

اسلامی نظام معیشت سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔ پاکستان میں ہماری ضرورت ''اسلام'' ہے ''سوشلزم'' نہیں۔ واللہ اعلم (یہ فتویٰ ماہنامہ ''البلاغ'' کے شمارہ ذیقعدہ ۱۳۸۷ھ سے لیا گیا۔ (مرتب)

کمیونزم

سوال: ہم لوگ کمیونسٹ پارٹی ہیں جو چین و روس میں ہے اور جس کا موجد ''لینن'' اور ''مارکس'' ہیں۔ اس کے موجدین کے کیا کیا اصول وضوابط ہیں' اس پارٹی میں قرآن حکیم اور حدیث کی عظمت و وقار باقی رہ سکتا ہے یا نہیں؟ اسلامی نقطہ نظر سے اس میں فتویٰ عنایت فرمائیں؟

جواب: حامداً ومصلیاً: کمیونزم کی بنیاد ہی اس پر ہے کہ انسان کو مذہب سے لڑایا جائے۔ چنانچہ واٹ کمیونزم از دیب ص ۸۱۲ میں ہے کہ کمیونزم کا ممبر اس شخص کے علاوہ کوئی نہیں بن سکتا جو صدق دل سے صاف صاف اس کا اعلان نہ کردے کہ وہ دُہریہ ہے یعنی منکر خدا ہے۔ یہ کمیونزم کا اجمالی خاکہ ہے جس سے بخوبی واضح ہو گیا کہ اعتقاد کے اعتبار سے بھی وہ صراحتاً اسلام کے خلاف ہے' سیاسی حیثیت سے اس میں شرکت وقتی طور پر اگر مفید بھی نظر آتی ہو پھر بھی دینی حیثیت سے اس کا ضرر واضح ہے۔ ''اس لیے ہرگز ایسی پارٹی میں حصہ نہیں لینا چاہیے۔'' (م'ع) (فتاویٰ محمودیہ ج ا:ص ۱۰۲)

فصل فی الفرق والاحزاب الاسلامية والباطلة والأشخاص المتعلقين بها

مختلف اسلامی وغیر اسلامی فرقوں اور ان سے متعلق شخصیات کے بیان میں

''الھدیٰ انٹرنیشنل'' کے افکار وعقائد کا حکم

سوال: حضرت جناب مفتی صاحب' زیدت معالیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

سائلہ نے اسلام آباد کے ایک ادارے ''الھدیٰ انٹرنیشنل'' سے ایک سالہ ڈپلومہ کورس ان اسلامک سٹڈیز (One Year Diploma Course in I.S) کیا ہے۔ سائلہ اس ادارے میں طلب علم کی جستجو میں گئی تھی اور ان کے خفیہ عقائد سے ناواقف تھی' ایک سالہ کورس کے بعد ان کے عقائد کچھ صحیح معلوم نہ ہوئے تو سوچا کہ علمائے کرام سے فتویٰ طلب کیا جائے تاکہ اُمت مسلمہ کی بیٹیوں تک عقائد صحیحہ کو پہنچا کر ان کو گمراہی سے بچایا جا سکے۔ ہماری استاد اور ''الھدیٰ

انٹرنیشنل'' کی نگران محترمہ ڈاکٹر فرحت ہاشمی صاحبہ کے نظریات کا نچوڑ پیش خدمت ہے؟

۱۔ اجماع اُمت سے ہٹ کر ایک نئی راہ اختیار کرنا

۲۔ غیر مسلم اور اسلام بیزار طاقتوں کے نظریات کی ہم نوائی

۳۔ تلبیس حق و باطل

۴۔ فقہی اختلافات کے ذریعے دین میں شکوک و شبہات پیدا کرنا

۵۔ آسان دین

۶۔ آداب و مستحبات کو نظر انداز کرنا

اب ان بنیادی نکات کی کچھ تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ اجماع اُمت سے ہٹ کر نئی راہ اختیار کرنا

۱۔ قضائے عمری سنت سے ثابت نہیں، صرف توبہ کر لی جائے، قضا ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

۲۔ تین طلاقوں کو ایک شمار کرنا۔

۳۔ نفلی نمازوں، صلوٰۃ التسبیح، رمضان میں طاق راتوں خصوصاً ۲۷ ویں شب میں اجتماعی عبادت کا اہتمام اور خواتین کے جمع ہونے پر زور دینا۔

۲۔ غیر مسلم، اسلام بیزار طاقتوں کے خیالات کی ہم نوائی

۱۔ مولوی (عالم) مدارس اور عربی زبان سے دور رہیں۔

۲۔ علماء دین کو مشکل بناتے ہیں آپس میں لڑتے ہیں، عوام کو فقہی بحثوں میں اُلجھاتے ہیں بلکہ ایک موقع پر تو فرمایا کہ اگر آپ کو کسی مسئلے میں صحیح حدیث نہ ملے تو ضعیف سے لیں لیکن علماء کی بات نہ لیں۔

۳۔ مدارس میں گرامر، زبان سکھانے، فقہی نظریات پڑھانے میں بہت وقت ضائع کیا جاتا ہے، قوم کو عربی زبان سیکھنے کی ضرورت نہیں بلکہ لوگوں کو قرآن صرف ترجمے سے پڑھایا جائے۔

ایک موقع پر کہا (ان مدارس میں جو ۷، ۸ سال کے کورس کرائے جاتے ہیں یہ دین کی روح کو پیدا نہیں کرتے اپنی فقہ کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں) اشارہ درس نظامی کی طرف ہے۔

۴۔ وحید الدین خان کی کتابیں طالب علموں کی تربیت کے لیے بہترین ہیں، نصاب میں بھی شامل ہیں اور سٹالز پر بھی رکھی جاتی ہیں، کسی نے احساس دلایا کہ ان کے بارے میں علماء کی رائے کیا ہے؟ تو کہا: ''حکمت مؤمن کی گمشدہ میراث ہے''۔

۳۔ تلبیس حق و باطل

۱۔ تقلید شرک ہے (لیکن کون سی برحق ہے اور کس وقت غلط ہے؟ یہ کبھی نہیں بتایا)

۲۔ ضعیف حدیث پر عمل کرنا تقریباً ایک جرم بنا کر پیش کیا جاتا ہے (جب بخاری میں صحیح ترین احادیث کا مجموعہ ہے تو ضعیف کیوں قبول کی جائے؟)

۴۔ فقہی اختلافات کے ذریعے دین میں شکوک وشبہات پیدا کرنا

۱۔ اپنا پیغام، مقصد اور متفق علیہ باتوں سے زیادہ زور دوسرے مدارس اور علماء پر طعن و تشنیع

۲۔ ایمان، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج کے بنیادی فرائض، سنتیں، مستحبات، مکروہات سکھانے سے زیادہ اختلافی مسائل میں الجھا دیا گیا۔ (پروپیگنڈا ہے کہ ہم کسی تعصب کا شکار نہیں اور صحیح حدیث کو پھیلا رہے ہیں)

۳۔ نماز کے اختلافی مسائل رفع یدین، فاتحہ خلف الامام، ایک وتر، عورتوں کو مسجد جانے کی ترغیب، عورتوں کی جماعت، ان سب پر صحیح حدیث کے حوالے سے زور دیا جاتا ہے۔

۴۔ زکوٰۃ میں غلط مسائل بیان کیے جاتے ہیں، خواتین کو تملیک کا کچھ علم نہیں۔

۵۔ آسان دین

۱۔ دین مشکل نہیں، مولویوں نے مشکل بنا دیا ہے، دین کا کوئی مسئلہ کسی بھی امام سے لے لیں، اس طرح بھی ہم دین کے دائرے میں ہی رہتے ہیں۔

۲۔ حدیث میں آتا ہے کہ آسانی پیدا کرو، تنگی نہ کرو لہٰذا جس امام کی رائے آسان معلوم ہو وہ لے لیں۔

۳۔ روزانہ یٰسین پڑھنا صحیح حدیث سے ثابت نہیں، نوافل میں اصل صرف چاشت اور تہجد ہے، اشراق اور اوابین کی کوئی حیثیت نہیں۔

۴۔ دین آسان ہے، بال کٹوانے کی کوئی ممانعت نہیں، اُمہات المؤمنین میں سے ایک کے بال کٹے ہوئے تھے۔

۵۔ دین کی تعلیم کے ساتھ ساتھ پکنک پارٹیاں، اچھا لباس، زیورات کا شوق، محبت "مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ"

۶۔ خواتین دین کو پھیلانے کیلئے گھر سے ضرور نکلیں۔

۷۔ محترم کا اپنا عمل طالب علموں کے لیے حجت ہے، محرم کے بغیر تبلیغی دوروں پر جانا، قیام اللیل کے لیے راتوں کو نکلنا، میڈیا کے ذریعے تبلیغ (ریڈیو، ٹی وی، آڈیو)

۸۔ آداب و مستحبات کی رعایت نہیں، خواتین ناپاکی کی حالت میں بھی قرآن چھوتی ہیں،

آیات پڑھتی ہیں، قرآن کی کلاس میں قرآن کے اوپر نیچے ہونے کا احساس نہیں۔

۶۔ متفرقات

۱۔ قرآن کا ترجمہ پڑھا کر ہر معاملے میں خود اجتہاد کی ترغیب دینا۔

۲۔ قرآن وحدیث کے فہم کے لیے جو اکابر علمائے کرام نے علوم سیکھنے کی شرائط رکھی ہیں ان کو بیکار، جاہلانہ باتیں اور سازش قرار دینا۔

۳۔ کسی فارغ التحصیل طالبہ کے سامنے دین کا کوئی حکم یا مسئلہ رکھا جائے تو اس کا سوال یہ ہوتا ہے کہ یہ صحیح حدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟ ان تمام باتوں کا نتیجہ یہ ہے کہ گلی گلی، محلے محلے ''الہدیٰ'' کی برانچز کھلی ہوئی ہیں اور ہر قسم کی طالبہ خواہ ابھی اس کی تجوید ہی دُرست نہ ہوئی ہو آگے پڑھا رہی ہے اور لوگوں کو مسائل میں بھی اُلجھایا جا رہا ہے۔

گھر کے مردوں کا تعلق عموماً مسجد سے ہے (جہاں نماز کا طریقہ فقہ حنفی کے مطابق ہے) گھر کی عورتیں مردوں سے اُلجھتی ہیں کہ ہمیں مساجد کے مولویوں پر اعتماد نہیں۔

مطلوبہ سوالات

۱۔ مذکورہ بالا تمام مسائل کی شرعی نقطہ نظر سے وضاحت فرما کر مشکور فرمائیں۔

۲۔ محترمہ ڈاکٹر فرحت ہاشمی کے اس طریقہ کار کی شرعی حیثیت، نیز محترمہ کی گلاسگو یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

۳۔ ان کے اس کورس میں شرکت کرنا، لوگوں کو اس کی دعوت دینا اور ان سے تعاون کرنے کی شرعی نقطہ نظر سے وضاحت فرما دیجئے، جزاکم اللہ خیرا احسن الجزاء۔

مستفتیہ مسز سیما افتخار

One Year Diploma Holder From
AL-Huda International Islamabad

جواب: سوال میں جن نظریات کا ذکر کیا گیا ہے خواہ وہ کسی کے بھی نظریات ہوں ان میں سے اکثر غلط ہیں، بعض واضح طور پر گمراہانہ ہیں۔ مثلاً اجماع اُمت کو اہمیت نہ دینا، تقلید کو علی الاطلاق شرک قرار دینا جس کا مطلب یہ ہے کہ چودہ سو سال کی تاریخ میں اُمت مسلمہ کی اکثریت جو آئمہ مجتہدین میں سے کسی کی تقلید کرتی رہی ہے وہ مشرک تھی یا یہ کہنا کہ قضائے عمری فوت شدہ نمازوں کو قضا کرنے کی ضرورت نہیں۔ (قضائے عمری سے متعلق حضرت والا دامت برکاتہم کا

تفصیلی فتویٰ آگے "کتاب الصلوٰۃ" باب قضاء الفوائت" میں ملاحظہ فرمائیں۔ محمد زبیر عفی عنہ)

صرف تو یہ کافی ہے۔ بعض نظریات جمہور اُمت کے خلاف ہیں مثلاً تین طلاقوں کو ایک قرار دینا' بعض بدعت ہیں' مثلاً صلوٰۃ التسبیح کی جماعت یا قیام اللیل کے لیے راتوں کو اہتمام کے ساتھ لوگوں کو نکالنا یا خواتین کو جماعت سے نماز پڑھنے کی ترغیب۔ بعض انتہائی گمراہ کن ہیں' مثلاً: قرآن کریم کو صرف ترجمے سے پڑھ کر پڑھنے والوں کو اجتہاد کی دعوت' یا اس بات پر لوگوں کو آمادہ کرنا کہ وہ جس مذہب میں آسانی پائیں اپنی خواہشات کے مطابق اسے اختیار کرلیں یا کسی کا اپنے عمل کو حجت قرار دینا اور ان میں سے بعض نظریات فتنہ انگیز ہیں' مثلاً علماء وفقہاء سے بدظن کرنا' دینی تعلیم کے جو ادارے اسلامی علوم کی وسیع وعمیق تعلیم کا فریضہ انجام دے رہے ہیں ان کی اہمیت ذہنوں سے کم کرکے مختصر کورس کو علم دین کے لیے کافی سمجھنا' نیز جو مسائل کسی امام مجتہد نے قرآن وحدیث سے اپنے گہرے علم کی بنیاد پر مستنبط کیے ہیں ان کو باطل قرار دے کر اسے قرآن حدیث کے خلاف قرار دینا اور اس پر اصرار کرنا۔

جو شخصیت یا ادارہ مذکورہ بالا نظریات رکھتا ہو اور اس کی تعلیم وتبلیغ کرتا ہو وہ نہ صرف یہ کہ بہت سے گمراہانہ' گمراہ کن یا فتنہ انگیز نظریات کا حامل ہے بلکہ اس سے مسلمانوں کے درمیان افتراق و انتشار پیدا ہونے کا قوی اندیشہ ہے اور اگر کوئی شخص سہولتوں کے لالچ میں اس قسم کی کوششوں سے دین کے قریب آئے گا بھی تو مذکورہ بالا فاسد نظریات کے نتیجے میں وہ گمراہی کا شکار ہوگا۔ لہٰذا جو ادارہ یا شخصیت ان نظریات کی حامل اور مبلغ ہو اور اپنے دروس میں اس قسم کی ذہن سازی کرتی ہو اس کے درس میں شرکت کرنا اور اس کی دعوت دینا ان نظریات کی تائید ہے جو کسی طرح جائز نہیں۔ خواہ اس کے پاس کسی قسم کی ڈگری ہو اور گلاسگو یونیورسٹی کی ڈگری بذات خود اسلامی علوم کے لحاظ سے کوئی قیمت نہیں رکھتی بلکہ غیر مسلم ممالک کی یونیورسٹیوں میں مستشرقین نے اسلامی تحقیق کے نام پر اسلامی احکام میں شکوک وشبہات پیدا کرنے اور دین کی تحریف کا ایک سلسلہ عرصہ دراز سے شروع کیا ہوا ہے۔

ان غیر مسلم مستشرقین نے جنہیں ایمان تک کی توفیق نہیں ہوئی اس قسم کے اکثر ادارے درحقیقت اسلام میں تحریف کرنے والے افراد تیار کرنے کے لیے قائم کیے ہیں اور ان کے نصاب ونظام کو اس انداز سے مرتب کیا ہے کہ اس کے تحت تعلیم حاصل کرنے والے (الا ماشاء اللہ) اکثر و بیشتر دجل وفریب کا شکار ہوکر عالم اسلام میں فتنے برپا کرتے ہیں۔ لہٰذا گلاسگو یونیورسٹی سے اسلامی علوم کی کوئی ڈگری نہ صرف یہ کہ کسی شخص کے مستند عالم ہونے کی کوئی دلیل نہیں بلکہ اس سے

اس کے دینی فہم کے بارے میں شکوک پیدا ہونا بھی بے جا نہیں۔

دوسری طرف بعض اللہ کے بندے ایسے بھی ہیں جنہوں نے ان یونیورسٹیوں سے ڈگریاں حاصل کیں اور عقائد فاسدہ کے زہر سے محفوظ رہے۔ اگرچہ ان کی تعداد کم ہے لہٰذا یہ ڈگری نہ کسی کے مستند عالم ہونے کی علامت ہے اور نہ محض اس ڈگری کی وجہ سے کسی کو مطعون کیا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ اس کے عقائد و اعمال درست ہوں۔

مذکورہ بالا جواب ان نظریات پر مبنی ہے جو سائلہ نے اپنے استفتاء میں ذکر کیے ہیں۔ اب کون شخص ان نظریات کا کس حد تک قائل ہے؟ اس کی ذمہ داری جواب دہندہ پر نہیں ہے۔ (فتاویٰ عثمانی ج ۱ ص ۶۳ تا ۹۰)

فرعون کے ایمان اور کفر کی تحقیق

سوال: فرعون والیٔ مصر نے ڈوبتے وقت کہا "اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ" چنانچہ ابن عربی نے اس کو اپنی تصنیف میں تحریر کیا ہے کہ فرعون نے موت کے وقت اظہار ایمان کیا ہے' کیا عجب ہے کہ وہ ایمان قبول ہو گیا ہو حالانکہ اگلی آیات میں اس کی نفی موجود ہے "آلْاٰنَ وَقَدْ عَصَیْتَ...... الخ" لیکن فلاں بدعتی تقریر کرتے ہیں کہ دونوں آیتیں صرف زجر و توبیخ پر دال ہیں' نہ کہ نفی ایمان پر' براہ کرم جواب دلائل کے ساتھ تحریر فرمائیں؟

جواب: عقائد کی کتابوں میں صراحت ہے کہ نصوص ظواہر پر محمول ہوتے ہیں اور ظاہر ہے کہ جو آیات قرآنیہ فرعون کے بارے میں وارد ہیں اگر ان کو زبان داں عالم کے روبرو جو ابن العربی کے قول سے خالی الذہن ہو پڑھا جائے تو وہ بلا کسی شک و شبہ کے کفر فرعون کے دوام و لزوم پر صریح دلالت سمجھے گا۔ اس بناء پر فرعون کے لیے وہ ہی اعتقاد واجب ہو گا جو کتب عقائد میں مذکور ہے اور علامہ شعرانی نے الیواقیت میں شیخ ابن العربی کا خود اس قول سے رجوع ثابت کیا ہے۔ لہٰذا اس سے رجوع کا قائل ہونا ضروری ہے اور یہ قول کہ یہ آیتیں صرف زجر و توبیخ پر دلالت کرتی ہیں ......الخ' یہ بالکل قواعد شرعیہ قطعیہ کے خلاف ہے کیونکہ جب یہ توبہ عن الکفر تھی اور اسلام کا اثر ہے "اِنَّہٗ یَھْدِمُ مَا کَانَ قَبْلَہٗ" پھر زجر و توبیخ کس بات پر رہی؟ (امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۳۹۰)

اللہ تعالیٰ کی ذات سے متعلق عقیدے

غیر خدا کو رب کہنا کفر ہے یا نہیں؟

سوال: زید نے اپنی تالیف تصوف میں یہ فقرات تحریر کیے "بس طالبان خدا پر واجب ولازم ہے کہ اس رسالہ کو حرز جان بنائیں اور بموجب تحریر رسالہ موصوف عمل پیرا ہو کر اپنے رب مجازی اور حقیقی کی خوشنودی اور قربت حاصل کریں' عمرو کہتا ہے کہ اپنے تیئں رب مجازی کہا جس کی یہاں کوئی تاویل نہیں' لہٰذا کفر کیا۔ خالد کہتا ہے کہ مجاز ضد حقیقت اور ایک قسم کا نقص ہے جو ذات باری کی صفت نہیں ہوسکتا۔ پس غیر خدا کو رب مجازی کہنا جائز ہے اور جو رب مجازی کہنے والے کو کافر کہے اس کی نسبت خود خوف کفر ہے' ہم لوگ عامی ہیں لہٰذا ہدایت کی جائے کہ حق کیا ہے؟ آیا رب مجازی غیر خدا کو کہنا کفر ہے یا نہیں؟ اور اگر کفر نہیں تو جو شخص رب مجازی غیر خدا کو کہنے والے کی تکفیر کرے اس کی اقتدا درست ہے یا نہیں؟

جواب: عربی لغت میں تو لفظ رب کے معنی میں عموم ہے۔ وہاں قرائن کی بناء پر مطلق مربی و مالک کے معنی میں استعمال کی گنجائش ہے مگر اردو میں خاص ہے حق تعالیٰ کے ساتھ۔ اس میں مجازی کی قید ایسی ہے جیسی خدائے مجازی میں حالانکہ فارسی میں لفظ خدا عام ہے۔ جیسے کتخدا یا کسی کو خالق مجازی' یا رازق مجازی کہنا۔ اس بناء پر کہ قرآن میں "اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ' وَخَیْرُ الرَّازِقِیْنَ" آیا ہے مگر ہمارے محاورے میں عام نہیں اس لیے جائز نہیں۔ غرض اس لفظ کا استعمال مخلوق کے لیے جائز نہیں لیکن پھر بھی اس کو کفر نہ کہیں گے' صرف معصیت کہیں گے اور جو کفر کہتا ہے وہ بھی تاویل سے کہتا ہے اس لیے اس کو کفر کہنا بھی کفر نہیں' معصیت ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۶ ص ۱۲۶)

اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے

سوال: ہم میں سے ایک فریق کہتا ہے کہ خدا کسی مقام پر جلوہ فرما نہیں' وہ ہر جگہ موجود ہے اب رہا یہ کہ کیسے؟ اور کس طرح یہ ہمارے ادارک سے باہر ہے؟ دوسرا فریق کہتا ہے کہ حق تعالیٰ عرش معلیٰ پر ہے ان میں کونسا فریق حق پر ہے؟

جواب: مسئلہ نازک ہے اس لیے اس میں بحث بھی جائز نہیں لیکن شوق دیکھ کر عرض کرتا ہوں کہ فریق اول کی مراد اگر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ مثل ہوا کے پھیلا ہوا ہے تب تو غلط ہے کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کا مکانی ہونا لازم آتا ہے۔ اگر یہ مطلب ہے کہ اس کی تجلی جیسی کہ اس کی ذات منزہ کی شان کے زیبا ہے عرش کے ساتھ خاص نہیں سو یہ مسئلہ کسی نقل قطعی الدلالۃ یا کسی دلیل عقلی کے خلاف نہیں۔

اسی طرح فریق ثانی کی اگر یہ مراد ہے کہ عرش حق تعالیٰ کے لیے مکان اور حیز ہے تو اس میں بھی نقص لازم آتا ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ اس کی کچھ خصوصیت عرش کے ساتھ ایسی ہے جو ادراک وفہم سے عالی ہے تو ظاہر نصوص کے موافق ہے باقی اسلم یہی ہے کہ اس میں گفتگو نہ کی جاوے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۶ ص ۲۲)

اللہ تعالیٰ کیلئے چکھنے' چھونے' سونگھنے کی صفت ثابت نہیں

سوال: یہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جمیع اقسام معلومات کے واضح ہیں' پھر کیا بات ہے کہ نصوص میں علم' بصر' وسمع کو تو ان کے لیے ثابت کیا گیا مگر ذوق' لمس' شم کو ثابت نہیں کیا گیا' ایسا کیوں؟

جواب: اصل مدار تو اس کا توقیف ہے لیکن خود اس کی حکمت میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ علم وبصر وسمع سے عرفاً عظمت کی شان سمجھی جاتی ہے اس لیے ان سے نام رکھا گیا' برخلاف ذوق وغیرہ کے کہ ان میں ایک گونہ حاجت اور تلذذ پر دلالت ہے جو ایک قسم کی دنائت ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۶ ص ۱۱۷)

اللہ تعالیٰ کا احاطہ علمی ہے یا ذاتی؟

سوال: مجدد الف ثانی مکتوب نمبر ۱۳ میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا احاطہ اور اس کا قرب علمی ہے اور آپ نے التہذیب نمبر ۴ میں لکھا ہے کہ رحمت ہم کو خود محیط ہو رہی ہے اس لیے کہ ارشاد ہے: "اَلَا اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ" جب احاطہ ذاتی ہے تو رحمت لازم ذات ہے اس لیے وہ بھی محیط ہوگی' ان دونوں میں سے کون سا قول راجح ہے؟

جواب: جمہور کا قول وہی ہے جو حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا لیکن تفسیر مظہری میں حضرت قاضی صاحب نے "کہ وہ بھی مجدد ہی ہیں" حضرات صوفیہ رحمۃ اللہ علیہم کا قول احاطہ ذاتی لکھا ہے چونکہ نصوص بعض اول میں ظاہر ہیں اور بعض ثانی میں اور ہر نص میں دوسرے کے موافق تاویل ہو سکتی ہے لہٰذا ہر قول میں گنجائش ہے۔

میرے نزدیک جن حضرات نے احاطہ ذاتی کی نفی کی ہے' غالباً ان کا مقصود تجسیم کی نفی کرنا ہے۔ یعنی احاطہ ذاتی سے متبادر محیط ومحاط کا اتصال حسی ہے جو کہ عامہ کے نزدیک احاطہ ذاتی کے لوازم سے ہے۔ پس اصل مقصود لازم کی نفی ہے اور اس کے لیے ملزوم کی نفی کر دی جاتی ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۶ ص ۵۹)

ارادہ ورضا کے متعلق ایک تحقیق

سوال: میری غفلت سے "یعنی ولادت کے وقت واقف کار میم متعین کرنے کے بجائے عام دایہ کو بلانے کی وجہ سے" ایک نومولود "بچہ" کی جان تلف ہوگئی' اب مجھ سے سب عورتیں کہتی

ہیں کہ مرضی خدا یوں ہی تھی لیکن میں ایسا نہیں کہتا' بچہ نہایت تندرست' نو ماہ تک اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے رحم مادر میں رکھا تو کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ ان کی مرضی یہی تھی' میں بچہ کا ضائع ہونا اپنی غفلت پر محمول کرتا ہوں اور یہ میرا عقیدہ ہے اگر اس میں غلطی ہو تو اصلاح فرما دیں؟

جواب: تین چیزیں الگ الگ ہیں' علم' ارادہ' مرضی' علم الٰہی کا تعلق سب سے وسیع ہے' یعنی موجودات و معدومات سب احاطہ علمی کے اندر داخل ہیں' خواہ حسن ہوں یا قبیح اور اس سے ذات پاک میں کوئی الزام نہیں آ سکتا اور سب سے کم وسعت مرضی اور خوشنودی کو ہے کہ صرف اچھے امور سے متعلق ہے' شر اور قبیح سے اس کا کوئی تعلق نہیں' اب رہ گیا ارادہ جس کی حقیقت یہ ہے کہ دونوں چیزیں جو قدرت کے اعتبار سے یکساں تھیں ان میں سے ایک کو پورا کرنا یہ بین بین ہے۔ یعنی اس میں نہ علم کی سی وسعت ہے اور نہ رضا کی سی تنگی بلکہ وسعت میں علم سے کم ہے اور رضا سے زیادہ۔ پس خلاصہ یہ ٹھہرا کہ علم تو اللہ تعالیٰ کو سب چیزوں کا ہے' خواہ موجود ہوں یا معدوم' پھر چیزوں کی ایجاد و اعدام پر برابر قدرت ہے' ان میں ایک کو اپنے ارادہ سے ترجیح دے دیتے ہیں' اسی کے موافق وہ واقع ہو جاتا ہے' خواہ اچھا ہو یا برا' ہمارے اعتبار سے ہے اور چونکہ اس میں بہت سی پوشیدہ حکمتیں ہیں جن تک ہماری رسائی نہیں ہو سکتی ہے۔ اس اعتبار سے بالکل بری کوئی چیز نہیں پھر ان ممکنات میں سے جو بندے کے اختیار میں ہیں اور پھر ان میں سے جو امور حسن ہیں ان کے ساتھ اپنی رضا کو متعلق فرما دیتے ہیں۔ پس یہی قصہ جو واقع ہوا یہ یقینی بات ہے کہ علم خداوندی اس کے ساتھ متعلق تھا اور یہ بھی یقینی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے یہ واقع ہوا اور یہ بھی یقینی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی اختیاری بے احتیاطی کو پسند نہیں فرماتے' پس یہ کہنا کہ مرضی الٰہی یوں ہی تھی' اگر مرضی بمعنی ارادہ ہے جیسا کہ کم علموں کا محاورہ ہے تو گو یہ لفظ بے موقع ہے مگر مراد صحیح ہے کیونکہ بدون ارادہ خداوندی کوئی چیز عالم میں واقع نہیں ہوتی اور اگر مرضی بمعنی رضا ہے تو سراسر غلط اور باطل ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۳۵۳) ''ارادہ' رضا اور مشیت تینوں میں فرق ہے'' (م'ع)

خدا اور پروردگار کہنے کا حکم

سوال: جب اسماء الٰہی توقیفی ''اللہ ہی کی جانب سے'' ہیں تو دوسری زبان کے الفاظ سے نام رکھنا جائز نہ ہوگا جیسے خدا اور پروردگار؟

جواب: تعامل اُمت سے معلوم ہوا کہ مترادفین کا حکم یکساں ہے' پس یہ الفاظ جب ترجمہ ہوں ان اسماء کا جو شرع میں منقول ہیں تو ان کا استعمال جائز ہے اور یمین وغیرہ میں یہ مثل اصل

کے ہوں گے' یعنی جو لفظ اللہ کی قسم کا حکم ہے' وہی لفظ خدا کی قسم کا حکم ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ٦ ص ۴۳) ''اس اصول پر دیگر زبانوں کے ترجمہ کو بھی سمجھا جا سکتا ہے۔'' (م'ع)

یہ کہنا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب نہیں تو اللہ تعالیٰ بھی عالم الغیب نہیں

سوال: زید کہتا ہے کہ معراج شریف میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نو بار تشریف لے گئے اور ہر بار پانچ وقت کی نماز معاف ہوئی۔ اگر اللہ تعالیٰ عالم الغیب تھے تو پہلی ہی بار سب معاف کر دیتا اس معنی کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب نہیں ہیں تو اللہ بھی عالم الغیب نہیں ہیں؟

جواب: معراج کا واقعہ ایک ہی دفعہ پیش آیا ہے' اللہ تعالیٰ کا عالم الغیب ہونا نص قطعی سے ثابت ہے' اس کا انکار نص قطعی کا انکار ہے جو کہ مؤجب کفر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عالم الغیب ہونے کی خود نفی فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اپنے علم غیب کی نفی کر دیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱ ص ۱۱۲)

فقہاء کے اس قول کے معنی کہ ننانوے وجوہ کفر پر ایک وجہ ایمان کو ترجیح ہے

سوال: اگر کسی شخص میں ننانوے وجہ کفر کی پائی جائیں اور ایک وجہ اس میں اسلام کی ہو تو اس کو کافر نہ کہا جاوے گا' نیز حدیث میں ارشاد ہے کہ کلمہ گو اور اہل قبلہ کو کافر نہ کہا جاوے گا' نیز ایک اور حدیث میں ہے کہ جس نے لَا اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہ کا اقرار کیا وہ جنت میں داخل ہوگا؟

اب علماء کرام سے عرض ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی بھی اہل قبلہ اور کلمہ گو ہے' علماء دین اس پر کفر کا فتویٰ کیوں لگاتے ہیں؟

جواب: جس شخص میں کفر کی کوئی وجہ قطعی ہوگی کافر کہا جاوے گا اور حدیثیں اس شخص کے بارے میں ہیں جن میں کوئی وجہ قطعی نہ ہو۔ مرزا کے کلام میں اپنے نبی نہ ماننے والے پر کفر کا فتویٰ ہے اور بعض انبیاء علیہم السلام کی توہین ہے اور دعویٰ نبوت و اہانت انبیاء دونوں کفر ہیں۔ (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۳۸٦)

اہل قبلہ ہونے کا مطلب

سوال: کلمہ گو اور اہل قبلہ کی شرعاً کیا تعریف ہے؟ قادیانی' مرزائی' لاہوری' اہل قبلہ ہیں کہ نہیں؟ اگر نہیں تو کس وجہ سے؟

جواب: کلمہ گو اور اہل قبلہ ایک خاص اصطلاح ہے' اسلام اور مسلمانوں کی جس کا یہ مطلب کسی کے نزدیک نہیں کہ جو کلمہ پڑھ لے خواہ کسی طریقہ سے پڑھے یا جو قبلہ کی طرف منہ کرے وہ مسلمان ہے بلکہ یہ لفظ اصطلاحی نام ہے اس شخص کا جو تمام احکام اسلامیہ کا پابند ہو' جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص ایم اے ہے تو ایم اے ایک اصطلاحی نام ہے ان تمام علوم کا جو اس درجہ میں سکھائے جاتے ہیں' اسی طرح اہل قبلہ کے معنی بھی باتفاق اُمت یہی ہیں کہ جو تمام احکام اسلامیہ کا پابند ہو۔ (امداد المفتیین ص ۱۱۳) ''یعنی ضروریات دین کو مانتا ہو'' (م'ع)

جن پر ایمان لانا ضروری ہے کیا انہیں جاننا بھی ضروری ہے؟

سوال: جو شخص باوجود عاقل اور بالغ ہونے کے ان چیزوں کو نہ سیکھے اور نہ ہی ان چیزوں کے سیکھنے کو ضروری سمجھے اور نہ ہی شرم کی وجہ سے کسی کے پاس سیکھنے کیلئے جائے' اگر کوئی اس سے پوچھے کہ میاں تم کس دین پر ہو؟ تو جواب میں یوں کہے کہ میں نہیں جانتا میرا دین کیا ہے؟ کیا وہ مسلمان کہلانے کا مستحق ہے؟

جواب: ایک عامی شخص سے ضروریات دین کا سوال اس طرح کرنا غلط ہے۔ خواہ مخواہ اسے کافر بنانے کی کوشش کرنا درست نہیں۔ سوال کی صورت یہ ہونی چاہیے کہ کیا تمہارا دین اسلام ہے؟ وغیرہ اگر وہ ان سوالات کا جواب ہاں کے ساتھ دے دے تو وہ مسلمان سمجھا جائے گا۔ لوگوں میں دین سے بے انتہا لا پروائی ظاہر ہو رہی ہے ایسے حالات میں علماء کرام کا فرض ہے کہ وہ حسن تدبیر سے لوگوں تک دین پہنچاتے رہیں۔ (خیر الفتاویٰ ج ۱ ص ۳۷)

کفار کے ہمیشہ جہنم میں رہنے پر ابن قیمؒ کے استدلال کا جواب

سوال: حافظ ابن قیمؒ نے جمہور کے خلاف فناء نار کا دعویٰ کیا ہے جس سے کفار کے ہمیشہ عذاب میں رہنے کی نفی ہوتی ہے جو نصوص قطعیہ کے خلاف ہے۔ حافظ ممدوح نے اس دعویٰ میں گو بعض روایات سے دلیل پکڑی ہے مگر وہ عموماً ضعیف اور مجروح ہیں اس لیے ان کے جواب کی بھی ضرورت نہیں۔ البتہ جو چیز تذبذب پیدا کر سکتی ہے وہ ان کا ایک عقلی استدلال ہے کہ سزا کی غایت ڈرانا ہوتا ہے تاکہ سزا بھگت کر خاطی ڈر جائے اور آئندہ کے لیے اس گناہ سے رکنے کا عزم کر لے۔ ظاہر ہے کہ جب اہل جہنم کو جہنم میں ڈالا جائے گا تو وہ فوراً توبہ پر اُتر آئیں گے اور آئندہ کے لیے پختگی سے کفر سے باز رہنے کا وعدہ کریں گے۔ جیسا کہ نصوص سے ظاہر ہے۔ ''قَوْلُهٗ رَبَّنَا اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَیْرَ الَّذِیْ کُنَّا نَعْمَلُ وَغَیْرَ ذَالِکَ'' پس چونکہ سزا کا مقصد پورا ہو گیا' مجرمین نے توبہ بھی کر لی اور آئندہ احتراز کا وعدہ بھی تو اب کوئی وجہ باقی نہیں رہتی

کہ پھر بھی ان کو عذاب میں رکھا جائے۔ ابن قیمؒ نے اس اشکال سے مرعوب ہو کر جمہور کا مسلک چھوڑا اور فناء نار کا مسلک اختیار کیا' اس کا کیا جواب ہے؟

جواب: خوف اور عذاب کی حالت میں مجرمین کے وعدے دو طرح کے ہوتے ہیں' ایک حقیقی وعدہ جو دل سے ہوتا ہے اور جس میں واقعی گناہ سے بچنے کا عزم ہوتا ہے اور دفع الوقتی یعنی صرف مصیبت سے رہائی پانے کے لیے کہ اس وقت تو جان بچا لینی چاہیے' آئندہ دیکھا جائے گا' کفار کے وعدے اسی دوسری قسم کے ہوں گے۔ چنانچہ قرآن کریم میں صاف موجود ہے: "وَلَوْرُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَانُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ" اور اس پر تعجب نہ کیا جائے کہ ایسے شدید وقت میں جھوٹ کیسا؟ فساد طینت ایسی ہی چیز ہے۔ چنانچہ اسی یوم شدید میں ان کا ایک جھوٹ اور بھی قرآن میں مذکور ہے۔ وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ' اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ" اور ظاہر ہے کہ جب یہ حقیقی توبہ اور واقعی عزم گناہ سے بچنے کا نہ ہوا بلکہ دفع الوقتی ہوئی اور اوپر سے عذاب کی حالت کے معائنہ کے بعد بھی حق تعالیٰ کو دھوکہ دینے کی معصیت کا ارتکاب ہو تو اس عقلی استدلال کی بناء ہی منہدم ہو گئی جس پر فناء نار کا دعویٰ مبنی تھا اور جمہور کے مسلک پر الحمد للہ کوئی اشکال نہ رہا۔ (امداد الفتاویٰ ج ٦ ص ١٢٢)

شش کلمات پر اعتقاد کافی ہے یاد کرنا ضروری نہیں

سوال: چھ کلموں کے الفاظ میں قدرے اختلاف پایا جاتا ہے' نیز ان کلموں کو یاد کرنا ضروری ہے یا صرف اعتقاد کافی ہے؟

جواب: کلمات اسلام وغیرہ پر اعتقاد رکھنا بہر حال ضروری ہے اور ان کو پڑھتے رہنا موجب خیر و برکت ہے۔ ایک دفعہ پڑھنا علی سبیل الاقرار فرض ہے' آپ نے جو الفاظ یاد کیے ہیں اور جو موجودہ نماز میں تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ پائے جاتے ہیں یہ ایسا اختلاف نہیں ہے کہ جس سے معانی یا مفہومات بدل جائیں۔ لہٰذا جو الفاظ آپ کو یاد ہیں پڑھتے رہیں۔ (خیر الفتاویٰ ج ١ ص ١٣٢)

کلمہ طیبہ کو گالی دینے والا کافر ہے

سوال: اگر کوئی شخص کلمہ طیبہ کو گالی دے تو از روئے شرع اس شخص کا کیا حکم ہے؟

جواب: جو شخص کلمہ طیبہ کو گالی دے تو اس سے وہ کافر ہو جاتا ہے کیونکہ "کلمہ طیبہ" کو گالی دینا دین اسلام کے ساتھ استخفاف ہے اور استخفاف دین موجب کفر و ارتداد ہے۔

قال العلامة ابن عابدینؒ: ویظهر من هذا ان ما كان دليل الاستخفاف يكفربه وان لم يقصد الاستخفاف لانه لو توقف على قصده لما

احتاج الی زیادة عدم الاخلال بما مر لان قصد الاستخفاف مناف للتصدیق. (ردالمحتار جلد ۴' ص ۲۲۲'باب المرتد قبل مطلب فی منکر الاجماع) (فتاویٰ حقانیہ ج ۱ص ۱۳۸)

ہر طرح کا عمل لکھے جانے پر اعتقاد رکھنا ضروری ہے

سوال:۱۔ ملائکہ کو انسان کی آنکھوں کے عمل کا اندازہ کس طرح ہوتا ہے کہ یہ گناہ کی نظروں سے دیکھ رہا ہے؟

۲۔ نیز اس ناچیز کے اندر مرض ہے کہ کسی حسین پر اچانک نظر پڑ جائے تو دل پر شدید اثر ہوتا ہے اور بتقاضائے بشریت دوبارہ دیکھا جائے تو سخت نقصان محسوس ہوتا ہے؟

جواب: ۱۔ حق تعالیٰ کے مقرر کردہ فرشتے بندوں کے تمام اعمال کو لکھتے ہیں' خواہ اعمال دل کے ہوں یا جوارح کے ہوں اور ہاتھ' پاؤں وغیرہ کے اعمال تو خود کراماً کاتبین جان لیتے ہیں' البتہ اعتقاد قلبی پر علم کے لیے حق تعالیٰ کی طرف سے ان کے لیے علامات مقرر ہیں جن سے ان کو پتہ چلتا ہے کہ اس کے دل میں یہ ہے۔ ۲۔ جو نظر غیر اختیاری ہو وہ معاف ہے اور جو اختیاری ہے اس کا علاج یہ ہے کہ ہمت کر کے بچا جائے۔ (خیر الفتاویٰ ج ۱ص ۱۳۴)

غیر اللہ کو تعظیماً و عبادۃً سجدہ کرنا شرک ہے

سوال: زید غیر اللہ کے لیے سجدہ تعظیماً و عبادۃً دونوں کو حرام کہنے کے باوجود اول قسم کے سجدہ کو شرک نہیں جانتا لیکن عمرو دونوں قسم کے سجدوں کو حرام اور شرک کہتا ہے کس کا قول صحیح ہے؟

جواب: غیر اللہ کیلئے سجدہ تعظیماً و عبادۃً کرنا حرام اور کفر ہے کیونکہ تعظیماً سجدہ کرنا بھی عبادۃً سجدہ کرنا ہے اور یہ متفق علیہ کفر ہے۔ البتہ سجدہ تحیہ (یعنی سلام کے لیے سجدہ کرنے کے کفر ہونے) میں اختلاف ہے اور حرام و کبیرہ ہونے میں کچھ اختلاف نہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ص ۳۸۵)

کل گناہ خدا کے سر ہے

سوال: رحمان نے مولوی احمد شاہ سے سوال کیا کہ اگر شاہدین جھوٹی گواہی ظاہر کر کے کوئی حقیقت ضائع کر دیں جس کی وجہ سے تمام عمر حرام کاری زائد ہوتی رہے تو تمام عمر کے گناہ کس کے سر پڑیں گے۔ مولوی احمد شاہ نے جواب دیا کہ یہ کل گناہ خدا تعالیٰ کے سر پڑیں گے' اس کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: مسئلہ یہ ہے کہ اگر گواہوں نے جھوٹی گواہی دے کر کسی کی حق تلفی کی اور حاکم شرع نے

ان گواہوں کی گواہی پر ناحق کسی کی ملک دوسرے کو یعنی مدعی کاذب کو دلوادی تو گناہ ان گواہوں پر ہے اور مقولہ مولوی مذکور کا جہل صریح اور کلمہ کفر کا ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۳۷۸)

مجھے خدا اور رسول سے کچھ واسطہ نہیں یہ کلمہ کفر ہے

سوال: ایک شخص نے پانچ چھ آدمیوں کے روبرو یہ کہا کہ مجھ کو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ واسطہ نہیں وہ شخص مسلمان رہا یا نہیں؟

جواب: یہ کلمہ کفر ہے اس شخص کو توبہ و تجدید اسلام اور تجدید نکاح کرنا چاہیے اور آئندہ ایسے کلمات سے احتراز کرنا چاہیے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۳۵۴)

یہ کہنا کہ خدا اور قرآن سے فیض نہ ہوا کفر ہے؟

سوال: چند مسلمانوں نے ہنود کی طلب موافقت پر ہنود کی راج گری کو (کہ ایک مورت ہوتی ہے) کھلان اور پھول سے پوجا اور ہندوؤں کے ساتھ جے جے بولتے گئے اور بعض نے ان میں سے یہ بھی کہا کہ ہم کو خدا اور قرآن سے فیض نہ ہوا تو وہ مشرک ہوئے یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں ان کو تجدید ایمان اور تجدید نکاح کرنی چاہیے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۳۵۱)

"وہ لوگ بعض اپنے قول سے اور بعض عمل سے کافر ہو گئے" (م ع)

مرشد کو رسول و خدا کہنے والا کافر ہے

سوال: جو شخص مرشد کو رسول و خدا کہے اس کی نسبت کا کیا حکم ہے؟ جو تذکرہ میں کہتا ہے کہ آگے چل کر سب کچھ معلوم ہو جائے گا دوسرا اس کے جواب میں کہتا ہے کہ آگے کیا دیکھنا مٹی سے مٹی مل جاوے گی، اس ملک میں بہت رواج ہے کہ کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھتے ہیں اور جو شخص باری تعالیٰ کے نور سے رسول کا نور کہتا ہے اور توبہ سے انکار کرتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: جو شخص مرشد کو رسول اور خدا کہتا ہے وہ کافر و مرتد ہے اور انکار حساب و کتاب کا بھی کفر ہے اور توبہ سے انکار کرنا بھی مسلمان کا کام نہیں اور فاتحہ پڑھنا کھانا سامنے رکھ کر خلاف سنت اور بدعت ہے اور اللہ تعالیٰ کے ذاتی نور میں کسی کو شرکت نہیں، اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں کسی کو شریک کرنا شرک جلی ہے اور نور کا تجزیہ کرنا بھی کفر و شرک ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۳۴۱)

میں خدا اور رسول کو نہیں مانتا یہ کہنا کفر ہے

سوال: ایک شخص نے یہ الفاظ کہے کہ میں خدا اور رسول کو نہیں مانتا، والعیاذ باللہ ایسے شخص پر

حکم ارتداد ہوگا؟ اور نکاح اس کا باطل ہوگا یا نہیں؟

جواب: ایسے شخص پر حکم کفر وارتداد کا ہوگا اور نکاح اس کا باطل ہوگیا۔

(فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۳۳۵)

آیت وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ کے معنی

سوال: اللہ تعالیٰ شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے' بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ قرب ذاتی ہے اور وصفی بھی اور بعض کہتے ہیں کہ قرب محض وصف کے اعتبار سے ہے' کونسا امر صحیح ہے؟ اگر قرب کو ذاتی مانا جائے تو کیا اللہ تعالیٰ مستوی علی العرش ہونے کے باوجود قریب ہوں گے یا نہیں؟ پھر جو حضرات قرب وصفی کے قائل ہیں انہوں نے اپنے مقابل کی تکفیر کی ہے' کیا یہ صحیح ہے؟

جواب: معیت ذاتی سے چونکہ معیت جسمانی کا شبہ ہوتا تھا اس لیے علماء نے اس کا انکار کیا اور معیت ذاتی کے قائلین کی تکفیر کی اور اگر معیت سے محض معیت بلا کیف مراد لی جائے تو اس میں کوئی اشکال نہیں اور جو شخص معیت بلا کیف کے اعتقاد پر قادر نہ ہو تو اس کے لیے سلامتی کی راہ یہ ہے کہ وہ معیت وصفی کا اعتقاد رکھے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۶ ص ۲۰)

بوقت موت ایمان لانا

سوال: اہل ہنود میں دستور ہے کہ آسمانی پرواز روح کے لیے ان کہی یعنی کلمہ طیبہ کہلاتے ہیں' اب اس کو اس سے کس قسم کا نفع ہوگا؟

جواب: ایمان نام ہے اعتقاد صحیح کا' نہ صرف بدون اعتقاد کے زبان سے کہنے کا' نیز یہ کہ جب معائنہ اس عالم کا ہونے لگے' اس وقت ایمان مقبول نہیں تو اگر یہ کافر قبل معائنہ ملائکہ وغیرہم کے دل سے اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا سمجھنے لگے تو وہ مومن ہو جاوے گا ورنہ نہیں۔

(امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۳۸۳)

غیر اللہ کو پکارنا اور اس کے متعلق ایک شبہ کا جواب

سوال: بعض کتابوں میں یہ تحریر موجود ہے کہ اگر تصفیہ باطن سے منادی کا مشاہدہ کر رہا ہے تو بھی جائز ہے' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد تصفیہ باطن غیر اللہ کو پکار سکتا ہے جو لوگ اولیاء اللہ سے غائبانہ مدد طلب کیا کرتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ مثنوی شریف میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بانگ مظلوماں زہر جا بشنوند سوئے اوچوں رحمت حق میدوند

مصائب کے وقت اولیاء اللہ سے مدد مانگنا اور پھر اس کی طرف ان حضرات کا توجہ فرمانا اس سے ثابت ہے اور یہ دلیل کافی ہے اور یہ بھی سنا گیا ہے کہ اولیاء اللہ میں سے دو بزرگ صاحب تصرف ہیں' غالباً ایک شیخ عبدالقادر جیلانی ہیں' دوسرے بزرگ کا نام یاد نہیں ہے' اس کے متعلق جو تحقیق ہو مطلع فرمادیں؟

جواب: صرف تصفیہ کو تو کافی نہیں لکھا بلکہ تصفیہ باطن کے بعد مشاہدہ منادیٰ کو شرط کہا ہے۔ سو مشاہدہ کے بعد جواز ہوا' اس سے نداء متعارف کی گنجائش نہ نکلی۔ رہا مولانا کا یہ شعر تو اس کے معنی یہ ہیں کہ کبھی بطور خرق عادت کے ایسا بھی ہو جاتا ہے اور جن بزرگوں کی نسبت لکھا ہے اگر بطور دوام کے ہے تو یہ محض غلط ہے اس پر کوئی دلیل قائم نہیں اور اگر احیاناً ''یعنی کبھی کبھار ایسا ہونا'' مراد ہے تو پھر مستدلین حال یعنی جو غائبانہ طلب مدد کے قائل ہیں ان کے حال کو مفید نہیں۔

(امدادالفتاویٰ ج ۵ ص ۳۶۷)

جس کافر کو خدا اور رسول کے وجود کا علم نہیں وہ قابل مواخذہ ہے یا نہیں؟

سوال: ایک شخص مشرک ہے' نہ اس کو خدا کا ثبوت پہنچا نہ کسی نبی کے آنے کی خبر ہوئی' نہ اس کو کسی سے ہدایت ہوئی کہ خدا ایک ہے کہ جس کی وہ عبادت کرتا اور وہ اسی حالت میں مر گیا اس کا حکم شرع میں کیا ہے؟

جواب: اس شخص کو اگر کبھی کسی اہل حق کے کہنے سے یا خود کسی خیال کے آنے سے اپنے طریقہ میں شبہ پڑا ہو' پھر بھی تحقیق کی فکر نہ کی ہو تب تو اس پر مواخذہ ہوگا اور اگر محض خالی الذہن ہو تو علماء کا اس میں اختلاف ہے۔ غزالی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اس کی نجات کے قائل ہیں۔ (امدادالفتاویٰ ج ۵ ص ۳۹۸)

یہ کہنا کہ خدا کے یہاں انصاف نہیں

سوال: زید کی بیماری کی حالت میں اس کی بیوی نے کہا کہ آپ کلمہ استغفار پڑھیں اور بیماری بھی ایسی شدید نہیں تھی اور گاہ بگاہ تندرستی کی حالت میں بھی کلمہ استغفار پڑھنے کے لیے کہا گیا' اس نے انکار کر دیا' زید کی نرینہ اولاد مر جانے کے بعد زید کہتا رہا کہ اس نے میری تو پیڑ میٹ دی' آخر اس کی بیوی نے کہا کہ تو ایسے کلمات خدائے پاک کی شان میں نہ بول! کافر ہو جائے گا' نیز زید نے یہ بھی کہا کہ خدا کے یہاں انصاف نہیں' خدا بے انصاف ہے اور میں تو کافر ہوں اس شخص کا کیا حکم ہے؟ اور بیوی اس کے نکاح میں ہے یا نہیں؟

جواب: الفاظ مذکورہ کا کہنا کفر ہے۔ لہٰذا زید کو تجدید ایمان و نکاح کرنا ضروری ہے۔ جب تک وہ دوبارہ ایمان نہ لائے اور نکاح نہ کرے اس وقت تک اس کی عورت کو اس سے علیحدہ رہنا ضروری ہے اپنے اوپر جماع وغیرہ کے لیے قابو دینا جائز نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۶ ص ۱۲۲)

کسی عالم کو ''خدا کا بھائی'' کہہ دینا کفر ہے

سوال: ہندہ نے اپنے معتقد عالم کے بارے میں کہا کہ ''وہ فرشتے ہیں'' وہ خدا کے بھائی ہیں' پھر اپنی بات پر ندامت کا اظہار کیا اور اپنی بات سے رجوع کرلیا' اس صورت میں ہندہ کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: صورت مسئولہ میں ہندہ پر کفر لاحق ہوا۔ اس پر لازم ہے کہ پہلے خالص توبہ و استغفار کرتی ہوئی تجدید ایمان کرے اور پھر اسی شوہر سے نکاح کرے۔ (احیاء العلوم ج ۱ ص ۹۲)
''عدت کی ضرورت نہیں'' (م'ع)

دعاء و تعویذ سے دوسروں کو خدا بنا دینے کا دعویدار اسلام سے خارج ہے

سوال: زید کہتا ہے کہ مجھ کو ایسی دعا معلوم ہے کہ پانی پر دم کر کے جس کو دیدوں وہ پی لے تو خدا ہو جائے گا' تو زید کا کہنا کیسا ہے؟

جواب: زید کا جملہ مذکورہ کفریہ ہے جس کی وجہ سے اسلام سے خارج ہو گیا اور نکاح ٹوٹ گیا۔ پس زید پر لازم ہے کہ خالص توبہ و استغفار کرتے ہوئے تجدید ایمان کرے اور جانبین کی رضامندی سے تجدید نکاح کرے۔ (احیاء العلوم ج ۱ ص ۱۰۸)

اللہ تعالیٰ کو قدرت نہیں کہ مثل آنحضرت کے پیدا کر سکے یہ قریب کفر ہے

سوال: زید کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو قدرت نہیں کہ مثل آنحضرت کے پیدا کر سکے اور عمر کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو قدرت تو ہے مگر موافق اپنے وعدے کے پیدا نہ کرے گا' ان دونوں میں کون سچا ہے؟

جواب: زید اپنے قول میں جھوٹا ہے اور دعویٰ اس کا مسلمانوں کے عقیدے کے خلاف ہے اور عمر اپنے دعویٰ میں سچا ہے اور اعتقاد اس کا موافق عقائد اہلسنت والجماعت کے ہے' ایسے شخص کے کفر اور عدم کفر میں علماء مختلف رہے ہیں اور قریب کفر کے ہونے میں کچھ شک و شبہ نہیں۔ (فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۲۲)

کیا اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اپنے نور سے جدا کیا؟

سوال: سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اپنے نور سے جدا کیا اور اس کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم رکھا' پھر اس نور کو حکم کیا کہ تو مخلوقات کو پیدا کر' چنانچہ اس نور کے ہر ایک عضو سے آسمان وزمین' عرش وکرسی' لوح وقلم' وغیرہ پیدا ہوئے بلکہ بہشت ودوزخ و فرشتے سب اس نور سے ظاہر ہوئے' جیسا کہ مفصل رسالہ معروف نورنامہ میں مذکور ہے' دلائل واضحہ سے بیان فرمائیں؟

جواب: یہ بات بالکل غلط اور خطا ہے' نصوص اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ سب سے پہلے عرش اور پانی پیدا ہوئے' بعد اس کے پیدائش زمین وآسمان اور سب مخلوق کی ہوئی۔

(فتاویٰ نذیریہ ج ا ص ا)

اللہ تعالیٰ کا عرش پر مستوی ہونا ثابت ہے

سوال: ایک عالم کہتا ہے کہ جو شخص خداوند کریم کو بلا کیف عرش پر کہے یا جانے وہ کافر ہے' پس اس عالم کا قول غلط ہے یا صحیح؟

جواب: جو عالم یہ کہتا ہے وہ عالم نہیں بلکہ جاہل ہے اور اس کا یہ قول سراسر غلط و باطل ہے کیونکہ قرآن مجید کی ایک نہیں بلکہ بہت سی آیتوں سے اللہ تعالیٰ کا عرش پر مستوی ہونا ثابت ہے مگر اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کی کیفیت مجہول ونامعلوم ہے۔ (فتاویٰ نذیریہ ج ا ص ۲)

عالم الغیب بن کر فیصلہ کرنے کا حکم

سوال: زید' عمرو' بکر ایک جگہ جمع ہوتے ہیں اور پنچایت کرتے ہیں جس میں مدعی اور مدعا علیہ موجود نہیں رہتے کہ ان دونوں کے سوال وجواب سنے جائیں' بلا طرفین کی موجودگی کے زید کہتا ہے کہ عالم الغیب بن کر فیصلہ کیا جائے' زید قوم کا سردار بھی ہے' ایسی صورت میں کسی انسان کو عالم الغیب بن کر فیصلہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ ہیں' پس دوسرے کے عالم الغیب بننے اور اس طرح فیصلہ کرنے کا سوال ہی ختم ہو جاتا ہے جو کسی ''مخلوق'' کے عالم الغیب ہونے کا اعتقاد رکھے وہ کافر ہے۔ (احیاء العلوم ج ا ص ۱۵۰)

خدا کے علاوہ کسی کے نام کا روزہ رکھنا

سوال: حضرت خضر علیہ السلام پیغمبر ہیں یا فرشتہ؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان کا دریا و سمندر پر پھیرا رہتا ہے اور ان کا لوگ روزہ رکھتے ہیں اور دریا میں حلوہ پیڑا چڑھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ زندہ ہیں؟

جواب: حضرت خضر علیہ السلام کے پیغمبر اور ولی ہونے میں اختلاف ہے۔ راجح قول یہ ہے کہ وہ پیغمبر ہیں اور وہ زندہ نہیں ہیں' باقی خدا کے علاوہ کسی کے نام کا روزہ رکھنا شرک ہے۔ (احیاء العلوم ج ۱ ص ۱۵۰)

اللہ تعالیٰ کو گالیاں دینا' رمضان کے روزے کی توہین کرنا

سوال: ایک شخص کہتا ہے کہ اللہ کیا کر سکتا ہے' اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں کیا ہے اور اللہ کو گالیاں دیں' ہم کو رمضان کے روزے رکھ کر کیا ملے گا' میں تو اپنا کام کاج کر کے اپنا گھر' اہلیہ اور بچوں کا پیٹ پالوں گا' رمضان کے روزے میں کیا رکھا ہے' یہ بیوقوفوں نے غلط ڈھانچہ بنا رکھا ہے' ایسے شخص کے لیے شریعت مطہرہ میں کیا حکم ہے؟

جواب: شخص مذکور نے نہایت سخت الفاظ کہے' ایسا کہنے سے ایمان سلامت نہیں رہتا' اس کو ضروری ہے کہ فوراً توبہ واستغفار کرے' تجدید ایمان کرے اور نکاح بھی دوبارہ کرے' اگر وہ اس کے لیے آمادہ نہ ہو تو مسلمانوں کو چاہیے کہ اس سے قطع تعلق کر دیں تاکہ اس کے خراب عقائد سے متاثر نہ ہوں اور وہ تنگ آ کر اپنی اصلاح پر آمادہ ہو جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۱۶۷)

اللہ تعالیٰ کا ظالم ہونا ممکن بلکہ وقوع ہے اس کا حکم

سوال: ایک صاحب یہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ظالم ہونا ممکن بلکہ وقوع ہے' دلیل یہ دیتے ہیں کہ مثلاً زید نے عمر کو قتل کیا یا کوئی بھی کبیرہ گناہ کیا اور وہ آج سے سو سال پہلے انتقال کر گیا تو یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو جہنم رسید کرے گا' اس کے بعد بکر کا انتقال ہوتا ہے اور بکر کا انتقال زید سے ایک سو سال بعد ہوتا ہے اور کوئی کبیرہ گناہ کیا اور توبہ دونوں میں سے کسی نے نہیں کی تو یہ بھی جہنم میں جائے گا' اب غور طلب بات یہ ہے کہ جب گناہ میں دونوں برابر ہیں تو پھر زید کو سو سال تک عذاب کیوں دیا گیا اور اس کو سو سال کم عذاب کیوں دیا گیا' لہٰذا نعوذ باللہ خدا ظالم ہے' یہ بات تحریر کریں کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ جبکہ وہ اس قول پر مصر ہے؟

جواب: ظلم کے معنی ملک غیر میں ناحق تصرف کرنا' تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کی ملک ہے۔ لہٰذا خالق اپنی مملوک ومخلوق میں جو بھی تصرف کرے گا وہ ظلم نہیں ہوگا اس کو ظلم کہنا ناواقفیت پر مبنی ہے

سیدھی بات یہ ہے کہ جس نے سو سال پہلے جرم کیا اس کی سزا سو سال زائد ہے اس سے جس نے سو سال بعد ظلم کیا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۱۵۷)

کیا ہر وقت دیدار خدا ہو سکتا ہے؟

سوال: زید کہتا ہے کہ مجھے ہر وقت ایسا دیدار رہتا ہے کہ بغیر اس کے میرا چلنا مشکل ہے اور یہ شعر پڑھتے رہتے ہیں: دردتو پھر ہی دیکھیں گے میں نے تجھ کو دیکھ لیا
اور نماز وغیرہ پڑھتے ہیں اور لوگ ان کے مرید بھی ہیں اس قسم کی باتوں سے عوام کے خراب ہونے کا ڈر ہے ایسے شخص کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب: یہ ممکن ہے کہ کسی شخص کو ایسا استحضار حاصل ہو جائے کہ غفلت نہ ہو لیکن یہ دیکھنا ان آنکھوں سے دیکھنا نہیں ہے بلکہ دل میں یہ ایک تصور ہے مگر جن کو یہ تصور حاصل ہوتا ہے وہ کہتے نہیں پھرا کرتے اس سے عوام کے عقیدے خراب ہونے کا اندیشہ ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ ص ۳۱)

اسماء الٰہی میں الحاد کا مطلب

سوال: اسماء الٰہی میں الحاد کی کیا تعریف ہے؟ کیا ملحد دائرہ اسلام سے خارج ہے؟

جواب: ملحد کہتے ہیں سیدھے راستے سے ہٹنے والے کو جو شخص شریعت اور اسلام کا سیدھا راستہ چھوڑ کر کسی دوسری طرف چلے اگر وہ بالکل حدود اسلام سے باہر نکل جائے تو دائرہ اسلام سے نکل جائے گا' بت پرست کہتے تھے کہ لات ''بت'' لفظ اللہ سے بنا ہے اور عزی ''بت'' لفظ عزیز سے بنا ہے اور منات ''بت'' لفظ منان سے ''یہ اسماء الٰہی میں الحاد ہے'' قرآن کریم نے کہا یہ اسماء الٰہی میں الحاد ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے ناموں کو بگاڑنا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱ ص ۲۸)

اللہ کی شان میں گستاخی

سوال: ایک شخص کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بہت محتاج ہیں (نعوذ باللہ) بڑے غریب ہیں' ان کے پاس کیا ہے کچھ بھی نہیں' جب اس کا مطلب پوچھا جاتا ہے تو کہتا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ ان کے پاس نہ ہاتھ ہیں' نہ پیر ہیں' نہ آنکھیں ہیں' نہ منہ ہے' تو ایسے شخص کے متعلق کیا حکم ہے؟ شرعاً اس قسم کے کلمات کہنے کیسے ہیں؟

جواب: ایسا کہنا سخت گستاخی ہے۔ ''یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ'' وغیرہ۔ نصوص کے خلاف ہے لہٰذا اس کو توبہ' نیز تجدید ایمان اور تجدید نکاح کا حکم دیا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۵ ص ۲۸۰۶)

اللہ تعالیٰ کا اپنی تعریف کرنا

سوال: ایک عالم صاحب "آلم ذٰلِکَ الْکِتَابُ لَارَیْبَ فِیْهِ" پڑھ کر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے منہ میاں مٹھو بن رہے ہیں' از روئے شرع یہ الفاظ کیسے ہیں؟

جواب: ظاہر ہے کہ الفاظ تو اللہ تعالیٰ کی عظمت کے خلاف اور نہایت استہزاء واستخفاف پر دلالت کرتے ہیں جن سے ایمان ختم ہو کر ارتداد کا حکم ہوتا ہے۔ وہ عالم صاحب ہی اپنے الفاظ کی تشریح کر سکتے ہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱ ص ۱۱۸)

کسی شخص کا یہ کہنا کہ پیر کا مرتبہ خدا تعالیٰ سے بڑھ کر ہے

سوال: ایک شخص کہتا ہے کہ ہمارے پیر کا مرتبہ خدا تعالیٰ سے بڑھ کر ہے' ہمارے پیر کے سامنے اللہ تعالیٰ ہے ہی کیا چیز (نعوذ باللہ) بلکہ خدا تعالیٰ بڑا ہی لچا ہے' نیز حقیقی دین درویشوں ہی کے پاس ہے' علماء کے پاس کچھ نہیں کیونکہ وہ مثل حمار وحشی کے ہیں' خدا تعالیٰ سے درویش ہی ڈرتے ہیں' علماء لوگ نہیں ڈرتے' باوجود کہ پیر کا مرتبہ اعلیٰ واعظم ہونے کے جن لوگوں کے عقائد مذکورہ بالا کے مطابق ہوں تو کیا ان کو مسلمان کہا جا سکتا ہے؟

جواب: (۱) یہ اسلامی عقیدہ نہیں بلکہ کفریہ عقیدہ ہے۔ (۲) چھوٹا بڑے سے ڈرا کرتا ہے' اہل علم اپنی حقیقت کو خوب جانتے ہیں اور اپنا چھوٹا ہونا اور خدائے برتر کا ہر چیز سے بڑا ہونا ان کو خوب معلوم ہے اس لیے وہ خدا سے ڈرتے ہیں اور جو شخص (نعوذ باللہ) اپنے کو خدا تعالیٰ سے بڑا جانتا ہے وہ کہاں ڈرے گا' ایسا عقیدہ رکھنے والوں کو نرمی سے سمجھایا جائے ورنہ ان سے ترک تعلق کر لیا جائے تاکہ ان کا اثر دوسروں پر نہ پڑے اور خود تنگ آ کر توبہ کر لیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۸ ص ۳۱۳)

ہم اللہ تعالیٰ کے بھتیجے ہیں' کلمہ کفر ہے

سوال: ایک شخص کو کہا گیا کہ تم نماز کیوں نہیں پڑھتے' جواب دیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بھتیجے ہیں ہم کو معاف ہے' اس کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب: یہ کلمہ کفر ہے اس شخص کو توبہ کرنی چاہیے اور پھر ایمان لانا چاہیے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۳۱۴)

ہمارا خدا انگریز ہے اس کا قائل کافر ومرتد ہے

سوال: ایک شخص کلمات کفریہ زبان پر لاتا ہے' مثلاً یوں کہتا ہے کہ ہمارا خدا انگریز ہے' وہی

ہم کو رزق دیتا ہے' خالی نماز پڑھنے سے کوئی فائدہ نہیں' اس قسم کی اور بھی باتیں کہتا ہے' ایسے شخص کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہیے؟

جواب: جس شخص نے کلمات مذکورہ کہے وہ کافر و مرتد ہو گیا' جب تک وہ توبہ نہ کرلے' تجدید اسلام نہ کرلے' اس وقت تک اس سے میل جول ترک کر دینا چاہیے اور ان کو برادری سے خارج کر دینا چاہیے اور ان کی شادی و غمی میں ہرگز شریک نہ ہونا چاہیے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۱۲ ص ۴۱۴)

بعض صورتوں میں غیر اللہ کا نداء دینا جائز ہے

سوال: فیصلہ ہفت مسئلہ میں مذکور ہے کہ خواص کے لیے نداء غیر اللہ مثلاً شیئاً للہ' یا شیخ عبدالقادر عبادت ہو جاتا ہے یہ کس صورت پر محمول ہے؟

جواب: حضرت کی تقریر اس بارے میں ذہن میں نہیں مگر شاید یہ تاویل ہو کہ جب مظہر (شیخ) پر نظر نہ ہو' ظاہر (یعنی اللہ تعالیٰ) پر ہو تو اس وقت مخاطب محض واسطہ ہو گا اور مقصود مقصود ہو گا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۱۴۱) ''مگر اس مرتبہ کا حصول ہنسی کھیل نہیں'' (م'ع)

اللہ اور رسول کی شان میں بے ادبی کا وسوسہ آنا

سوال: معلوم نہیں کہ ہر وقت شان خدا اور رسول میں گالی خفیہ طریقہ سے نکلتی رہتی ہیں' یہ کمترین اس کے دفع کے واسطے تلاوت قرآن شریف و استغفار کرتا رہتا ہے' پھر بھی یہ حالت ہے اس واسطے عرض ہے کہ اس کے دفع کے واسطے کوئی ایسی تدبیر فرمائی جاوے کہ دارین میں میرے لیے بہبودی ہو جاوے؟

جواب: وہ گالی تم نہیں دیتے ہو بلکہ شیطان دیتا ہے جس کو تمہارا قلب سنتا ہے' بس اس کا گناہ اسی شیطان کو ہو گا تم کو کچھ اندیشہ نہ ہونا چاہیے' اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی بدون تمہارے اختیار کے تمہارے کان سے منہ لگا کر بری بری باتیں بکنے لگے اور تمہارے ہٹانے سے بھی نہ ہٹے تو تم کو کیا گناہ ہو گا' تم بالکل بے فکر رہو' ایک کا گناہ دوسرے پر نہیں ہوتا اور جب بے فکر ہو جاؤ گے تو یہ وسوسہ خود دفع ہو جاوے گا اس کا یہی علاج ہے کہ کچھ پرواہ اور خیال نہ کرو۔ (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۱۴۰)

جو شخص یہ کہے کہ خدا مسجد میں ہے اس کو کافر نہ کہا جاوے گا

سوال: کسی نے دوسرے سے کہا کہ مسجد میں گلگلے کیوں رکھنے گئی تھی؟ کیا اللہ تعالیٰ وہاں بیٹھے تھے' اس نے کہا ہاں! کیا یہ کلمہ کفر ہے اور تجدید نکاح کی ضرورت ہے؟

جواب: غالباً کہنے والے کا مقصود اللہ کو مکانی بنانا نہیں اور نہ ان نصوص کا انکار ہے جس میں عرش پر خدائے تعالیٰ کا ہونا بیان کیا گیا ہے' اس لیے کفر نہیں اور فقہاء نے جو اس طرح کے دعوؤں پر کفر کا اطلاق کیا تو وہ نصوص کے انکار کی وجہ سے ہے اور جب نصوص کا انکار نہ ہو تو قائل کافر نہ ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۳۹۴)

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی چیز کے قابل عبادت ہونے کا شبہ اور اس کا جواب

سوال: بعض ملحدین کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" تو جب ہر شئی میں اس کا نور ہے تو جو شخص جس چیز کی پرستش کرتا ہے وہ غیر اللہ کی پرستش نہیں اس لیے جائز ہونی چاہیے؟

جواب: نور مضاف ہے سموات وارض کا' تو نور سموات وارض کا غیر ہوا' جب ان کی پرستش کی تو غیر کی پرستش کی جس کو یہ سائل بھی ناجائز تسلیم کرتا ہے اور تفصیل اس کی یہ ہے کہ نور سے مراد وجود ہے اور وجود سے مراد موجد ہے' یعنی اللہ تعالیٰ موجد (پیدا کرنے والا) ہے زمین کا و آسمان کا اور موجد عین نہیں ہوتا موجد کا پس اس کی پرستش غیر کی پرستش ہوئی۔ (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۳۵)

باری تعالیٰ پر لفظ جوہر کا اطلاق کرنا

سوال: مکتوبات قدوسیہ مکتوبات ۱۳۹ میں ہے کہ بعض اہل بدعت اللہ تعالیٰ کو جسم و جوہر کہتے ہیں اگر لفظ معنی کا ارادہ کیے بغیر بولا جائے تو کہنے والا خطا کار ہوگا کہ وہ غلط نام بول رہا ہے اور اگر در حقیقت جسم و جوہر کہے اور ترکیب' تمیز مکان وغیرہ کو جائز جانے تو وہ آخرت میں کافر ہوگا' رہے دنیاوی معاملات تو ان کے ساتھ کفار جیسا معاملہ نہ کریں گے یعنی ان کو قتل کرنا اموال کو غارت کرنا' ان کے مردوں کو غلام بنانا جائز نہ ہوگا' اب عرض یہ ہے کہ قادیانی لوگوں کے ساتھ بھی یہی معاملہ کیا جائے کہ دنیوی اصول میں ان کے ساتھ مسلمانوں کا سا معاملہ رکھیں؟

جواب: ان دونوں کفر میں فرق ہے' جسم و جوہر کا قائل کسی نص قطعی کا منکر نہیں اس لیے وہ کفر ابتداعی ہے کہ مناظرات میں اس کو کفر کہا جاتا ہے ورنہ اگر یہ کفر حقیقی ہوتا تو اس کا بغیر ارادہ معنی کے زبان سے نکلنا بھی کفر ہوتا' جیسا دوسرے کلمات کفر کا یہی حکم ہے کہ طوعاً بلا قصد معنی ان کا تلفظ کفر ہے حالانکہ شیخ اس کو کفر نہیں مانتے' باقی یہ کہ جب یہ دونوں کفر ہیں پھر ان دونوں میں فرق کیوں فرماتے ہیں' سو بدعت بدعت میں فرق کا انکار نہیں کیا جاسکتا' عقیدہ کا فساد قول کے فساد

سے احکام آخرت میں اشد ہے۔ اس اشدیت "سخت ہونے" کی بناء پر شیخ نے اس کو کفر کہہ دیا اور محض تلفظ کو خطا اور معصیت اس بناء پر قادیانیوں کو اس جماعت پر قیاس نہیں کر سکتے کہ وہ قطعیات کے منکر ہیں، یہ شیخ کے کلام کی تاویل ہے اور اگر یہ تاویل صحیح نہ ہو تو جواب یہ ہوگا کہ شیخ کا قول حجت نہیں ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج۶ ص ۱۰۸)

حکم شرع کا انکار کفر ہے

سوال: زید سے کہا گیا کہ طلاق کی عدت کا نفقہ تمہارے ذمہ ہے، تمہاری مطلقہ کا، اگر تم نے طلاق دی تو کہا میں نہیں دینے کا، اس کے ماں باپ جنہوں نے روک رکھا ہے وہی عدت میں کھلا دیں گے، پھر زید سے کہا گیا اگر ایسا موقع طلاق آیا تو وہ عورت کا حق ہے چاہے لے چاہے معاف کر دے مگر لڑکی تمہاری دختر ہے آٹھ نو ماہ کی ہے، اس کا نفقہ تو شرعاً تمہارے ذمہ واجب ہے، زید نے کہا میں نہیں دینے کا، پھر اس سے کہا گیا شرع شریف کے حکم کو ٹھکرانا اور توہین کرنا ہے اس سے ایمان جاتا رہتا ہے تو کہا مجھے فتویٰ کی پروا نہیں، شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: ایسا کہنا سخت گناہ اور بہت خطرناک ہے، حتیٰ کہ بعض فقہاء نے ایسا کہنے پر تکفیر فرمائی ہے اس لیے زید کو اس سے توبہ واجب ہے اور احتیاطاً تجدید ایمان و نکاح بھی کر لینی چاہیے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۶ ص ۱۲۰)

اللہ تعالیٰ کے رحیم ہونے کے باوجود کافروں کا ہمیشہ جہنم میں رہنا

سوال: حدیث شریف میں وارد ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے بندوں کو ماں باپ سے بڑھ کر چاہتے ہیں، پھر کافروں کو خلود دائمی (ہمیشہ رہنا) جہنم میں کیوں ہوگا؟ اولاد چاہے کیسی ہی بری ہو لیکن باپ اس کی تکلیف کو ہرگز گوارا نہیں کرتا اور اس کو مصیبت میں نہیں دیکھ سکتا؟

جواب: یہ سوال خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک عورت نے کیا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جواب ارشاد فرمایا اس کا حاصل یہ ہے کہ عباد گو عام ہے مگر دوسرے دلائل نے اس میں سے بعض کو خاص کر دیا جو ملعون ہو کر دائرہ رحمت سے خود نکل گئے ہیں۔ پس عباد "بندے" دو قسم کے ہوئے، ایک مرحومین اور ان پر اس قدر رحمت ہے کہ والدہ کو ولد پر نہیں، دوسرے غیر مرحومین سو ان پر آخرت میں رحمت ہی نہ ہوگی، پھر زیادتی و کمی کا کیا ذکر، یا یوں کہو کہ عباد عام نہیں، خود اضافت تخصیص کا فائدہ دیتی ہے، یعنی بندگان خاص، جیسے قرآن مجید میں عباد الرحمٰن کو خاص

صفات کے ساتھ مخصوص کیا ہے' رہا یہ کہ والدہ کو سب اولاد پر رحمت ہوتی ہے' اللہ تعالیٰ کو سب عباد پر کیوں نہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ والدہ کی رحمت اضطراری ہے' مشیت پر موقوف نہیں' اس لیے عام ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اختیاری ہے اور مشیت پر موقوف ہے جس کا سبب ظاہر اعمال صالحہ ہیں اس لیے آخرت میں خاص ہے' البتہ دنیا میں عام ہے' رہا مرحومین کو تکلیف ہو سو وہ تہذیب ہے تعذیب نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۷۳)

تماشا کرنے والا کہے کہ میں خدا ہوں تو وہ مرتد و کافر ہے

سوال: تماشا کرنے والا تماشے کے وقت اپنے آپ کو (نعوذ باللہ) خدا کہتا ہے اور دوسروں کو سجدہ کرنے کو کہتا ہے' کیا وہ مسلمان ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ اس تماشہ کے اندر عبرت دکھائی جاتی ہے اور ناحق کو شکست اور حق کو فتح اس کا نتیجہ ہوتا ہے' ان کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب: یہ کفر اور ارتداد صریح ہے' اس میں تاویل کی گنجائش نہیں' نیز یہ قول غلط ہے اور تاویل باطل ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۱۲ ص ۴۰۰)

حضرت حق کو ماں باپ کہنا کیسا ہے؟

سوال: مسلم اور غیر مسلم بچوں کی تعلیم و تربیت کے واسطے رسالے چھپوا کر سکول اور مدرسوں میں شائع کرتے ہیں اور اس میں ایک فقرہ درج ہے' خدا اپنا باپ اور ماں ہے' لہٰذا ایسی تعلیم بچوں کے واسطے جائز ہے یا نہیں؟ اور خدا کو ماں باپ کہنا جائز ہے یا نہیں؟ اس طرح کے عقیدے اور کلام سے کفر ہوگا یا نہیں؟

جواب: چونکہ مراد ایسے الفاظ سے معنی حقیقی نہیں ہیں اور الفاظ مجازاً بمعنی مربی پرورش کرنے والا کے ہیں اس وجہ سے کفر کہنا صحیح نہیں اور قائل کو کافر نہ کہنا چاہیے لیکن بولنا...... اور بچوں کو ایسے کلمات کی تعلیم نہیں دینی چاہیے کیونکہ اس سے ممکن ہے کہ غلط فہمی اور عقیدہ میں خرابی پیدا ہو اور مسلمان صحیح العقیدہ ہونا قائل...... کے مجاز کا قرینہ ہو سکتا ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۱۲ ص ۴۴۲)

یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ انسانوں پر قادر نہیں کفر ہے

سوال: زید نے یہ کلمات کہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے مگر انسان پر قادر نہیں اور بعض چیزیں بغیر نوشتۂ تقدیر کے ہوتی ہیں اور باجا ہر قسم کا بغرض اعلان شادیوں میں جائز ہے' علماء اور پابند صوم و صلوٰۃ کو اکثر برا کہتا ہے' ایسے کلمات سے کفر عائد ہوتا ہے یا نہیں؟ اور اس کی منکوحہ نکاح میں رہی یا نہیں؟

جواب: یہ کلمات جو زید کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو قادر علی الاطلاق نہیں کہتا اور تقدیر کا منکر ہے اور باجا شادیوں

میں جائز کہتا ہے ان میں سے بعض امور کفر وارتداد کے ہیں اور بعض فسق ومعصیت کے ہیں' جیسے باجے کے جواز کا قول' پس شخص مذکور کو توبہ وتجدید ایمان وتجدید نکاح کرنا چاہیے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ص ۴۴۴)

کیا اللہ تعالیٰ اپنے شریک پر قادر نہیں؟

سوال: اللہ تعالیٰ اپنا شریک پیدا کرنے پر قادر ہے یا نہیں؟

جواب: واجب اپنا شریک پیدا کرنے پر قادر نہیں' اس لیے کہ تمام متکلمین کے نزدیک مقدوریت کی علت امکان ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ شبہ پیدا ہو کہ اللہ تعالیٰ کا شریک پر قادر نہ ہونا' اس سے عجز لازم آتا ہے اور عاجز ہونا نقص ہے (اور ذات باری نقص سے پاک ہے) اس کا جواب یہ ہے کہ جو امر تعلق قدرت کے لائق نہیں اس پر قادر نہ ہونا نقص نہیں بلکہ عین کمال ہے۔ (فتاویٰ عبدالحئی ص ۳۹)

یہ کہنا کہ اگر خدا چاہے تو جھوٹ بول سکتا ہے

سوال: زید کہتا ہے کہ خدا اگر چاہے تو جھوٹ بول سکتا ہے اگرچہ وہ بولتا نہیں؟

جواب: اس مسئلہ کی یہ تعبیر نہایت وحشت میں ڈالنے والی ہے۔ اصل اختلافی مسئلہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مشرکین اور کفار کو جنت میں داخل کرنے پر قدرت رکھتا ہے یا نہیں؟ ایک جماعت محققین کا قول ہے کہ داخل کر تو سکتا ہے قدرت ہے مگر کرے گا نہیں' پس یہ حقیقت ہے۔ دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ داخل کرنے کی قدرت ہی نہیں۔ (کفایت المفتی ج اص ۹۵)

ایسی سرخی قائم کرنا جس سے توہین خدا کا شبہ ہونا جائز ہے

سوال: ایک اخبار میں ایک خبر کی سرخی یوں درج ہے ''خدا اور سول وولی جیل میں'' اس کے نیچے خبر درج ہے ''معلوم رہے کہ سوہن گاؤں میں تین اشخاص نے خدا اور سول وولی ہونے کا دعویٰ کیا ہے'' پولیس نے تینوں کو جیل میں ڈال دیا ہے اس سرخی کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی سرخی قائم کرنا موجب توہین ہے' اگر قائل یہ ظاہر کرے کہ میری نیت میں خدا و رسول سے مراد یہ جعلی خدا اور رسول تھے اور نیت میں قطعاً کوئی توہین خدا وغیرہ کا کوئی شائبہ نہیں تھا تو اس پر تکفیر کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا لیکن ایسے شخص پر لازم ہے کہ استغفار کرے' نیز مستحق تادیب بھی ہے۔ (خیر الفتاویٰ ج اص ۱۵۳) ''تاکہ آئندہ احتیاط رکھے'' (م'ع)

اللہ تعالیٰ پر رزق لازم ہونے کے معنی

سوال: قرآن مجید میں جو رزق کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا ہے وہ ذمہ تفصلی ہے یا غیر تفصلی ہے؟

جواب: جمہور اہل السنّت کے مطابق اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں' یہ حق تعالیٰ کا فضل و کرم اور احسان ہے۔ (خیر الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۵۳) ''جو رزق کا وعدہ فرمالیا ہے'' (م'ع)

احد اور صمد کے معنی اور مطلب

سورۃ اخلاص میں لفظ ''احد'' اور ''صمد'' کا کیا مطلب ہے تحریر فرمائیں؟

جواب: احد کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ذات وصفات میں یکتا ہے' اکیلا اور تنہا ہے (جس کا کوئی نہ شریک ہے نہ مثل) اس میں ان کی تردید ہے جو ایک سے زیادہ کو معبود اور قابل پرستش سمجھتے ہیں۔ ''صمد'' کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اور سب سے بے پروا ہے اور کسی کا محتاج نہیں اور سب اس کے محتاج ہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۱ ص ۱۶)

اللہ الصمد کی نفی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید کا عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر خداوند کریم کی بسر اوقات (نہیں نبھدی) نہیں ہوسکتی اور وہ اس بات کی تشہیر علی الاعلان کرتا ہے اس کی یہ بات صمدیت خداوند کے منافی تو نہیں؟ اور اس کے قائل کے متعلق شرع محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم کی رو سے کیا حکم ہے؟

جواب: اگر زید کا خیال یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا محتاج ہے (نعوذ باللہ من ذالک) تو یہ قطعاً غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کسی کا محتاج نہیں۔ یہ خیال اللہ الصمد کی نص قطعی کے خلاف ہے۔ اگر زید کا مقصد یہ ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور ختم نبوت پر ایمان لائے بغیر صرف اللہ تعالیٰ کی وحدانیت تسلیم کرنے سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا تو البتہ یہ درست ہے لیکن اس سے اللہ تعالیٰ کا محتاج ہونا لازم نہیں آتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ مفتی محمود ج ۱ ص ۲۴۰)

اللہ تعالیٰ کی ذات قدیم اور نبی کی ذات حادث ہے

سوال: حضرات علماء کا کیا مسلک ہے اس بارے میں کہ ذات باری ذات محمدی کے لیے اصل اور مادہ ہے یا نہیں؟ اور اس قول ''اِنَّ لَهٗ شَانًا لَهٗ مُنَاسِبَةٌ اِلَی الْحَضْرَةِ الرُّبُوْبِيَّةِ'' کے کیا معنی ہوں گے' نیز ذات نبی کے بارے میں کیا رائے ہے آیا وہ حادث ہے یا غیر حادث؟

جواب: ذات نبی صلی اللہ علیہ وسلم حادث ہے اور قدیم یعنی ازلی ہونا اور کسی زمانے میں عدم کا

طاری نہ ہونا یہ تو محض حق کی شان ہے اور چونکہ نور محمدی تمام انبیاء کے انوار سے پہلے پیدا کیا گیا اور اتنے طویل عرصے تک باری تعالیٰ کی مہربانیوں اور عنایات کا مرکز رہا...... اس لیے نور اللہ کہہ دیا جیسے کعبہ کو بیت اللہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ کہہ دیا جاتا ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۷۸)

دنیا میں خدا کا دیدار

سوال: کیا اولیاء اللہ بحالت بیداری اپنی ظاہری بینائی سے بغیر کسی تاویل کے اس دنیا میں خدا کا دیدار کر سکتے ہیں؟

جواب: اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے مطابق مذکورہ بالا صورت سے دیدار نہیں ہوتا' اگر کوئی اس کا مدعی ہو تو کاذب ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۸۱) ''بلکہ کافر ہے'' (م'ع)

خواب میں دیدار الٰہی کے دعویدار کا حکم

سوال: فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ اگر کوئی شخص کہے میں نے خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے تو شیخ ابو منصور ماتریدی فرماتے ہیں کہ یہ شخص بت پرست سے بھی زیادہ برا ہے' کیا واقعی خدا کو خواب میں دیکھنے والا بتوں کی عبادت کرنے والے سے بدتر ہے؟

جواب: یہ حکم زجر و توبیخ پر محمول ہے اور اس مسئلہ میں سکوت کرنا چاہیے۔ جیسا کہ اسی فتاویٰ قاضی خان میں مذکور ہے۔ (احیاء العلوم ج ا ص ۵۷) ''خواب میں دیکھنے پر کچھ محال لازم نہیں آتا' صدہا بزرگوں سے رویت باری تعالیٰ در خواب منقول ہے جس آیت میں رویت کی نفی ہے وہ اس عالم میں بیداری کی حالت میں نفی ہے' اس سلسلہ میں حضرت امام شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا رسالہ ''حسن العقیدہ'' قابل دید ہے۔'' (م'ع)

اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنا

سوال: ذات باری تعالیٰ موصوف بصفت کذب ہے یا نہیں؟ اور خدائے تعالیٰ جھوٹ بولتا ہے یا نہیں؟ اور جو شخص یہ سمجھے کہ خدا تعالیٰ جھوٹ بولتا ہے وہ کیسا ہے؟

جواب: ذات پاک حق تعالیٰ جل جلالہ کی پاک ہے اس سے کہ اس میں جھوٹ کی صفت پائی جائے' معاذ اللہ' اس کے کلام میں ہرگز ہرگز شائبہ کذب کا نہیں' جو شخص حق تعالیٰ کی نسبت یہ عقیدہ رکھے یا زبان سے کہے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے وہ قطعاً کافر ملعون ہے۔ البتہ یہ عقیدہ سب اہل ایمان کا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے مثل فرعون و ہامان و ابی لہب کو قرآن میں جہنمی ہونے کا ارشاد فرمایا ہے وہ حکم

قطعی ہے اس کے خلاف ہرگز ہرگز نہ کرے گا مگر وہ قادر ہے اس بات پر کہ ان کو جنت دے دے' عاجز نہیں ہوگیا' قادر ہے اگرچہ ایسا اپنے اختیار سے نہ کرے گا۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۹۳)

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی نذر ماننا

سوال: جو کہ کتاب تقویت الایمان میں دربارہ افعال شرکیہ کے واقع ہوا ہے کہ جیسے نذر غیر اللہ یعنی توشہ وغیرہ بوسہ دینا قبر کو اور سجدہ اور طواف کرنا قبر کو اور غلاف ڈالنا اس کے اوپر اور جو اس کے مثل اور امور ہیں اور قسم کھانا غیر اللہ کی اور شگون بد لینا' اگر کسی شخص سے صادر ہوں تو اس کو کافر محض جاننا اور دیگر معاملہ کفار کا اس کے ساتھ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: افعال شرکیہ یہ شرک محض ہے اور بعض ایسے ہیں کہ مشرک لوگ ان کو کرتے ہیں اور تاویل ان میں ہوسکتی ہے' پس پہلی قسم کے فعل جیسا بت کو سجدہ کرنا' زنار ڈالنا ہے۔ ان امور سے تو مشرک ہوگیا اور سب معاملات مشرکین کے اس کے ساتھ کرنا ہیں اور دوسری قسم کے افعال سے گناہ کبیرہ ہوتا ہے اس سے اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۳۷)

جھوٹ کہہ کر اللہ تعالیٰ کو گواہ بنانا

سوال: جو لوگ شہادت کا ذمہ ان الفاظ کے ساتھ دیتے ہیں کہ میں خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر اس مقدمہ میں سچ کہوں گا' جھوٹ نہ کہوں گا' یا سچ کہا میں نے جھوٹ نہ کہا' یا سچ کہتا ہوں میں' جھوٹ نہیں کہتا ہوں میں' پھر باوجود اپنے علم کے مرتکب کذب کا ہوا اور اس کے خلاف کہا تو اس صورت میں یہ شخص گنہگار ہوگا یا کافر؟

جواب: فعل گزشتہ پر حق تعالیٰ کو شاہد کر کے جھوٹ بولنا کفر ہے اور یہ کہنا کہ ''جھوٹ نہ کہوں گا'' استقبال کا زمانہ ہے کہ سچ بولنے کا وعدہ کرتا ہے اور استقبال کے معنی مراد ہونے کی صورت میں کفر نہ ہوگا اور ماضی کی صورت میں کافر ہو جائے گا۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۳۷)

حق تعالیٰ اعضاء سے پاک ہیں

سوال: اگر کسی شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ جس طرح ہمارے ہاتھ پیر ہیں' اسی طرح اللہ تعالیٰ کے بھی ہیں تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ شخص گمراہ ہے' اہلسنت والجماعت سے خارج ہے لیکن کافر قرار نہ دیا جائے تو بہتر ہے اور بعض حضرات نے کافر بھی کہا ہے۔ (امداد المفتیین ص ۱۱۰)

حق تعالیٰ کا جہنم میں قدم رکھنے کا مطلب

سوال: کیا یہ صحیح ہے کہ جہنم جب شور کرے گی تو اللہ پاک اپنا بایاں پیر اس میں رکھیں گے اور اس کا کیا مطلب ہے؟

جواب: حدیث صحیح ہے لیکن یہ حدیث حق تعالیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ایک راز ہے' اُمت کو اس کے معنی کی اطلاع نہیں دی گئی بلکہ اس کے پیچھے پڑنے کی اجازت بھی نہیں دی گئی کیونکہ آقا کے اسرار مخصوصہ کی تفتیش میں لگنا ایک غلام کے لیے سخت گستاخی ہے' پھر بندہ اور معبود کا تو کیا پوچھنا۔ (امداد المفتیین ص ۱۱۱)

اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کا دعویٰ کرنا

سوال: اللہ جل جلالہ کا کلام کرنا اپنے بندہ سے اور بندہ کا اللہ تعالیٰ سے یہ منصب و درجہ خاص انبیاء کا ہے یا عام' اگر خاص انبیاء علیہم السلام کا ہے اور نبوت ختم ہو چکی ہے اب فی زمانہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے یہ کلام فرمایا تو اس پر اور اس کلام کو حق جاننے والے اور اس کے معتقد پر کیا حکم شرعاً ہوگا؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا کلام بالمشافہ اور بطور وحی کے خاصہ انبیاء علیہم السلام ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قطعاً ختم ہو چکا اور مدعی اس کا کافر ہے۔ البتہ الہام کی صورت میں عامہ مؤمنین کو حاصل ہو سکتا ہے لیکن عرفاً اس کو کلام نہیں کہا جاتا اس لیے ایسے الفاظ بولنا (کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے کلام فرمایا ہے) اگر اس کی مراد یہ ہے کہ بطور وحی بالمشافہ فرمایا تب تو کفر ہے اور اگر اس سے بطور الہام دل میں ڈالنا ہے تب بھی درست نہیں کیونکہ اس میں ابہام ہوتا ہے اور ابہام کفر سے بھی بچنا ضروری ہے۔ (امداد المفتیین ص ۱۲۸)

کسی کو کہنا کہ اول خدا کے سپرد ہے اور دوسرے تمہارے سپرد ہے

سوال: اپنے داماد کو رخصت کے وقت یا سفر کرتے وقت یا موت کے وقت یہ کہنا کہ اے میری بیٹی! اے میرے گھر والو! اے میرے ورثہ! اول خدا کے سپرد ہے اور دوسرے تمہارے سپرد ہے' یہ کہنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: یہ کہنا جائز نہیں بلکہ اس میں اندیشہ کفر ہے کیونکہ بعض علماء نے ان کلمات کو کفریہ میں نقل کیا ہے لیکن احتیاط اس میں ہے کہ اس کے کہنے والے کو کافر نہ کہا جاوے' البتہ گناہ ہے اس کا

ترک واجب ہے۔ (امداد المفتیین ص ۱۲۹)

اللہ یا نبیؐ کے نام کا احترام ضروری ہے

سوال: ایک شخص مسلمان نے جوتوں کا کارخانہ کھولا ہوا ہے اور پیر کا ناپ لینے کے واسطے ایک کتاب بنا رکھی ہے' اس کتاب پر ناپ لکھنے کے بعد پیر کے نشان کے اندر اس شخص کا نام جس کا ناپ لکھا گیا ہے تحریر کرلیا جاتا ہے' اکثر ان ناموں میں محمد اسحاق وغیرہ بھی ہوتے ہیں چونکہ یہ سلسلہ ناپ لینے کا جاری ہے' اس وجہ سے سابقہ ناپ کے بعد دوسرے ناپ کے لیے پیر اس نام پاک لکھے ہوئے کاغذ پر رکھا جاتا ہے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ طریقہ مذکورہ بالا سے نام پاک کی تو بے ادبی نہیں ہوتی؟

جواب: اگرچہ اس میں قصد ناپ لکھنے کا ہوتا ہے مگر اس کاغذ پر پاؤں رکھنے سے جس میں لفظ اللہ یا محمد' یا کوئی اور قابل احترام لفظ لکھا ہوا ہے' بے ادبی کی صورت ضرور ہے اس لیے اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ نام اور پتہ کا رجسٹر علیحدہ ہو اور ناپ کی کتاب جدا ہو۔ (کفایت المفتی ج ۱ ص ۹۰)

یہ دعویٰ کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ کو بیکار ثابت کر دیا ہے

سوال: زید کہتا ہے کہ میرا دعویٰ ہے کہ قرآن کے اندر کئی جگہ سے میں ثابت کرسکتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بیکار ثابت کر دیا ہے (نعوذ باللہ) کیا یہ کہنے پر زید مسلمان ہی رہتا ہے' شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب: قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول' نبی' شاہد' بشیر' نذیر' داعی الی اللہ' نور' سراج' منیر' رؤف' رحیم' ہادی اور بہت سے القاب جلیلہ سے ملقب فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حق نبوت باحسن وجوہ ادا فرمایا' ایک ہادی اور رہبر کے فرائض اس درجہ علیا پر ادا کیے کہ کوئی دوسرا حضور کا مثیل پیدا نہ ہوگا۔ پس زید کے اس قول کا کہ قرآن پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بیکار ثابت کر دیا ہے کیا مطلب ہے؟ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اوصاف وکمالات اور تبلیغی کارناموں کا انکار مقصود ہے تو یہ صریح کفر ہے کہ اس سے قرآن کریم کی تکذیب لازم آتی ہے۔ مزید یہ کہ یہ جملہ شان اقدس میں گستاخی اور توہین کو بھی مستلزم ہے اور یہ بھی موجب کفر ہے اور زید کا کچھ اور مطلب ہے تو ظاہر کرے۔ (کفایت المفتی ج ۱ ص ۹۵)

اپنی قادریت میں نے تجھ کو دیدی

سوال: امام نے خطبہ اولیٰ جمعہ عربی میں پڑھنے کے بعد اردو میں تقریر کرتے ہوئے بیان کیا

کہ محی الدین جیلانی نے خدا کو دیکھا' خدا نے پوچھا اے محی الدین کیا چاہتے ہو! فرمایا تیرے پاس رکھا ہی کیا ہے جو تو دے گا (نعوذ باللہ) نبوت' رسالت' شہادت سب ختم ہی ہو چکا' تب خدا نے فرمایا کہ اپنی قادریت میں نے تجھ کو دیدی' اس لیے عبدالقادر ان کا نام ہوا' کیا از روئے شرع محمدی درست ہے؟ اور ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہے؟

جواب: یہ روایت غلط اور مشرکانہ مضمون پر مشتمل ہے ایسے امام کی امامت بھی مکروہ ہے۔ (کفایت المفتی ج ۱ ص ۳۵۲) ''لطیفہ: غور کیجئے کہ قادریت ملنے پر بھی عبد ہی رہے' قادر مطلق پھر بھی نہ بنے۔'' (م'ع)

اللہ تعالیٰ میں پیدا کرنے کی قوت ہمیشہ سے ہے

سوال: زید کا اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ میں پیدا کرنے کی قوت وقدرت ہمیشہ سے موجود ہے لیکن اس کو خالق اس وقت سے کہتے ہیں جبکہ اس نے کچھ پیدا کیا' جب تک کچھ پیدا نہیں کیا تھا اس وقت اس کو خالق نہیں کہہ سکتے تھے؟

جواب: یہ صحیح ہے کہ حضرت حق جل شانہ میں پیدا کرنے کی طاقت ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی' ہاں اس صفت کا تعلق مخلوق کے ساتھ اس وقت ہوا جب وہ پیدا ہوئی۔ پس صفت خلق قدیم ہے اور مخلوق کے ساتھ صفت خلق کا تعلق حادث ہے۔ ان تعلقات کے حدوث سے نفس صفت کی قدرت پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور خالق کا اطلاق اس معنی سے کہ صفت خلق اس میں موجود تھی قبل تعلق کے بھی ہوتا ہے اور ہوسکتا ہے' اس میں کچھ خرابی نہیں۔ (کفایت المفتی ج ۱ ص ۱۷)

اللہ اسم ذات ہے

سوال: زید کہتا ہے کہ اللہ اسم ذات ہے' اسم صفت نہیں ہے؟

جواب: یہ صحیح ہے کہ اللہ اسم ذات ہے' اسم صفت نہیں ہے۔ (کفایت المفتی ج ۱ ص ۱۷)

کیا لفظ ''اللہ'' کا ترجمہ ''خدا'' سے درست ہے؟

سوال: محترم حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی اللہ کا لفظ آیا ہے ترجمہ میں علماء کرام نے لفظ خدا استعمال کر دیا ہے حالانکہ کلام اللہ میں بارہا اسماء حسنیٰ کا دعویٰ موجود ہے جبکہ کہیں بھی خدا کا لفظ موجود نہیں ہے تو پھر یہ سراسر جھوٹ کیوں تراشا گیا' علماء سے جب بھی دریں بارہ رجوع کیا جاتا ہے تو وہ

بجائے کسی تسلی بخش جواب کے گول مول کر دیتے ہیں اور سائل کو تشویش ہے کہ اس لفظ کا اجراء کہاں سے ہوا ہے اور کب تک جائز رہے گا؟ اگر اس کی شرعاً اجازت ہے تو مجھے اطمینان فرمایا جاوے وگرنہ میرے اس استغاثہ کی پوری حمایت آنجناب کا حق ہے۔ اگر جناب مفتی صاحب بھی دیگر مولویوں کی طرح خاموش رہ گئے تو سائل کو بی بی سی لندن سے معلومات حاصل کرنا ہوں گی؟ ملتان ریڈیو سٹیشن والوں کو ترجمہ صحیح بیان کرنے کے لیے بھی نوٹس دیا ہے لیکن ابھی تک کوئی عمل نہیں ہوا۔ ترجمہ میں پھر وہی اللہ کا ترجمہ و معنی خدا ہو رہا ہے؟

پھر کہاں قسمت آزمانے جائیں   تو ہی جب خنجر آزما نہ ہوا

سائل اس قسم کا دعویٰ اور زعم رکھتا ہے کہ قلوب المومنین بیت اللہ کہ ہمارا دل اللہ تعالیٰ کا گھر ہے اور میرا دل لفظ خدا کو دشمن رکھتا ہے۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

جواب: لفظ اللہ مستقل لفظ ہے خدا اس کا لفظی ترجمہ نہیں ہے لیکن چونکہ فارسی، اردو، پنجابی، پشتو، سندھی، بلوچی وغیرہ زبانوں میں عام طور پر ذات اقدس پر لفظ خدا استعمال ہوتا ہے اور یہ لفظ ذات اقدس پر اتنی واضح دلالت کرتا ہے جیسے کہ لفظ اللہ اس لیے عام مفسرین نے اللہ کا ترجمہ خدا سے کر دیا ہے ورنہ حقیقت میں خدا لفظ مالک کا ترجمہ ہے۔ مثلاً کتخدا (گھر کا مالک) لفظ مالک صفاتی ناموں میں سے ہے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ اگرچہ یہ لفظ ذات باری تعالیٰ کے ساتھ مختص نہیں ہے اور اس کا اطلاق غیر اللہ پر بھی ہوتا ہے لیکن اسماء حسنیٰ میں سے ہونے کی وجہ سے قرآن کریم اور احادیث میں ذات باری پر اس کا اطلاق عام ہوا ہے اور لفظ خدا اس کا ترجمہ ہے اس لیے نہ تو لفظ خدا سے دشمنی کرنی چاہیے اور نہ اس کے اطلاق کو ناجائز کہنا چاہیے اور نہ مفسرین کی تغلیط کرنی چاہیے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ خدا لفظ اللہ کا ٹھیٹ ترجمہ نہیں بلکہ عام فہم لفظ ہے جسے اللہ کی جگہ استعمال کیا گیا ہے۔ امید ہے کہ جناب کی تشفی ہو گئی ہو گی، ایسی باتوں میں نزاع نہیں کرنا چاہیے۔ واللہ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود ج ۱ ص ۳۱۰)

زید کا اعتقاد ہے کہ بعض باتیں ایسی ہیں جن کو خدا نہیں کرتا

سوال: زید کا اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے لیکن بعض باتیں ایسی ہیں کہ جن کو وہ نہیں کرتا، مثلاً یہ کہ وہ جھوٹ نہیں بولتا مگر یہ بات اس کی قدرت سے باہر نہیں، یہ صحیح ہے کہ ادب کی بناء پر ایسا نہ کہیں، لیکن حقیقت یہی ہے؟

جواب: ہزاروں باتیں ایسی ہیں کہ خدا ان پر قادر ہے مگر کرتا نہیں۔ مثلاً وہ قادر ہے کہ ہر شخص کے سامنے ہر وقت پہاڑ پیدا کر دے، چاندی کے درخت اُگا دے وغیرہ مگر کرتا نہیں اور جھوٹ بولنے کا

وقوع محال ہے نہ کبھی جھوٹ بولا ہے نہ بولے گا' نہ جھوٹ بولنا شان الوہیت کے لائق ہے۔ (کفایت المفتی ج ۱ ص ۱۷) ''یہ خیال صحیح ہے مگر تعبیر میں احتیاط کرنا چاہیے اور خصوصاً جہلاء کے سامنے'' (م'ع)

کیا اللہ تعالیٰ سجدہ کرانے میں مخلوق کا محتاج ہے؟

سوال: زید کا یہ اعتقاد ہے کہ اللہ اگر مخلوق کو پیدا نہ کرتا خواہ کسی قسم کی ہو یعنی اس کی ذات کے سوا کچھ بھی نہ ہوتا تو سجدہ کرنے والے میں وہ محتاج رہتا' بغیر دوسری ذات پیدا کیے اس کو سجدہ کون کرتا؟

جواب: سجدہ کرنے والوں کو اگر خدا پیدا نہ کرتا تو سجدے کا وقوع نہ ہوتا مگر خدا کی الوہیت میں اس کی وجہ سے کوئی کمی یا نقصان نہ آ سکتا تھا۔ پس یہ کہنا کہ خدا اپنے لیے سجدہ کرانے میں مخلوق کا محتاج تھا' ایک غلط تعبیر ہے جس سے نافہم لوگ دھوکہ میں پڑ سکتے ہیں' خدا تعالیٰ کی ذات تمام احتیاجات سے پاک اور منزہ ہے۔ (کفایت المفتی ج ۱ ص ۶۲)

تعظیم کیلئے جمع کا صیغہ استعمال کرنا

سوال: زید اللہ کو تعظیم کی وجہ سے تم یا آپ کے الفاظ استعمال کرتا ہے' جیسے یا اللہ تم نے سچ کہا' یا آپ کا فرمان بجا ہے' اس طرح کہنا کیسا ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس سے شرک لازم آتا ہے؟

جواب: شرک لازم آنا یا گناہ ہونا تو درست نہیں کیونکہ جمع کا صیغہ بطور تعظیم کے استعمال کرنا جائز ہے' خود قرآن مجید میں بہت سے مواقع میں موجود ہے لیکن اردو کے محاورہ کے لحاظ سے واحد کا صیغہ استعمال کرنا اولیٰ اور بہتر ہے۔ (کفایت المفتی ج ۱ ص ۶۳)

یہ عقیدہ رکھنا کہ خدا عالم الغیب نہیں

سوال: اگر کسی شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ خدا عالم الغیب نہیں' آیا ایسے شخص کا اسلام باقی رہتا ہے یا نہیں؟

جواب: یہ لفظ مبہم ہے' قائل سے اس کا مطلب دریافت کرنا لازم ہے اس کے بعد کوئی حکم دیا جا سکتا ہے۔ قرآن مجید میں حق تعالیٰ کی صفات میں عالم الغیب والشہادۃ اور علام الغیوب فرمایا گیا ہے' لہٰذا یہ قول تو گمراہی اور جہالت ہے مگر قائل کی تکفیر اس کے بیان سے پہلے نہیں کی جا سکتی ہے۔ (کفایت المفتی ج ۱ ص ۷۰)

''کہ گویا صانع قدرت کی ایک بھول ہوں میں'' کا حکم

سوال: ایک شخص نے ''اخبار ترجمان سرحد'' مورخہ ۳۱ جنوری ۱۹۲۸ء میں ایک نظم شائع کی ہے جس کا ایک شعر یہ ہے:

سرائے دہر میں وہ ہستی فضول ہوں میں — کہ گویا صانع قدرت کی ایک بھول ہوں میں

مصرع ثانی میں صانع قدرت کی طرف جو بھول کی نسبت کی گئی ہے آیا یہ جائز ہے؟

جواب: دوسرے مصرع میں صانع قدرت کی طرف بھول کو منسوب کرنا بے شک خلاف ادب اور سخت جرأت اور گستاخی ہے۔ اگرچہ لفظ گویا نے اس نسبت کو اپنے اصل مفہوم سے ہلکا کر دیا ہے جس کی وجہ سے قائل تکفیر سے بچ سکتا ہے مگر پھر بھی تعبیر اور عنوان جائز نہیں ہوسکتا اسے توبہ کرنی چاہیے اور آئندہ ایسی بے احتیاطی اور بے ادبی سے احتراز کرنا چاہیے۔ (کفایت المفتی ج ۱ ص ۷۱)

ایک طنزیہ مضمون میں اللہ تعالیٰ کی شان میں نامناسب الفاظ استعمال کرنے کا حکم

سوال: فتویٰ حاصل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ایک مصنف نے اپنے مضمون میں خدا کی شان میں گستاخی کی ہے اس کے خلاف مقدمہ چلانا ہے۔ مندرجہ ذیل عبارات رسالہ ''الف لیلیٰ'' ڈائجسٹ کے صفحات: ۹۰ تا ۹۳ پر لکھی ہوئی ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے: ''چند دن ہوئے میں نے خواب میں دیکھا' مجھے ایسا لگا جیسے کوئی سوتے میں جگا رہا ہے' سر اٹھایا تو ایک فرشتہ تھا' کہنے لگا: اچھے جرنلسٹ ہو خدا کے دربار میں ہنگامہ ہے اور تم یہاں پڑے ہو میں نے کہا: میرا ڈیئر تو کہتا ہے کہ صرف وزیروں اور زراعتی ناخداؤں کے ہاں جایا کرو مگر تم کہتے ہو تو آج خدا کو بھی دیکھ لیتے ہیں' پتہ نہیں اس کی اسٹوری اخبار والے قبول کرتے ہیں یا نہیں؟ کیونکہ وہ ہماری پارٹی کا نہیں' ابلیس ہوتا تو دوسری بات تھی۔

بہر حال میں نے اپنی ڈائری اور کیمرہ اُٹھایا اور چل پڑا' وہاں پہنچے تو دیکھا کہ واقعی ہنگامہ ہے' اللہ تعالیٰ تخت پر بیٹھے ہیں' نور کی روح پرور روشنی ہے' چاروں طرف فرشتے سجدے میں پڑے ہیں' پس منظر میں حمد وثناء کی موسیقی ہے' دھیمی دھیمی خوشبو کی لہریں اُٹھ رہی ہیں مگر درمیان میں چند مغربی سائنسدان کھڑے گستاخانہ طریقے سے شور کر رہے ہیں۔

اس فرشتے نے کان میں کہا کہ خدا سے بغاوت کر کے اپنی خود مختاری کا نوٹس دینے آئے ہیں' میں نے غور سے سنا تو ایک بوڑھا سائنسدان چیخ رہا تھا!

ہم کیوں مانیں تیری خدائی؟ کیا ہے تیرے پاس جو ہمارے پاس نہیں؟ تیری خدائی کی بنیاد صرف دو چیزوں پر ہے' ایک تخریب جو قہر اور عذاب بن کر آتی ہے اور دوسری تخلیق' ہمارے پاس بھی یہ دونوں چیزیں موجود ہیں۔

ہمارے ایٹم بم آج تیری دنیا کا ایسا انداز میں خاتمہ کر سکتے ہیں کیا تنے بڑے پیمانے پر تو نے؟

آج تک تخریب نہ کی ہوگی' تو نے دنیا کو قیامت کے دن حشر برپا کرنے کی دھمکی دے کر زیر کیا اور انہیں مذہب کی زنجیروں میں جکڑا' وہی حشر ہم اپنے بموں سے برپا کر سکتے ہیں۔"......(الخ تا ص:۱۹۳ از ناقل)

تمام صفحات کی عبارات سے اللہ تعالیٰ کی تحقیر' توہین وتذلیل ہوتی ہے یا نہیں؟ مسلمانوں کے عقیدے میں خلل پڑتا ہے یا نہیں؟

نمبر۲'۳۔ کیا اس عبارت سے کفر لازم آتا ہے یا نہیں جو اوپر (قوسین) میں نقل کی گئی ہے؟

نمبر۴۔ "کیا میں غلط کہہ رہا تھا اے خدا! میں نے جرأت کر کے پوچھ لیا' اللہ تعالیٰ نے میری طرف دیکھا اور پھر اپنی تخلیق پر شرم سے سر جھکا لیا تو عرفی میاں' مغرب کے سائنسدان اپنی صدیوں کی سائنسی ترقی سے خدا کا سر نہ جھکا سکے اور ہم نے اس ملک کی بیس برس کی زندگی میں خدا کا سر جھکا دیا ہے' ہم آگے ہیں یا نہیں؟"

نمبر۵'۶۔ کیا ایسے مسلمانوں کو جو پاکستان میں رعایا کی حیثیت سے مقیم ہوں ان کی' عام مسلمانوں کی دل آزاری اور باری تعالیٰ سے اس درجہ گستاخی کی بناء پر اگر ملک پاکستان کے دستور کی بنیاد پر ضرب کاری لگ رہی ہو تو اس کو دستور اساسی کا منکر تصور کرنا چاہیے یا نہیں؟ اور ملک کا اور خدا کا دشمن اور ملک کا باغی سمجھنا چاہیے یا نہیں؟

جواب: اگرچہ مسلکہ مضمون ایک طنزیہ مضمون ہے جس میں الفاظ کی حقیقت مراد نہیں ہوتی لیکن طنزیہ انداز میں بھی اللہ تعالیٰ کی شان میں ایسی باتیں کرنا اور اس کی طرف ایسی فرضی باتیں منسوب کرنا سنگین گستاخی ہے جس پر کفر کا بھی خوف ہے۔ لہٰذا ایسے مضمون لکھنے والے کو فوراً صدق دل سے توبہ کرنی چاہیے' ایسے مضامین کی نشر واشاعت بالکل ناجائز ہے' اللہ تبارک وتعالیٰ کی تخلیق اور اس کے کارخانہ قدرت کو طنز ومزاح کا موضوع بنانا انتہائی خطرناک گناہ ہے۔ اگر کوئی شخص ایسے الفاظ کو حقیقت سمجھتا ہو تو اس کے کفر میں کوئی شبہ نہیں۔

لما فی العالمگیریة : یکفر اذا وصف اللّٰہ تعالیٰ بمالا یلیق به اوسخر باسم من اسمائه او بامر من اوامره او انکر وعده ووعیده او جعل له شریکاً او ولدًا او زوجة او نسبه الی الجهل اوالعجز اوالنقص' ویکفر بقوله: یجوز ان یفعل اللّٰہ تعالیٰ فعلاً لا حکمة فیه. (عالمگیریة ج:۲'ص:۲۵۸) (الباب التاسع فی احکام المرتدین (طبع مکتبه حقانیه پشاور)

اور اگر الفاظ کی حقیقت مقصود نہ ہو بلکہ صرف موجودہ دور کے انسانوں پر طنز مقصود ہو تو چونکہ تکفیر مسلم ایک سنگین معاملہ ہے اس لیے تکفیر سے توکف لسان کیا جائے گا۔ (وفی الدر المختار ج:۴

ص: ۲۲۹، طبع ایچ ایم سعید، واعلم انہ لایفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامہ علی محمل حسن) لیکن اس کے سنگین گستاخی اور سخت گناہ ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اس مضمون کے مصنف اور ناشر دونوں کو آخرت کے مواخذے کی فکر کر کے فوراً اس پر توبہ کرنی چاہیے اور حکومت کو ایسے مضامین کی اشاعت کی اجازت ہرگز نہ دینی چاہیے۔ واللہ سبحانہ اعلم (فتاویٰ عثمانی ج ۱ ص ۸۳)

اوصاف خاصۂ الٰہی میں کسی کو شریک کرنا

سوال: خالق اپنی صفت خاصہ کی وجہ سے قادر مطلق ہے اور یکتا بھی، مخلوق میں ہونا محال ہے، ممکن اور متنفس کے ساتھ تشبیہ دینا توحید میں عیب لگانا ہے یا نہیں؟

جواب: قادر مطلق جل شانہ کے اوصاف خاصہ میں کسی مخلوق کو شریک کرنا غلط ہے، شرک فی الصفات ہے، اس کی توحید میں عیب لگانا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ ص ۸۳)

جدید سائنسی تحقیق انسانی کلوننگ کی شرعی حیثیت

سوال: جناب مفتی صاحب! آج کل اردو، انگریزی اور دیگر مختلف زبانوں میں شائع ہونے والے اخبارات اور رسائل و جرائد میں کلوننگ کا مسئلہ بہت زور و شور سے آ رہا ہے اس مسئلہ میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ اسکاٹ لینڈ کے ایک سائنسدان ڈاکٹر ولمٹ نے کلوننگ کے ذریعے کئی بھیڑوں اور مختلف حیوانات کو پیدا کیا ہے اور اب وہ انسانی کلوننگ کا تجربہ کر رہا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک ہی جنس سے اس جیسی دوسری جنس پیدا کی جائے؟ کیا یہ اللہ تعالیٰ کی صفت تخلیق میں مداخلت ہے یا نہیں؟ جبکہ خالقیت اللہ تعالیٰ کی صفت خاص ہے، کیا یہ صفت کسی انسان میں پیدا ہو سکتی ہے یا نہیں؟ برائے مہربانی شریعت مطہرہ کی روشنی میں اس بارے میں وضاحت فرمائیں؟

جواب: سائنسی تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان اور دیگر حیوانات کی تخلیق خلیہ (سیل) سے ہوتی ہے۔ ماں کے پیٹ میں بچے کی پیدائش کی ابتداء دو خلیوں سے ہوتی ہے ان میں سے ایک خلیہ باپ کا ہوتا ہے اور دوسرا ماں کا ہوتا ہے۔ یہ دونوں خلیئے یکجان ہو کر جراثیمی نظام کے ذریعے نشوونما پاتے رہتے ہیں حتیٰ کہ ایک وقت ایسا آتا ہے کہ خود بخود ٹوٹ کر کئی خلیوں کی پیدائش کا ذریعہ بنتے ہیں اور ایک سو بیس دنوں تک ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ دو جنسوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔

تو گویا انسان کی پیدائش بھی خلیوں سے ہوتی ہے اور ایک انسان لاتعداد خلیوں کا مجموعہ ہوتا ہے جن میں سے ہر خلیہ ایک مکمل فیکٹری کا کام کرتا ہے مگر یہ بات حقیقت ہے کہ ان خلیوں کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے، کوئی مخلوق ان خلیوں کو پیدا نہیں کر سکتی اور نہ مردہ خلیوں سے کسی حیوان کی

پیدائش کا کام لیا جاسکتا ہے۔ سائنسدان تو کائنات کے ظاہری مشاہدات پر غور وفکر کر کے پھر اس پر عملی تجربہ کرتے ہیں جس میں کبھی تو وہ کامیاب ہوتے ہیں اور کبھی ناکام۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر سائنسدان کسی تجربہ میں کامیاب ہو بھی جائیں تو پھر جن اجزاء پر انہوں نے تجربہ کیا ہے وہ تو سائنس کی پیداوار نہیں ہوتے ان کا خالق تو لامحالہ اللہ تعالیٰ ہی ہے اس لیے کسی کامیاب تجربہ میں بھی سائنس کو خالق کا درجہ نہیں دیا جاسکتا۔ اس لیے کہ خالق حقیقی ایک تو اپنی تخلیق میں کبھی ناکام نہیں ہوتا اور دوسری وہ معدوم چیز کے ہر مادہ کو خود پیدا کرتا ہے اور کسی دوسرے پیدا کردہ مادہ پر بنیاد قائم نہیں کرتا۔ قرآن کریم کا دعویٰ ہے کہ "هل من خالق غير الله (الآية)" کیا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور خالق ہے؟ "لن يخلقوا ذباباً. (الآية)" وہ معبودان باطلہ تو ایک مکھی کو بھی پیدا نہیں کر سکتے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ مخلوقات میں سے کوئی بھی صفت خالقیت سے متصف نہیں ہو سکتا۔

لہٰذا اسکاٹ لینڈ کے سائنسدان ڈاکٹر ایان ولمٹ اور اس کی جماعت نے جو بھیڑ اور بندر کو خلیوں سے پیدا کرنے کا تجربہ کیا ہے اس سے ان کے بارے میں خالقیت کا عقیدہ نہ رکھا جائے اور یہ تخلیق بھی نہیں بلکہ ایک کامیاب تجربہ ہے اس لیے کہ کسی چیز کا کلون اس کی ڈی این اے یا کروموسوم کی ترقی یافتہ شکل ہوتی ہے جس میں قدرتی طور پر بڑھنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ ڈاکٹر ولمٹ اور اس کی جماعت نے اس کی پرورش کی جس سے بھیڑ کے کلون یعنی ڈی این اے نے بھیڑ کی شکل اختیار کی۔ چنانچہ ڈاکٹر ولمٹ کا کہنا ہے کہ اس نے بھیڑ کے پستان کے ایک ڈی این اے کو ترقی دے کر اس ڈی این اے میں قدرت نے جو امکانات پوشیدہ رکھے تھے انہی کو بروئے کار لانے میں کامیاب ہوا ہے۔ (ماہنامہ الحق جلد نمبر ۳۳ شمارہ نمبر ۶)

لہٰذا اس ڈی این اے کو ترقی دینے یا پرورش کرنے سے وہ (ڈاکٹر ولمٹ) اس بھیڑ کا خالق نہیں بنا۔ جیسا کہ کوئی دائی یا نرس کسی بچے کو پالنے اور اس کی پرورش کرنے سے اس کی ماں نہیں ہو سکتی، بالکل اسی طرح سائنسی ایجادات سے کسی خلاف فطرت کارنامے پر وہ سائنسدان خالق نہیں بن سکتا۔ اس لیے کہ ان اجزاء کو اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا کیا اور ان میں یہ تمام تر خصوصیات اسی نے پیدا کی ہیں۔ البتہ اس قسم کے تجربوں سے کسی جانور کا پیدا ہونا یا کسی خلاف فطرت امر کا سامنے آنا شرعاً ناممکن نہیں لیکن اگر غور کیا جائے تو سائنسدانوں کے ان تجربات سے قدرت خداوندی کا ظہور اور اسلامی تعلیمات کی حقانیت سامنے آتی ہے۔ مثلاً سائنس کی اس ایجاد سے حیات ثانی کے اسلامی عقیدے کی بھرپور تائید ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان مادہ پرست اور قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونے کے منکرین سے

لاشعوری میں یہ بات لوگوں پر عیاں کرادی کہ جب ایک مخلوق اپنے تجربہ سے کسی جانور کے ایک خلیہ سے ایک اور جانور کو بالکل اسی شکل وصورت، رنگ ڈھنگ اور دیگر عادات واطوار کے ساتھ پیدا کرسکتی ہے تو خالق کائنات، مالک ارض وسماء بدرجہ اولیٰ انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرسکتا ہے۔

سائنس کی اس ایجاد سے حیات بعد الموت کے بارے میں وارد بعض احادیث مبارکہ کی بھی تائید ہوتی ہے۔ مثلاً یہ کہ جب کوئی انسان اس دار فانی سے انتقال کرکے قبر میں چلا جاتا ہے تو اس کے جسم کے تمام اعضاء خاک ہوجاتے ہیں، علاوہ دُمچی کے (دُم کے سرے کی ایک ہڈی) اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسی سے انسان کو دنیاوی شکل وصورت میں اٹھائے گا۔ (بخاری ومسلم)

اور دُمچی کے بارے میں ایک روایت میں ہے کہ دُمچی رائی کے ایک دانے کی طرح ہے۔ (فتح الباری)

تو سائنس کی اس قسم کی ایجادات سے اسلامی تعلیمات کی تائید وتصدیق ہوتی ہے البتہ انسانی کلوننگ کا عمل شرعی نقطہ نظر سے کئی وجوہات کی بناء پر ناجائز ہے۔

(۱) اس تجربے کی کامیابی سے لاشعور اور لاعلم انسانوں کے دل ودماغ میں کسی سائنسدان کے خالق ہونے کا عقیدہ راسخ ہونے کا خطرہ ہے جو بنص قرآن کریم ناجائز وحرام ہے اس لیے کہ صفت خالقیت اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ "کماقال اللّٰہ تعالیٰ: **هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ (الآية) وَلَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا. (الآية)**

(۲) اس عمل میں تغیر لخلق اللہ کا عنصر نمایاں ہے جو کہ ایک شیطانی عمل ہے جس کا شیطان نے اللہ تعالیٰ کے سامنے انسانوں کو گمراہ کرنے کا چیلنج دیا تھا۔ (**ولامرنهم فليغيّرن خلق اللّٰه. الآية**) میں انسانوں کو اس بات کی تعلیم دوں گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی شکل وصورت میں تغیر پیدا کریں اور اس کو بگاڑ دیں۔ کلوننگ میں اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی انسانی شکل وصورت تختہ مشق بن جائے گی اور اس میں تغیر وتبدل ہوتا رہے گا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع کرتے ہوئے قرآن کریم میں فرمایا ہے: "**لاتبديل لخلق اللّٰه. الآية**"

(۳) اس عمل میں غیر فطری طریقہ سے انسان کی پیدائش ہوگی اور توالد وتناسل کا جو طریقہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک چلا آرہا ہے اس کی خلاف ورزی ہوگی۔

(۴) اس طریقہ عمل سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ ابتداء ہی سے مادر پدر آزاد ہوگا اور ماں باپ کے پیار ومحبت سے محروم ہوگا جبکہ اولاد کی تعلیم وتربیت کے لیے ماں باپ کا ہونا ازحد ضروری ہے۔

(۵) کلوننگ کے اس عمل سے پیدا ہونے والے بچے کے بارے میں جھگڑے پیدا ہونے کا

قوی امکان ہے اس لیے کہ کلوننگ میں ایک ہی اصل سے خلیہ لیا جاتا ہے اور اسے کسی دوسری عورت کے رحم میں رکھا جاتا ہے تو اب اس بچے پر اس عورت اور جس مرد سے خلیہ لیا گیا ہے کے مابین جھگڑا پیدا ہوگا جبکہ جنگ وجدال سے اسلام نے منع فرمایا ہے اور اس کے ذرائع کو بند کرنے کا حکم دیا ہے۔

(۶) کلوننگ کے نتیجے میں پیدا ہونے والے بچے کے ثبوت نسب کا بہت بڑا مسئلہ پیدا ہوگا کہ اس بچے کا نسب خلیہ والے مرد سے ثابت کیا جائے یا جس عورت کے رحم میں یہ خلیہ رکھا گیا ہے اس سے نسب ثابت کیا جائے جبکہ اسلام نے ثبوت نسب کا بہت زیادہ خیال رکھا ہے اور حتی الامکان کسی بچے کے نسب کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ مثلاً یہ کہ اگر ایک شادی شدہ عورت سے کسی نے زنا کیا اور اس زنا سے اسے حمل ہو گیا تو بچے کا نسب عورت کے زوج سے ثابت ہوگا نہ کہ زانی سے۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: "**الولد للفراش وللعاهر الحجر**" (الحدیث)

(۷) اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو مختلف رنگوں اور صورتوں میں پیدا کیا ہے۔ حتیٰ کہ ہر انسان کے ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کی لکیریں بھی ایک دوسرے سے مختلف بنائی ہیں' ان کی آواز میں باہمی اختلاف موجود ہے اور یہ اختلاف اس لیے ہے کہ ان کی پہچان میں آسانی ہو اور اگر کسی سے جرم کا ارتکاب ہو جائے تو اس تک قانون کی رسائی ہو سکے جبکہ کلوننگ میں ایسا نہیں ہو سکتا اس لیے کہ کلوننگ کے ذریعے پیدا ہونے والا انسان اپنے اصل کے ساتھ ہر ہر شے میں موافق ہوگا' دونوں میں کوئی امتیازی نشان نہیں ہوگا جس کی وجہ سے اصل اور نقل میں پہچان مشکل ہو جائے گی۔ اسی طرح ارتکاب جرم کی صورت میں مجرم تک قانون کی رسائی بھی محال ہو جائے گی جس سے لاقانونیت' بدامنی' جرائم کی کثرت اور دنیا میں فسادات کے زیادہ ہونے کے امکانات بڑھ جائیں گے اور اگر کسی جرم میں اصل کے بجائے اس کے کلون کو اور کلون کے بجائے اس کے اصل کو سزا دی جائے تو یہ انصاف کے تقاضوں کے خلاف ہے۔

(۸) اولاد دینے میں اللہ تعالیٰ کا ایک نظام ہے جس کے تحت وہ کسی کو بیٹے عطا کرتا ہے اور کسی کو بیٹیاں جبکہ بعض کو دونوں اور کسی کو عقیم یعنی بے اولاد رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"**يَهَبُ لِمَنْ يَشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَشَآءُ الذُّكُوْرَ اَوْيُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا وَّيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًاo**" (الآیۃ)

کلوننگ کا یہ عمل اللہ تعالیٰ کے اس حکم کا مخالف ومقابل ہے اس لیے کہ ہر انسان میں بار آور خلیہ جات لاتعداد مقدار میں موجود ہیں جس سے کلون کا پیدا ہونا لازمی امر ہے تو اس عمل سے کوئی

بھی عقیم (بے اولاد) کا مصداق نہ ہوگا اور لوگ صرف زینہ اولاد کا ہی تقاضا کریں گے جس سے "یَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا" کا مصداق مفقود ہو جائے گا۔

(۹) بعض لوگ صرف اس لیے شادی کرتے ہیں کہ ان کے ہاں بچے پیدا ہوں جبکہ بچے پیدا کرنا نہ فرض ہے نہ واجب اور نہ سنت اور شادی کرنا فی ذاتہ سنت مؤکدہ ہے اور شادی کے بعد بچوں کا پیدا ہونا کوئی ضروری نہیں۔ بعض ایسے لوگ بھی ہیں کہ چار چار شادیاں کرنے کے باوجود ان کے ہاں کوئی بچہ پیدا نہیں ہوتا حالانکہ طبی لحاظ سے وہ بالکل تندرست ہوتے ہیں۔ لہٰذا اگر کلوننگ کے ذریعے بچے پیدا کرنے کو جائز قرار دیا گیا تو لوگ کلوننگ کے ذریعے بچے پیدا کریں گے اور امر مطلوب (شادی) کا سنت عمل ترک کر دیں گے جو شرعاً صحیح نہیں۔

(۱۰) کلوننگ کے اس عمل میں اجنبی عورت کے رحم میں خلیہ رکھا جاتا ہے۔ چنانچہ اس عمل کے لیے غیر محرم مرد کے سامنے اس عورت کا ستر عورت کھل جاتا ہے جو کہ خلاف شرع، خلاف فطرت اور حیا سوز عمل ہے۔ اسلام نے ہم جنس یا غیر جنس کے سامنے بلاضرورت شرعی کشف عورت کی اجازت نہیں دی ہے اور اپنے ستر کو چھپانا فرض قرار دیا ہے۔ لہٰذا ان وجوہات کی بناء پر انسانی کلوننگ کا عمل ناجائز و حرام ہے۔

مسلم اور غیر مسلم محققین کی آراء اور تبصرے

ذیل میں انسانی کلوننگ کے اس غیر فطری، مخرب اخلاق، حیاء سوز اور غیر شرعی طریقہ تولید کے مضرات، نقصانات اور توالد و تناسل کے شرعی طریقہ (نکاح) کی تائید میں مسلم اور غیر مسلم محققین، مذہبی و حکومتی زعماء کی آراء درج کی جاتی ہیں۔

(۱) انسانی کلوننگ کے بارے میں مصر کے مشہور مفتی جناب فرید واصل صاحب کا فتویٰ یہ ہے کہ:

"ان الاجماع قائم من الناحية العلمية والطبية علٰى استناخ البشر مرفوض وايضاً من الناحية الاخلاقية ومن الناحية العقلية ومن الناحية الاجتماعية" (المجتمع ۲۳ رذوالقعدہ ۱۴۱۸ھ)

(بحوالہ ماہنامہ الحق شمارہ نمبر ۱۰، جلد نمبر ۳۲، جولائی ۱۹۹۷ء)

یعنی انسانی کلوننگ کے عدم جواز پر علمی، طبی، اخلاقی اور معاشرتی طور پر اجماع قائم ہو چکا ہے۔

(۲) اسی طرح جامعہ الازہر الشریف کے استاد پروفیسر عبدالمطیع نے بھی انسانی کلوننگ کو مسترد کرتے ہوئے کہا ہے کہ انسانی کلوننگ پر تحقیق فوراً بند کر دی جائے اس لیے کہ اس کے

نقصانات فوائد سے کہیں زیادہ ہیں۔ (بحوالہ ماہنامہ الحق شمارہ نمبر ۶' جلد نمبر ۳۲' مارچ ۱۹۹۶ء)

(۳) اپنے تو کجا اغیار اور غیر مسلم حکومتی زعماء نے اس تحقیق کو بند کرنے کے اقدامات کیے ہیں۔ چنانچہ امریکہ کے صدر بل کلنٹن نے ایسے تمام تحقیقی مراکز کے فنڈز روک لیے ہیں جہاں پر کلوننگ کے شعبے میں کام ہو رہا ہے اور جن کے بارے میں خیال ہے کہ وہاں انسان کی فوٹوسٹیٹ کاپی تیار کی جاسکتی ہے۔ بل کلنٹن نے نجی شعبے میں کام کرنے والے تحقیقی مراکز سے بھی کہا ہے کہ وہ بھی اس سلسلہ میں سرکاری شعبے میں کام کرنے والے مراکز کی تقلید کریں۔ (ماہنامہ الحق جلد ۳۲' شمارہ نمبر ۷' اپریل ۱۹۹۷ء)

(۴) عیسائیت کے روحانی پیشوا پوپ جان پال نے ۱۹۹۷ء کو ویٹی کن سٹی میں ہزاروں افراد کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ انسانی حیات کا احترام خطرناک تجربات کا نشانہ بنا ہوا ہے اس لیے دنیا کے تمام ممالک انسانی کلوننگ کی بندش پر سخت اقدام کریں اور اس کے لیے سخت سے سخت قوانین کا اجراء کریں۔ اس لیے کہ غیر جنسی عمل کے ذریعے انسان کی تخلیق اخلاقیات کے منافی اور رشتہ ازدواج کے بندھن کے وقار کو پامال کرنے کے مترادف عمل ہے۔ (تلخیص از ماہنامہ الحق جلد نمبر ۳۲' شمارہ نمبر ۶' مارچ ۱۹۹۷ء)

(۵) بلکہ اس ایجاد کی ٹیم میں شریک کار سائنسدان ڈاکٹر ایلن کولمین کا کہنا ہے کہ میں اپنی بیوی اور چودہ سالہ بیٹے کو اس کام کے بارے میں قائل نہ کر سکا۔ ان کا کہنا ہے کہ اخلاقیات کی رُو سے غیر معتبر کام ہے یہ خوفزدہ کر دینے والی سائنس ہے۔ (ماہنامہ الحق جلد نمبر ۳۲' شمارہ ۶' مارچ ۱۹۹۷ء)

(۶) اور خود اس جماعت کے سربراہ ڈاکٹر ایان ولمٹ نے بھی انسانی کلوننگ کو غیر انسانی فعل قرار دیا ہے۔ چنانچہ اس نے ایک انٹرویو میں کہا ہے کہ کلوننگ کے عمل سے حیوان تیار کرنے کا عمل تو ٹھیک ہے لیکن انسان تیار کرنے کا عمل ایک غیر انسانی فعل ہے۔ (بحوالہ ماہنامہ الحق جلد نمبر ۳۲' شمارہ نمبر ۷' اپریل ۱۹۹۷ء)

خلاصہ کلام

شریعت مقدسہ اور غیر مسلم محققین اور دانشوروں کی آراء کی روشنی میں یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ کلوننگ کوئی غیر ممکنہ عمل نہیں اور نہ کوئی تخلیقی صفت ہے کہ جس سے کوئی سائنسدان صفت خالقیت سے متصف ہو جائے۔ البتہ اس تجربہ کو انسانی کلون پر بروئے کار لانا تفصیل میں ذکر کی گئی وجوہات کی بناء پر ناجائز' حرام اور غیر اخلاقی و غیر شرعی عمل ہے۔ لہٰذا بین الاقوامی سطح پر اس عمل کو فوراً بند کر دینا انسانیت کی بقاء کے لیے از حد ضروری ہے۔ (ھذا ما ظھر لی واللہ اعلم) (فتاویٰ حقانیہ ج ۱ ص ۳۲۳)

محالات کے اتصاف سے اللہ تعالیٰ پاک ہے

سوال: محال کے ساتھ ممکن ماننا گویا پھولوں کی خوشبو میں گھاس لپٹ کر وجود کو ماننا ہوا؟

جواب: ممکنات پر قادر ہونا صفت کمال ہے' عاجز ہونا نقص ہے' جس سے اللہ تعالیٰ پاک ہے' محالات سے پاک ہونا صفت کمال ہے' محالات سے متصف ہونا نقص ہے' جس سے اللہ تعالیٰ پاک ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ ص ۸۴)

موت کو خدا گنج گیا سے تعبیر کرنا

سوال: ایک شخص کہتا ہے کہ زید خدا گنج گیا' اور مقصد اس کی وفات کو بیان کرنا ہے' بعض لوگوں نے اس کو شرک کہا تو اس کہنے والے کا کیا حکم ہے؟

جواب: چونکہ یہ خبر وفات کے لیے مشہور ہے اس جملہ سے کوئی خدا کے لیے گنج یا مکان کا ثبوت نہیں کیا جاتا ہے۔ اس لیے اس میں شرک نہ ہوگا البتہ بے ادبی ضرور ہے اس لیے کہنے سے روکا جائے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ ص ۸۴) ''کہ اکثر جگہ اس کا استعمال بھی نہیں'' (م' ع)

نبوت و رسالت

کیا شیخ ابن العربی اجراء نبوت کے قائل ہیں؟

سوال: سنا ہے کہ شیخ محی الدین ابن العربی اب بھی سلسلہ نبوت کے قائل ہیں اور ایسے اقوال سے مرزائی اپنے باطل عقیدے پر استدلال کیا کرتے ہیں' شیخ کے ان اقوال کی کیا اصل ہے؟

جواب: ان کی جانب اس قول کی نسبت غلط ہے۔ اپنی کتاب میں انہوں نے کہا ہے کہ نبوت و رسالت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر آ کر ختم ہوگئی۔ پس آپ کے بعد نہ کوئی نبی ہے اور نہ کوئی رسول۔ ایک اور جگہ ہے کہ فرشتہ وحی لے کر سوائے نبی کے کسی پر نازل نہیں ہوتا اور نہ کسی غیر نبی کو کسی امر الٰہی کا حکم کرتا ہے۔ پس احکام الٰہی کا آنا نبوت کے ختم ہونے سے ختم ہو چکا۔ (اس میں صراحت ہے نبوت و رسالت کے ختم ہو جانے کی) (امداد الفتاویٰ ج ۶ ص ۵ تا ۸)

نبوت کی ضرورت

جب ہر جگہ خدائے تعالیٰ موجود ہے تو رسول کی کیا ضرورت ہے؟ نائب تو اس جگہ جاتا ہے

جہاں مالک کی موجودگی نہ ہو؟

جواب: اس لیے کہ ہر شخص میں یہ قابلیت نہیں کہ بلاواسطہ فیض احکام حاصل کرسکے جس طرح بادشاہ کے دربار میں عام حاضرین کو بواسطہ وزیر کے حکم سناتے ہیں۔ (امداد الفتاوی ج ٦ ص ١٤٤)

قادیانی کے دروازہ نبوت کھولنے کے معنی

سوال: قادیانی کہتے ہیں کہ ظہور مسیح تو اہل سنت کا متفق علیہ مسئلہ ہے۔ اب گفتگو صرف تعیین شخصی میں رہ جاتی ہے کہ اس دعویٰ مسیحیت کا مصداق کون شخص ہے اور اس میں خطائے اجتہادی کی پوری گنجائش ہے اس پر مختصراً کچھ ارشاد فرمادیجئے؟

جواب: اس کا دعویٰ صرف مسیح سب کے لیے نبوت کو ممکن مانتا ہے اس کے رسائل میں اس کی تصریح ہے پھر مسیح میں بقائے نبوت سابقہ ''جو کہ موصوف کا کمال ذاتی ہے'' جو بعد عطا کے سلب نہیں ہوتا' بدون ظہور آثار خاصہ تشریع وغیرہ جیسا خود عالم برزخ میں یہ کمال سب حضرات کے ذوات میں باقی ہے'' عطائے نبوت کو مستلزم نہیں اور عطائے نبوت ختم نبوت کے منافی ہے جس کا وہ اپنی ذات کے لیے مدعی ہے کیونکہ پہلے موجود نہ تھا تاکہ اس نبوت کو نبوت سابقہ کہا جاسکے' نہ بقابہ شان مذکور اور یہ بالکل ظاہر ہے۔ (امداد الفتاوی ج ٦ ص ١١٥)

جو شخص محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھے وہ کافر ہے

سوال: جو شخص ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے ذرہ برابر بھی بغض رکھے اور تمامی جہاں پر آنحضرت کے بزرگ وافضل ہونے کا قائل نہ ہو اور شفاعت اور خاتم النبیین ہونے کا انکار کرتا ہو وہ کافر ہے یا نہیں؟

جواب: جس نے ایسا اعتقاد رکھا وہ کافر ہے' جنت اس پر حرام ہے' ہمیشہ دوزخ میں رہے گا جو رسول اللہ کا دوست وہ اللہ کا دوست اور کوئی چاہے کہ بعد بعثت کے بلاوساطت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ سے دوستی رکھے وہ مردود ہے۔ (فتاویٰ نذیریہ ص ٣٤)

کیا بدھ نبی تھا؟

سوال: مہاتما بدھ پیغمبر تھے کیونکہ وہ علاقہ کپل (کپل وسط) کے بادشاہ تھے' جس کا عرف کفل ہے اور قرآن کریم میں جہاں ایک پیغمبر کو ذوالکفل لکھا ہے وہاں بدھ ہی تو مراد نہیں؟

جواب: کیا بغیر کسی دلیل قطعی کے کسی کی پیغمبری کا اعتقاد جائز ہے؟ یہ قرائن استدلال کے

لیے کافی نہیں ہو سکتے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۶ ص ۱۱۶)

کیا گوتم بدھ کو پیغمبروں میں شمار کر سکتے ہیں؟

سوال: تعلیم یافتہ جدید ذہن کے لوگ گوتم بدھ کو بھی پیغمبروں میں شمار کرتے ہیں، یہ کہاں تک درست ہے؟

جواب: قرآن و حدیث میں کہیں اس کا ذکر نہیں آیا اس لیے ہم قطعیت کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتے۔ شرعی حکم یہ ہے کہ جن انبیاء کرام علیہم السلام کے اسمائے گرامی قرآن کریم میں ذکر کیے گئے ہیں ان پر تو تفصیلاً قطعی ایمان رکھنا ضروری ہے اور باقی حضرات پر اجمالاً ایمان رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ شانہ نے بندوں کی ہدایت کے لیے جتنے انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا خواہ ان کا تعلق کسی خطہ ارضی سے ہو اور خواہ وہ کسی زمانے میں ہوئے ہوں، ہم سب پر ایمان رکھتے ہیں۔

کسی نبی یا ولی کو وسیلہ بنانا کیسا ہے؟

سوال: قرآن شریف میں صاف صاف آیا ہے کہ جو کچھ مانگنا ہے مجھ سے مانگو لیکن پھر بھی یہ وسیلہ بنانا کچھ سمجھ میں نہیں آتا؟

جواب: وسیلہ کی پوری تفصیل اور اس کی صورتیں میری کتاب "اختلاف اُمت اور صراط مستقیم" حصہ اول میں ملاحظہ فرمالیں۔ بزرگوں کو مخاطب کر کے ان سے مانگنا تو شرک ہے مگر خدا سے مانگنا اور یہ کہنا کہ "یا اللہ! بطفیل اپنے نیک اور مقبول بندوں کے میری فلاں مراد پوری کر دیجئے" یہ شرک نہیں۔

صحیح بخاری ج:۱ ص:۱۳۷ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ دعا منقول ہے:

"اللّٰھمّ انا کنا نتوسل الیک بنبینا صلّی اللہ علیہ وسلّم فتسقینا و انا نتوسل الیک بعم نبینا فاسقنا" (آپ کے مسائل ج ۱ ص ۴۲)

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سائے کی تحقیق

سوال: حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نور تھے یا نہیں؟ آیت پاک "لَقَدْ جَاءَ کُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتَابٌ مُّبِیْنٌ" میں نور سے کیا مراد ہے؟ نیز حدیث میں ہے: "کُلُّ نَبِیٍّ مُسْتَجَابٌ" اور حضور نے دعا فرمائی تھی "اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا...... الخ" جس سے معلوم ہوتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سراپا نور ہوئے تو نور کا سایہ بھی نہ ہونا چاہیے لہٰذا حضور کا سایہ نہ تھا کیا ایسا ہی ہے؟

جواب: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں میں ایک نام نور بھی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کے سایہ نہ ہونے کی تصریح شفائے قاضی عیاض خصائص کبریٰ وغیرہ بہت سی کتابوں میں ہے۔ان حضرات نے وہی استدلال کیا ہے جو سائل نے لکھا ہے مگر کوئی روایت مرفوع پیش نہیں کر سکے۔ البتہ امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں اُم المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ایک واقعہ نقل کیا ہے اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دوپہر کے وقت تشریف لانا اور آپ کا سایہ مبارک ہونا صاف صاف مذکور ہے۔حضرت انس بن مالکؓ کی ایک روایت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ مبارک کو خود ملاحظہ فرمانا منقول ہے'یہ دونوں روایتیں مرفوع ہیں۔(فتاویٰ محمودیہ ج۱ص۱۰۹)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے جسم کا نوری مظہر ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی جو کہ اپنے آپ کو عالم حقانی ہونے کا دعویٰ کر کے چند بھولے بھالے مسلمانوں کو دو ماہ یا کم وبیش عرصہ نماز پڑھائے مگر بعد میں کسی غیر شرعی کام کرنے پر جب اس سے دریافت کیا جائے تو وہ مندرجہ ذیل عقائد کا اظہار لسانی کرے تو وہ سیدھے سادھے مسلمان فوراً اپنی نماز علیحدہ علیحدہ ادا کریں اور پھر اس کی اقتداء نہ کریں' کیا ان کی لاعلمی میں اداشدہ نماز واجب الاداہوگی؟ براہ کرم ان سوالوں کا جواب دیں؟

(۱) زید کہتا ہے کہ محمد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے جسم کا نوری مظہر ہیں؟

(۲) حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نبی آخرالزمان ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں؟

(۳) آقائے نامدار اور اولیاء کرام کو عالم الغیب جانتا ہے؟

(۴) قبروں کو پکا بنانا اور قبروں پر مسجدیں بنانا ثواب جانتا ہے؟

(۵) نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سن کر انگوٹھے چومنا' تیجا کرنا' دسواں' چالیسواں کرنا مستحب یا سنت جانتا ہے اور مندرجہ بالا مسائل خواہ عقیدہ کے ساتھ تعلق رکھتے ہوں خواہ بدعت سے تو ایسے آدمی کو کیا مانا جائے؟ مفصل طور پر فتویٰ دے دیں جبکہ وہ مندرجہ بالا مسائل صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور آئمہ اربعہ میں سے امام اعظم کی طرف منسوب کرتا ہے۔

جواب: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے اور عالم الغیب ہونے کا اعتقاد کفر ہے۔کلام پاک میں ہے:"**وھو اللّٰہ فی السموات وفی الارض یعلم سرکم وجھرکم ویعلم ماتکسبون**''اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سوائے خدا تعالیٰ کے تمام جگہ کوئی حاضر و ناظر نہیں۔اسی طرح علم غیب باری تعالیٰ کا خاصہ ہے' غیر کا دخل نہیں ہے۔اولیاء کرام وانبیاء عظام کو عالم بجمیع الاشیاء سمجھنا اور اس کا اعتقاد رکھنا کفر ہے اس سے توبہ کرے۔"**لایعلم الغیب الا**

ہو ...... قل لایعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللّٰہ" پختہ قبریں بنانا' تیجہ' دسواں' چالیسواں کرنا تمام امور بدعت ہیں۔

الحاصل اس شخص کے پیچھے جو نمازیں پڑھ لی ہیں ان کا اعادہ کرنا واجب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود ج ۱ ص ۲۶۷)

تمام اُمت مسلمہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر سمجھنا

سوال: ایک شخص جو کہ اپنے کو اور تمام اُمت مسلمہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر سمجھتا ہے اور کہتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے برابر تو سبھی لوگ ہو سکتے ہیں اور پیشاب کرنے کے بعد صرف پانی سے طہارت کر لیتا ہے تو ایسے شخص کو امام بنانا کیسا ہے؟

جواب: اگر وہ نفس مخلوق خدا اور بشر ہونے میں برابر سمجھتا ہے تو یہ عقیدہ درست ہے اور اگر درجہ قرب وفضیلت میں برابر سمجھتا ہے تو اس کو توبہ لازم ہے' پیغمبر کے برابر کوئی اُمتی نہیں اور حضور کے برابر کوئی پیغمبر نہیں ہو سکتا۔ چہ جائیکہ کوئی اُمتی اگر کوئی شخص ایسا عقیدہ رکھے تو وہ ہرگز امامت کے لائق نہیں' آج کل ڈاکٹروں اور طبیبوں کا تجربہ ہے کہ پیشاب کے بعد عامۃً ضرور قطرہ آتا ہے اس لیے ایسے شخص کو امام نہ بنایا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱ ص ۱۱۰)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے علم غیب کا جاننا

سوال: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب عطائی حاصل ہے یا نہیں؟

جواب: غیب کی بہت سی چیزوں کا علم اللہ پاک نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا ہے' مثلاً احوال قبر' احوال حشر' جنت و دوزخ وغیرہ لیکن ان چیزوں کے علم کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب نہیں کہا جائے گا یہ شان صرف حق تعالیٰ کی ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱ ص ۱۱۱)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم بشر بھی ہیں نور بھی ہیں

سوال: کلام پاک کے اندر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بشر کا لفظ بھی آیا ہے اور نور کا لفظ بھی آیا ہے: "قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ الآیۃ قَدْجَاءَ كُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتَابٌ مُّبِيْنٌ" ان دونوں آیتوں کا مطلب کیا ہے؟ اگر ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف نور مان لیں اور بشر نہ مانیں' یا بشر مانیں اور نور نہ مانیں اور خدا کو ہر جگہ حاضر و ناظر نہ سمجھنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھنا کیسا ہے؟ اور نور سے کیا مراد ہے؟

جواب: حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اللہ تعالیٰ نے بشر قرار دیا اور بشریت کے

اعلان کا حکم فرمایا تو پھر آپ کو بشر نہ ماننا خدائے قہار کا مقابلہ کرنا ہے' حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نور فرمایا گیا ہے جبکہ قرآن کریم کو بھی نور فرمایا گیا ہے۔ اس کا مطلب خود قرآن کریم میں موجود ہے کہ آپ کی ہدایت پر عمل کرنے سے آدمی بادیہ ظلالت کی تاریکیوں سے نکل کر سبیل الرشاد اور صراط مستقیم کی روشنی میں آجاتا ہے' ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا خداوند تعالیٰ کی صفت ہے جو شخص اس کی اس صفت کی نفی کرتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھتا ہے وہ غلطی پر ہے اور اس کا یہ عقیدہ قرآن کریم کے خلاف ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱ص ۱۰۵)

حاضر و ناظر کا عقیدہ رکھنا

سوال: سورہ حجرات میں اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب سکھایا ہے کہ دیوار کے باہر سے مت پکارو' نہ ان سے کلام وسلام میں آواز بلند کرو' جب باہر تشریف لائیں تب سلام و کلام کرو وغیرہ' یہ سب دنیا کی زندگی کے لیے بتایا اور اب بھی وہی حکم ہے کیونکہ میلاد میں زور سے سلام پڑھتے ہیں اور سینکڑوں کوس سے' کیا حکم ہے؟

جواب: یہ سب ادب ہمیشہ کے لیے ہے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میری قبر کے پاس آ کر صلوٰۃ وسلام مجھ پر بھیجتا ہے میں اس کو سنتا ہوں اور جو شخص دور سے پڑھتا ہے وہ ملائکہ کے ذریعے پہنچایا جاتا ہے' آواز بلند کر کے پڑھنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہاں حاضر و ناظر ہیں اور بلا واسطہ سنتے ہیں یہ عقیدہ غلط ہے اور اس سے توبہ لازم ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱ص ۱۰۷)

لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ ...... الخ
سے حاضر و ناظر مراد لینا تحریف ہے

سوال: ایک مولوی صاحب نے بدعتی امام مسجد سے کہا کہ آیت لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ سے حضور کا انسان ہونا ثابت ہوتا ہے تو امام مسجد نے کہا کہ آیت کا یہ مقصد نہیں اور "کم" کے معنی حاضر و ناظر کے ہیں؟

جواب: آیت ہذا کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔ یہ مطلب بیان کرنا قرآن کی صریح تحریف ہے۔ گزشتہ تیرہ صدیوں میں آیت کا یہ معنی کسی نے نہیں لیا۔ "کم" ضمیر کے مخاطب دراصل حضرات صحابہ ہیں اور مطلب آیت کا یہ ہے کہ تمہارے پاس ایک عظیم الشان رسول آچکا' یہاں آنے سے چل کر آنا مراد نہیں بلکہ "بعثت نبویہ" مراد ہے' یہ لوگ شان نبوت میں گستاخی

کرنے والے ہیں، گویا حضرات صحابہؓ کے ہم رتبہ بننے کے مدعی ہیں۔ (خیر الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۶۰)

شاہد کا ترجمہ حاضر و ناظر کرنا

سوال: زید کا عقیدہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں اور دلیل میں آیت ''وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا'' پیش کرتے ہوئے شاہد کا ترجمہ ''حاضر و ناظر بنا کر بھیجا'' کرتا ہے، سوال یہ ہے کہ کیا اس لفظ کا اطلاق آپ پر درست ہے؟ حاضر و ناظر اگر باری تعالیٰ کی صفت خاص ہو تو براہ کرم اس کی نشاندہی فرمائیں؟

جواب: حاضر کا ترجمہ ہر جگہ موجود اور ناظر کا ترجمہ ہر ایک کو دیکھنے والا، اس معنی کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی صفت خاص ہے یعنی کوئی چیز اس سے مخفی نہیں وہ سب کو دیکھتا ہے اور جانتا ہے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بعض آیات قرآنی میں صاف حکم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے متعلق علم غیب کی نفی کا اعلان کر دیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۱۱۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی مختار تھے یا نہیں؟

سوال: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی مختار تھے یا نہیں؟

جواب: مختار کے معنی پسندیدہ چنا ہوا، اس معنی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مختار کہنا صحیح ہے اور اگر مختار کے معنی لیے جائیں بااختیار، یعنی کہ پیدا کرنے، موت دینے، اولاد عطا کرنے، مصیبت لانے یا دفع کرنے کے اختیارات رکھتے تھے تو اس معنی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مختار کہنا صحیح نہیں۔ (کفایت المفتی ج ۱ ص ۹۵)

ختم نبوت ذاتی سے متعلق

سوال: ''الشہاب الثاقب'' میں یہ عبارت ہے ''پس بنظر اس کے وصف اصلی اور کمال ذاتی کے ممکن ہوگا کہ کوئی نبی اس کے بعد آوے، اگر چہ یہ ممکن کسی وجہ خارجی کی وجہ سے ممتنع ہو گیا ہو، اس کا مطلب مجدد بریلوی نے نقل کیا ہے کہ اگر فرض کیا جائے وجود کسی نبی کا بعد آپ کے تو آپ کی خاتمیت پر خلل نہ ہوگا؟

جواب: حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب تحذیر الناس میں حضرت عبداللہ بن عباس کے ایک اثر کی تشریح کرتے ہوئے یہ تحریر فرمایا ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے ایک معنی تو وہی ہیں جو سب کے ذہنوں میں موجود ہیں، یعنی

یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے بعد تشریف لائے یہ مطلب بھی درست ہے اور اس پر ہمارا عقیدہ ہے لیکن اس کے علاوہ ایک اور معنی بھی ہیں اور وہ یہ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات اور مرتبہ کے لحاظ سے بھی خاتم النبیین ہیں۔ اگر بالفرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے حتیٰ کہ حضرت آدم علیہ السلام سے بھی پہلے تشریف لاتے تب بھی آپ اپنے مرتبہ کے لحاظ سے خاتم النبیین ہی ہو کر تشریف لاتے اور اگر چند انبیاء کے بعد اور چند انبیاء سے پہلے تشریف لاتے جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم مرتبہ کے لحاظ سے خاتم النبیین ہی ہوتے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۸۸)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف بھائی کا درجہ دینا

سوال: کیا یہ صحیح ہے کہ اگر محنت کریں تو اولیاء انبیاء کے درجہ کو پہنچ سکتے ہیں؟ بعض صاحبان نے تو لکھا ہے کہ وہ ''یعنی انبیاء'' ہمارے بھائی ہیں' اس سے زائد اور کوئی فضیلت نہیں' خصوصاً سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بھی یہی الفاظ استعمال کرتے ہیں' کیا ایسا کہنا صحیح ہے؟

جواب: کوئی اُمتی کسی نبی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا' ولایت کے اونچے مقامات پر پہنچنا بعید نہیں مگر جو حضرات پہنچتے ہیں وہ دعویٰ نہیں کرتے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ صرف بھائی کے درجہ میں ہیں اس سے زیادہ ان کی کوئی فضیلت نہیں یہ غلط ہے' انبیاء علیہم السلام کی شان میں توہین اور گستاخی کرنا کفر ہے' بلا تحقیق کسی کی طرف کوئی غلط عقیدہ منسوب کرنا درست نہیں' تہمت ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۱۰۲)

اور رسول تمہاری خیر کرے کہنے کا حکم

سوال: ہمارے علاقہ میں رواج ہے کہ جب ایک آدمی دوسرے آدمی سے حال واحوال پوچھتا ہے تو بتانے والا آخر میں کہتا ہے کہ ''اور خیر ہے'' تو وہ جواب میں کہتا ہے کہ اللہ رسول تمہاری خیر کرے' کیا یہ جملہ کہنا درست ہے؟

جواب: یہ جملہ موہم شرک ہے۔ لہٰذا نہ کہا جائے۔ (خیر الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۴۱)

صیغہ ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ'' تشہد کیساتھ مخصوص ہے

سوال: ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم حالت حیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں بوقت تشہد ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ'' الخ کہا کرتے تھے اور جب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا یوں کہنے لگے ''اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ'' الخ تو اب یہ کلمہ تشہد میں کیوں بحال رکھا گیا

حالانکہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اکثر فتاویٰ میں ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے پیرو ہوا کرتے تھے؟

جواب: یہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اجتہاد تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلیم تشہد کی بصیغہ خطاب بلا تخصیص منصوص ہے۔ نص کے سامنے اجتہاد کو چھوڑ دیا جائے گا' بخلاف اندھے کو دعا سکھلانے کے کہ اس وقت میں وہ حاضر تھا' اس دعا کے پڑھنے کو فرمایا تھا تو تعلیم میں تعمیم ثابت نہیں اور تشہد تو نماز میں پڑھنے کو سکھلایا گیا تھا اور آپ خود جانتے تھے کہ سب نمازی قریب نہیں ہوں گے اور جو قریب بھی ہیں وہ اسماع نہ کریں گے۔ فَافْتَرَقَا. (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۴۰۱)

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کیساتھ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ملا کر پڑھنا

سوال: لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کیساتھ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ملا کر پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: بہت سی احادیث میں جہاں ارکان اسلام کا ذکر آیا ہے ان دونوں جملوں کی شہادت کو ایک رکن قرار دیا گیا ہے' یہ صاف دلیل ہے جمع کی۔ (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۴۰۲)

اُمی کی تشریح اور شان رسول میں گستاخی

سوال: زید نے اپنی تقریر سیرت رسول کے دوران ''اُمّی'' کے معنی بیان کیے اور ان پڑھ جاہل اور جاہل مطلق کہا اور کہا کہ میں دعویٰ کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اُمی کے معنی جاہل مطلق کے ہیں' کیا ان معنوں سے توہین رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہے؟

جواب: اگر کوئی شخص سید الکونین کے لیے ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے تو وہ ایمان سے خارج ہو جائے گا مگر ایسا حکم کرنے میں خود زید سے استفسار کی ضرورت ہے اس لیے اس میں جلدی نہ کی جائے۔ جب تک زید سے دریافت نہ کر لیا جاوے کہ اس نے لفظ اُمی کی جو تشریح کی ہے کیا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو (نعوذ باللہ) ایسا ہی سمجھتا ہے' اگر وہ کہے نہیں تو پھر تکفیر نہ کی جائے گی' ہاں سیرت پاک کے بیان میں صرف اس تشریح پر کفایت کرنے سے شبہات پیدا ہوتے ہیں اس لیے توبہ کی ضرورت ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۴ ص ۸۶)

سوائے عیسیٰ علیہ السلام کے اور انبیاء کی لغزش قرآن میں مذکور ہونے سے فضیلت پر استدلال کا جواب

سوال: ایک شخص نے شبہ پیش کیا کہ قرآن پاک میں سب نبیوں کی لغزش کا ذکر تھوڑا بہت آیا ہے' حتیٰ کہ ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی' سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کہ

ان کی لغزش کا ذکر قرآن کریم میں نہیں ہے اس سے ایک طرح کی فضیلت ثابت ہوتی ہے؟

جواب: اگر لغزش کا مذکور نہ ہونا دلیل افضلیت کی ہو تو بعضے ایسے انبیاء علیہم السلام کی بھی لغزشیں مذکور نہیں جو یقیناً بعض ایسے انبیاء سے درجہ متاخر میں ہیں جن کی لغزشیں مذکور ہیں۔ مثلاً اسماعیل علیہ السلام واسحاق علیہ السلام کی کوئی لغزش مذکور نہیں تو کیا یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے افضل ہو جائیں گے۔ نیز یہ کہ یہ فضیلت جزئی ہے اور مدار قرب وافضلیت کا فضیلت کلیہ ہے جس کے لیے دوسرے انبیاء علیہم السلام کے حق میں دلائل مستقلہ موجود ہیں۔ (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۴۰۰)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دعویٰ نبوت کفر وارتداد ہے

سوال: جس شخص کا قول اپنی نسبت یہ ہو کہ جس کو امن وایمان اور صراط مستقیم درکار ہو تو وہ سلطان الاولیاء خاتم الولایت علیہ الصلوٰۃ کے موجودہ خلیفہ احد زماں نامی کے پاس آ کر صراط مستقیم دیکھیں، شخص مذکور اور اس کے معاونین کی نسبت شرعاً کیا حکم ہے؟ اور اس دعویٰ کے ضمن میں مہدی موعود اور رسالت کے بھی دعوے ہیں ایسا شخص مسلمان رہ سکتا ہے یا نہ؟ اور وہ شخص مریدوں سے احد زماں رسول اللہ کہلاتا ہے؟

جواب: بعض روایات میں ہے کہ تیس دجال ہوں گے ہر ایک ان میں سے دعویٰ نبوت کرے گا، پس شخص مذکور اپنی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہلاتا ہے اور اس کلمہ سے ان کو منع نہیں کرتا اور ہدایت صراط مستقیم کو اپنے اتباع میں منحصر جانتا ہے وہ بالیقین دجال وکذاب ہے مسلمانوں کو اس کی صحبت سے اور اس کی گمراہی سے احتراز لازم ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۱۲ ص ۳۴۸)

"علیہم السلام" انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے

سوال: بعض کتابوں میں حضرت امام حسین وغیرہ کے ناموں کے ساتھ "علیہ السلام" لکھا ہوتا ہے یہ درست ہے یا نہیں؟

جواب: انبیاء کے علاوہ دوسرے بزرگوں کے ناموں کے ساتھ صلوٰۃ وسلام کے الفاظ لکھنا اور پڑھنا مستقلاً درست نہیں البتہ انبیاء کی تبعیت میں پڑھنا جائز ہے۔ (خیر الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۴۷)

"کسی معتبر کتاب میں ملے تو عدم التفات پر محمول کیا جائے" (م ع)

حدیث پاک میں جملہ مَاتَقُوْلُ فِیْ ھٰذَا الرَّجُلِ کی توجیہہ

سوال: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں تشریف لاتے ہیں یا نہیں؟ اگر لاتے ہیں تو حدیث "اَلَّذِیْ بُعِثَ فِیْکُمْ" اور اگر نہیں لاتے تو حدیث "مَاتَقُوْلُ فِیْ ھٰذَا الرَّجُلِ" کا کیا مطلب ہے؟

جواب: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر میں تشریف لانا روایت صحیحہ سے ثابت نہیں، بعض اس حدیث "مَاتَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ" جیسے الفاظ کی بناء پر اس کے قائل ہو گئے ہیں حالانکہ اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ "ہذا" کا مشارالیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ مبارک تصور ہو جو مسلمان کے ذہن میں موجود ہوتا ہے یا روضۂ اطہر اور میت کے درمیانی حجاب اُٹھا دیئے جاتے ہوں اور مردہ زیارت سے مشرف ہو جاتا ہو۔ (خیر الفتاویٰ ج ۶ ص ۱۴۲) "جس طرح خواب میں بعض کو زیارت کا شرف مل جاتا ہے اور علم ضروری کے طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی میں زیارت کر رہا ہوں، قبر میں یہ شرف ہر اُمتی کو ملتا ہو۔" (م،ع)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا بنانا اور اعتقاد رکھنا کفر ہے

سوال: جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایسے الفاظ کہے جن سے شرک و بدعت کی بو آتی ہو وہ شخص کیسا ہے؟ مثلاً یہ شعر پڑھے:

قطرہ دریا میں گر کر فنا ہوگیا بندہ وحدت میں جا کر خدا ہوگیا

خدائے تعالیٰ ازل سے وحدہ لاشریک تھا لیکن بعد میں اس نے اپنے روبرو آئینہ رکھا، پھر خدا جیسا اک دوسرا ہوگیا

جواب: ایسا اعتقاد رکھنا کفر ہے اور ایسے اشعار پڑھنا حرام ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۱۲ ص ۱۷۳)

یہود و نصاریٰ جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے کافر ہیں

سوال: ایک عالم کہتا ہے کہ یہود و نصاریٰ جو کہ قائل توحید ہیں کافر نہیں ہیں یہ صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: یہود و نصاریٰ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے وہ کافر ہیں اور جو یہود و نصاریٰ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے وہ مسلمان ہو گئے، ان کو یہود و نصاریٰ نہ کہا جاوے گا اور اگر کسی نے باعتبار ملت سابقہ کے ان کو یہودی و نصرانی کہہ دیا تو یہ کفر نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۱۲ ص ۴۴۰)

شیطان کا علم وسیع ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا؟

سوال: جس نے مجمع میں یہ کہا کہ یقیناً شیطان کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے وسیع ہے، آیا یہ کلمہ کفر ہے اور کہنے والا کافر ہے یا نہیں؟

جواب: نصوص میں وارد ہے کہ علم غیب سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو جس قدر اللہ تعالیٰ نے مغیبات کا علم دیا ہے، وہ ان کو معلوم ہو گیا

اور شیطان کو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک مہلت دی ہے کہ جس کو چاہے بہکاوے اور جو سوال میں درج ہے تو اس (قائل) سے پوچھا جاوے کہ اس کا کیا مطلب ہے؟ بدون تحقیق مطلب کچھ حکم نہ کیا جاوے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ص ۴۲۶)

شیطان کا خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں نہ آ سکنا

سوال: شیطان، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل مبارک میں نہیں آ سکتا لیکن کیا شیطان کسی اور صورت میں آ کر یہ کہنے کی طاقت رکھتا ہے کہ (نعوذ باللہ) یوں کہہ دے کہ میں رسول ہوں یا یہ کہنے کی طاقت نہیں رکھتا؟ اس کی وضاحت فرمادیں؟

جواب: شیطان، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت اور حلیہ مبارک میں نہیں آ سکتا لیکن کسی اور کی صورت میں آ کر دھوکہ دے سکتا ہے، یعنی یہ جھوٹا دعویٰ کر سکتا ہے کہ میں یا فلاں شخص رسول ہوں۔

ان الشیطان قد یأتی النائم فی صورۃ ما من معارف الرائی وغیرھم فیشیر له الی رجل آخر: ھذا فلان النبی وھذا الملک الفلانی او من اشبه ھؤلاء ممن لایمثل الشیطان به فیوقع اللبس علی الرائی بذلک. (الاعتصام للشاطبیؒ ج: ۱ ص: ۲۱۲) واللہ سبحانه اعلم (فتاویٰ عثمانی ج ۱ص ۲۴۹)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ نہ ہونے کی تحقیق

سوال: حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ نہ ہونے کے بارے میں جو روایات ہیں وہ کس درجہ کی ہیں اور اس کے متعلق کیا عقیدہ رکھنا چاہیے؟

جواب: سایہ نہ ہونے کے متعلق ایک روایت صریح بھی نہیں گزری، صرف بعض علماء نے **وَاجْعَلْنِیْ نُوْراً** سے استدلال کیا ہے مگر ضعف اس کا ظاہر ہے کہ شاید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر بادل رہنا اس کی اصل ہو کیونکہ اس صورت میں ظاہر ہے کہ سایہ نہ ہوگا لیکن خود صحاح میں روایت ہے کہ آپ کے سر مبارک پر بعض اوقات سفر میں صحابہ کپڑے کا سایہ رکھتے تھے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابر کا رہنا بھی دائمی نہ تھا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۵ص ۴۰۵)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم درُود بواسطہ ملائکہ سنتے ہیں

سوال: خادم کا عقیدہ یہ ہے کہ درُود شریف کو فرشتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہیں، اس

بناء پر الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ اگر پڑھا جائے تو یہ خیال کیا جاتا ہے کہ فرشتے پہنچائیں گے بلاواسطہ سماع نہیں ہوتا مگر استادی مولانا صاحب مدظلہ تشریف لائے تھے ایک بزرگ نے ایک کتاب ابن قیم جوزی کی جس کا نام جلاء الافہام ہے دیکھنے کو دی اس میں یہ حدیث موجود ہے جس کو مولانا نے نقل فرمایا ہے:

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ الْعَلَّافُ حَدَّثَنَا سَعِيْدُبْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ حَدَّثَنَا يَحْيَ بْنُ اَيُّوْبَ عَنْ خَالِدِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ سَعِيْدِبْنِ هِلَالٍ عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثِرُوْا الصَّلٰوةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَاِنَّهُ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ تَشْهَدُهُ الْمَلَائِكَةُ لَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يُّصَلِّيْ عَلَيَّ اِلَّا بَلَغَنِيْ صَوْتُهُ حَيْثُ كَانَ قُلْنَا وَبَعْدَ وَفَاتِكَ قَالَ وَبَعْدَ وَفَاتِيْ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص کی آواز کو خود سماع فرماتے ہیں؟

جواب: اس سند میں ایک راوی یحییٰ بن ایوب بلانسبت مذکور ہیں جو کئی راویوں کا نام ہے جن میں سے ایک غافقی ہیں، جن کے باب میں ربما اخطاء لکھا ہے۔ یہاں احتمال ہے کہ وہ ہوں، دوسرے ایک راوی خالد بن زید ہیں، یہ بھی غیر منسوب ہیں، اس نام کے رواۃ میں سے ایک کی عادت ارسال کی ہے اور یہاں عنعنہ سے ہے جس میں راوی کے متروک ہونے کا اور اس متروک کے غیر ثقہ ہونے کا احتمال ہے، تیسرے ایک راوی سعید بن ہلال ہیں جن کو ابن حزم نے ضعیف اور امام احمد نے مختلط لکھا ہے۔ یہ تو مختصر کلام ہے سند میں، باقی رہا متن سو اولاً معارض ہے۔ دوسری احادیث صحیحہ کے ساتھ مشکوٰۃ میں ہے "مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِيْ سَمِعْتُهُ وَمَنْ صَلّٰى عَلَيَّ نَائِيًا بُلِّغْتُهُ" یہ حدیث صریح ہے کہ دور سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سنتے نہیں۔ (نسائی، دارمی، بیہقی نے بھی اس مضمون کی احادیث نقل کی ہیں) اور ظاہر ہے کہ جلاء الافہام قوت میں ان کتابوں کے برابر نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا قوی کو ترجیح ہوگی، بعد تحریر جواب ہذا بلاتوسط فکر قلب پر وارد ہوا کہ اصل حدیث میں صوتہ نہیں ہے بلکہ صلوٰۃ ہے، کاتب کی غلطی سے لام رہ گیا، امید ہے کہ اگر متعدد نسخے دیکھے جائیں تو انشاء اللہ کسی نسخے میں ضرور اسی طرح نکل آئے گا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۳۷۱)

جو شخص رسالت کی خبر پا کر بھی اس کا منکر ہو تو وہ ناجی ہے یا نہیں؟

سوال: جو شخص رسالت کی خبر پا کر بھی صرف کلمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا قائل ہو وہ ناجی ہے یا نہیں؟

جواب: نہیں! ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۶ ص)

پیارے نبی کہہ کر پکارنا

سوال: نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیارے نبی کہنا ادب ہے یا بے ادبی؟

جواب: بے ادبی نہیں کہا جا سکتا ہے۔ (کفایت المفتی ج ۱ ص ۸۷)

یارسول اللہ کہنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: کتاب نشر الطیب و رسالہ حفظ الایمان کے دیکھنے سے دو شبہے پیدا ہوئے جن کا دریافت کرنا ہے، جناب کے نزدیک یارسول اللہ کہنا جائز نہیں، جیسا کہ اسی کتاب کی فصل ۳۸ بیان توسل ظاہر ہے، فصل ۲۱ شیم الحبیب مصنفہ مفتی الٰہی بخش صاحب قدس سرہ کے آخر میں جو قصیدہ نقل کیا گیا ہے اس میں چند جگہ یا موجود ہے اور جناب نے ہر طریقہ سے منع فرمایا یہ بھی درست ہے پھر اس قسم کی نظمیں اس کتاب میں لکھ دی گئیں، اس کو عوام پڑھیں گے اور علماء بیان کریں گے، گویا منع و جواز ایک کتاب میں جمع ہو گئے؟

جواب طلب مدد کے ارادہ سے یا حاضر و ناظر ہونے کے اعتقاد سے پکارنا جائز نہیں اور بدون اس اعتقاد کے محض شوق ولذت حاصل کرنے کی غرض سے اجازت ہے چونکہ اشعار پڑھنے کی غرض محض اظہار شوق و استلذاذ ہوتا ہے، اس لیے نقل میں توسع کیا گیا لیکن اگر کسی جگہ اس کے خلاف دیکھا جائے گا منع کیا جائے گا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۳۸۵)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے اسلام و کفر کے بارے میں سکوت کرنا چاہیے؟

سوال: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین شریفین کی نسبت متقدمین اسلام کے قائل نہیں ہیں اور محدثین و مفسرین کی تصریح اس پر شاہد ہے، آیا یہ قول درست ہے یا نہیں؟

جواب: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کی نسبت علماء کا اختلاف ہے، اس میں توقف کرنا چاہیے کیونکہ نہ تو یہ عقائد میں داخل ہے نہ جزو ایمان ہے، اگر وہ مومن ہیں تو ان کو کافر کہنا جائز نہیں اور اسی طرح اس کا عکس بھی جائز نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۳۸۸)

تارک سنت کی شفاعت سے محرومی اور شفاعت کی اقسام

سوال: بدعات سیئہ کا عامل بروز حشر مطلقاً مسلم یا کافر شفاعت سے محروم رہے گا؟

كماصَرَّحَ صَاحِبُ التَّوْضِيْحِ وَالتَّلْوِيْحِ

جواب: تلویح کی یہ عبارت ہے: فَتَرْكُ الْوَاجِبِ حَرَامٌ يَسْتَحِقُّ الْعُقُوْبَةَ بِالنَّارِ وَتَرْكُ السُّنَّةِ الْمُؤَكَّدَةِ قَرِيْبٌ مِنَ الْحَرَامِ يَسْتَحِقُّ حِرْمَانَ الشَّفَاعَةِ لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ تَرَكَ سُنَّتِيْ لَمْ يَنَلْ شَفَاعَتِيْ

پس اول تو یہ حدیث جو بلا سند ذکر کی گئی صحیح حدیثوں کے برابر نہیں ہو سکتی اور اگر برابر بھی ہو تو اس میں بدعتی کی تخصیص نہیں بلکہ ہر تارک سنت کے حق میں عام ہے خواہ ترک تاویل فاسد سے ہو جس کو بدعت کہتے ہیں یا صرف سستی کی وجہ سے ہو اور فرض و واجب کا تارک بدرجہ اولیٰ محروم ہے کیونکہ ترک فرض و واجب شامل ہے ترک سنت کو زیادتی کے ساتھ پس لازم آتا ہے کہ کسی عاصی کی شفاعت نہ ہو پھر اس حدیث کے کیا معنی ہوں گے: "شِفَاعَتِیْ لِاَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ" پس یا دونوں حدیثوں میں تعارض کہا جائے' تب بھی صحاح کی حدیث راجح ہوگی یا کسی صورت سے تطبیق دی جائے اور کوئی تاویل کر کے کہا جائے کہ تارک فرض محروم نہ ہوگا۔ اسی تاویل سے یہ بھی کہنا پڑے گا کہ تارک سنت بھی محروم نہیں کیونکہ تارک سنت کی محرومی سے تارک فرض کی محرومی لازم آتی ہے۔ پس حدیث ماؤل ہوئی' بدعتی کی شفاعت کے بارے میں کیسے حجت ہو سکتی ہے۔

یہ جواب تو الزامی تھا' تحقیقی جواب یہ ہے کہ یا تو یہ تہدید ہے یا مراد شفاعت سے شفاعت خاصہ ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ بروز قیامت دس قسم کی شفاعت ہوگی۔ اول شفاعت عظمیٰ میدان حشر سے خلاصی کے لیے' دوسرے ایک قوم کو بلا حساب جنت میں داخل کرنے کے لیے' تیسرے ان لوگوں کے لیے جن کی اچھائیاں' برائیاں برابر ہوں' چوتھے ان لوگوں کے لیے جو دوزخ کے مستحق ہو چکے ہوں۔ پانچویں رفع درجات وزیادت کرامات کے لیے' چھٹے گنہگاروں کو دوزخ سے نکالنے کے لیے' ساتویں جنت کا دروازہ کھلوانے کے لیے' آٹھویں مستحقین خلود" کافروں کے عذاب" کی تخفیف کے لیے' نویں خاص اہل مدینہ کے لیے' دسویں خاص روضۂ پاک کے زائرین کے لیے۔ پس تارک سنت کی شفاعت سے محرومی پانچویں قسم سے ہوگی اور چھٹی کل مؤمنین کو عام ہوگی' البتہ اگر حد کفر تک پہنچ جائے تو وہ مثل کفار کے اس شفاعت سے بھی محروم ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ ج۵ ص۳۸۹)

"صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْكَ يَامُحَمَّدُ" کے لفظ سے درود پڑھنا

سوال: "صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْكَ يَامُحَمَّدُ" یہ درود پڑھنا کیسا ہے؟ یاد آتا ہے کہ لَاتَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ...... الخ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جس طرح عام لوگوں کو نام لے کر

پکارتے ہو نہ پکارو اس سے اس درود کی ممانعت کا ثبوت ہوتا ہے؟

جواب: اس آیت میں اس خطاب کی ممانعت ہے جو خلاف ادب و احترام ہو اور اگر ادب کے ساتھ ہو" جیسا کہ درود کے صیغہ کے ساتھ اتصال یہاں اس کا قرینہ ہے۔ گو اسم علم کے ساتھ ہو وہ اس آیت سے ممنوع نہیں چنانچہ حدیث ضریر میں خود یہ خطاب حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا ہے، حصن حصین میں کسی حدیث کی کتاب سے نقل کیا ہے۔ البتہ حالت غیبت میں یہ ندا گو رسول و نبی کے عنوان ہی سے کیوں نہ ہو اس بات کا وہم پیدا کرتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دور سے سنتے ہیں جو کہ عوام کو فساد میں ڈالنے والی ہے اس لیے منع کیا جائے گا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۳۹۹)

روضہ اطہر پر استغفار کے بارے میں

سوال: آیت وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا...... الخ کے تحت اپنی حاجت روضہ اقدس پر جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیش کرنا کہ آپ میری اس حاجت کے لیے خدا کے دربار میں شفیع ہو جائیں، جیسا کہ عرف عام میں لوگ مزاروں پر کرتے ہیں، درست ہے یا نہیں؟

جواب: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر پر حاضر ہو کر یہ عرض کرنا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لیے دعائے مغفرت فرما دیں، جائز اور مستحب ہے، اس کا انکار جمہور اہل سنت کے خلاف ہے۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعائے مغفرت کرنے پر مغفرت کا وعدہ ہے، بزرگوں کی دعاء پر قبولیت کا وعدہ نہیں۔ لہٰذا ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا غلط ہے۔ (خیر الفتاویٰ ج ا ص ۱۵۷)

یہ کہنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر میں انسان تھے ورنہ در حقیقت انسان نہ تھے

سوال: ایک واعظ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر میں انسان تھے، حقیقت میں انسان نہ تھے، نیز آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ ہر گھڑی حاضر و ناظر ہیں، اب عرض ہے کہ ایسا جواب عنایت فرما دیں جس سے اطمینان حاصل ہو جائے؟

جواب: مدعی کے ذمہ اپنے دعویٰ پر دلیل قائم کرنا ہے ورنہ پہلا دعویٰ کفر ہے اور دوسرا دعویٰ شرک ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۲۲۵)

یہ کہنا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے تو ایمان بھی مر گیا

سوال: زید کا قول ہے کہ جو لوگ محض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر ایمان لائے تھے جب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاگئے تو ان کے ایمان بھی مر گئے' جو محض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر ایمان لائے تھے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاگئے تو ان کے ایمان بھی مر گئے جو محض رسول ہی پر ایمان لائے تھے' آیا زید پر شرعاً تکفیر ہے یا نہیں؟

جواب: اس کی تکفیر نہ کی جاوے گی' ہاں الفاظ مذکور کا کہنا زید کو جائز نہیں اور یہ اس کی جہالت کی بات ہے لیکن بوجہ تاویل امکان اس کو کافر نہ کہیں گے (کیونکہ اس طرح کے الفاظ خطبۂ صدیقی میں بھی موجود ہیں۔ اگرچہ زید نے اس کا مطلب غلط سمجھا) مگر وہ گنہگار سخت ہے' توبہ کرے اور آئندہ ایسے الفاظ زبان سے نہ نکالے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۳۵۶)

دعاء میں بحق النبی وآلہ الامجاد کہنا

سوال: اگر کوئی اللہ تعالیٰ سے مدد مانگے اور یہ کہے "بِحَقِّ النَّبِيِّ وَآلِهِ الْاَمْجَادِ" کیا جائز ہے؟

جواب: "بِحَقِّ النَّبِيِّ وَآلِهِ الْاَمْجَادِ" کہنا منع ہے۔ (کفایت المفتی ج ۲ ص ۳۵۶)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلم خیر وشر کہنا

سوال: اگر کوئی شخص سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم کو معلم ہر خیر وشر لکھے تو اس وقت اصطلاحی معنی کیا ہوں گے' اور اگر لغوی معنی مراد لیں تو معلم شر سے فعل شر مراد ہوگا یا ترک شر اور دونوں صورتوں میں ان الفاظ کا لکھنے والا مستحق گناہ ہے یا نہیں؟

جواب: اگر ان الفاظ سے یہ نیت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر فعل خیر وشر کی تعلیم دی تھی' خیر کی خیریت کو اور شر کی شرارت کو بتادیا تھا' ان معنی کے لحاظ سے آپ کی شان میں اس کا اطلاق کرنا صحیح ہوگا مگر اس کے اور معنی کا بھی احتمال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارتکاب شر کی تعلیم دی تو اس احتمال کی وجہ سے سوء بے ادبی سے خالی نہیں' اس قسم کے الفاظ سے احتراز کرنا چاہیے۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ج' ص ۱۳۶)

نماز میں نبی علیہ السلام کے تصور کا حکم

سوال: کوئی شخص یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آنا گائے' بھینس اور گدھے کے خیال آنے سے بدتر ہے' ایسا عقیدہ رکھنے والا مسلمان ہے یا کافر؟

جواب: نماز حق تعالیٰ کی عبادت بلاشرکت غیر ہے' عبادت میں معبود کی عظمت اور جلال کا تصور مقصود ہے اور اسی پر اقتصار ہونا چاہیے اور کسی کا تصور بجہت تعظیم نہ ہونا چاہیے۔ یہ ظاہر ہے کہ

نماز میں قرآن مجید پڑھا جاتا ہے۔اسی میں انبیاء کرام کے اسماء مبارک آتے ہیں ان کے قصے مذکور ہیں۔فرعون' ہامان اور دیگر کفار کے نام بھی آتے ہیں۔شیطان کا نام بھی آتا ہے جس سے پناہ مانگی جاتی ہے اور جن مکرم ہستیوں کے اسماء گرامی اور قصص قرآن میں زبان پر آئیں گے ان کا تصور اور خیال بھی لازمی طور پر آئے گا۔اسی طرح فرعون وہامان اور شیطان کا جب نام لیا جائے گا تو ان کی طرف بھی خیال جائے گا اور اس کو آج تک کسی نے قابل اعتراض نہیں کہا' اب رہی یہ بات کہ نمازی بحیثیت تعظیم معبودیت کے اگر اللہ کے سوا کسی دوسرے کا تصور کرے تو وہ شرک فی العبادت ہوگا اور شرک اعلیٰ درجہ کا گناہ' نا قابل مغفرت ہے۔پس خلاصہ یہ ہوا کہ اگر نماز میں کوئی شخص نبی علیہ السلام کا تصور بجہت تعظیم عبادت کے کرے تو یہ اتنا بڑا گناہ ''شرک'' ہے کہ نماز بھی باطل ہوئی اور مغفرت کی بھی امید نہیں اور اس صورت میں یہ تصور کسی ایسے شخص یا شے کے تصور سے زیادہ مضر ہے جس کی تعظیم ''عبادت'' متصور نہیں ہوسکتی کہ اس کے تصور سے عبادت کے خلوص اور خشوع میں تو نقصان آئے گا اور عبادت خراب ہوجائے گی لیکن شرک لازم نہ آئے گا اس کے علاوہ اور کوئی مطلب اس قول کا نہیں ہے نہ ہوسکتا ہے۔(کفایت المفتی ج ا ص ۲۴۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک کے نقش کو چومنے' اس جیسے نعل پہننے اور اس کے احترام کا حکم

سوال: مکرم ومحترم جناب مفتی صاحب' دامت برکاتہم

السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ' امابعد!

ا۔جو چیز سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر سے متصل ہوگئی اس کی برکات کا انکار تو کوئی جاہل یا ملحد ہی کرے گا لیکن اس شے کی مثل ہاتھ سے تیار کرلی جائے گی تو کیا اس میں بھی وہ برکت آجاتی ہے؟ بالفاظ دیگر متبرک شے کی تصویر بھی متبرک ہوتی ہے؟

۲۔آج کل سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک کا نقشہ بہت عام ہوگیا' لوگ اس کو چومتے ہیں' برکت کے لیے سر پر رکھتے ہیں' اس کی کیا حیثیت ہے؟ اس نقشے کی یہ حیثیت مسلم کہ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک کی صورت معلوم ہوگئی' روایات حدیث میں مذکورہ نعل کا سمجھنا آسان ہوگیا؟

۳۔کیا اس نقشے کے مطابق نعل بنوا کر استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ سرورکائنات صلی

اللہ علیہ وسلم کی ہر ادا ہمارے لیے نمونہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پگڑی جیسی پگڑی، قمیص جیسی قمیص بنوانا، پہننا سب باعث سعادت اور محبت کا تقاضا ہے، کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتے جیسا جوتا پہننا بھی محبت کا تقاضا ہے یا نہیں؟

۴۔ نیز یہ بھی قابل دریافت ہے کہ یہ نقشہ اس وقت عام مروج تھا یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نعل مبارک صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانے میں موجود تھا، دیگر مستعمل کپڑوں، برتنوں کی طرح اس کو سنبھال کر رکھا گیا۔ جن حضرات کے پاس یہ موجود نہیں تھا، کیا کسی روایت سے ثابت ہے کہ وہ لوگ کاغذ پر اس کی صورت بنا کر برکت حاصل کرتے ہوں؟ اگر ثابت نہ ہو تو آج اس کو باعث ثواب سمجھنا، سفر میں ساتھ رکھنا، برکت کے لیے دکانوں، مکانوں پر لگانا کیا بدعت نہیں ہوگا؟

۵۔ روضۂ اقدس کی صحیح تصویر یعنی فوٹو، بیت اللہ کی صحیح تصویر بھی باعث برکت ہے یا نہیں؟ اب لوگ ان کپڑوں اور قالینوں پر نماز پڑھنا بے ادبی سمجھنے لگ گئے ہیں جن پر روضۂ اقدس کی تصویر ہو، اس کی کیا حیثیت ہے؟

۶۔ اب نقش خاتم بھی شائع ہو گیا ہے، لوگ اس کے تصور کو انوار و برکات کا باعث سمجھنے لگے ہیں، اس کی کیا شرعی حیثیت ہے؟ مجھے خطرہ ہے کہ غالی لوگوں کی طرف سے جلد ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی اور بغل اور حمار کی مثل شائع ہو کر ان کا بھی احترام نہ شروع ہو جائے، میرے غیر مرتب الفاظ کو اپنے مرتب الفاظ میں منتقل کر کے سوال و جواب اپنے ماہنامہ ''البلاغ'' میں شائع فرما دیں تو میرے جیسے کئی متحیر لوگوں کی رہنمائی ہو جائے گی؟ والسلام

بخدمت اقدس جناب مولانا عبدالمجید صاحب مدظلہم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اُمید ہے مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔

آپ کا مفصل استفتاء نعل مبارک کے نقشے کے بارے میں کافی عرصہ پہلے مل گیا تھا، وہ برابر زیر غور رہا، آخر میں مشورے کے لیے حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہم العالی کی خدمت گرامی میں پیش کیا، ہماری خوش قسمتی ہے کہ حضرت والا خود جواب تحریر فرمانے کے لیے تیار ہو گئے۔ چنانچہ یہ جواب حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہم العالی کا لکھا ہے۔

والسلام

مخدوم گرامی قدر حضرت مولانا عبدالمجید صاحب مدظلہم العالی

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

آنجناب کا گرامی نامہ مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب کے نام آیا تھا۔انہوں نے احقر کو مشورے کے لیے بھیجا' احقر نے جو کچھ سمجھ میں آیا لکھ دیا اور آنجناب کی خدمت میں اس خیال سے ارسال کر رہا ہوں کہ اگر کوئی غلطی ہوگی تو آنجناب اس پر متنبہ فرمائیں گے۔

والسلام احقر محمد تقی عثمانی ۱۴۱۶/۶/۲۰ھ

جواب:۱'۲۔شاید جناب کے علم میں ہوگا کہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ ''زادالسعید'' میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک کا نقشہ شائع فرمایا تھا اور اس کو سر پر رکھ کر دعا کرنے کی بھی فی الجملہ ترغیب دی تھی اور اس سلسلے میں ایک رسالہ بھی تحریر فرمایا تھا۔ بعد میں حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اس موضوع پر حضرت سے خط و کتابت کی جو (کفایت المفتی جلد:۲صفحہ:۶۱) (کفایت المفتی ج۲ص۹۱تا۹۹' طبع جدید دار الاشاعت) اور (امداد الفتاویٰ جلد۴صفحہ:۳۲۸تا۳۳۲) (امداد الفتاویٰ ج:۴ص:۳۷۴تا۳۷۹'۵۳۳'۵۳۶تا۵۳۶' طبع مکتبہ دارالعلوم کراچی) میں مکمل شائع ہو چکی ہے۔

اس خط و کتابت کے مطالعے سے مسئلے کی شرعی حیثیت بڑی حد تک واضح ہو جاتی ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جہاں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان آثار متبرکہ کا تعلق ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر استعمال رہے ہوں یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر سے مس ہوئے ہوں' ان سے تبرک یا انہیں بوسہ دینا یہ سر پر رکھنا متعدد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور علمائے متقدمین سے ثابت ہے اور جیسا کہ خود آنجناب نے ذکر فرمایا ہے وہ محل اشکال نہیں۔البتہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان آثار متبرکہ کی کوئی تصویر بنائی جائے یا اس کا کوئی نقشہ بنایا جائے تو وہ اگرچہ اصل آثار کے مساوی نہ ہوگا لیکن چونکہ اصل کے ساتھ مشابہت اور مشاکلت کی وجہ سے اس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے فی الجملہ ایک نسبت حاصل ہے اس لیے اگر کوئی شخص اپنے شوق طبعی اور محبت کے داعیہ سے اس کا بھی ادب کرے اور اسی محبت کے داعیہ سے اسے بوسہ دے یا آنکھوں سے لگائے تو فی نفسہ اس کی ممانعت پر بھی کوئی دلیل نہیں۔لہٰذا فی نفسہ ایسا کرنا مباح ہوگا بلکہ جس محبت کے داعیہ سے ایسا کیا جا رہا ہے وہ محبت انشاء اللہ موجب اجر بھی ہوگی بشرطیکہ اس خاص عمل کو بذاتہ عبادت نہ سمجھا جائے کیونکہ عبادت کے لیے ثبوت شرعی درکار ہے۔البتہ جواز کے لیے کسی مستقل دلیل کی ضرورت نہیں کیونکہ اس کے لیے ممانعت کی دلیل نہ ہونا بھی کافی ہے اور اس تفصیل میں دونوں صورتیں شامل ہیں خواہ نقش اصل کے بالکلیہ مطابق ہو یا بالکلیہ مطابق نہ ہو

کیونکہ مشابہت کی وجہ سے فی الجملہ نسبت دونوں کو حاصل ہے۔

یہ تو مسئلے کی اصل حقیقت تھی لیکن چونکہ ان نازک حدود کو سمجھنا اور ان کی نزاکت کو ملحوظ رکھنا عوام کے لیے مشکل معلوم ہوتا ہے اور اس بات کا اندیشہ ہے کہ اس میں حدود سے تجاوز نہ ہو جائے۔ مثلاً یہ کہ ان اعمال کو بذاتہ عبادت سمجھا جانے لگے یا ادب و تعظیم میں حدود سے تجاوز ہو کر مشرکانہ افعال یا اعتقادات اس کے ساتھ نہ مل جائیں۔ اس لیے مناسب یہی ہے کہ ان نقشوں کی عمومی تشہیر اور ان کی طرف ترغیب وغیرہ سے اجتناب ہی کیا جائے' اس لیے حضرت حکیم الامت قدس اللہ سرہ نے اپنے رسالہ "نیل الشفاء بنعل المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم" سے بعد میں رجوع فرما لیا تھا۔

خلاصہ یہ کہ تشہیر کی ہمت افزائی نہیں کرنی چاہیے لیکن اگر کوئی شخص حدود میں رہ کر مذکورہ افعال کرتا ہے تو اس پر نکیر بھی دُرست نہیں۔

۳۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعل شریف جیسی نعل بنوا کر پہننے کے جواز یا عدم جواز کے بارے میں فقہائے کرامؒ کی کوئی تصریح تو نہیں دیکھی البتہ یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ یہ معاملہ ذوق کا ہے اور مذاق مختلف ہو سکتے ہیں' ایک مذاق یہ ہے کہ جس چیز کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار متبرکہ میں سے کسی کے ساتھ مشابہت حاصل ہو وہ تو سر اور آنکھوں پر رکھنے کی چیز ہے' نہ یہ کہ اس کو پاؤں میں استعمال کیا جائے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص اس مذاق کے تحت اسے پہننے سے احتراز کرے تو یہ اس کے مذاق تعظیم و محبت کا تقاضا ہے جس پر وہ قابل ملامت نہیں۔ جیسا کہ حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ کے بارے میں منقول ہے کہ سبز رنگ کا جوتا بھی اس لیے نہیں پہنتے تھے کہ گنبد خضراء کا رنگ سبز ہے اور دوسرا مذاق یہ ہے کہ انسان اپنے ہر عمل اور ہر ادا میں حتی الامکان حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اداؤں کی نقل اُتارنے کی کوشش کرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس جیسا لباس پہنے اور اس نقطہ نظر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک جیسا نعل بنوا کر پہنے اور مقصود اتباع ہو تو بظاہر اس پر بھی ممانعت کی کوئی دلیل نہیں بلکہ یہ بھی محبت کا تقاضا ہے چونکہ اس کا مقصود اتباع ہے۔ اس لیے بظاہر اس میں اہانت کا بھی کوئی پہلو نہیں۔ چنانچہ صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے یہ کہیں منقول نہیں کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک جیسے جوتے پہننے سے احتراز کا اہتمام کیا ہو' بالخصوص جبکہ اس دور میں جوتوں کی اوضاع میں اتنا تنوع بھی نہیں تھا لہٰذا جیسا عرض کیا گیا یہ ذوق کی بات ہے اور کوئی ذوق قابل ملامت نہیں۔

۴۔ یہ بات تلاش کے باوجود نہیں مل سکی کہ آیا یہ نقشہ عام مروج تھا یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص تھا۔

۶،۵۔ روضۂ اقدس یا بیت اللہ کی صحیح تصویر کا حکم بھی قریب قریب ایسا ہی ہے کہ ان کو اصل کے ساتھ تشابہ کی ایک نسبت قویہ حاصل ہے۔ نیز انہیں دیکھ کر اس کا استحضار قوی ہوتا ہے لہٰذا ان کا احترام کرنا چاہیے یعنی ان کو کسی موضع اہانت میں استعمال کرنا درست نہیں' جہاں تک ان کے باعث برکت ہونے کا تعلق ہے یہ بات واضح ہے کہ کسی جگہ ان کے لگانے سے ان شعائر کا بار بار استحضار ہوتا ہے اور یہ استحضار یقیناً باعث برکت ہے۔

جانمازوں پر فی نفسہ کسی بھی قسم کے نقش پسندیدہ نہیں لیکن اگر کسی جائے نماز پر حرمین شریفین میں سے کسی کی تصویر اس طرح بنی ہوئی ہے کہ وہ پاؤں کے نیچے آتی تو اس میں بھی اہانت کا کوئی پہلو نہیں' البتہ موضع سجود میں بیت اللہ کے سوا کسی اور چیز کی تصویر بالخصوص روضۂ اقدس کی شبیہ میں چونکہ ابہام خلاف مقصود کا ہوسکتا ہے اس لیے اس سے احتراز مناسب معلوم ہوتا ہے۔

۷۔ نقش خاتم کے بارے میں بھی وہی تفصیل ہے جو نقش نعلین کے بارے میں عرض کی گئی البتہ ظاہر ہے کہ ان غیر ذی روح اشیاء کے نقوش پر ذی روح کے نقوش کو ہرگز قیاس نہیں کیا جاسکتا کہ ذی روح کا نقش یا تصویر بہرصورت ممنوع ہے۔

واللہ سبحانہ اعلم (فتاویٰ عثمانی ج ا ص ۶۱)

قرآن مجید افضل ہے یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم؟

سوال: مسجد بیت المقدس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن شریف ان تینوں چیزوں میں سے ازروئے عقائد کس کو بزرگ وبرتر خیال کرنا چاہیے؟

جواب: قرآن مجید سے مراد اگر کلام نفسی ہے جو خداوند تعالیٰ کی صفت ہے تو اس کا افضل ہونا ظاہر ہے اور اگر مراد یہ کاغذ پر لکھا ہوا یا چھپا ہوا قرآن مجید ہے تو اس قرآن مجید' بیت المقدس' کعبۃ اللہ' مسجد حرام ومسجد نبوی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افضل ہیں کیونکہ قبر اقدس واطہر کا وہ حصہ جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر سے ملا ہوا ہے وہ بوجہ تعلق کے ان تمام اشیاء سے افضل ہے تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس کا افضل ہونا ظاہر ہے۔ (کفایت المفتی ج ا ص ۱۲۱)

کیا باری تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی شکل پر پیدا کیا ہے؟

سوال: ایک شخص وعظ میں یہ شعر پڑھتا ہے:

جمال خدا گر نہ دیکھا ہو تم نے ۔۔۔ محمدؐ کو دیکھو وہی ہو بہو ہے

پڑھنے کے بعد کہتا ہے یہ شعر بالکل صحیح ہے اس واسطے کہ جو صورت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے وہی صورت بعینہٖ باری تعالیٰ کی ہے کیونکہ باری تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی شکل پر پیدا فرمایا ہے اس کے بعد کہتا ہے کہ احمد اور احد میں صرف میم کا فرق ہے نیز کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں تمام اشیاء کو جانتے ہیں ان سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور تمام اولیاء کو حاضر و ناظر جانتا ہے اور کہتا ہے کہ جس جگہ اور جس وقت ان کو پکارو ہماری فریاد سنتے ہیں اور امداد کرتے ہیں۔ نیز یہ کہ سرود سنتا ہے اور اس کو حلال جانتا ہے ایسے شخص کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: یہ شعر بالکل شرک ہے اور جو اس کو سچ سمجھ کر پڑھے وہ مشرک ہے اس میں کلام نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی خدا تعالیٰ کی ایک مخلوق اور بندے ہیں خالق اور مخلوق ایک کیونکر ہو سکتے ہیں۔ نیز یہ کہنا کہ احد اور احمد میں صرف میم کا فرق ہے یہ بھی الحاد و زندقہ ہے۔

آنحضرت کو تمام اشیاء کا عالم جاننا بھی شرک ہے شرک اسی کا نام ہے کہ خدا تعالیٰ کی ذات و صفات میں کسی کو شریک مانا جائے عالم الغیب ہونا صرف خدا کی شان ہے۔ دوسرا ہرگز اس کا مصداق نہیں ہو سکتا اور جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب نہیں تو پھر کسی دوسرے کا عالم الغیب ہونا تو صراحتہً باطل ہے۔ سرود سننا حرام ہے اور اس کو حلال سمجھنا کفر ہے ایسا شخص جو ان تمام امور مذکورہ بالا کا معتقد و مرتکب ہو وہ باتفاق علماء اہل سنت والجماعت مشرک ہے۔ (کفایت المفتی ج ۱ ص ۲۴۰)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جیسا ہونے کا عقیدہ

سوال: ایک شخص دعویٰ کرتا ہے کہ آپ جیسے چھ اور موجود و متحقق ہیں شریک آپ کی جمیع صفات و ماہیت میں اور پیش کرتا ہے قول حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کہ اللہ نے سات زمینیں پیدا کیں ہر زمین میں تمہارے جیسا آدم ہے نوح جیسا نوح ابراہیم جیسا ابراہیم اور موسیٰ جیسا موسیٰ عیسیٰ کی طرح عیسیٰ علیہم السلام اور تمہارے نبیؐ جیسا نبی یہ عقیدہ صحیح ہے یا نہیں؟ اور حدیث مذکور کا کیا حال ہے؟

جواب: اولاً جاننا چاہیے کہ حدیث مذکور معتبر ہے ارباب تحقیق نے اس کی توثیق کی ہے ثانیاً سمجھنا چاہیے کہ زمین کے سات طبقات کا جداگانہ ہونا اور اس میں مخلوقات الٰہی کا موجود ہونا بھی احادیث سے ثابت ہے۔ تیسرے معلوم ہونا چاہیے کہ باقی تمام زمینوں کے طبقوں میں انبیاء کا ہونا ثابت ہے۔ چنانچہ حدیث مذکور کہ صحیح ہے دلالت کرتی ہے اور قرآن پاک وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر قوم کے واسطے ایک رہنما مقرر ہوا ہے جب یہ تین امر ذہن نشین ہو گئے تو سمجھنا چاہیے کہ لفظ نَبِيٌّ

کَنَبِیِّکُمْ سے اگرچہ ایک ایک نبی کا خاتم النبیین باقی طبقات میں ہونا ثابت ہے لیکن اس کا مثل ہونا ہمارے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت نہیں ہوسکتا اس لیے کہ کلام عرب کاف تشبیہ کے واسطے مستعمل ہے اور تشبیہ میں لازم نہیں کہ مشبہ بہ مشبہ کے مثل یا اقوی ہو بلکہ کبھی تشبیہ ناقص کے ساتھ محض سمجھانے کے واسطے ہوتی ہے۔ قرآن پاک میں ہے: "اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ" اس آیت میں حق تعالیٰ نے تشبیہ دی اپنے نور کو نور مشکوٰۃ کے ساتھ اور پھر ظاہر ہے کہ نور الٰہی بدرجہا اس نور سے اعلیٰ واحسن ہے۔ "چہ نسبت خاک را با عالم پاک"

پس لفظ نبی کنبیکم سے یہ ہرگز ثابت نہیں کہ باقی طبقات کا خاتم الانبیاء اس طبقہ کے خاتم الانبیاء کے مثل ہے بلکہ تشبیہ فقط سمجھانے اور بتلانے کی غرض سے ہے' اسی غرض سے جس طرح ایک خاتم الانبیاء اس طبقہ میں ہے اسی طرح ایک ایک خاتم ہر طبقہ میں ہے' نہ یہ کہ وہ خاتم مثل اس خاتم کے ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیؒ ص ۴۶)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ زلزال کے معنی غلط سمجھے

سوال: زید کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ زلزال کے معنی غلط سمجھے' وہ کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یوسف نجار کے بیٹے تھے' وہ کہتا ہے کہ حضرت رسول اکرم کو ابن مریم اور دجال کی خبر نہیں دی گئی' وہ کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انتقال ہوگیا' کشمیر میں قبر ہے' وہ کہتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام موعود میں ہوں اور کوئی نہیں آئے گا' حضرت رسول اکرم خاتم النبیین نہیں' اس کے اور ایسے صدہا عقیدے ہیں؟

جواب: ایسا عقیدہ رکھنے والا بلاشبہ دائرہ اسلام سے خارج ہے' جتنی باتیں اس شخص کے سوال میں نقل کی گئی ہیں وہ الحاد و زندقہ کی باتیں ہیں' اس نالائق شخص نے رسول تو رسول خود اللہ تعالیٰ کو جھوٹا بنایا۔ (العیاذ باللہ) (فتاویٰ نذیریہ ص ۵)

یہ اعتقاد کہ اللہ تعالیٰ نے رزق کی کنجیاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کردیں غلط اور باطل ہے

سوال: زید کہتا ہے کہ کنجیاں رزق مخلوقات کی اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سونپ دی ہیں جس کو جتنا چاہیں دیں' عمرو اس کے خلاف کہتا ہے' نیز آپ کی روح مبارک سب گھروں اور مقاموں میں گشت کرتی ہے' یہ بات صحیح ہے یا غلط؟

جواب: زید مذکور کا قول بالکل غلط ہے' زید مذکور نے قرآن وحدیث کو دیکھا سنا نہ ہوگا یا جان بوجھ کر ہٹ دھرمی کرتا ہے' قرآن کریم وحدیث نے تو بڑے زور سے اس بات کی تردید کی ہے' رزق کا کفیل اللہ کے سوا کوئی نہیں اور یہ قول کہ روح مبارک سب مقاموں میں گشت کرتی ہے غلط ہے اور یہ دونوں عقیدے شرک ہیں۔ (فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۳)

اللہ ورسولؐ کے احکام اور اس کے فرشتوں کی توہین کا حکم

سوال: ایک دینی جلسہ میں قرآن وحدیث کے حوالہ جات کے ساتھ اللہ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام بیان کیے گئے' دوران تقریر ایک فریق مخالف کے شخص نے کہا "یہ اوٹ پٹانگ" لوگ کیا بکے جا رہے ہیں' بند کریں یہ سب

دوسرا واقعہ یوں ہوا کہ اسی شخص کی جماعت کے ایک جلسہ میں ان کے ایک مقرر نے کہا کہ "اے آسمان کے متکبر فرشتو! تیار ہو جاؤ زمین پر اترنے کے لیے اب تمہاری نہیں چلے گی' اگر زیادہ بولو گے تو گھسیٹ کر نکال دیئے جاؤ گے' سوال یہ ہے کہ زید وعمرو کے یہ جملے کیسے ہیں؟

جواب: زید وعمرو کے جملے مذکورہ قبیحہ باعث کفر ہیں۔ لہٰذا ان دونوں پر تجدید ایمان لازم ہے اور سابق دستور نکاح میں رہنے کے لیے تجدید نکاح ضروری ہے۔ (احیاء العلوم ج ۱ ص ۱۱۶)

"اگر جبریل امین بھی کہہ دیں" کا حکم

سوال: زید جو کہ عالم دین ہے اس نے اپنے گھریلو متنازعہ امور میں تعلیق بالمحال کے طور پر یہ کہا کہ میں اپنی والدہ محترمہ مرحومہ کے اس فیصلہ کو جو ان امور سے متعلق اپنی حیات میں فرما گئی ہیں' اب کسی ثانی مجلس کے سپرد کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں' خواہ مجھے کوئی بڑے سے بڑا آدمی بھی کہے' حتیٰ کہ اگر جبریل امین بھی کہہ دیں۔

فرمائیں کیا ایسے الفاظ کا تکلم کرنے والا کافر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ خصوصاً اس وقت جب کہ متکلم خود اس بات کی صراحت کر رہا ہے کہ میرا یہ کہنا کوئی حضرت جبریل علیہ السلام سے استخفاف یا توہین کے لیے نہیں بلکہ تعلیق بالمحال کے طور پر ہے؟

جواب: نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم' امابعد: صورت مسئولہ میں کوئی بات کفریہ نہیں ہے۔ خصوصاً اس بات جب کہ متکلم اپنی منشاء اور مراد کی خود صراحت کر رہا ہے کہ میری مراد نہ استخفاف اور نہ توہین کے لیے اور یہ الفاظ کہ "خود اگر جبریل امین بھی کہیں......" ذو معانی کثیرہ ہیں' ان کی

حیثیت زیادہ سے زیادہ سفارش یا تعلیق بالمحال کی ہے اور حضرت جبریل امین علیہ السلام کا آنا' سفارش فرمانا خود محال ہے اور تعلیق بالمحال خود مستلزم محال ہے' لہٰذا متکلم کافر نہیں ہوا۔

اب متکلم مذکور کو خواہ مخواہ استخفاف اور توہین اور توہین کا مرتکب قرار دے کر کافر کہنا: **فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ماتشابه منه ابتغاء الفتنة** کا مصداق بنتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

الراقم الاحقر محمد انور خادم دار الافتاء دار العلوم فیض محمدی لائل پور' الجواب صحیح عبد المجید غفرلہ الجامع مدینہ لاہور ۱۴/۹/۷۱

المجیب مصیب: اس لیے کہ فقہ اکبر میں منقول ہے:

وعن الذخیرة ان فی المسئله اذا کان وجوہ توجب التکفیر ووجه واحد یمنع التکفیر فعلی المفتی ان یمیل الی الذی یمنع التکفیر حسنا للظن بالمسلم.

لہٰذا متکلم مذکور کو کافر نہیں کہا جائے گا۔ خلیل احمد خطیب جامع مسجد لائل پور۔

الجواب صحیح: کیونکہ جبریل امین علیہ السلام کی تشریف آوری بغیر نبی کے بتلائے صحیح معلوم ہونا ممکن نہیں اور فی الوقت کوئی نبی نہیں' نہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ اس لیے یہ تعلیق بالمحال ہی ہوگی اور قائل کی نیت معتبر ہوگی۔ (فتاویٰ مفتی محمود ج ۱ ص ۲۶)

کسی شخص کا یہ کہنا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرض نماز معاف کردی ہے

سوال: ایک شخص کا بیان ہے کہ پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے فرمایا ہے کہ نماز پڑھنے سے آزاد ہے' حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم' خواجہ غریب نواز اور دیگر مشہور بزرگوں سے عالم بیداری میں میری بات ہوئی۔ ان بزرگوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ہم تمہارے یہاں تین روز قیام کریں گے۔ چنانچہ میں نے تین روز تک دعوتیں کھلائیں' جب شخص مذکور اس قسم کے قصے روزانہ بیان کرنے لگے تو کچھ لوگوں نے کہا کہ اس قسم کے قصے بیان کرنا بند کر دیجئے یہ قوت اللہ پاک نے نبیوں کو عطا فرمائی ہے' آپ کے بیانات سے بزرگان دین کی توہین ہوتی ہے' اس سے ہماری دل آزاری ہوتی ہے' جواب میں فرمایا کہ میری اپنی قبر اور میری اپنی صلیب میں نے روپیہ خرچ کر کے یہ حاصل کیا ہے' مجھ کو کسی سے کچھ نہیں لینا ہے۔

جواب: مندرجہ سوال عقائد رکھنے والا شخص زندیق ہے' نماز وغیرہ ظاہری احکام کا انکار کفر

ہے' ایسے شخص کی تکذیب اور انکار ہر شخص پر واجب ہے جو اس کی تصدیق کرے وہ بھی زندیق ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۱ ص ۳۴)

مجرم کو اللہ تعالیٰ نہیں چھڑا سکتا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم چھڑا سکتے ہیں؟

سوال: بریلوی حضرات یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ قیامت کے دن معصیت کے بارے میں جس شخص کو حضور سزا دینے کے لیے پکڑلیں گے کوئی چھڑا نہیں سکتا اور خدا جس کو سزا دینے کے لیے پکڑلیں گے اس کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم چھڑا سکتے ہیں آیا یہ صحیح ہے یا غلط؟

جواب: بریلوی مکتبہ فکر کے بہت سے عقائد ایسے نرالے ہیں کہ قرآن کریم' حدیث شریف' آثار صحابہ' مجتہدین کے فقہ میں ان کا نام ونشان بھی نہیں ہے' شاعرانہ مضمون کو عقیدہ قرار دینا بھی مشکل ہے' جن صاحبان کا یہ عقیدہ ہے ان ہی سے اس کی دلیل دریافت کی جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۱۳۴)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیشاب پاخانے کا حکم

سوال: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پاخانہ پیشاب پاک تھا یا نجس؟

جواب: شوافع میں بعض علماء محققین نے آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیشاب اور پاخانے کی طہارت کا حکم کیا ہے اور علماء حنفیہ نے اس کو نقل کر کے اس کے ساتھ اپنی موافقت بیان کی ہے اور بعض صحابہ وصحابیات کے اس واقعہ سے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشاب نادانستگی میں پی لیا تھا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر پاکر ان کو دعا دی اور انکار نہیں فرمایا' طہارت پر استدلال کیا ہے۔ (کفایت المفتی ج ۱ ص ۸۴)

موٹر کا نام نبی رکھنا

سوال: ایک شخص نے موٹر کا نام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کر کے رکھا ہوا ہے' یہ جائز ہے یا ناجائز؟

جواب: موٹر کا نام نبی رکھا ہے تو یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کے مترادف ہے اور اس میں نہ صرف مسلمانوں کی بلکہ تمام فرقوں کی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قائل اور سلسلہ نبوت پر ایمان رکھتے ہیں دل آزاری ہے اور اس کو اس فعل سے روکنا ضروری ہے۔ (کفایت المفتی ج ۱ ص ۸۷)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک میں جوئیں پڑتی تھیں یا نہیں؟

سوال: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک میں جوئیں پڑتی تھیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس حدیث کا کیا مطلب ہے جو ابوداؤد میں اس طرح سے ہے "تَفَلّی رَاْسَهٗ" اور حاشیہ کا مطلب کیا

ہے "اَیْ تُنَتِّشُ الْقُمَّلَ مِنْ رَّأْسِہٖ وَتُخْرِجُ وَتَقْتُلُہٗ بَیِّنُوا"

جواب: اکثر علماء سیر نے تصریح کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک میں جوں نہیں پڑتی تھی اور اس میں کوئی تعجب اور انکار کی وجہ بھی نہیں۔ حضرت اُم حرام کی حدیث اس کے خلاف پر دلالت بھی نہیں کرتی کیونکہ ممکن ہے کہ گو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر میں جوں پیدا نہیں ہوتی تھی مگر دوسروں کے بدن کی یا کپڑے کی جوں رینگ کر چڑھ جاتی اور وہ حضرت اُم حرام کے ہاتھ لگ جاتی تھی اور وہ پکڑ کر مار ڈالتی تھیں' اس کے علاوہ حدیث کے الفاظ صرف "تَفَلّٰی رَاْسَہٗ" ہیں جس کے معنی صرف جوں تلاش کرنے کے ہیں اور محشی کا قول وَتُخْرِجُ وَتَقْتُلُہٗ محتاج دلیل ہے۔ (کفایت المفتی ج ۱ ص ۸۴)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تعدد ازواج پر ایک اعتراض کا جواب

سوال: زید کا کہنا ہے کہ یہ کہاں کا اصول ہے کہ بادشاہ چاہے جتنی شادیاں کرے اور قوم کے لیے صرف چار کی پابندی ہو' یہ قول زید نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہا ہے' زید مذکور اسلام سے خارج ہے یا نہیں؟ اس کی اقتداء جائز ہے یا نہیں؟

جواب: چند ضروری حکمتوں کی بناء پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تعدد ازواج کی اجازت دی گئی جو کہ تعدد ازواج ہی سے پوری ہو سکتی تھیں' کسی اُمتی سے نہ وہ حکمتیں مطلوب ہیں اور نہ ہی وہ پوری ہو سکتی ہیں' زید کو چاہیے کہ توبہ واستغفار کرے اور اپنے ایمان ونکاح کی تجدید کرے' اگر وہ ایسا نہ کرے تو اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔ (خیر الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۴۱) "چونکہ وہ اپنے کفریہ کلمہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہو چکا" (م'ع)

یا اللہ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم لکھنے کا حکم

سوال: مسجد کی دیواروں پر یا اللہ' یا محمد لکھنا جائز ہے یا لازماً اللہ محمد لکھنا ضروری ہے' اگر صرف اللہ' محمد لکھا دیا جائے تو کیا یہ شرعاً جائز ہے؟ اور کیا صرف اللہ محمد لکھانے والے کے متعلق گستاخ رسول' وہابی اور اس کے پیچھے نماز جائز نہ ہونے کا فتویٰ لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: شریعت میں ایسا کہیں نہیں ملتا کہ یہ الفاظ مساجد میں ضرور لکھے جائیں لیکن چونکہ ایسا کرنا ممنوع بھی نہیں۔ لہٰذا دیکھنا چاہیے کہ جن الفاظ کے لکھنے میں کوئی مفسدہ لازم نہ آئے وہ جائز ہوں گے اور یا اللہ' یا محمدؐ چونکہ عام طور پر اہل بدعت اپنی مساجد میں لکھتے ہیں اور لفظ "یا" سے اس

عقیدے کا اظہار مقصود ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی بھی ہر جگہ موجود ہے اور یہ عقیدہ محض باطل ہے۔ لہٰذا ان الفاظ کا لکھنا جائز نہیں' اگر کسی کا یہ عقیدہ نہ بھی ہو مگر جیسے شرک سے بچنا ضروری ہے' شائبہ شرک سے بچنا بھی ضروری ہے اور ایسا کرنے والے پر کفر کا فتویٰ لگانا تعصب' کم عقلی اور جہالت کی علامت ہے۔ (خیر الفتاویٰ ج ا ص ۱۴۶)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ''یا محمدؐ'' کے الفاظ لکھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع اس مسئلے میں کہ ایک مسجد جسے اب سے تقریباً پچیس سال قبل تعمیر کیا گیا تھا اور وقت تعمیر جس میں ''یا اللہ'' اور ''یا محمدؐ'' کے الفاظ بھی کندہ کرائے گئے تھے اور پچیس سال سے مسلسل موجود تھے لیکن سوء اتفاق سے ایک نئے امام صاحب مسجد میں تشریف لائے اور انہوں نے لفظ ''یا'' مسمار کر دیا۔ اب جواب طلب امر یہ ہے کہ کیا مسجد میں کندہ کسی لفظ کو یا مسجد کے کسی حصے کو منہدم کیا جا سکتا ہے؟ کیا شرعاً ایسا کرنا جائز ہے؟ اگر ''یا اللہ'' ''یا محمدؐ'' کے الفاظ کو بعینہ برقرار رکھا جائے تو اس میں کوئی شرعی قباحت موجود تھی؟ براہ کرم مذکورہ بالا استفتاء کا مستند ومعتبر جواب عطا فرما کر ممنون فرمائیے' ساتھ ہی ساتھ اس بارے میں یہ بھی بتائیں کہ اس نازیبا حرکت اور گستاخی کا کفارہ کیا ادا کیا جائے؟

جواب: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ''یا محمدؐ'' کے الفاظ لکھنا بے ادبی ہے' اس نام سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی سوائے بعض کفار ومشرکین کے کوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پکارتا تھا اور کفار بھی اکثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس بے ادبی کو گوارا نہ کرتے تھے بلکہ کنیت سے پکارتے تھے۔ اس کے علاوہ اس نداء میں عقیدہ فاسدہ کا ابہام ہے اس لیے یہ الفاظ اس طرح لکھنا درست نہیں۔ (**لَاتَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا. الآية**' (سورۃ النور: ۶۳) تفصیل کیلئے دیکھئے تفسیر معارف القرآن ج: ۶ ص: ۴۵۵' محمد زبیر حق نواز) اگر کسی شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے خیال سے اس کے ساتھ لفظ ''یا'' مٹا دیا تو اس کو مسجد کی بے ادبی یا گستاخی نہیں کہا جا سکتا بلکہ یہ تعظیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تقاضا تھا جو اس نے کیا' البتہ اس کی وجہ سے اگر مسجد میں کوئی بدزیبی پیدا ہوگئی یا مرمت کی ضرورت پڑ گئی ہو تو اسی شخص کو چاہیے کہ مسجد کی مرمت کرا دے اور اگر وہ تنگ دست ہو تو دوسرے مسلمانوں کو اس معاملے میں اس کی مدد کرنی چاہیے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (فتاویٰ عثمانی ج ا ص ۵۲)

خواب دیکھنا کہ میرے بعد میری نبوت کے حامل تم ہو

سوال: اگر ایک نبی کسی شخص کو خرقہ عطا کرے یا وہ نبی کسی دوسرے شخص سے یہ کہے کہ میں نے تم کو منصب نبوت عطا کیا یا یہ کہے کہ میرے بعد میری نبوت کے حامل تم ہو یا ایک شخص خواب میں کسی کو دیکھے جو اس سے کہہ رہا ہے کہ آج سے تم کو نبوت کا منصب عطا کیا گیا اور یا کسی اور شخص کو منصب نبوت القاء کیا گیا تو کیا ان صورتوں میں آخری نبی ہو جائے گا اور یہ طریقے کسی زمانے میں منصب نبوت عطا کرنے کے رہے ہیں یا نہیں؟ اگر رہے ہیں تو فبہا ورنہ عطاء منصب نبوت کے تمام طریقے تحریر فرمائیں؟

جواب: مرتبہ حصول نبوت کے یہ طریقے نہیں ہیں اور نہ ان طریقوں سے کسی نبی کو نبوت ملی ہے۔ پس ایک ہی طریقہ ہے کہ باری تعالیٰ کی طرف سے کوئی فرشتہ حامل وحی آئے اور نبوت و رسالت کی خبر دے۔(فتاویٰ عبدالحیٰ ص ۱۷۵) "اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ طریقہ بھی بند ہے"۔(م ع)

اپنی ذاتی رائے سے شریعت میں کمی بیشی کرنا

سوال: حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذاتی رائے سے شریعت میں کمی بیشی کر سکتے تھے یا آیت "اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَایُوْحیٰ اِلَیَّ" کے تحت وحی کا اتباع کرتے تھے؟

جواب: حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذاتی رائے سے احکام الٰہی میں کمی بیشی نہیں کر سکتے تھے ہاں اجتہادی مسائل میں اجتہاد سے کوئی حکم بتا سکتے تھے مگر جن امور میں کہ قرآن مجید کی آیت نازل ہو اور کوئی حکم بتا دیا جائے اس میں اجتہاد نہیں کیا جاتا بلکہ وحی کی متابعت ضروری ہے۔(کفایت المفتی ج ۱ ص ۸۸)

ہمارے نبی ہمارے حال کو دیکھ رہے ہیں

سوال: ایک واعظ صاحب وعظ میں فرماتے ہیں کہ ہمارے نبی ہمارے حال کو دیکھ رہے ہیں، کیا تم اندھے نبی کی اُمت میں ہو؟ ایسے اندھے نبی سے ہم پناہ مانگتے ہیں جو ہمارے حال کو نہیں دیکھتا، کیا تم اندھے نبی کی اُمت میں ہو؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر شئی کو دیکھ رہے ہیں، حتیٰ کہ لوگوں کے زنا کو بھی دیکھ رہے ہیں، مدعی کہتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں، مخالف کہتا ہے کس دلیل سے؟ مدعی کہتا ہے کہ کیا شیطان ہر جگہ حاضر و ناظر ہے یا نہ؟ کیا کلمات مذکورہ سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے؟ اگر ہے تو قائل کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس شخص کا خط کشیدہ مقولہ شریعت اور حقیقت کے خلاف ہے اس کا مطلب یہ ہے اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُمت کے حالات نہ دیکھ رہے ہوں تو معاذ اللہ وہ اندھے ہیں اور قائل ایسے نبی

سے خدا کی پناہ مانگتا ہے اور شریعت کے دلائل قاطعہ اس پر قائم ہیں کہ آنحضرت اُمت کے حالات نہیں دیکھ رہے ہیں کہ یہ تو صرف خدا کی صفت ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کی اصلی حالت یہی ہے اور اس میں قائل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ اندھا اور مستعاذ منہ قرار دیتا ہے اور یہ قول و عقیدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین و تکذیب کو مستلزم ہے اور یہ جملہ کہ زنا کو بھی دیکھ رہے ہیں بے شبہ توہین ہے' یہ کہنا کہ شیطان ہر جگہ حاضر و ناظر ہے جہالت ہے' شیطان نہ ہر جگہ ہر آن میں حاضر ہوتا ہے نہ ناظر' پس اس قائل پر توبہ اور تجدید نکاح لازم ہے۔ (کفایت المفتی ج ۱ ص ۹۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے چپڑاسی کا لفظ استعمال کرنا

سوال: زید نے ترجمہ کلام پاک کرتے ہوئے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حکم خداوندی کے پہنچانے میں مثل صومت کے چپڑاسی کے ہیں جس طرح اس کو حکومت کی طرف سے پیغام پہنچانے کا حکم ہوتا ہے' اسی طرح (نعوذ باللہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خدا کے حکم کے چپڑاسی ہیں' کیا ایسی مثالیں شرعاً ادباً درست ہیں؟

جواب: چونکہ زید نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم خداوندی کے پہنچانے میں مثل چپڑاسی کے بتلایا ہے نہ شان نبوی کو مثل شان چپڑاسی کے' لہٰذا اس مثال سے کوئی قباحت یا اہانت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عیاں نہیں ہوتی۔ (کفایت المفتی ج ۱ ص ۱۰۱)

نوٹ از واصف: یہ رائے اب سے دو سو سال پہلے کی زبان کے لحاظ سے قابل تسلیم ہو سکتی ہے لیکن عصر حاضر کی زبان و محاورہ اور عرف عام کے لحاظ سے تو قابل تسلیم نہیں ہے' البتہ زید کی نیت پر حملہ کرنا درست نہیں' لسانیات سے ناواقفیت کی وجہ سے سہو ہوا ہے۔ (کفایت المفتی ج ۱ ص ۱۰۴)

واقعہ معراج اور قیامت وغیرہ کا منکر کافر ہے

سوال: زید احکام و واقعہ معراج سے قطعی انکار کرتا ہے۔ قرآن شریف کے احکام کا مضحکہ اُڑاتا ہے کہ قرآن لچر کلام سے پر ہے۔ اطاعت احکام خلیفۃ المسلمین سے انکار کرتا ہے اور منصب خلافت کو مسلم کے لیے غیر ضروری بتاتا ہے منکر قیامت ہے' دنیا کو لافانی سمجھتا ہے' علماء دین کی توہین کرتا ہے اور گالیاں دیتا ہے' تحریک ترک موالات کو ذاتی اختراع علماء دین کا گردانتا ہے؟

جواب: ایسا شخص جس کے احوال سوالات میں ذکر کیے گئے ہیں کافر و مرتد ہے مسلمان نہیں ہے' ایسے شخص کو مسلمان نہیں سمجھنا چاہیے اور اہل اسلام کا سا معاملہ اس کیساتھ نہ کرنا چاہیے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۳۶۶)

معراج میں رویت باری تعالیٰ کے متعلق علمائے دیوبند کا مسلک

سوال: معراج میں رویت باری تعالیٰ کے متعلق علماء احناف کا کیا مسلک ہے؟ مولانا تھانویؒ مولانا نانوتویؒ مولانا شیخ الہندؒ مولانا حسین احمد مدنیؒ ودیگر علماء حاضرہ رویت کے منکر ہیں یا قائل؟

جواب: اس مسئلہ میں اختلاف واقع ہوا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ رویت کا انکار کرتے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک جماعت رویت کی قائل ہے۔

علامہ انور شاہ کشمیری بظاہر رویت کے قائل ہیں: "وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی" کی تفسیر ملاحظہ ہو۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے دیگر مشائخ کا بھی یہی مسلک ہے، تلاش کرنے پر تصریحات بھی مل سکتی ہیں۔ (خیر الفتاویٰ ج ۱ ص ۷۷)

شب معراج میں جوتوں سمیت تشریف لے جانا

سوال: ایک شخص کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب شب معراج میں اللہ پاک سے ملاقات کرنے کے لیے تشریف لے گئے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے تو اللہ پاک نے فرمایا کہ اے میرے حبیب! جوتوں سمیت آیئے تاکہ میرا عرش مزین ہو جائے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مع جوتوں کے عرش پر گئے اور یہ بھی کہتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ پاک کے مابین بغیر کسی پردے وغیرہ کے باتیں ہوئیں، کیا یہ صحیح ہے؟

جواب: نعلین شریفین کے متعلق یہ بات کہ حضرت حق نے حضور کو نعلین سمیت عرش پر بلایا، بعض سیر و تفاسیر میں مذکور ہے، واعظ اسے دیکھ کر بیان کرتے ہیں، مگر ہمیں اس کی کوئی پختہ سند نہیں ملی اور لیلۃ المعراج میں اللہ تعالیٰ کی رویت بغیر حجاب سے مشرف ہونا ثابت ہے۔ اگرچہ کلام بغیر حجاب کا صراحۃً کہیں ثبوت نہیں ہے۔ (کفایت المفتی ج ۱ ص ۹۹)

شفاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر ملحد اور زندیق ہے

سوال: اگر کوئی نالائق سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے شفاعت کی اجازت کا منکر ہو کر مسلمانوں کی جماعت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شفیع المذنبین ہونے میں شک ڈالے اور اس آیت کریمہ سے استدلال کرے: "مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ" ایسے شخص کا کیا حکم ہے اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے شفاعت دنیا و آخرت میں اپنی اُمت کے لیے قرآن و حدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟

جواب: جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شفیع ہونے میں شک ڈالتا ہے وہ معاند وملحد اور زندیق ہے اور آیت قرآنیہ کا منکر ہے اور آیت کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کسی کو کسی کی شفاعت کی اجازت نہ ہوگی اور اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت کی اجازت دی ہے اور وعدہ فرمایا ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۲۳)

غیر نبی پر درُود کا حکم

سوال: یہاں پر چند آدمی اپنے پیر اور دادا پیر کے اوپر مستقلاً درُود شریف پڑھتے ہیں' اس قسم کے لوگوں کا شریعت کی رو سے کیا حکم ہے؟ وہ لوگ کافر ہیں یا نہیں؟

جواب: سخت بدعتی ہیں' اگر وہ اقرار کریں کہ ہم پیر یا دادا پیر کو نبی سمجھتے ہیں تو پھر یہ لوگ کافر ہیں۔ (امداد الاحکام ج ۱ ص ۹۳)

درُود تاج میں بعض الفاظ شرکیہ ہیں

سوال: درُود تاج کا پڑھنا کیسا ہے کیونکہ اس میں دَافِعَ الْوَبَاءِ وَالْبَلَاءِ وَالْقَحْطِ وَالْمَرَضِ وغیرہ کے الفاظ ہیں۔ اس درُود کی فضیلت بہت زیادہ لکھی ہے اور درُود کی ترتیب کب اور کس نے کی اور چیچک وغیرہ میں عام طور سے گیارہ دفعہ پڑھ کر دم کرتے ہیں حالانکہ کسی حدیث سے ثابت نہیں' عوام کو دفع مرض کے واسطے پڑھنا چاہیے یا نہیں؟ اس کو پڑھنے سے گناہ ہوتا ہے یا نہیں؟

جواب: ابتداء معلوم نہیں کس نے ایجاد کیا جو فضائل عوام جہال بیان کرتے ہیں وہ محض لغو اور باطل ہے' احادیث میں جو درُود وارد ہیں وہ یقیناً درُود تاج سے افضل ہیں' نیز اس میں بعض الفاظ شرکیہ ہیں اس لیے اس کو ترک کرنا چاہیے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱ ص ۲۲۲)

روضۂ اطہر پر اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ کہنے کا حکم

سوال: روضۂ اطہر پر جا کر اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ کہنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: روضۂ اطہر پر اس طرح سلام پیش کرنا جائز ہے کیونکہ حاضر کو بلفظ یا خطاب کرنا جائز ہے۔ (خیر الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۸۰)

فضائل درُود شریف کی ایک حکایت پر اعتراض کا جواب

سوال: فضائل درُود شریف کی حکایت نمبر ۴۶ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بعد از وفات چلنا' پھرنا اور ان کو غیب کی خبر ہونا اور مشکل کشائی کرنا ثابت ہے اور یہ باتیں تبلیغی جماعت اور دیگر تمام

علماء دیوبند وغیرہ کے عقائد کے خلاف ہیں اس کے بارے میں وضاحت فرمائیں؟

جواب: بعض اوقات حق تعالیٰ اپنے کسی بندے کی فریادرسی کسی لطیفہ غیبی کے ذریعے فرماتے ہیں۔ وہ لطیفہ غیبی اس کی مانوس شکل میں ظاہر ہوکر بندے کی تکلیف کو باذن اللہ دور کردیتا ہے۔ اس حکایت میں بھی ممکن ہے ایسا ہوا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ روح پاک کو مجسم کرکے حق سبحانہ کی جانب سے بھیجا گیا ہو' حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں انبیاء علیہم السلام کی مختلف مقامات پر زیارت کی اس کی بھی یہی توجیہ کی گئی ہے۔ (خیر الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۳۱)

دُرودشریف کے بارے میں ایک سوال کا جواب

سوال: دیوبندی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود وغیرہ کسی قدر فاصلے سے پڑھا جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود نہیں سنتے بلکہ فرشتوں کے ذریعے پہنچتا ہے۔ گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت سماعت کو محدود کردیا ہے۔ حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کے واقعات ایسے ہیں کہ ان کی قوت سماعت محدود نہیں' جیسا کہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز "یاساریتہ الجبل" حضرت ساریہ نے اتنی دور سے سنی جو بہت دور کا فاصلہ تھا تو پھر یہ عقیدہ کیسا ہے کہ آپ دور سے سن نہیں سکتے؟

جواب: اس کا فیصلہ تو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ فرشتے زمین میں گشت کرنے والے مقرر فرما رکھے ہیں جو میرے اُمتی کا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔ پس ایک سچے مسلمان کو چاہیے کہ وہ اس پر ایمان لاتا رہے۔ "یَاسَارِیَۃَ الْجَبَلُ" جیسے واقعات تو ان کا تعلق کرامت سے ہے' قوت سماعت سے نہیں' نیز عقائد کا تعلق منقولات سے ہے معقولات سے نہیں۔ (خیر الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۳۶)

دُرودشریف سے ختم نبوت پر اشکال اور اس کا جواب

سوال: ایک شخص کہتا ہے کہ دُرودشریف میں "کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ" کہنے سے حضرت ابراہیم کی زیادہ فضیلت ثابت ہوئی حالانکہ سب کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت زیادہ ہونی چاہیے' گویا قائل کا یہ مطلب ہے کہ رحمت سے مراد نبوت ہے کہ جس طرح سلسلہ نبوت حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جاری رہا' اسی طرح ہمارے نبی کا سلسلہ نبوت جاری ہے کہ اس سے ختم نبوت کا رد ہو رہا ہے؟

جواب: دُرودشریف میں صلوٰۃ و رحمت سے مراد حق تعالیٰ کے وہ احسانات اور مہربانیاں ہیں جو ابراہیم علیہ السلام پر نازل ہوئی تھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جو رحمتیں نازل ہوئیں وہ

ابراہیم علیہ السلام پر نازل شدہ رحمتوں سے کم نہیں ہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر کوئی زیادہ رحمتیں نازل ہوئی تھیں بلکہ مقصد صرف یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بھی تو نے رحمتیں نازل فرمائی تھیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی نازل فرما۔ سلسلہ نبوت کا باقی رہنا اس سے مراد نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ اور اَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ فرما کر فیصلہ کر دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا سلسلہ باقی نہیں رہا۔ (کفایت المفتی ج ا ص ۹۱)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شہادت کا عقیدہ رکھنا کفر ہے

سوال: مرزائیوں نے کتابیں چھپوا کر بستی میں تقسیم کی ہیں جس میں انہوں نے قرآن کی آیات سے ثابت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں نے شہید کیا ہے' کچھ مسلمان اس عقیدے کی طرف رجوع بھی ہو گئے تو ان مسلمانوں کو مرتد سمجھا جائے یا ضعیف الایمان مسلمان؟

جواب: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شہادت کا عقیدہ رکھنے والا خارج از اسلام ہے اور بلا شبہ کافر ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ا ص ۴۷)

رفع عیسیٰ وظہور مہدی علی نبینا وعلیہما السلام کے دلائل

سوال: ثابت کرو کہ عیسیٰ علیہ السلام جسم کے ساتھ آسمان پر چڑھ گئے اور وہ واپس آئیں گے؟

جواب: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر اٹھایا جانا' قرآن مجید اور حدیث اور اجماع اُمت سے ثابت ہے کہ قرآن کریم کے پارہ نمبر ۶ رکوع نمبر ۲ آیت نمبر ۵ کے ذیل میں اس کا ذکر ہے اور صحاح ستہ کی احادیث ابوداؤد وغیرہ میں اس کا مستقل تذکرہ ہے۔ (خیر الفتاویٰ ج ا ص ۷۱)

وفات مسیح کے متعلق قادیانی شبہ کا جواب

سوال: تذکرہ الشہادتین مصنف مرزا غلام احمد قادیانی ص ۲۱ میں ہے "مگر اس میں شک نہیں کہ اس وعظ صدیقی کے بعد کل صحابہ اس بات پر متفق ہو گئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلے جتنے نبی تھے سب مر چکے ہیں۔"

جواب: اس اجماع کا کہیں پتہ نہیں' محض دعویٰ بلا دلیل ہے' مقصود وعظ صدیقی کا یہ تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کوئی عجیب بات نہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے سب انبیاء ورسل دنیا سے جا چکے' خواہ وفات سے خواہ کسی دوسرے طریق سے' پھر اگر آپ بھی نہ رہے تو کیا تعجب ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۳۶۶)

وفات مسیح کے متعلق ایک اور شبہ کا جواب

سوال: زید اس آیت قرآنی سے حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات کا ثبوت دیتا ہے۔ "وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَایَخْلُقُوْنَ" الخ آج کل روئے زمین پر سب سے بڑھ کر مسیح علیہ السلام کی پرستش ہو رہی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے متعلق فرماتا ہے مردے ہیں زندہ نہیں' اموات پھر غیر احیاء ڈبل تاکید حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت عام تھی اس پر کوئی قرینہ دال نہیں ھُمْ یُخْلَقُوْنَ سے بھی یہی نتیجہ نکل سکتا ہے۔

جواب: اس آیت میں بت مراد ہوں اور حضرت مسیح علیہ السلام کا معبود ہونا دوسری آیت سے باطل ہو تو عموم رسالت کے کیا خلاف ہوا؟ (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۳۷۱)

وفات مسیح کے متعلق ایک اور شبہ کا جواب

سوال: تذکرۃ الشہادتین میں ہے کہ "یہ سولہ مشابہتیں ہیں جو مجھ میں اور مسیح میں ہیں" دس ہزار نفوس کے قریب یا اس سے زیادہ لوگوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور آپ نے میری تصدیق کی اور اس ملک میں جو نامی اہل کشف تھے جن کے تین تین چار چار لاکھ مرید تھے' ان کو خواب میں دکھلایا گیا کہ یہ انسان خدا کی طرف سے ہے' یہ مسلم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شبیہ مبارک کوئی نہیں بن سکتا' خواب میں بھی اس لیے اس کا جواب عنایت فرمائیں؟

جواب: ایسی مشابہتیں کھینچ تان کر ہر شخص اپنے اندر بتلا سکتا ہے اس کے علاوہ اس پر کوئی دلیل عقلی و نقلی قائم نہیں ہے کہ دو چیزیں اگر بعض صفات میں ایک دوسرے کے مشابہ ہوں تو بقیہ صفات میں بھی ان کا اشتراک ہو' یہ محض مغالطہ ہے جس کی مثال منطقیوں نے یہ دی ہے: "کَمَا یُقَالُ لِصُوْرَۃِ الْفَرَسِ عَلَی الْجِدَارِ ھٰذَا فَرَسٌ وَکُلُّ فَرَسٍ صَھَّالٌ فَھٰذَا صَھَّالٌ" اس پر تمام ادلہ قطعیہ و اجماع متفق ہیں کہ خواب گو لاکھوں آدمیوں کا ہو' کتاب و سنت و اجماع و قیاس پر تعارض کے وقت راجح نہیں' اگر ان میں تعارض ہوگا تو اگر مدعی غیر ثقہ ہے تو اس کو کاذب و مفتری کہیں گے اور اگر صالح ہے تو اشتباہ والتباس کے قائل ہوں گے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۳۶۶)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ کہا پھر بعد میں انکار کیا' کیا حکم ہے

سوال: زید اور عمر نے شہادت دی کہ خالد نے اب سے تقریباً چھ ماہ پیشتر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ کہا تھا' اس سے خالد نے انکار کیا۔ چنانچہ شاہدین نے بھی حلفیہ شہادت دی تھی' آیا

خالد کا انکار توبہ کے قائم مقام ہے یا نہیں؟ اور اس کی زوجہ بائنہ ہوئی یا نہیں؟ شاہدین نے چونکہ بلا عذر شہادت دینے میں تاخیر کی تو ان کی شہادت معتبر ہوگی یا نہیں؟

جواب: انکار اس کا رجوع اور توبہ ہے اس سے کچھ تعارض نہ کیا جاوے لیکن بیوی اس کی بائنہ ہو جاوے گی لہٰذا تجدید نکاح کرے اور تاخیر شہادت بیشک اگر بلا عذر ہو تو موجب رد شہادت ہے لیکن قاضی شرعی کا موجود نہ ہونا یہ خود عذر تاخیر شہادت کافی ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۱۲ ص ۳۳۹)

بحث توفی عیسیٰ علیہ السلام

سوال: کیا قرآن کریم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا چوتھے آسمان پر مجسم اُٹھایا جانا ثابت ہے اور پھر زمین پر اترنا، ہمارے یہاں مسلمانوں میں یہ جھگڑا چل رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات شدہ ہیں یا حیات از روئے قرآن درست کیا ہے؟

جواب: اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر موت طاری ہو چکی ہے وہ آسمان پر زندہ موجود نہیں اور قریب قیامت زمین پر نہیں اتریں گے تو وہ اجماعی عقیدہ کا منکر ہے، قرآن پاک کی آیات کا منکر ہے اور احادیث متواترہ کا منکر ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱ ص ۹۵) "ایسا شخص کافر ہے" (م ع)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے

سوال: اگر کوئی مسلمان یہ کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دنیا میں دوبارہ تشریف لانے کا کوئی ثبوت نہیں تو وہ مسلمان غلطی پر ہے یا نہیں؟

جواب: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ دنیا میں آنا صحیح حدیثوں سے ثابت ہے جو شخص کہ ان حدیثوں کو نہ مانے وہ گمراہ ہے۔ (کفایت المفتی ج ۱ ص ۸۱)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول نبی ہوں گے یا اُمتی؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل میں کہ (۱) کیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں؟ آپ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا اور اس دعویٰ کی تصدیق کرنے والا مومن ہے یا کافر؟ (۲) کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر زندہ اُٹھالیا گیا اگر اُٹھایا گیا ہے تو آپ قرب قیامت میں نزول فرمائیں گے اگر ہاں تو بحیثیت اُمتی کے یا نبی کے؟

جواب: (۱) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا قرآن کریم میں مذکور ہے۔ لہٰذا جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے وہ شخص نص قرآنی کا منکر ہے اور قرآن کی

ایک آیت کا انکار بھی کفر ہے۔ یہی حال اس شخص کا ہے جو اس پر ایمان لائے اور اس کی تصدیق کرے۔ (۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اُٹھایا گیا ہے اور قرب قیامت میں آپ نزول فرمائیں گے احادیث میں اس کی تصریح موجود ہے اور آپ اس وقت اپنی نبوت کی دعوت نہیں دیں گے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت کی دعوت دیں گے اور خود ان کی نبوت بھی مسلوب نہیں ہوگی بلکہ محفوظ رہے گی اس مسئلہ پر علماء حق کے مستقل رسائل ہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱ ص ۱۱۲)

خدا اور رسول خدا کی توہین کفر ہے

سوال: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرشن کنہیا سے تشبیہ دینا اور چرواہا کہنا نیز حق جل جلالہٗ کو رام "صنم" اور شیام گردانا درست ہے یا کفر گناہ صغیرہ یا کبیرہ مکروہ تحریمی یا تنزیہی؟

جواب: انبیاء علیہم السلام کی شان میں گستاخی کرنا کفر ہے اگر کوئی شخص یہ الفاظ شان پاک میں اہانتاً بلا تاویل کہتا ہے تو کافر ہو جائے گا اور اگر تاویل کے ساتھ کہتا ہے تو کافر نہ ہوگا لیکن ایسا کرنے سے منع کیا جاوے گا کیونکہ ان سے کفر کا شائبہ پیدا ہوتا ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۳۹۳)

کیا ہر قوم میں نبی آئے ہیں؟

سوال: اس آیت کا کیا مطلب ہے؟ اور انبیاء علیہم السلام کی تبلیغ کا عموم سب اقوام میں ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟ اور جو شخص عموم تبلیغ کا قائل نہ ہو اور یوں کہے کہ آیت شریف سے عموم تبلیغ ثابت نہیں ہوتی بلکہ یوں کہیں کہ بعض قومیں ایسی ہوئی ہیں کہ ان کے پاس کوئی نبی نہیں آیا یہ صحیح ہے یا غلط؟

جواب: آیت وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ الخ سے ظاہراً عموم ضرور مفہوم ہوتا ہے مگر عموم و استغراق دو قسم کا ہوتا ہے ایک حقیقی دوسرا عرفی اور دونوں کلام میں بکثرت مستعمل ہیں معنی ثانی کے یہ ہوں گے کہ بہت ساری اُمتوں میں انبیاء یا ان کے نائب گزرے ہیں یا مراد یہ ہے کہ مشہور اُمتوں میں سے ہر اُمت میں نذیر گذرا ہے۔ پس یہ احتمال باقی ہے کہ بعض لوگوں کو تبلیغ نہ ہوئی ہو۔ (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۳۹۹)

جماعت منکرین خدا اور رسول کا ممبر بننا

سوال: ایسی جماعت جو خدا اور رسول کی منکر ہو ہر دھرم کو پاگلوں کا مشغلہ کہتی ہو کیا مسلمان اس جماعت میں ممبر یا کوئی اور شریک ہو سکتا ہے؟

جواب: اگر اس جماعت کے اصول و ضوابط میں سے ہو کہ جو اس جماعت کا ممبر بنے یا اس جماعت میں شریک ہو اس کو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر بننا ہوگا یا ان کے کفریہ و ملحدانہ

اصول کی ترویج کرنا ہوگی یا عملاً کفریہ اعمال کا ارتکاب کرنا ہوگا تو کسی مسلمان کے لیے اس جماعت میں شریک ہونا قطعاً حرام وناجائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ص ۱۱۷)

میرا مرشد بمنزلہ خدا اور رسول ہے

سوال: بندہ نے غصہ میں آ کر کہا میرا مرشد (نعوذ باللہ) خدااور رسول کے بمنزلہ ہے اور مراد یہ تھی کہ شرائع کے اوامر ونواہی کے بعد مرشد کا امر میرے نزدیک خدااور رسول کی طرح ہے اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ کلمہ بظاہر سخت ہے لیکن اس تاویل کے بعد موجب کفر نہیں لازم ہے کہ سائل آئندہ ایسے کلمات سے احتراز کرے۔ (خیر الفتاویٰ ج ۱ص ۱۴۴) ''تاہم احتیاط کا تقاضا تجدید ایمان اور تجدید نکاح کر لینا ہے'' (م ع)

منکر حیات کے پیچھے نماز کا حکم

سوال: حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیدہ رکھنے والے کی نماز منکر حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کیا حکم رکھتی ہے؟

جواب: بلاتاویل حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر بدعتی ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ (خیر الفتاویٰ ج ۱ص ۱۲۰) ''حیات النبی کا مطلب اس سے اگلے سوال کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں'' (م ع)

عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

سوال: محترم مولانا محمد تقی عثمانی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں نے ایک خط آنجناب کو ارسال کیا تھا لیکن جواب سے محروم رہا۔ اس خط میں یہ مذکور تھا کہ قرآن کے مطالعے سے مجھے ایسا محسوس ہوا کہ مسلمان عام طور سے دینی معاملات میں احکام قرآن کے خلاف عمل کر رہے ہیں' ایسا کیوں ہے؟ یہ میں سمجھ نہیں سکا۔

قرآن میں واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ ہر شخص کو موت آتی ہے اور پھر وہ قیامت کے دن اُٹھایا جائے گا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وفات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر اچھی طرح اس کی وضاحت کر دی تھی لیکن عام مسلمان حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حیات اولیاء کے قائل ہیں اور ان کے تصرفات کے عجیب وغریب واقعات بیان کرتے رہتے ہیں؟

جواب: مکرمی ومحترمی' السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا پہلا خط مجھے ملنا یاد نہیں' بہرکیف! آپ کے سوال کا جواب عرض ذیل ہے:

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سمیت تمام مخلوقات کو موت آتی ہے۔ البتہ موت کے بعد ہر انسان کو برزخی زندگی سے واسطہ پڑتا ہے۔ برزخی زندگی کا مطلب صرف یہ ہے کہ انسان کی روح کا اس کے جسم سے کسی قدر تعلق رہتا ہے' یہ تعلق عام انسانوں میں بھی ہوتا ہے مگر اتنا کم کہ اس کے اثرات محسوس نہیں ہوتے۔ شہداء کی ارواح کا تعلق ان کے جسم سے عام انسانوں کے مقابلے میں زیادہ ہوتا ہے اس لیے قرآن کریم نے انہیں احیاء قرار دیا ہے۔ (وَلَاتَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّاتَشْعُرُوْنَo "البقرہ: ۱۵۴") اور انبیائے کرام کا درجہ شہداء سے بھی بلند ہے اس لیے احادیث کے مطابق ان کی ارواح کا تعلق جسم سے سب سے زیادہ ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ ان کی میراث بھی تقسیم نہیں ہوتی اور ان کی ازواج کا نکاح بھی دوسرا نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے۔ (وَلَااَنْ تَنْکِحُوْا اَزْوَاجَهٗ مِنْ بَعْدِهٖ اَبَدًاo "الاحزاب: ۵۳") چونکہ ان کی ارواح کا تعلق سب سے زیادہ ہوتا ہے اس لیے شہداء کی طرح انہیں بھی احیاء قرار دیا گیا ہے مگر یہ حیات اس طرح کی نہیں ہے جیسی انہیں موت سے پہلے حاصل تھی۔ نیز قرآن وسنت میں اس کی بھی کوئی دلیل نہیں ہے کہ اس حالت میں انبیاء کرام علیہم السلام کو دوسروں پر تصرف کا کوئی اختیار حاصل ہے اگر کسی نے کبھی اس قسم کا کوئی واقعہ دیکھا ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی صورت مثالی ہوسکتی ہے جس کا ان کو علم ہونا بھی ضروری نہیں ہے۔ واللہ اعلم (فتاویٰ عثمانی ج ۱ ص ۷۰)

حیات انبیاء علیہم السلام کے بارے میں عقیدہ

سوال: زید کا عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنے اس جسم عنصری کے ساتھ اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور عمرو کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ نعوذ باللہ انبیاء علیہم السلام کے جسم قبروں میں دھڑ اور پتھر ہیں اسی طرح عمرو کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اس مٹی والی قبر میں نہ سوال ہوتا ہے نہ راحت وآرام اور نہ عذاب' اصلی قبر علیین میں ہے یا سجین میں جہاں سوال وجواب' راحت وعذاب ہوتا ہے' مذکورہ عقائد میں کون سا صحیح ہے؟

جواب: زید کا عقیدہ صحیح اور موافق حدیث ہے' عمرو کے ہر دو عقیدے درست نہیں کیونکہ عذاب روح اور جسد دونوں کو ہوتا ہے۔ (جامع الفتاویٰ ج ۱' ص ۱۸۱)

دنیا کے اعتبار سے انبیاء اموات میں داخل ہیں

سوال: انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں یا نہیں؟

جواب: انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں مگر ان کی زندگی دنیاوی زندگی نہیں ہے بلکہ برزخی اور تمام دوسرے لوگوں کی زندگی سے ممتاز ہے۔ اسی طرح شہداء کی زندگی بھی برزخی ہے اور انبیاء کی زندگی سے نیچے درجے کی ہے دنیا کے اعتبار سے تو وہ سب اموات میں داخل ہیں۔ (کفایت المفتی ج ۱ ص ۷۳)

حیات انبیاء علیہم السلام، حیات عیسیٰ علیہ السلام اور سماع موتیٰ سے متعلق مختلف سوالات

سوال: ۱۔ حیات انبیاء کے بارے میں احادیث صحیحہ نے کیا فرمایا ہے؟ کیا انبیاء قبر میں اسی دنیوی حیات سے زندہ ہیں اور روح مقام رفیق اعلیٰ میں ہے؟ یا جسد کے ساتھ انبیاء کا قبروں میں نماز پڑھنا آیا ہے؟ آیا اسی جسد کے ساتھ پڑھتے ہیں یا جسد مثالی کے ساتھ؟ نیز حیات انبیاء کا منکر شریعت میں کیا حکم رکھتا ہے؟

جواب: ۱۔ آپ کے سوالات کے مختصر جوابات (یہ مختلف سوالات اور ان کے جوابات آگے آ رہے ہیں) درج ذیل ہیں لیکن ان مسائل پر تدقیقات میں پڑنا درست نہیں۔ ان سوالوں کے جواب پر دین کا کوئی عملی حکم موقوف نہیں ہے نہ ان کی تحقیق کا ہمیں مکلف کیا گیا ہے۔ لہٰذا اپنے اوقات کو ان مسائل کو معلوم کرنے میں صرف کرنا چاہیے جن کا براہ راست تعلق عملی زندگی سے ہے۔ حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ" (جامع الترمذی ابواب الزھد عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ج: ۲ ص: ۵۵ (طبع فاروقی کتب خانہ)

اس تمہید کے بعد مختصر جوابات لکھے جاتے ہیں مگر ان پر بحث و تمحیص کا دروازہ نہ کھولا جائے۔

۱۔ انبیاء علیہم السلام کی حیات، حیات برزخی ہے۔ لیکن یہ حیات برزخی عام مسلمانوں کے مقابلے میں زیادہ قوی ہے اس میں روح کا رشتہ جسد کے ساتھ اتنا زیادہ قوی رہتا ہے کہ اسے حیات دنیویہ کے ساتھ بہت قرب ہے اور اس کی بناء پر ان پر مطلقاً احیاء کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ اسی لیے انبیاء علیہم السلام کی نہ میراث تقسیم ہوتی ہے نہ ان کی ازواج مطہرات سے بعد میں کوئی نکاح کر سکتا ہے۔ اب یہ قوت کس درجے کی ہے؟ اس کا صحیح علم اللہ ہی کو ہے اور اس کی کنہ جاننے کی کوشش اور فضول تحقیقات کی ضرورت نہیں اور انبیاء کا قبر میں نماز پڑھنا بظاہر اجساد کے ساتھ ہی ہے۔

(وفی شفاء السقام للسبکی ص: ۱۸۰ (طبع مکتبہ نوریہ رضویہ): ولحیاۃ الانبیاء بعد موتھم شواھد من الاحادیث الصحیحۃ وفی الصحیح للامام

مسلمؒ ج:۲ ص:۲۶۸ (طبع قدیمی کتب خانه) عن انس بن مالکؓ ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: اتیت وفی روایة هداب، مررت علی موسیٰ لیلة اسری بی عندالکثیب الاحمر وهو قائم یصلی فی قبره. وفی القول البدیع للسخاویؒ:السادسة' رسول الله حی علی الدوام ص:۱۶۷' (طبع مکتبه علمیه مدینه منوره) یؤخذ من هذه الاحادیث انه صلی الله علیه وسلم حی علی الدوام وذلک انه محال عادة ان یخلو الوجود کله من واحد یسلم علیه فی لیل ونهار ونحن نؤمن ونتصدق بانه صلی الله علیه وسلم حیٌّ یرزق فی قبره وان جسده الشریف لاتأکله الارض والاجماع علی هذا......وقد جمع البیهقی جزأ فی حیاة الانبیاء علیهم السلام فی قبورهم واستدل بغالب ماتقدم وبحدیث انس رضی الله عنه: الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلّون ......الخ. وقال العلامة السبکیؒ فی شفاء السقام ص:۱۹۱ (طبع مکتبه نوریه رضویه) وهی ثابتة للروح بلااشکال والجسد ...... فان الصّلوٰة تستدعی جسدًا حیًّا' وکذلک الصفات المذکورة فی الانبیاء لیلة الاسراء کلها صفات الاجسام ولا یلزم من کونها حیاة حقیقیة ان تکون الابدان معها کما کانت فی الدنیا من الاحتیاج الی الطعام والشراب......وغیرذلک من صفات الاجسام التی نشاهدها بل قد یکون لها حکم اخر، فلیس فی العقل مایمنع من اثبات الحیاة الحقیقیة لهم. وکذا فی احکام القرآن للعلامة التهانوی رحمه الله تعالیٰ علیه (ج:۳ص:۱۷۰) ورد المحتار ج:۴ص:۱۵۱)

سوال:۲۔معراج کی رات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات اور تخفیف نماز کے بارے میں گفتگو صرف روح سے ہوئی تھی یا روح مع الجسد سے؟

جواب:۲۔احادیث میں اس کی تصریح نہیں ہے لیکن اطلاقات سے ظاہر یہ ہے کہ جسد کے ساتھ ہوئی تھی۔

سوال:۳۔شب معراج میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت کا معاملہ جمیع انبیاء کے لیے مسجد اقصیٰ میں صرف روحوں کے لیے ہوا تھا یا کہ روح مع الاجساد تھے؟

جواب:۳۔اس کی بھی روایات میں تصریح نہیں ہے۔ بظاہر اجساد کے ساتھ ہی ہے۔واللہ اعلم

سوال:۴۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو بقید حیات ہیں' کیا اس نماز میں مع الجسد شریک

ہوئے تھے یا صرف روح نے شرکت فرمائی تھی؟

جواب:۴۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جسد و روح دونوں کے ساتھ زندہ ہونا قرآن کریم میں مصرح ہے۔ (اِذْقَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ. الآية (آل عمران:۵۵) "وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ" الآية (النساء :۱۵۷) تفصیل کیلئے دیکھئے معارف القرآن ج:۲ ص:۷۶) اس لیے ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات مع الجسد والروح ہوئی۔

سوال:۵۔ عام مسلمانوں کو جب قبر میں دفنایا جاتا ہے اس کے بعد ان کی قبر پر فاتحہ پڑھی جاتی ہے، کیا وہ سنتے ہیں؟ نفی کی صورت میں ان احادیث کا کیا جواب ہوگا جن میں ثبوت ہے؟

جواب:۵۔ اصل یہ ہے کہ مردوں میں موت کے بعد سننے کی طاقت نہیں ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں تصریح ہے۔ (قال الله تعالىٰ: فَاِنَّكَ لَاتُسْمِعُ الْمَوْتٰى. الآية. (سورة الروم:۵۲) لیکن جس وقت اللہ تعالیٰ کسی مصلحت سے انہیں کوئی آواز سنانا چاہے تو سنا دیتا ہے۔ حدیث میں جوجوتیوں کی آواز سننے کا ذکر ہے وہ اسی پر محمول ہے کہ اللہ تعالیٰ عبرت کے لیے اس کو آواز سنا دیتا ہے۔

(اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِى الْقُبُوْرِ (سورة فاطر:۲۲) فى احكام القرآن :۳ص:۱۶۳' فانه تعالىٰ بقدرتة يسمع الاموات اصوات الاحياء اذا شاء ويهدى من يشاء ويضل من يشاء ...... الخ. وفى الصحيح للبخارى باب الميت يسمع خفق النعال ج:۱'ص:۱۷۸ (طبع قديمى كتب خانه) عن انس رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: العبد اذا وضع فى قبره وتولى وذهب اصحابه حتى انه ليسمع قرع نعالهم اتاه ملكان' الحديث : وفيه ايضاً ج:۱ ص:۱۸۳ (طبع مذكور) قال نافع ان ابن عمرؓ اخبره قال: اطلع النبى صلى الله عليه وسلم على اهل القليب فقال: وجدتم ماوعد ربكم حقًّا؟ فقيل له: تدعو امواتا؟ فقال: ماانتم باسمع منهم ولكن لا يجيبون.وعن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها قالت: انما قال النبى صلى الله عليه وسلم: انهم ليعلمون الان ان ماكنت اقول لهم حق' وقد قال الله تعالىٰ : "اِنَّكَ لَاتُسْمِعُ الْمَوْتٰى" وفى احكام القرآن للعلامة التهانوى رحمه الله عليه (ج:۳ص:۱۶۳) قوله ان مسئلة سماع الموتىٰ وعدمه من

المسائل التی وقع الخلاف فیھا ...... وفیه ایضاً ج:۳' ص:۱۶۵' قال العبد الضعیف (المفتی الاعظم پاکستان قدس الله سرہ) والذی ذکرہ فی الروح من طوائف اھل العلم وذکر ابن عبدالبر ان الاکثرین علیٰ ذٰلک یعنی سماعھم فی الجملة ھوالحق الحقیق بالقبول' والیه یرشد صیغة القرآن و شان النزول' وبه تتوافق الروایات من الصحابة والرسول صلی الله علیه وسلم وھو مختار مشائخنا دامت برکاتھم ماھبت الدبور والقبول......الخ)

سوال:۶۔قبر سے کیا مراد ہے؟ آیا وہی لحد یا شق جس میں میت کو دفنایا گیا ہے یا کوئی اور؟ عذاب قبر کہاں ہوتا ہے؟ ملکین کا سوال و جواب کہاں ہوتا ہے؟

جواب:۶۔قبر سے وہی قبر مراد ہے جس میں مردے کو دفن کیا گیا ہے۔سوال ملکین کے وقت روح کو دوبارہ جسد میں داخل کیا جاتا ہے۔ (وفی ایضاً ج:۳ص:۱۸۱'مذھب اھل السنة والجماعة ان ارواح الموتیٰ ترد فی بعض الاوقات من العلّیین او من سجین الی اجسادھم فی قبورھم عند ارادۃ الله تعالیٰ وخصوصًا لیلة الجمعة ویجلسون ویتحدثون وینعم اھل النعیم ویعذب اھل العذاب. (محمد زبیر حق نواز) اور پوری حقیقت حال اللہ کے سوا کوئی نہیں جان سکتا۔

سوال:۷۔سماع موتیٰ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اختلاف ہے۔جمہور صحابہؓ کی رائے اثبات میں ہے یا نفی میں؟ امام ابوحنیفہؒ کی رائے کیا ہے؟

جواب:۷۔امام ابوحنیفہؒ کی رائے صحیح قول کے مطابق وہی ہے جو نمبر۵ میں لکھی گئی۔

سوال:۸۔عام مسلمانوں کی قبر پر قرآن خوانی بلا معاوضہ جائز ہے یا نہیں؟ جائز ہونے کی صورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرامؓ کا کوئی عمل جس کا ذکر حدیث میں ہو؟

جواب:۸۔ایصال ثواب کے لیے قبر پر قرآن خوانی جائز ہے بشرطیکہ کسی دن کی تخصیص نہ ہو اور اس پر کوئی معاوضہ طے نہ کیا جائے۔(فتاویٰ عثمانی ج۱ص۶۰تا۶۳)

حضرت آدم علیہ السلام کی طرف حرص کی نسبت

سوال: زید نے دوران وعظ میں کہا کہ معاصی کی بنیاد تین چیزیں ہیں' تکبر' حسد' حرص' تکبر کا موجد ابلیس ہے' حسد کا قابیل اور حرص کی نسبت حضرت آدم علیہ السلام کی طرف کی' پس واعظ اس قول میں سچا ہے یا نہیں؟ نیز فَتَکُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ کا ظاہر معنیٰ ارادہ کرنا سبُ النّبی ہے یا

نہیں ایسے واعظ کو مرتب کہنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: واعظ کا قول قابل تاویل ہے اس لیے واعظ پر ارتداد کا حکم کرنا درست نہیں ہے۔ ہاں اس قسم کی عبارات عوام کے سامنے بیان نہیں کرنی چاہیے جس سے عوام کے عقیدے خراب ہونے کا اندیشہ ہو اور انبیاء کی طرف معصیت کی نسبت کرنے کا احتمال ہو سکے اور آیت کریمہ میں ظالمین کا لفظ اس معنی میں ہے کہ اگر تم باوجود یاد ہونے کے بقصد نافرمانی اس درخت کو کھالو گے تو تم ظالم ہو جاؤ گے لیکن چونکہ آپ ممانعت کو بھول گئے تھے اس لیے ظالم نہیں ہوئے۔ (کفایت المفتی ج ۱ص ۷۵)

حضرت سلیمان علیہ السلام کے گرنے پر ایک اشکال کا جواب

سوال: اگر انبیاء کو موت کے بعد حیات حاصل ہوتی ہے اور اس سے نماز پڑھتے ہیں تو حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے جسم کو کیوں نہ سنبھال سکے جبکہ ثابت بنانی کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے؟

جواب: وقوع موت حضرات انبیاء علیہم السلام اور کل مخلوق کے لیے ثابت ہے جس کے نتیجہ میں اعضاء کا تعطل بھی امر اجماعی ہے وفات کے بعد انبیاء علیہم السلام کے اجساد مبارکہ کو حیات حاصل ہوتی ہے لیکن آثار حیات کا مشاہدہ ضروری نہیں بلکہ عام حالات میں اس کا عدم ضروری ہے۔ الا یہ کہ خلاف عادت کبھی مشاہدہ کرا دیا جائے۔ (خیر الفتاویٰ ج ۱ص ۱۷۶)

کسی دیو کے نبی کی شکل وصورت اختیار کرنے کا عقیدہ

سوال: جو انگشتری کے دیو کے پاس چلے جانے کا اور نبی اللہ کی شکل وصورت کو دیو وغیرہ کے اختیار کرنے کا قائل ہو شرعاً اس کی کیا سزا ہے؟

جواب: یہ عقیدہ لغو اور غلط ہے اس کو اپنے اس عقیدے سے توبہ لازم ہے، علماء اسلام اور محققین ومفسرین نے جمیع انبیاء کے متعلق تحریر کیا ہے کہ شیطان کو قدرت نہیں دی گئی کہ کسی نبی کی صورت میں آسکے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق خود احادیث میں موجود ہے کہ شیطان آپ کی شکل نہیں بنا سکتا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱ص ۱۰۶)

انبیاء کے معصوم ہونے کی دلیل

سوال: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معصوم ہونے کے متعلق کوئی آیت خیال شریف میں ہو تو اطلاع فرمائیں؟ میں نے شرح عقائد، نشر الطیب میں تلاش کی لیکن کوئی آیت صاف اس مضمون کی نہیں ملی، نشر الطیب میں البتہ ایک حدیث ملی ہے اگر مادہ عصمت کے ساتھ کوئی آیت ملے تو بہت ہی بہتر ہوگا؟

جواب: مادہ عصمت کا وارد ہونا ضروری نہیں۔ اس کے مفہوم کا ثبوت کافی ہے متعدد آیات لوگوں نے ذکر کی ہیں مگر میرے نزدیک دعائے ابراہیمی "قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ" کے جو کہ وعدہ "اِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا" پر معروض ہے۔ جواب میں جو "قَالَ لَايَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ" ارشاد ہوا کافی...... حجت ہے کیونکہ امامت سے مراد نبوت ہے" "کما ہو ظاہر" اور اس کا ظالم کو عطا کرنا ممتنع شرعی قرار دیا ہے اور ظلم عام ہے ہر معصیت کو۔ پس اس سے تمام گناہوں سے عصمت ثابت ہوئی اور جو بعض قصص وارد ہیں وہ ماؤل ہیں صورت معصیت کے ساتھ اور حقیقت معصیت کی منفی ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۴۰۷) "یعنی جو بعض واقعات سے لغزشوں کا صدور معلوم ہوتا ہے تو وہ حقیقتاً گناہ نہیں صرف صورۃً گناہ ہیں۔" (ناصر)

اسلامی حکومت میں کافر اللہ کے رسول کو گالی دے تو وہ واجب القتل ہے

سوال: اگر اسلامی حکومت میں رہنے والا کافر اللہ کے رسول کو گالی دے تو کیا اس کا ذمہ نہیں ٹوٹتا؟ حدیث میں ہے جو ذمی اللہ کے رسول کو گالی دے اس کا ذمہ ٹوٹ جاتا ہے وہ واجب القتل ہے؟

جواب: فقہ حنفی میں فتویٰ اس پر ہے کہ جو شخص اعلانیہ گستاخی کرے وہ واجب القتل ہے درمختار اور شامی میں اس کا واجب القتل ہونا نہایت تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے اور خود شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ (جن کو غیر مقلد اپنا امام مانتے ہیں) کی کتاب "الصارم المسلول" میں بھی حنفیہ سے اس کا واجب القتل ہونا نقل کیا ہے۔ علامہ ابن عابدین شامیؒ نے اس موضوع پر مستقل رسالہ لکھا ہے جس کا نام ہے:

"تنبيه الولاة والحكام على احكام شاتم خير الانام او احد اصحابه الكرام عليه وعليهم الصلوٰة والسلام"

یہ رسالہ مجموعہ رسائل "ابن عابدین" میں شائع ہو چکا ہے۔ الغرض ایسے گستاخ کا واجب القتل ہونا تمام آئمہ کے نزدیک متفق علیہ ہے۔

اور یہ جو بحث کی جاتی ہے کہ اس سے عہد ذمہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ یہ محض ایک نظریاتی بحث ہے۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کفر ہے اور کافر وہ پہلے ہی سے ہے۔ لہٰذا اس سے ذمہ تو نہیں ٹوٹے گا مگر اس کی یہ حرکت موجب قتل ہے اور دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ یہ شخص ذمی نہیں رہا' حربی بن گیا ہے لہٰذا واجب القتل ہے۔ پس نتیجہ بحث

دونوں صورتوں میں ایک ہی نکلا' نظریاتی بحث صرف توجیہ وتعلیل میں اختلاف کی رہی۔ حدیث میں بھی اس کے واجب القتل ہونے ہی کو ذکر فرمایا گیا' اس کے ذمہ ٹوٹنے کو نہیں اس حنفیہ کے خلاف نہیں۔ (آپ کے مسائل ج ا ص ٦٦)

عصمت انبیاء علیہم السلام ایک اجماعی مسئلہ

سوال: مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے کہ تمام انبیاء معصوم ہیں' ان سے گناہوں کا ارتکاب نہیں ہوتا لیکن قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اکثر انبیاء علیہم السلام کی ایسی لغزشوں کا ذکر کیا ہے جن پر گرفت اور تنبیہ کی گئی ہے' غلطی' لغزش' خطائے اجتہادی اور گناہ کی تعریف کر کے انبیاء علیہ السلام کی عصمت قرآن وسنت کی روشنی میں تحریر فرمائیں؟

جواب: عصمت انبیاء علیہم السلام اجماعی مسئلہ ہے اور محققین اس کے قائل ہیں کہ حضرات انبیاء علیہم السلام صغائر کبائر سے معصوم ہوتے ہیں اور بعض امور ایسے ہیں جن پر کچھ عتاب ظاہر کیا گیا ایسے امور کو خطائے اجتہادی یا زلتہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ''زلتہ'' کی تعریف یہ ہے کہ وہ اپنی ذات میں گناہ نہیں ہوتا بلکہ جائز ہوتا ہے اور اس کا مقابل فعل بھی جائز ہوتا ہے۔ دونوں میں فرق ''خوب'' اور ''بہت خوب'' کا ہوتا ہے۔ نبی اگر دوسرے کو چھوڑ کر پہلے پر عمل کر لیتا ہے تو اس کے مقام بلند کے اعتبار سے اس طرز کو لغزش یا زلتہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور تنبیہ خداوندی متوجہ ہو جاتی ہے۔ حالانکہ عوام کے اعتبار سے یہ کوئی قابل تنبیہ عمل نہیں بلکہ یہ نیکی ہوتی ہے جیسا کہ کہا گیا ہے: ''حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِيْنَ'' اور خطائے اجتہادی کی حقیقت یہ ہے کہ نبی نے ایک عمل کو عین منشاء خداوندی سمجھتے ہوئے کیا۔ بعد میں آپ کو متنبہ کر دیا گیا کہ ہمارا منشاء وہ نہیں بلکہ یہ تھا۔ جیسا کہ ابن اُم مکتوم کا واقعہ۔ (خیر الفتاویٰ ج ا ص ۱۷۲)

مسئلہ عصمت انبیاء علیہم السلام

سوال: ا۔ عصمت انبیاء علیہم السلام کے لوازم ذات سے ہے یا نہیں؟

۲۔ کیا انبیاء علیہم السلام کو نبوت سے قبل بھی وہی عصمت حاصل ہوتی ہے جو کہ نبی ہونے کے بعد ہوا کرتی ہے؟

جواب: ا۔ عصمت انبیاء علیہم السلام کے لیے لازم ہے اور ان سے کسی وقت بھی یہ صفت جدا نہیں ہوتی۔ ان کی جن لغزشوں کا ذکر قرآن کریم وغیرہ میں آیا ہے وہ سب خلاف اولیٰ باتیں تھیں

جو شرعاً معصیت نہیں مگر انبیاء علیہم السلام کو ان کی جلالت قدر کی وجہ سے ان پر بھی تنبیہ کی گئی۔
۲۔ صحیح یہ ہے کہ نبوت سے قبل بھی انبیاء سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا۔ (فتاویٰ عثمانی ج ا ص ۶۶)

خدا اور رسول کے متعلق ایک امام کی گمراہی

سوال: ایک امام کہتا ہے کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کو بچشم خود تقریر کرتے ہوئے دیکھا ہے اور حاضرین سے یوں کہتا ہے کہ تم نے اللہ کو دیکھا ہے' میں نے کہا کہ حضرت ہم نے تو نہیں دیکھا ہے تو حضرت رومال اپنی جیب سے نکال کر اور بغیر بادل کے کڑک اور گرج شروع ہوئے کافی دیر کے بعد لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا' دیکھو رومال میں خداوند قدوس کا بت اور پتلا مع اعضاء بشریت موجود ہے' ایسے بزرگوں کی شان میں اس قسم کے الفاظ کہنا دوسرے ..... سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب معراج ہوئی تو اس کے بارے میں (نعوذ باللہ) یہ کہتا ہے کہ حضرت جبریل سدرۃ المنتہیٰ سے اوپر گئے ہیں اور اللہ کے قریب جا کر کہا یا اللہ تمہارے حبیب حاضر ہو گئے ہیں' اللہ نے کہا بہت اچھا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جوتا اتارنے کا قصد کیا..... فوراً جواب صمدی آیا کہ آ ؤ میرے سینہ پر چڑھ جاؤ۔

جواب: جو شخص اللہ تعالیٰ کا پتلا مع اعضاء بشری رومال سے نکال کر حاضرین کو دکھلائے وہ ہرگز اس قابل نہیں کہ اس کو امام بنایا جائے' ایسے شخص کی صحبت سے دور رہیں' نہ جانے کیا کیا شعبدے دکھلا کر لوگوں کو گمراہ کرے گا جس سے ایمان بھی سلامت نہیں رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ایسی چیز نہیں جس کو رومال میں بند کیا جاوے' ایسے آدمی کو واجب ہے کہ اس قسم کی خرافات اور کفریات سے توبہ کر کے تجدید ایمان اور تجدید نکاح کرے۔

معراج کے متعلق جوتے پہنے ہوئے جا کر اللہ تعالیٰ کے سینے پر چڑھنا نہ قرآن کریم میں ہے نہ حدیث میں بلکہ نہایت لغو اور کفریہ شیطانی خیال ہے۔ حضرت مولانا قاسم یا کوئی بزرگ بھی ایسی بات نہیں فرما سکتے' ان کی طرف نسبت کرنا بے اصل اور غلط ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۱۶۵)

آپ کو عالم الغیب کہنا

سوال: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر علم غیب کا اطلاق کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہے تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس کی مراد بعض غیب ہے یا کل غیب؟ کل غیب کا علم تو دلیل عقلی و نقلی کے خلاف ہے اور اگر بعض غیب کا علم مراد ہے تو کیا بعض غیب کا اطلاق لفظ عالم الغیب کے لیے کافی ہے؟

چنانچہ اولیاء کرام کو بھی بعض امور غیبیہ پر اطلاع ہو جاتی ہے مگر ان کو عالم الغیب کوئی نہیں کہتا؟

جواب: طبع جدید میں یہ عبارت ہے کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا الیٰ قولہ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے، مطلق بعض علوم غیبیہ تو غیر انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل ہیں تو چاہیے سب کو عالم الغیب کہا جائے اس عبارت کا وہی حاصل ہے جو آپ کی عبارت مجوزہ کا جس کا اعلان ہو چکا۔ چنانچہ تغییر العنوان میں بھی اس مضمون کو اس طرح ادا کیا ہے کہ اگر مطلق بعض علوم کا حصول علت ہو عالم الغیب کا اطلاق کرنے کے لیے تو جب علت مشترک ہے دوسری مخلوقات میں بھی تو لازم آتا ہے کہ دوسری مخلوقات کو بھی عالم الغیب کہا جاوے اور لازم باطل ہے لہٰذا ملزوم باطل۔ (امداد الفتاویٰ ج ۶ ص ۲۱)

انبیاء کی شان میں وارد بعض الفاظ کا مفہوم

سوال: کیا ان آیات مقدسہ میں اللہ عزوجل نے جو فرمایا ہے وہ واقعی عظمت رسالت کی سبک ساری اور درماندگی اور کفار ومشرکین کے سامنے اہانت یا بے وزنی ظاہر کرنے کے لیے فرمایا ہے یا پھر انہیں الفاظ سے عظمت رسالت کو ظاہر فرما کر مرسلین کے صادق المصدوق ومقام محمود کے مکین ہونے کی بشارت کے سلسلہ میں پیش فرمایا ہے۔

(۱) وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۲) وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ○

جواب: خدائے جل وعلا نے جس مادہ سے انسان کے اعضاء کو پیدا کیا اس کے قلب کو اس سے زیادہ لطیف مادہ سے پیدا کیا۔ اس وجہ سے قلب میں لطافت زیادہ ہے اور جس مادہ سے عامہ مؤمنین کے قلوب بنائے جاتے ہیں خواص اولیاء کے اجسام اس مادہ سے بنتے ہیں تو ان کے قلوب اور زیادہ لطیف مادہ سے بنتے ہیں جن میں الہامات ومعارف کے برداشت کی قابلیت ہوتی ہے اور جس مادہ سے خواص واولیاء کے قلوب بنتے ہیں اس مادہ سے انبیاء علیہم السلام کے اجسام طیبہ بنتے ہیں تو ان کے قلوب اور زیادہ لطیف ہوتے ہیں جن میں وحی الٰہی اور نزول ملائکہ کی برداشت ہوتی ہے اور جس مادے سے انبیاء علیہم السلام کے قلوب بنے اس مادہ سے امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر تیار ہوا تو آپ کا جسد اطہر اور زیادہ لطیف مادے سے بنا جس میں معراج او ادنیٰ، قاب قوسین اور رویت کے برداشت کی طاقت تھی وہاں حیات طیبہ نور ہی نور ہے شک اور ہم معصیت کی ظلمت کی مجال نہیں کہ وہاں تک پہنچ سکے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ دعا پڑھی:

"**یَامُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِکَ**" تو صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ کو ہم پر ڈر ہے بدل جانے کا جس کا حاصل یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ نے ان کا محمل یہی قرار دیا کہ تعلیمات اُمت کے لیے ہیں۔ نیز منطقی قاعدہ سے مقدم اور تالی کے درمیانی تالی کا تحقق لازم نہیں' صرف علامت بتانا مقصود ہے کہ اگر فلاں چیز ہو تو اس پر فلاں چیز مرتب ہوگی جیسے "**لَوْکَانَ فِیْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا**" کہ اگر تعدد الٰہ ہوگا تو اس پر فساد مرتب ہوگا حالانکہ نفس الامر میں تعدد الٰہ محال ہے۔ نیز تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ کوئی شخص اپنے اعمال صالحہ پر مغرور نہ ہو بلکہ ہر شخص اپنے کو اللہ جل جلالہ کے سامنے حقیر و ذلیل سمجھے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ ص ۶۲)

ایک نصرانی کا کسی مدفون نبی کی ہڈی ہاتھ میں لیکر دُعا کرنے کا واقعہ

سوال: ایک رسالہ میں امام حسن خالص عسکری کے حالات میں لکھا ہے کہ جب سُرَّمَنْ رَایٔ میں قحط پڑا تو خلیفہ وقت کے حکم کے مطابق بارش کی دعا کی گئی' پھر بھی بارش نہ ہوئی لیکن ایک نصرانی راہب نے اس کے بعد دعا کی تو بارش ہوئی کیونکہ اس کے ہاتھ میں کسی مدفون نبی کی ہڈی تھی' اس لیے شبہ پیدا ہوا کہ کیا واقعتہً نبی کی ہڈی تھی؟ یا کسی اور انسان کی؟ اور اس راہب کے ہاتھ میں وہ ہڈی کہاں سے آئی؟

جواب: حدیث شریف سے ثابت ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں حیات ہیں' نماز پڑھتے ہیں' ان کو رزق دیا جاتا ہے' خدا تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے بدن مبارک کو زمین پر حرام کر دیا ہے۔ لہٰذا درج کردہ بات صحیح نہیں ہوسکتی۔ اگر سند صحیح اور معتبر روایت سے ثابت ہو جائے تو اس کا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ کسی نبی کی وفات سے قبل انگلی وغیرہ کٹ کر کسی کے پاس محفوظ ہوگئی ہو' جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک اور ناخن مبارک وفات سے قبل بدن مبارک سے الگ ہوئے تھے' آج بھی لوگوں کے پاس وہ محفوظ ہیں اس کے علاوہ اور کوئی تاویل سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۸ ص ۳۲)

زمانہ فترت میں کوئی نبی آیا ہے یا نہیں؟

سوال: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی کوئی نبی مبعوث ہوئے تھے جن کا نام جرجیس تھا' یہ کہاں تک درست ہے؟

جواب: یہ صحیح ہے کہ زمانہ مذکورہ میں حضرت جرجیس علیہ السلام پہلی شریعت کے مطابق توحید و رسالت اور بعث و نشر وغیرہ کی دعوت دینے کے لیے مبعوث ہوئے تھے۔ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعض حواریوں سے ملاقات بھی کی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو موصل کے بادشاہ کی جانب مبعوث فرمایا تھا اور جب انہوں نے توحید کی دعوت دی تو بادشاہ نے ان کو قتل کر دیا مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو پھر زندہ کیا اور اخیر میں بادشاہ نے آپ کو آرے سے ٹکڑے ٹکڑے کرا دیا جس کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے اس بادشاہ کو اور اس کی رعایا کو تباہ و برباد کر دیا۔ (فتاویٰ احیاء العلوم ج ۱ ص ۳۱۳)

صلوٰۃ وسلام کسی بھی نبی پر

سوال: اگر کسی اور نبی پر صلی اللہ علیہ وسلم کہے تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۵ ص ۱۱۸) ''چونکہ منع اور اختصاص کی کوئی دلیل نہیں'' (م ع)

اور جب اُفق آسمان میں اسم ''محمد'' کا ظہور ہوا

سوال: یہ واقعہ ۸ فروری ۱۹۳۷ء مطابق ۵ شعبان ۱۳۴۵ھ بعد مغرب کا ہے کہ دیہات کے کچھ لوگوں نے اور شہر کے بھی کچھ لوگوں نے بعد مغرب آسمان پر پچھم جانب لفظ ''محمد'' لکھا ہوا دیکھا' اس طرح کہ غروب آفتاب کے بعد آسمان پر ایک چمکتا ہوا خط مثل بجلی کے ظاہر ہوا۔ اسکے بعد اس میں حرکت پیدا ہوئی اس حرکت سے پہلے میم' اسکے بعد ح' پھر میم' پھر دال پیدا ہوا' قریب دس پندرہ منٹ یہ صورت رہی اور اس کثرت سے لوگوں نے دیکھا کہ اس سے کسی کو انکار نہیں' حکم شرعی کیا ہے؟

جواب: اصول کی بناء پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ اشارہ ہو دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور وعلو کی طرف اور غالب یہی ہے کہ مقصود اس نشان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا نام مبارک ہے اور اس میں بجائے آسمانی نام احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہر ہونا علو فی الارض کی طرف اشارہ ہوگا اور احتمال مرجوح یہ بھی ہے کہ اس سے امام مہدی علیہ السلام کا نام مراد ہو۔ (امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۵۱۹) ''امام کا استعمال بحیثیت مقتدیٰ ہونے کے ہے اور علیہ السلام بے التفاتی سے لکھا گیا ہے'' (م ع)

ہندوؤں کے اوتار پر لعنت کرنا

سوال: رام چندر جی اور کرشن چندر' جن کو اہل ہنود اوتار ''رسول'' کہتے ہیں مگر وہ خود اپنے کو عبد سمجھ کر صحیح کام کرتے اور مخلوق کو ہدایت کرتے تھے تو ان پر لعنت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر اوصاف مذکورہ واقعتہً ان میں موجود تھے تو پھر لعنت کرنا جائز نہیں۔ (فتاویٰ عبدالحئی ص ۵۰۶) ''اور واجب تو کسی حال میں نہیں'' (م ع)

اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے انبیاء علیہم السلام کی معیت نصیب ہوگی ان کا درجہ نہیں!

سوال: کیا آپ مندرجہ ذیل آیت کریمہ کی پوری تشریح بیان فرمائیں گے؟

"ومن یطع اللّٰہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللّٰہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصلحین وحسن اولئک رفیقا." (النساء: ۶۹)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ "جو بھی اللہ تعالیٰ کی اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے گا وہ ان لوگوں میں شامل ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے۔ یعنی انبیاء (علیہم السلام) اور صدیقین اور شہداء اور صالحین میں اور یہ لوگ بہت ہی اچھے رفیق ہیں۔" اور اس کی تشریح یہ بتلاتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے نبی، صدیق، شہید اور صالح کا درجہ مل سکتا ہے؟

جواب: یہ تشریح دو وجہ سے غلط ہے، ایک تو یہ کہ نبوت ایسی چیز نہیں جو انسان کو کسب ومحنت اور اطاعت وعبادت سے مل جائے، دوسرے اس لیے کہ اس سے لازم آئے گا کہ اسلام کی چودہ صدیوں میں کسی کو بھی اطاعت کاملہ کی توفیق نہ ہوئی۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اپنی استطاعت کے مطابق اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں کوشاں رہیں گے، گو ان کے اعمال کم درجے کے ہوں گے ان کو قیامت کے دن انبیاء کرام علیہم السلام، صدیقین، شہداء اور مقبولان الٰہی کی معیت نصیب ہوگی۔

ولی اور نبی میں کیا فرق ہے؟

سوال: اولیاء اور انبیاء میں فرق کس طرح واضح کیا جائے؟ جواب: نبی براہ راست خدا تعالیٰ سے احکام لیتا ہے اور "ولی" اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے تابع ہوتا ہے۔

کوئی ولی، غوث، قطب، مجدد کسی نبیؑ یا صحابیؓ کے برابر نہیں

سوال: حضرت، ولی، قطب، غوث، کوئی بڑا صاحب تقویٰ، عالم دین، امام وغیرہ ان سب میں سے کس کے درجہ کو پیغمبروں کے درجہ کے برابر کہا جا سکتا ہے؟

جواب: کوئی ولی، غوث، قطب، امام، مجدد کسی ادنیٰ صحابیؓ کے مرتبہ کو بھی نہیں پہنچ سکتا، نبیوں کی تو بڑی شان ہے، علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

کسی نبیؑ یا ولی کو وسیلہ بنانا کیسا ہے؟

سوال: قرآن شریف میں صاف صاف آیا ہے کہ جو کچھ مانگنا ہے مجھ سے مانگو لیکن پھر بھی یہ وسیلہ بنانا کچھ سمجھ میں نہیں آتا؟

جواب: وسیلہ کی پوری تفصیل اور اس کی صورتیں (ادارہ کی مطبوعہ صراط مستقیم میں ملاحظہ فرمائیں) بزرگوں کو مخاطب کر کے ان سے مانگنا تو شرک ہے مگر خدا سے مانگنا اور یہ کہنا کہ "یا اللہ! بطفیل اپنے نیک اور مقبول بندوں کے میری فلاں مراد پوری کر دیجئے۔" یہ شرک نہیں۔

صحیح بخاری ج:۱ص:۱۳۷ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ دعا منقول ہے:

"اللّٰهم انا کنا نتوسل الیک بنبینا صلی اللہ علیه وسلم فتسقینا وانا نتوسل الیک بعم نبینا فاسقنا."

ترجمہ: "اے اللہ! ہم آپ کے دربار میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے توسل کیا کرتے تھے پس آپ ہمیں باران رحمت عطا فرماتے تھے اور (اب) ہم اپنے نبی کے چچا (عباس) کے ذریعے توسل کرتے ہیں تو ہمیں باران رحمت عطا فرما۔"

اس حدیث سے توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم اور توسل باولیاء اللہ دونوں ثابت ہوئے جس شخص سے توسل کیا جائے اسے بطور شفیع پیش کرنا مقصود ہوتا ہے۔

بحق فلاں دعا کرنے کا شرعی حکم

سوال: بحق فلاں اور بحرمت فلاں دعا کرنا کیسا ہے؟ کیا قرآن وسنت سے اس کا ثبوت ملتا ہے؟

جواب: بحق فلاں اور بحرمت فلاں کے ساتھ دعا کرنا بھی توسل ہی کی ایک صورت ہے اس لیے ان الفاظ سے دعا کرنا جائز اور حضرات مشائخ کا معمول ہے۔ "حصن حصین" اور "الحزب الاعظم" ماثورہ دعاؤں کے مجموعے ہیں۔ ان میں بعض روایات میں **"بحق السائلین علیک' فان للسائل علیک حقا"** وغیرہ الفاظ منقول ہیں جن سے اس کے جواز واستحسان پر استدلال کیا جاسکتا ہے ہماری فقہی کتابوں میں اس کو مکروہ لکھا ہے اس کی توجیہ بھی صراط مستقیم میں موجود ہے۔

توفیق کی دعا مانگنے کی حقیقت

سوال: توفیق کی تشریح فرمادیجئے؟ دعاؤں میں اکثر خدا سے دعا کی جاتی ہے کہ اللہ فلاں کام کرنے کی توفیق دے' مثال کے طور پر ایک شخص یہ دعا کرتا ہے کہ اللہ مجھے نماز پڑھنے کی توفیق دے مگر وہ صرف دعا ہی پر اکتفا کرتا ہے اور دوسروں سے یہ کہتا ہے کہ "جب سے توفیق ہوگی تب میں نماز شروع کروں گا۔" اس سلسلے میں وضاحت فرمادیجئے تاکہ ہمارے بھائیوں کی آنکھوں پر پڑا ہوا توفیق کا پردہ اُتر جائے؟

جواب: توفیق کے معنی ہیں کسی کارِ خیر کے اسباب من جانب اللہ مہیا ہو جانا جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے تندرستی عطا فرما رکھی ہے اور نماز پڑھنے سے کوئی مانع اس کے لیے موجود نہیں اس کے باوجود وہ نماز نہیں پڑھتا بلکہ صرف توفیق کی دعا کرتا ہے۔ وہ درحقیقت سچے دل سے دُعا نہیں کرتا بلکہ (نعوذ باللہ) دعا کا مذاق اُڑاتا ہے ورنہ اگر وہ واقعی اخلاص سے دعا کرتا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ نماز سے محروم رہتا۔ (آپ کے مسائل ج ۱ ص ۴۰ تا ۴۴)

صرف نبی کریم کہنا اور اس پر دُرود پڑھنا

سوال: اگر کوئی شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہ لے صرف نبی کریم کہے تو سننے والے کو دُرود شریف پڑھنا چاہیے یا نہیں اور اس طرح کہنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: اس طرح کہنا بھی درست ہے اور سننے والے کو اس پر دُرود شریف بھی پڑھنا چاہیے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۵ ص ۱۴۸)

لفظ یٰسین پر دُرود پڑھنا

سوال: زید کہتا ہے کہ سورہ یٰسین میں لفظ یٰسین پر دُرود خوانی ضروری ہے دلیل میں کہتا ہے کہ ہم نے پرانے اپنے علماء و معلمین سے اسی طرح پڑھتے ہوئے سنا ہے بکر کہتا ہے کہ اول تو لفظ یٰسین کے نام پاک ہونے میں شبہ ہے اور اگر نام ہی ہو تو نام تو اور جگہ بھی ہے وہاں بھی دُرود پڑھا کرو! آیا زید حق پر ہے یا بکر؟

جواب: زید کا قول صحیح نہیں ہے بکر کا قول درست ہے قراء عظام کی قرأت میں لفظ یٰسین کے بعد دُرود نہیں ہے اور نہ کسی حدیث سے ثابت ہے۔ پس زید کا قول بے دلیل ہے تلاوت میں نظم قرآنی کے درمیان غیر قرآن کو داخل نہیں کرنا چاہیے۔ (کفایت المفتی ج ۹ ص ۱۸) "کہ جائز نہیں حتیٰ کہ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ کی تلاوت میں بھی دُرود نہیں ہے۔" (م ع)

پیغمبر آخر الزماں کا وکیل ہونے کا دعویٰ اور اس کا حکم

سوال: کوئی شخص دعویٰ کرے کہ میں وکیل پیغمبر آخر الزماں ہوں اور کتب نصاریٰ کی تردید کے واسطے خدا کی طرف سے آیا ہوں تو ایسے شخص کا تعاون کرنا کیسا ہے؟

جواب: اگر وہ شخص اپنی وکالت پر اس بات کی سند بیان کرتا ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو خواب کی تحقیق و تفتیش کے بعد اس کی تصدیق ہو سکتی ہے ورنہ قول اس کا پایہ اعتبار سے ساقط ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۴۵۳) "ایسے مدعی اکثر کاذب ہوتے ہیں ایسے وقت علمائے دین سے رجوع ضروری ہے" (م ع)

رسول اللہ کے سوا کسی اور کی پیروی کرنا

سوال: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کی پیروی کو اپنے اوپر لازم سمجھنا یہ امر شرعاً درست ہے یا نہیں؟ جواب: پیروی کی دو قسم ہیں۔ایک ایسی اطاعت کہ اس کے کہنے سے شریعت کو بھی چھوڑ دے یہ حرام بلکہ شرک ہے۔دوسری قسم یہ کہ نیت تو قرآن وحدیث ہی کے اتباع کی ہے مگر ایک عالم کو قرآن وحدیث کو سمجھنے والا مان کر اس کے فتوے پر عمل کرتا ہے یہ جائز اور اُمت کا عمل متواتر ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۴۹۶) "اور اس میں فوز وفلاح ہے" (م ع)

کپڑے میں انبیاء علیہم السلام کی تصویر بنانا

سوال: محترم جناب مفتی جسٹس تقی عثمانی صاحب (دارالعلوم کورنگی کراچی)

جناب عالی! محمد فاروق ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ کورنگی کراچی میں ایک ڈیزائن کپڑے پر چھپائی/پرنٹنگ کے لیے سپرز ٹاؤلرز پرائیویٹ لمیٹڈ کراچی کی جانب سے آیا اور سپر ٹاؤلرز کے ڈیزائن کے عین مطابق چھاپ کر دے دیا گیا۔ عام طور پر ہم ٹیکنیکل امور کے علاوہ (مثلاً کلر میچنگ وغیرہ) پارٹیوں کے مطلوبہ ڈیزائنز کے دیگر امور سے واسطہ نہیں رکھتے اور کسی غور وخوض کے بغیر آرڈر کی تکمیل کر دیتے ہیں۔

نادانستہ طور پر اس ڈیزائن کے چھپ جانے کے بعد شکوک وشبہات پیدا ہوئے ہیں اس ڈیزائن میں چرند پرند آبی جانور اور کارٹون انسانوں کے انداز میں دو انسانی شبیہیں بھی ہیں اور اس ڈیزائن پر Noahs ark بھی لکھا ہوا ہے۔

یہ ڈیزائن آپ کے سامنے پیش کرنے کے بعد آپ اس پر فتویٰ صادر فرمادیں تاکہ اگر توہین' گستاخی سرزد ہوگئی ہو تو جو بھی کفارہ ہے' ادا کر دیا جائے اور ہم اعلانیہ طور پر صدق دل سے اپنی نادانستہ غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرتے ہیں اور عہد کرتے ہیں کہ آئندہ ہر ممکن احتیاط سے کام لیں گے۔ تابعدار محمد احمد علی خان (ڈپٹی ملز منیجر)

جواب: کسی جاندار کی تصویر بنانا بذات خود ایک ناجائز کام ہے۔بالخصوص کسی پیغمبر کی خیالی تصویر بنانا تو انتہا درجے کی بے ادبی ہے۔جس سے ہر مسلمان کو پناہ مانگنی چاہیے اور ایسی بے ادبی پر مشتمل تصویر کو شائع کر کے لوگوں میں پھیلانا مزید وبال کا موجب ہے لیکن اگر آپ نے واقعتہً نادانستگی میں یہ تصویریں اس طرح چھاپ دیں کہ آپ کو اندازہ نہیں ہوسکا کہ اس میں کیا ہے؟ تو آپ پر مندرجہ ذیل اُمور فوری طور پر واجب ہیں:۔

۱۔سب سے پہلے صدق دل سے اپنے اس عمل پر توبہ واستغفار کریں اور آئندہ کے لیے اس قسم کے معاملات میں تیقظ اور بیدار مغزی سے کام کرنے کا عہد واہتمام کریں۔

۲۔اس کپڑے کا جتنا سٹاک موجود ہو اس کی سپلائی روک کر ان تصاویر کو مٹائیں اور اگر مٹ

نہ سکیں تو ان کو جلا دیں۔

۳۔ اگر کپڑا اس کمپنی کے پاس جا چکا ہے جس نے آپ سے چھپوایا تھا تو اس کو ایسے کپڑے کی سپلائی سے روکنے کے لیے اپنا پورا اثر ورسوخ استعمال کریں اور اگر وہ اس کی سپلائی سے باز نہ آئیں تو آپ ان سے براءت کا اظہار واعلان کریں۔

۴۔ اس کپڑے کی چھپائی کی جو اُجرت آپ نے وصول کی ہے وہ مکمل طور پر صدقہ کریں۔ واللہ اعلم۔ (فتاویٰ عثمانی ج ۱ ص ۵۷، ۵۸)

کسی انجمن کے رکنیت فارم میں اللہ تعالیٰ کیساتھ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بنانے کا حکم

سوال: ایک انجمن کے رکنیت فارم کی عبارت مندرجہ ذیل ہے، کیا اس میں سے کوئی شق پورا نہ ہونے پر ممبر گناہگار ہوگا یا نہیں؟ اور گناہ کیسا ہوگا؟ کبیرہ یا صغیرہ؟

"میں اللہ رب العزت اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ کر کے اقرار کرتا ہوں کہ مجھے بزم ہذا کے اغراض ومقاصد سے پورا پورا اتفاق ہے اور میں بزم کی فیس مستقل ادا کرتا رہوں گا اور میں دوسرے کو رکنیت کی رغبت دینا اور بزم ہذا کو مستحکم بنانا اپنا فرض عین سمجھوں گا، تبدیلی رہائش سے آگاہ کروں گا، اللہ تعالیٰ مجھے اس عہد کی وفا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔"

جواب: پہلے تو یہ سمجھ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کوئی عہد کرنا تو صحیح ہے لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بنا کر عہد کرنا درست نہیں کیونکہ ہر جگہ حاضر وناظر ہونا صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور کوئی نبی یا ولی اس کا شریک نہیں۔ لہٰذا معاہدے کے مذکورہ بالا الفاظ میں ترمیم کرنا ضروری ہے اس کے بعد جو شخص یہ معاہدہ کر کے فارم بھر دے گا اس پر اس عہد کی پابندی اس وقت تک لازم ہوگی جب تک وہ اس عہد سے دست بردار ہونے کا واضح اعلان نہ کر دے اس دوران وہ ان میں سے کسی بات کی خلاف ورزی کرے گا تو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا کیونکہ عہد کر کے اس کو پورا نہ کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ "لقوله تعالىٰ: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ" واللہ سبحانہ اعلم (فتاویٰ عثمانی ج ۱ ص ۶۸)

انبیاء اور صلحاء

اول ما خلق الله نوری سوال...... یہ حدیث ہے یا نہیں؟ جواب...... مجمع البحار کے حاشیہ

میں اس کو حدیث کہا ہے۔ الیواقیت والجواہر (ص ۱۰) میں بھی اس کو حدیث لکھا ہے۔ فتاویٰ ابن حجر مکی (ص ۴۴، ۲۰۶) میں اس کے مضمون کو مصنف عبدالرزاق سے نقل کیا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۷۵ ج ۱)

حدیث انا نور من نور اللہ

سوال۔ حدیث انا نور من نور اللہ والخلق کلھم من نوری یہ صحیح ہے یا نہیں؟

جواب...... یہ حدیث مصنف عبدالرزاق میں ہے (فتاویٰ محمودیہ ص ۷۲ ج ۱۱ اور معنی یہ ہیں کہ میں اللہ کے نور کے فیضان سے ہوں۔ نہ یہ کہ اللہ کے نور کا ٹکڑا ہوں کما فی نشر الطیب۔

کیا دیگر انبیاء علیہم السلام کو نبوت حضور اقدسؐ کے واسطے سے ملی؟

سوال...... انبیاء علیہم السلام کی نبوت بالذات یا بالعرض؟ یعنی آپؐ کے واسطے سے ہے یا بلاواسطہ؟

جواب...... حدیث انما انا قاسم واللہ یعطی نیز دیگر نصوص سے بعض اہل معرفت نے استدلال کیا ہے کہ جملہ معارف، نعمائے الٰہیہ نبوت وغیرہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ پاک نے ابتداء عطا فرمائی۔ پھر آپ کے واسطے سے حسب ہدایت دوسروں کو تقسیم کی گئی، اصل سرچشمہ ذات اقدس ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۸۷ ج ۱)

دیگر انبیاء علیہم السلام کا سینہ چاک ہونے کی تحقیق

سوال...... جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ اقدس کو چیر کر اندر کے حصے کو دھونے کے متعلق، اور پھر رکھ کر سینے کا ذکر متعدد کتابوں میں لکھا ہے۔ کیا کسی اور نبی کا سینہ بھی اس طرح چاک کیا گیا تھا؟ اور اس کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

جواب...... شق صدر کی روایات صحیح ہیں۔ امام بخاری، امام مسلم نے ان کو اپنی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔

۲۔ اس میں اختلاف ہے کہ شق صدر آں حضرتؐ ہی کے ساتھ خاص ہے۔ یا دیگر انبیاء کا بھی شق صدر ہوا۔ ۳۔ اور اس کی ضرورت ہماری سمجھ میں آئے یہ ضروری نہیں۔ روزمرہ کی زندگی میں ایسے بعض واقعات پیش آتے ہیں کہ عقل انسانی نہ ان کی ضرورت کی قائل ہوتی ہے اور نہ ان کی کوئی توجیہ کر پاتی ہے۔ خیر الفتاویٰ ج ا ص ۳۱۱ ''اور کسی چیز کا سمجھ میں نہ آنا دلیل اس کے باطل ہونے کی نہیں ہے'' م، ع

مہر نبوت میں لکھائی کی تحقیق

سوال...... جناب مفتی صاحب! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک کندھوں کے درمیان جو مہر نبوت تھی تو اس میں کوئی چیز لکھی ہوئی تھی یا نہیں؟

جواب...... مہر نبوت میں کیا لکھا ہوا تھا اور تھا بھی یا نہیں۔ علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے

علامہ ابن حبانؒ وغیرہ نے اس بات کی تصحیح کی ہے کہ اس پر **محمد رسول اللہ** لکھا ہوا تھا' جبکہ بعض دیگر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں **سر فانت المنصور** لکھا ہوا تھا' مگر بعض دوسرے اکابر کی رائے یہ ہے کہ یہ روایتیں ثبوت کے درجہ کو نہیں پہنچی ہیں اور مہر نبوت پر کچھ بھی تحریر نہیں تھا۔

قال العلامة ملا علی قاریؒ: وقال العسقلانیؒ و روایة کاثر محجم او کرکبة عنز او کشامة خضراء او سوداء مکتوب فیها محمد رسول الله او سر فانک المنصور لم یثبت منها شئی و تصحیح ابن حبان (جمع الوسائل فی شرح الشمائل ج ۱ ص ۲۷) باب ماجاء فی خاتم النبوة)(اخبرنا نصر بن الفتح بن سالم الربعی العابد بسمرقند' حدثنا رجاء ابن مرجی الحافظ حدثنا اسحاق بن ابراهیم القاضی بسمرقند حدثنا ابن جریج عن عطاء عن ابن عمر قال کان خاتم النبوة فی ظهر رسول الله مثل البندقة من لحم علیه مکتوب محمد رسول الله (الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۸ ص ۷۲ رقم حدیث: ۶۲۶۹) باب ذکر حقیقة الخاتم) و مثله فی خصائل ترمذی شرح شمائل ترمذی ص ۲۸ باب ماجاء فی خاتم النبوة. (فتاویٰ حقانیہ جلد ۲ ص ۲۳۳)

حق تعالیٰ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کے معنی

سوال...... اللہ تعالیٰ کس طرح اپنے نبی پر درود بھیجتے ہیں؟ وہ الفاظ بیان فرمائیں۔

جواب...... ہمارے درود کے لئے الفاظ کی حاجت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے الفاظ کی ضرورت نہیں۔ لہٰذا یہ سوال غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ کے درود کے الفاظ کون سے ہیں۔ یہ بھی ذہن میں رکھا جائے کہ حق تعالیٰ کے درود بھیجنے سے مراد رحمت خاصہ کا نازل فرمانا ہے جس میں الفاظ کی حاجت ہی نہیں۔ (خیر الفتاویٰ ص ۳۱۲ ج ۱)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازے میں کتنی تاخیر ہوئی

سوال...... آپؐ کے جنازے کے متعلق دریافت طلب ہے کہ ۱۔ جنازہ کو جلد دفن کرنے کا حکم ہے تو پھر تین دن تک کیوں روکا گیا؟ "جیسا کہ مشہور ہے کہ نماز تین دن تک پڑھی جاتی رہی"۔

۲۔ نماز جنازہ کو مکان کے اندر نہیں بلکہ کھلے میدان میں پڑھنے کا حکم ہے' پھر تنگ جگہ "حجرۂ مبارک" میں کیوں پڑھی گئی؟ ۳۔ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے' اگر ایک شخص بھی ادا کرے تو سب کے ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے پھر تمام مسلمانوں کا انتظار کرتے کرتے تین دن تک جنازۂ مبارکہ کو روکے رکھنا کیا بے حرمتی نہیں ہے؟

جواب...... تین دن تک تاخیر واقع نہیں ہوئی" بلکہ تقریباً چھتیس گھنٹے کے اندر اندر دفن مبارک سے فراغت ہو گئی تھی لہٰذا جنازہ کو تین دن تک روکے رکھنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا" ہاں ۳۶ گھنٹے پر

بھی یہی سوال متوجہ ہوسکتا ہے۔اس سلسلے میں کسی عالم سے زبانی سمجھنے کی کوشش کی جائے“۔م ع

۲۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ کے لئے انفرادی طریقہ متعین تھا۔لہٰذا اس کے لئے حجرۂ شریفہ جیسے متبرک مقام کو چھوڑ کر وسیع جگہ کی تلاش بے سود تھی۔ کیونکہ وسیع جگہ میں بھی نماز جدا جدا ہی پڑھی جاتی۔ ۳۔تین دن تک روکے رکھنا ہی غلط ہے۔پس اس سے بے حرمتی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔(خیر الفتاویٰ ص ۲۱۸۔۲۲۰ ج ۱)

آنحضرتؐ کے والدین کا انتقال کس حالت پر ہوا؟

سوال......۱۔حضرت ابراہیمؑ کے والد کا کیا نام تھا؟اور وہ توحید پرست تھے یا بت پرست؟

۲۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین مسلمان ہوئے تھے یا نہیں؟

جواب......حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کافر تھے۔اور آزر نام سے مشہور تھے اور ان کا انتقال کفر پر ہوا۔(خیر الفتاویٰ جلد ا ص ۳۲۰)

۲۔ ایسے مسائل میں الجھنا اور بحث کرنا جائز نہیں۔”حدیث شریف میں ممانعت آئی ہے“۔(م ع)

بلاوجہ توہین رسالت کے بارے میں سوال بھی توہین ہے

سوال......ایک پروفیسر نے اپنی کلاس میں طلبا سے سوال کیا کہ کوئی شخص حضور اقدسؐ کی شان میں گستاخی کرے تو مسلمانوں کا اس کے خلاف کیا معاملہ ہوگا؟

جواب......نفس مسئلہ معلوم کرنے کی غرض سے مناسب طریقہ سے سوال کرنا درست ہے۔ کوئی حرج نہیں۔لیکن بلاوجہ نامناسب طریق سے سوال کو چھیڑنا بے ادبی سے خالی نہیں۔ (خیر الفتاویٰ ص ۳۲۰ ج ۱) نیز پروفیسر کو چاہئے تھا کہ یہ حکم کسی عالم دین سے معلوم کرتے نہ کہ کلاس میں اور وہ بھی متعلمین سے جو کہ طالب علم ہونے کی وجہ سے مرعوب بھی ہوتے ہیں۔م ع

نیند میں بھی انبیائے کرامؑ شیطانی اثرات سے محفوظ رہتے ہیں

سوال......انبیاء کرام کو اور انسانوں کی طرح جنابت ہوتی ہے یا نہیں؟ حالت مذکورہ کے بعد انبیائے کرام علیہم السلام اور نبی علیہ السلام پر غسل جنابت فرض ہے؟

جواب......حضرات انبیائے کرام کو نیند کی حالت میں جنابت نہیں ہوتی۔مباشرت کے بعد ان حضرات پر غسل ضروری تھا۔(خیر الفتاویٰ ص ۳۲۲ ج ۱)

حدیث نحن معاشر الانبیاء

سوال...... جناب پیغمبرؐ اپنی امت کے وارث ہیں یا نہیں؟ اور حامی و مددگار ہیں یا نہیں؟ اور جناب رسول کی جگہ مقام محمود ہے یا نہیں؟ اور نعت پڑھنا کیسا ہے؟ اور اس کی توہین کرنا کیسا ہے؟ کہ یہ کیا اٹھالائے؟

جواب...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے وارث نہیں ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نحن معاشر الانبیاء لانرث ولانورث یعنی ہم پیغمبروں کی جماعت نہ کسی کی وارث ہوتی ہے اور نہ ان کا کوئی وارث ہوتا ہے۔ ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے مددگار ہیں۔ اور قیامت کے دن امت کی شفاعت فرمائیں گے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حضور کو مقام محمود عطا فرمائے گا۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہی مخصوص ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت و مدح پڑھنا جائز ہے بشرطیکہ نعت کا مضمون صحیح ہو اور پڑھنے کا طریقہ بھی درست ہو۔ گانا بجانا، لونڈوں کا خوش آوازی سے پڑھنا درست نہیں۔ (کفایت المفتی ص ۱۲۳ ج ۲)

حضرت داؤد علیہ السلام پر ایک افتراء کی حقیقت

سوال......لوگوں میں مشہور ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام اوریا کی بیوی علقمہ پر عاشق ہو گئے اور اوریا کو جہاد میں اس غرض سے روانہ کیا کہ وہ مرجائے تو اس کی بیوی سے شادی کرلوں، اور ایسا ہی ہوا بھی، اس کی حقیقت کیا ہے؟

جواب...... یہ حکایت بالکل غلط ہے اور افتراء محض ہے، حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے کہ جو یہ قصہ بیان کرے گا میں اس کو ایک سو ساٹھ کوڑے ماروں گا کیونکہ انبیائے کرام پر افتراء کرنے کی یہی حد ہے۔ (فتاویٰ احیاء العلوم ص ۱۸۷ ج ۱)

اہل بیت کے حقوق کی تفصیل

سوال...... بعض حضرات اپنی تقریروں میں اہل بیت کی نسبی تعظیم کا پرزور انکار کرتے ہیں۔ خلاصہ ان کے کلام کا یہ ہے کہ سید بحیثیت سید ہونے کے کوئی مستحق تکریم نہیں محض عمل ہی سبب تعظیم ہے۔ آپ اس کو مفصل بیان فرمائیں۔

جواب...... اہل بیت کرام کی نسبت میں اس درجہ غلو کرنا کہ شریعت کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جائے۔ رفض اور شیعیت ہے۔ اور ان سے دشمنی خسارے کا باعث ہے۔ پس اعتدال واجب ہے جو کہ اہل سنت کا مسلک ہے۔ جب کہ سید پر فسق و فجور کا غلبہ نہ ہو یا اس کی تعظیم و تکریم سے عوام

کے دینی ضرر کا اندیشہ نہ ہو یا وہ سید کسی بدعت کا داعی نہ ہو۔ اور مبتدعین کا سرغنہ نہ ہو'' وہ مستحق تعظیم ہے'' اور ایسا ہونے کی صورت میں مستحق تعظیم نہیں۔ (خیر الفتاویٰ ص ۲۱۳ ج ۱)

حضرت خضر پیغمبر ہیں یا ولی؟

سوال...... حضرت خضر پیغمبر ہیں یا فرشتہ ہیں؟ اور وہ زندہ ہیں یا نہیں؟

جواب...... حضرت خضر علیہ السلام کے پیغمبر اور ولی ہونے میں اختلاف ہے۔ راجح قول یہ ہے کہ وہ پیغمبر ہیں اور زندہ نہیں ہیں۔ امام بخاری سے حضرت خضر اور حضرت الیاس کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا وہ زندہ ہیں۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے جب کہ حضورؐ نے اپنی وفات سے پہلے فرمایا تھا کہ آج جو لوگ زندہ ہیں' سو سال کے بعد ان میں سے کوئی زندہ نہیں رہے گا اور بعض ائمہ سے اس بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے یہ آیت پڑھی **وماجعلنا لبشر من قبلک الخلد** شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا اس بارے میں قول ہے کہ اگر حضرت خضر زندہ ہوتے تو ضروری تھا کہ وہ حضورؐ کے پاس آتے' ساتھ میں مل کر جہاد کرتے' دین کی باتیں سیکھتے' حالانکہ غزوۂ بدر میں شریک کل تین سو تیرہ مسلمانوں میں سے ہر ایک کا نام والد کا نام خاندان کا نام بھی معلوم تھا پھر حضرت خضر اس وقت کہاں تھے؟ ابوالحسن بن مناوی اس شخص پر سخت نکیر کرتے تھے جو حیات خضر کا قائل ہو۔ (فتاویٰ احیاء العلوم ۱۹۰ ج ۱)

غیر انبیاء کے پاس فرشتے آتے ہیں یا نہیں

سوال...... جو شخص حضرت علی کو پیغمبر مانتا ہو' اور کہتا ہو کہ بزرگوں کو صحابی کہہ سکتے ہیں اور صحابی کو پیغمبر کہا جاسکتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟ نیز غیر نبی کے پاس فرشتے آتے ہیں یا نہیں؟

جواب...... حضور اکرمؐ کا ختم النبیین ہونا منصوص ہے بس حضرت علی کو پیغمبر ماننا کفر ہے اور بزرگوں کو صحابی نہیں کہہ سکتے اور فرشتے انبیائے کرام علیہم السلام کے پاس وحی لے کر آتے تھے اور غیر انبیاء کے پاس نامہ اعمال لکھنے کے لئے رہتے ہیں اور روح قبض کرنے کے لئے آتے ہیں۔ (فتاویٰ احیاء العلوم ج ۱ ص ۲۲۴)

بارہ اماموں کے نام

سوال...... بارہ ائمہ کرام کون کون ہیں؟ اور کیا ان ائمہ کرام کے بارے میں اہل حق اور اہل تشیع کا اختلاف ہے؟ جواب...... شیعوں کے نزدیک بارہ امام معصوم ہیں۔ جن کی اطاعت فرض ہے ان کے نام یہ ہیں۔ علی' حسن' حسین' زین العابدین' محمد باقر' جعفر صادق' موسیٰ کاظم' علی رضا' تقی' نقی' حسن عسکری' محمد قاسم مہدی' اہل سنت ان بزرگوں کو علمائے نیکوکار کہتے ہیں اور اہل سنت کے نزدیک انسانوں میں صرف انبیاء معصوم ہیں۔ (فتاویٰ احیاء العلوم ج ۱ ص ۲۲۳)

ختم نبوت کا معنی

(حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کی ملخص تحریر)

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ. اما بعد

سرورِ دو عالم فخر بنی آدم آقائے دو جہاں نبی عالمین امام النبیین شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین حضرت سیدنا و مولانا و شفیعنا محمد صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ وسلم محض نبی ہی نہیں بلکہ خاتم النبیین ہیں۔ اور ختم کے معنی انتہا کر دینے اور کسی چیز کو انتہا تک پہنچا دینے کے ہیں۔ اس لیے خاتم النبیین کے معنی نبوت کو انتہا تک پہنچا دینے کے ہوئے اور کسی چیز کے انتہا تک پہنچ جانے کی حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنی آخری حد پر آ جائے کہ اس کے بعد کوئی اور درجہ اور حد باقی نہ رہے جس تک وہ پہنچے۔ اس لیے ختم نبوت کے معنی یہ ہوئے کہ نبوت اپنے تمام درجات و مراتب کی آخری حد تک آ گئی اور نبوت کا کوئی درجہ اور مرتبہ باقی نہیں رہا کہ جس تک وہ آئے اور اِس کے لیے حرکت کر کے آگے بڑھے۔ اِس لیے ''خاتم النبیین'' کے حقیقی معنی یہ نکلے کہ خاتم پر نبوت اور کمالات نبوت کے تمام مراتب پورے ہو گئے اور نبوتی اپنے علمی واخلاقی کمالات کے ایک ایسے انتہائی مقام پر آ گئی کہ بشریت کے دائرہ میں نہ علمی کمال کا کوئی درجہ باقی رہا نہ اخلاقی قدروں کا کوئی مرتبہ کہ جس کے لیے نبوت خاتم سے گزر کر آگے بڑھے اور اس درجہ یا قدر تک پہنچے۔

خاتم النبیین وہ ہے جس پر کمالات کی انتہاء ہو گئی

اِس سے واضح ہو گیا کہ ختم نبوت کے معنی قطع نبوت یا انقطاع رسالت کے نہیں کہ نبوت کی نعمت باقی نہ رہی یا اِس کا نور عالم سے زائل ہو گیا بلکہ تکمیلِ نبوت کے ہیں جس کا حاصل یہ ہوا۔ کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر تمام کمالاتِ نبوت اپنی انتہا کو پہنچ کر مکمل ہو گئے جو اب تک نہ ہوئے تھے اور اب جو نبوت دنیا میں قائم ہے وہ خاتم کی ہے۔ اور اس کامل نبوت کے بعد کسی نئی نبوت کی ضرورت باقی نہیں رہی، نہ یہ کہ نبوت دنیا سے منقطع ہو گئی اور چھین لی گئی، معاذ اللہ۔ اس کا

قدرتی ثمرہ یہ نکلتا ہے کہ نبوت جب سے شروع ہوئی اور جن کمالات کو لے کر شروع ہوئی اور آخر کار جس حد پر آ کر رکی اور ختم ہوئی اِس کے اوّل سے لے کر آخر تک جس قدر بھی کمالاتِ نبوت دنیا میں وقتاً فوقتاً آئے اور طبقہ انبیاء میں سے کسی کو ملے وہ سب کے سب خاتم النبیین میں آ کر جمع ہو گئے۔ جو خاتم سے پہلے اِس کمال جامعیت کے ساتھ کسی میں جمع نہیں ہوئے تھے ورنہ جہاں بھی یہ اجتماع ہوتا وہیں پر نبوت ختم ہو جاتی اور آگے بڑھ کر یہاں تک نہ پہنچتی۔ اسلیے ''خاتم النبیین'' کا جامع علومِ نبوت جامع اخلاقِ نبوت جامع احوالِ نبوت اور جامع جمیع شئونِ نبوت ہونا ضروری ٹھہرا جو غیر خاتم کے لیے نہیں ہو سکتا تھا ورنہ وہی خاتم بن جاتا۔

خاتم النبیین کی شریعت

اور ظاہر ہے کہ جب ان ہی کمالات علم و عمل پر شریعتوں کی بنیاد ہے جو اپنی انتہائی حدود کے ساتھ خاتم النبیین میں جمع ہو کر اپنے آخری کنارہ پر پہنچ گئے جن کا کوئی درجہ باقی نہ رہا کہ اسے پہنچانے کے لیے خدا کا کوئی اور نبی آئے تو اِس کا صاف مطلب یہ نکلا کہ شریعت اور دین بھی آ کر خاتم پر ختم یعنی مکمل ہو گیا اور شریعت و دین کا بھی کوئی تکمیل طلب حصہ باقی نہیں رہا کہ اسے پہنچانے اور مکمل کرنے کے لیے کسی اور نبی کو دنیا میں بھیجا جائے۔ اِس لیے خاتم النبیین کے لیے خاتم الشرائع خاتم الادیان اور خاتم الکتب یا بالفاظ دیگر کامل الشریعت کامل الدین اور کامل الکتاب ہونا بھی ضروری اور قدرتی نکلا۔ ورنہ ختم نبوت کے کوئی معنی ہی نہیں ہو سکے تھے اور ظاہر ہے کہ کامل ہی ناقص کے لیے ناسخ بن سکتا ہے نہ کہ برعکس۔ اسلیے شریعت محمدی بوجہ اپنے انتہائی کمال اور ناقابل تغیر ہونے کے سابقہ شرائع کو منسوخ کرنے کی حقدار ٹھیرتی ہے اور ظاہر ہے کہ ناسخ آخر میں آتا ہے اور منسوخ اِس سے مقدم ہوتا ہے۔ اسلیے اس شریعت کا آخر میں آنا اور اِس کے لانے والے کا سب کے آخر میں مبعوث ہونا بھی ضروری تھا۔ اِس لیے خاتم النبیین ہونے کے ساتھ آخرالنبیین بھی ثابت ہوئے کہ آپ کا زمانہ سارے انبیاء کے زمانوں کے بعد میں ہو۔ کیونکہ آخری عدالت جو ابتدائی عدالت کے فیصلوں کو منسوخ کرتی ہے آخر ہی میں رکھی جاتی ہے۔

آپ کمالاتِ بشری کے منتہا بھی ہیں اور مبداء بھی

پھر ساتھ ہی جب کہ خاتم النبیین کے معنی منتہائے کمالات نبوت کے ہوئے کہ آپ ہی پر آ کر ہر کمال ختم ہو جاتا ہے تو یہ ایک طبعی اصول ہے کہ جو وصف کسی پر ختم ہوتا ہے اسی سے شروع بھی

ہوتا ہے جو کسی چیز کا منتہا ہوتا ہے وہی اِس کا مبدا بھی ہوتا ہے اور جو کسی شے کے حق میں خاتم یعنی مکمل ہوتا ہے۔ وہی اِس کے حق میں فاتح اور سرچشمہ بھی ہوتا ہے ہم سورج کو کہیں کہ وہ خاتم الانوار ہے جس پر نور کے تمام مراتب ختم ہو جاتے ہیں تو قدرتاً اسی کو سرچشمہ انوار بھی ماننا پڑیگا کہ نور کا آغاز اور پھیلاؤ بھی اسی سے ہوا ہے اور جہاں بھی نور اور روشنی کی کوئی جھلک ہے وہ اسی کی ہے اور اسی کے فیض سے ہے اِس لیے روشنی کے حق میں سورج کو خاتم کہہ کر فاتح بھی کہنا پڑے گا یا جیسے کسی بستی کے واٹر ورکس کو ہم خاتم المیاہ (پانیوں کی آخری حد) کہیں جس پر شہر کے سارے نلوں اور ٹینکیوں کے پانی کی انتہا ہو جاتی ہے تو اسی کو ان پانیوں کا سرچشمہ بھی ماننا پڑے گا کہ پانی چلا بھی یہیں سے ہے جو نلوں اور ٹینکیوں میں پانی آیا اور جس براسکا گ کو بھی پانی ملا وہ اسی کے فیض سے ملا جیسے ہم حضرت آدم علیہ السلام کو خاتم الآبا کہیں کہ باپ ہونے کا وصف ان پر جا کر ختم ہو جاتا ہے کہ ان کے بعد کوئی اور باپ نہیں نکلتا بلکہ سب باپوں کے باپ ہونے کی آخری حد سلسلہ وار پہنچ کر حضرت آدم علیہ السلام پر ختم ہو جاتی ہے تو قدرتی طور پر وہی فاتح الآبا بھی ثابت ہوتے ہیں کہ باپ ہونے کی ابتدا بھی ان ہی سے ہو۔ اگر وہ باپ نہ بنتے تو کسی کو بھی باپ بننا نہ آتا۔ یا جیسے ہم حق تعالیٰ شانہ کو خاتم الوجود جانتے ہیں کہ ہر موجود کے وجود کی انتہا اسی پر ہوتی ہے تو اصول مذکورہ کی رو سے وہی ذات واجب الوجود ان وجودوں کا سرچشمہ اور مبدا بھی ثابت ہوتی ہے کہ جسے بھی وجود کا کوئی حصہ ملا وہ اسی ذات اقدس کا فیض اور طفیل ہے۔ پس وجود کے حق میں ذاتِ خداوندی ہی اوّل و آخر اور مبدا و منتہا ثابت ہوتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح جب کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ''خاتم النبیین'' ہونا دلائل قطعیہ سے ثابت ہوا۔ اور اس کے معنی بھی واضح ہو گئے کہ نبوت اور کمالاتِ نبوت آپ پر پہنچ کر ختم ہو گئے اور آپ ہی کمالاتِ علم و عمل کے منتہا ہوتے تو اصولِ مذکورہ کی رو سے آپ ہی کو ان کمالاتِ بشری کا مبداء اور سرچشمہ بھی ماننا پڑے گا کہ آپ ہی سے ان کمالات کا افتتاح اور آغاز بھی ہوا اور جسے بھی نبوت یا کمالاتِ نبوت کا کوئی کرشمہ ملا وہ آپ ہی کے واسطہ اور فیض سے ملا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اصلی ہے اور باقی انبیاءؑ کی بالواسطہ ہے

پس جیسے آدم کی ابوّت اوّل بھی تھی اور وہی لوٹ پھر کر آخری بھی ثابت ہوتی تھی۔ ساتھ ہی اصلی اور بلاواسطہ بھی تھی۔ بقیہ سب باپوں کی ابوت ان کے واسطہ اور فیض سے تھی۔ ایسے ہی آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اوّل بھی ہوئی اور لوٹ کر پھر آخری بھی اور ساتھ ہی اصلی اور بلاواسطہ بھی ہے کہ بقیہ سب انبیاء کی نبوتیں آپ کے واسطہ اور فیض سے ہیں۔ پس جیسے فلاسفہ کے یہاں ہر نوع کا ایک رب النوع مانا گیا ہے جو اس نوع کے لیے نقطۂ فیض ہوتا ہے۔ ایسے ہی نبوت کی مقدس نوع کا نقطۂ فیض اور جو ہر فرد حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات ہے۔ اِس لیے آپ کی نبوت اصلی ہے اور دوسرے انبیاء کی نبوت بواسطہ خاتم النبیین ہے۔ پس ہر کمالِ نبوت خواہ علمی ہو یا عملی۔ اخلاقی ہو یا اجتماعی حال کا ہو یا مقام کا، وہ اوّلاً آپ میں ہوگا اور آپ کے واسطہ سے دوسروں کو پہنچے گا۔ اِس لیے اصولِ مذکورہ کی رو سے دائرہ نبوت میں جب آپ خاتم نبوت ہوئے تو آپ ہی فاتح نبوت بھی ہوئے۔ اگر نبوت آپ پر رکی اور منتہی ہوئی تو آپ ہی سے یقیناً چلی بھی اور شروع بھی ہوئی، اسلیے آپ نبوت کے خاتم بھی ہیں اور فاتح بھی ہیں، آخیر بھی ہیں اور اوّل بھی ہیں۔ مبدا بھی ہیں اور منتہا بھی ہیں۔ چنانچہ جہاں آپ نے اپنے آپ کو خاتم النبیین فرمایا کہ:۔

انی عبد اللّٰہ و خاتم النبیین

میں اللہ کا بندہ اور خاتم النبیین ہوں۔ (البیہقی والحاکم عن عرباض بن ساریہ)

اور جہاں آپ نے نبوت کو ایک قصر سے تشبیہ دے کر اپنے کو اِس کی آخری اینٹ بتایا جس پر اس عظیم الشان قصر کی تکمیل ہوگئی۔

فانا سددت موضع اللبنة و ختم بی البینات و ختم بی الرسل (کنزالعمال)

پس میں نے ہی (قصرِ نبوت کی آخری) اینٹ کی جگہ کو پر کیا اور مجھ ہی پر یہ قصر مکمل کر دیا گیا اور مجھ ہی پر رسول ختم کر دیئے گئے کہ میرے بعد اب کوئی رسول آنے والا نہیں۔

وہیں آپ نے اپنے کو قصرِ نبوت کی اولین خشت اور سب سے پہلی اینٹ بھی بتایا۔ فرمایا:

کنت نبیا و الادم بین الروح و الجسد

میں اس وقت بھی نبی تھا جب کہ آدم ابھی روح و بدن ہی درمیان ہی میں تھے۔

یعنی ان میں ابھی روح بھی نہیں پھونکی گئی تھی کہ میں نبی بنا دیا گیا تھا۔ جس سے واضح ہے کہ آپ خاتم ہونے کے ساتھ ساتھ فاتح بھی تھے۔ اوّل بھی تھے اور آخر بھی۔ چنانچہ ایک روایت میں اِس فاتحیت اور خاتمیت کو ایک جگہ جمع فرماتے ہوئے ارشاد ہوا (جو حدیث قتادہ کا ایک ٹکڑہ ہے) کہ:۔

جعلنی فاتحاً و خاتماً

اور مجھے اللہ نے فاتح بھی بنایا اور خاتم بھی۔ (خصائص کبریٰ ۱۹۷/۳۴۰)

پھر چونکہ خاتم ہونے کے لیے اوّل و آخر ہونا بھی لازم تھا تو حدیثِ ذیل میں اسے بھی واضح فرما دیا گیا اور آدم علیہ السلام کو حضورؐ کا نور دکھلاتے ہوئے بطور تعارف کہا گیا کہ:۔

هذا ابنک احمد هو الاول و الاخر (کنز العمال)

یہ تمہارا بیٹا احمد ہے جو (نبوت میں) اوّل بھی ہے اور آخر بھی ہے۔

پھر حدیث ابی ہریرہ میں اِس اولیت و آخریت جیسی اضداد کے جمع ہونے کی نوعیت پر روشنی ڈالی گئی کہ:۔ **کنت اول النبیین فی الخلق و آخرهم فی البعث** (ابونعیم فی الدلائل)

میں نبیوں میں سب سے پہلا ہوں بلحاظ پیدائش کے اور سب سے پچھلا ہوں بلحاظ بعثت کے۔

اِس لیے حقیقی طور پر آپ کی امتیازی شان محض نبوت نہیں۔ بلکہ "ختم نبوت" ثابت ہوتی ہے جس سے آپ کے لیے یہ فاتح و خاتم اور اول و آخر ہونا ثابت ہوا اور آپ سارے طبقہ انبیاء میں ممتاز اور فائق نمایاں ہوئے اور ظاہر ہے کہ جب نبوت ہی سارے بشری کمالات کا سرچشمہ ہے اور اسی لیے سارے انبیاء علیہم السلام سارے ہی کمالاتِ بشری کے جامع ہوئے ہیں تو قدرتی طور پر "خاتم نبوت" کے لیے صرف جامع کمالات ہونا کافی نہیں بلکہ خاتم کمالات ہونا بھی ضروری ہے یعنی آپ کا ہر کمال انتہائی کمال کا نقطہ ہونا چاہیے۔ ورنہ ختم نبوت کے کوئی معنی ظاہر نہیں ہو سکتے۔

تمام انبیاء کے کمالات آپؐ میں علی وجہ الاتم موجود تھے

اندریں صورت جہاں یہ ماننا پڑے گا کہ جو کمال بھی کسی نبی میں تھا۔ وہ بلاشبہ آپ میں بھی تھا وہیں یہ بھی ماننا پڑے گا کہ آپ میں وہ کمال سب سے پہلے تھا اور سب سے بڑھ چڑھ کر تھا اور امتیاز و فضیلت کی انتہائی شان لیے ہوئے تھا اور یہ کہ وہ کمال آپ میں اصلی تھا اور اوروں میں آپ کے واسطہ سے تھا۔ پس آپ جامع کمالات ہی نہیں بلکہ خاتم کمالات اور خاتم کمالات ہی نہیں فاتح کمالات ......اور سرچشمہ کمالات اور فاتح کمالات ہی نہیں بلکہ منتہائے کمالات اور منتہائے کمالات ہی نہیں بلکہ اعلیٰ الکمالات اور افضل الکمالات ثابت ہوئے کہ آپ میں کمال ہی نہیں بلکہ کمال کا آخری اور انتہائی نقطہ ہے جس کے فیض سے اگلے اور پچھلے با کمال بنے۔

عقلی طور پر اِس کی وجہ یہ ہے کہ جس پر عنایت ازلی سب سے پہلے اور بلا واسطہ متوجہ ہوئی۔ وہ جس درجہ کا اثر اِس سے قبول کریگا یقیناً ثانوی درجہ میں اور بالواسطہ فیض پانے والے اس درجہ کا اثر نہیں لے سکتے۔ پس اوّل مخلوق یعنی اوّل ما خلق اللہ نوری کا مصداق، نورِ الٰہی کا جو نقشِ کامل اپنی اِستعداد کامل سے قبول کرسکتا ہے۔ اِس کی توقع بالواسطہ اور ثانوی نقوش سے اثر لینے والوں سے

نہیں کی جاسکتی۔ چنانچہ آپ کی سیرت مبارکہ پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح سامنے آجاتی ہے کہ جو کمالات انبیاء سابقین کو الگ الگ دیئے گئے وہ سب کے سب اکٹھے کر کے اور ساتھ ہی اپنے انتہائی اور فائق مقام کے ساتھ آپ کو عطا کئے گئے اور جو آپ میں مخصوص کمالات ہیں وہ الگ ہیں۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری　　　آنچہ خوباں ہمہ دراند تو تنہا داری

چنانچہ ذیل کی چند مثالوں سے جو شانِ خاتمیت کی ہزاروں امتیازی خصوصیات میں سے چند کی ایک اجمالی فہرست اور سیرت خاتم الانبیاء کے بے شمار ممتاز اور خصوصی مقامات میں سے چند کی موٹی موٹی سرخیاں ہیں۔ اِس حقیقت کا اندازہ لگایا جا سکے گا کہ اولین و آخرین میں سے جس باکمال کو جو کمال دیا گیا اِس کمال کا انتہائی نقطہ حضور کو عطا فرمایا گیا، اپنی ہر جہتی حیثیت سے ممتاز و فائق اور افضل تو ہے۔ مثلاً

باقی انبیاء ہیں، آپ خاتم الانبیاء ہیں

(۱) اگر اور انبیاء نبی ہیں تو آپ خاتم النبیین ہیں''۔ **ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین** (القرآن الحکیم)

ترجمہ:۔ نہیں تھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم مردوں میں سے کسی کے باپ لیکن وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین تھے۔

اور حدیث سلمان کا حصہ ذیل کہ **ان کنت اصطفیت آدم فقد ختمت بک الانبیاء وما خلقت خلقا اکرم منک علی**۔ (خصائص کبریٰ ۲/۱۹۳)

ترجمہ:۔ اور ارشاد حدیث کہ جبریل نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ کا پروردگار فرماتا ہے کہ (اگر میں نے آدم کو صفی اللہ کا خطاب دیا ہے تو آپ پر تمام انبیاء کو ختم کر کے آپ کو خاتم النبیین کا خطاب دیا ہے) اور میں نے کوئی مخلوق ایسی پیدا نہیں کہ جو مجھے آپ سے زیادہ عزیز ہو۔

باقی اقوام کے نبی ہیں آپ نبی الانبیاء ہیں

(۲) اگر اور انبیاء کی نبوتیں مرجع اقوام وملل ہیں تو آپ کی نبوت اس کی ساتھ ساتھ مرجع انبیاء ورسل بھی ہے۔

واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما آتیتکم من کتاب و حکمۃ ثم جاء کم

رسول مصدق لما معکم لتو منن به و لتنصرنه (القرآن الحکیم)

ترجمہ:۔اور یاد کرو کہ جب اللہ نے نبیوں سے عہد لیا کہ جو کچھ میں نے تم کو دیا۔ کتاب ہو یا حکمت، پھر آ دے تمہارے پاس کوئی رسول کہ سچا بتا دے تمہاری پاس والی کتاب کو تو اس پر ایمان لاؤ گے اور اسکی مدد کرو گے یہ مدد بلا واسطہ ہوگی اگر کوئی رسول دورۂ محمدی کو پا جائیں جیسے عیسیٰ علیہ السلام آپ ہی کی نبوت کے دورہ میں آسمان سے اتریں گے اور اتباع محمدی کرینگے) یا بواسطہ امم و اقوام ہوگی اگر خود رسول دورۂ محمدی نہ پائیں جیسے تمام انبیاء سابقین جو دورۂ محمد سے پہلے گزر گئے اور آپ کا دورۂ شریعت انہوں نے نہیں پایا۔

باقی عابد ہیں آپ امام العابدین ہیں

(۳) اگر اور انبیاء عابد ہیں تو آپ کو ان عابدین کا امام بنایا گیا۔ ثم دخلت بیت المقدس فجمع لی الانبیاء فقدمنی جبریل حتیٰ امتهم (نسائی عن انس)

ترجمہ:۔شب معراج کے واقعہ کا ٹکڑا ہے کہ پھر میں داخل ہوا بیت المقدس میں اور میرے لیے تمام انبیاء کو جمع کیا گیا۔ تو مجھے جبرائیل نے آگے بڑھایا یہاں تک میں نے تمام انبیاء کی امامت کی۔

باقی ظہور کے بعد نبی ہیں آپؐ وجود سے پہلے نبی ہیں

(۴) اگر اور انبیاء اپنے ظہور کے وقت نبی ہوئی تو آپ اپنے وجود ہی کے وقت سے نبی تھے جو تخلیق آدم کی تکمیل سے بھی قبل کا زمانہ ہے۔ کنت نبیا و ادم بین الروح و الجسد (مسند احمد)

ترجمہ:۔ میں نبی تھا اور آدم ابھی تک روح اور بدن کے درمیان ہی تھے (یعنی ان کی تخلیق ابھی مکمل نہ ہوئی تھی۔)

باقیوں کی نبوت حادث تھی آپ کی قدیم ہے

(۵) اگر اوروں کی نبوت حادث تھی تو حضور کی نبوت عالم خلق میں قدیم تھی۔

قال ابوهريرة متى وجبت لک النبوة؟ قال بين خلق آدم و نفخ الروح فيه. (مستدرک حاکم و بیهقی و ابو نعیم)

ترجمہ:۔ ابو ہریرہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ کے لیے نبوت کب ثابت ہوئی؟ آپ نے فرمایا۔ آدم کی پیدائش اور ان میں روح آنے کے درمیان میں۔

باقی انبیاء کائنات تھے آپ ﷺ سببِ تخلیقِ کائنات ہیں

(۶) اگر اور انبیاء اور ساری کائنات مخلوق ہیں تو آپ مخلوق ہونے کے ساتھ ساتھ سببِ تخلیقِ کائنات بھی ہیں۔

فلولا محمد ما خلقت آدم ولا الجنة ولا النار (مستدرک)

ترجمہ:۔ اگر محمدؐ نہ ہوں (یعنی میں انہیں پیدا نہ کروں) تو نہ آدم کو پیدا کرتا نہ جنت و نار کو۔

باقی مُقرّب تھے تو آپ ﷺ اوّلُ المقربین ہیں

(۷) اگر عہد الست میں اور انبیاء مع تمام اولاد کے بلیٰ کے ساتھ مقرب تھے تو حضور اول المقربین تھے جنہوں نے سب سے پہلے بلیٰ کہا اور بلیٰ کہنے کی سب کو راہ دکھلائی ۔ **کان محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم اول من قال بلی و لذٰلک صار یتقدم الانبیاء وھو آخر من بعث** (خصائص کبریٰ)

ترجمہ:۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے (عہد الست کے وقت) بلیٰ فرمایا۔ اسی لیے آپ تمام انبیاء پر مقدم ہو گئے درحالیکہ آپ سب کے آخر میں بھیجے گئے ہیں۔

آپ ﷺ اول المبعوثین ہوں گے

(۸) اگر روز قیامت اور انبیاء قبروں سے مبعوث ہونگے تو آپ اول المبعوثین ہوں گے۔

انا اول من تنشق عنه الارض (مسند احمد عن ابن عباس)

ترجمہ:۔ میں سب سے پہلا ہوں گا کہ زمین اس کے لیے شق ہوگی یعنی قبر سے سب سے پہلے میں اٹھوں گا۔

آپ ﷺ کو سب سے پہلے بلایا جائے گا

(۹) اگر اور انبیاء ابھی عرصاتِ قیامت ہی میں ہونگے تو آپ کو سب سے پہلے پکار بھی لیا جائے گا۔ کہ مقامِ محمود پر پہنچ کر اللہ کی منتخب حمد و ثنا کریں۔ **فیکون اول من یدعیٰ محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم فذا لک قوله تعالیٰ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محمودا** (مسند بزار و بیہقی)

ترجمہ:۔ پس جنہیں (میدانِ محشر میں) سب سے پہلے پکارا جائے گا۔ (کہ مقام محمود پر آ جائیں اور حمد و ثنا کریں۔ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔ یہی معنی ہیں اللہ کے اِس قول کے کہ

قریب ہے بھیجے گا آپ کو آپ کا رب مقام محمود پر۔

آپؐ قیامت میں سب سے پہلے ساجد ہوں گے

(۱۰) اگر اور انبیاء کو روز قیامت ہنوز سجدہ کی جرات نہ ہوگی تو آپ سب سے پہلے ہوں گے جنہیں سجدہ کی اجازت دی جائے گی۔ **انا اوّل من یوذن له بالسجود یوم القیمة** (مسند احمد عن ابی الدرداء)

ترجمہ:۔ میں سب سے پہلا ہونگا۔ جسے قیامت کے دن سجدہ کی اجازت دیجائیگی۔

آپؐ سب سے پہلے سجدہ سے سر اٹھائیں گے

(۱۱) اگر اور انبیاء اجازتِ عامہ کے بعد ہنوز سجدہ ہی میں ہوں گے تو آپ کو سب سے اول سجدہ سے سر اٹھانے کی اجازت دےدی جائیگی **انا اول من یرفع رأسه فانظر الی بین یدی** . (مسند احمد عن ابی الدرداء)

وفی مسلم:. فیقال یا محمد ارفع رأسک سل تعط واشفع تشفع

ترجمہ:۔ میں سب سے پہلے سجدہ سے سر اٹھاؤں گا اور اپنے سامنے نظر کروں گا۔ (جب کہ سب کی نگاہیں نیچی ہوں گی) کہا جائے گا۔ محمد! سر اٹھاؤ جو مانگو گے دیا جائے گا (جس کی شفاعت کرو گے قبول کی جائیگی۔

آپؐ اول الشافعین واول المشفعین ہوں گے

(۱۲) اگر اور انبیاء روز قیامت شافع اور مشفع ہوں گے تو آپ اوّل شافع اور اول مشفع ہوں گے۔ **انا اوّل شافع و اول مشفع** (ابونعیم فی الحلیہ عن جابر)

ترجمہ:۔ میں سب سے پہلا شافع اور سب سے پہلا مشفع ہونگا (جس کی شفاعت قبول کی جائیگی)

آپؐ کو شفاعت کبریٰ ملے گی

(۱۳) اگر اور انبیاء کو شفاعت صغریٰ یعنی اپنی اپنی قوموں کی شفاعت دی جائے گی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت کبریٰ یعنی تمام اقوام دنیا کی شفاعت دی جائے گی۔

اذھبوا الیٰ محمد فیاتون فیقولون یا محمد انت رسول الله وخاتم النبیین غفرلک الله ما تقدم من ذنبک وما تاخر فاشفع لنا الیٰ ربک الحدیث (مسند احمد عن ابی ھریرہ)

ترجمہ:۔ شفاعت کے سلسلہ میں اس حدیث طویل میں ہے کہ جب اولین و آخرین کی سرگردانی پر اور طلب شفاعت پر سارے انبیاء جواب دیں گے کہ ہم اس میدان میں نہیں بڑھ سکتے اور لوگ آدم سے لے کر تمام انبیاء و رسل تک سلسلہ وار شفاعت سے عذر سنتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک پہنچیں گے اور طالب شفاعت ہونگے تو فرمائیں گے کہ) جاؤ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تو آدم کی ساری اولاد آپکے پاس حاضر ہوگی اور عرض کرے گی کہ اے محمد! آپ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم الانبیاء ہیں (گویا آج سارے عالم کو رسالت محمدی اور ختم نبوت کا اقرار کرنا پڑیگا) آپکی اگلی اور پچھلی لغزشیں سب پہلے ہی معاف کر دی گئی ہیں (یعنی آپکے لیے اس عذر کا موقع نہیں جو ہر نبی نے کیا کہ میرے اوپر فلاں لغزش کا بوجھ ہے میں شفاعت نہیں کر سکتا کہیں مجھ سے ہی باز پرس نہ ہونے لگے اس لیے آپ پروردگار سے ہماری شفاعت فرمائیں تو آپ اسے بلا جھجک اور بلا معذرت کے قبول فرمالیں گے اور شفاعت کبریٰ کریں گے۔

آپ ﷺ شفاعتِ عامہ کا مقام سنبھالیں گے

(۱۴الف) اگر انبیاء قیامت کی ہولناکی کے سبب شفاعت سے بچنے کی کوشش کریں گے اور لست لھا لست لھا میں شفاعت کا اہل نہیں ہوں) کہہ کر پیچھے ہٹ جائیں گے تو حضور کے دعوے کے ساتھ انا لھا انا لھا (میں اس کا اہل ہوں) کہہ کر آگے بڑھیں گے اور شفاعت عامہ کا مقام سنبھال لیں گے (مصنف ابن ابی شیبہ عن سلمان)

ترجمہ:۔ اِس روایت کی بھی وہی تفصیل ہے جو ۱۳ میں گزری۔

آپ ﷺ سب سے پہلے پلصراط عبور کریں گے

(۱۴ب) اگر اور انبیاء ابھی میدان حشر میں ہوں گے تو آپ سب سے پہلے ہونگے جو پل صراط کو عبور بھی کر جائیں گے

یضرب جسر جھنم فاکون اول من یجیز (بخاری ومسلم عن ابی ہریرہ)

ترجمہ:۔ جہنم پر پل تان دیا جائے گا تو سب سے پہلے اسے عبور کرنے والا میں ہوں گا۔

آپ ﷺ سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے

(۱۵) اگر اور انبیاء اور اولین و آخرین ہنوز پیش دروازۂ جنت ہی ہوں گے تو آپ سب سے

پہلے ہوں گے جو دروازہ جنت کھٹکھٹائیں گے۔ **انا اوّل من یقرع باب الجنه** (ابونعیم عن ابو ہریرہ)

ترجمہ:۔ میں سب سے پہلے دروازہ جنت کھٹکھٹاؤں گا۔

آپؐ کے لئے سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھلے گا

(۱۶) اگر اور انبیاء اور اقوام انبیاء ہنوز داخلہ جنت کی اجازت ہی کے مرحلہ پر ہوں گے تو آپ کے لیے سب سے پہلے دروازہ جنت کھول بھی دیا جائے گا۔ **انا اول من تفتح له ابواب الجنه** (ابونعیم وابن عساکہ عن حذیفہ)

ترجمہ:۔ میرے لئے سب سے پہلے دروازہ جنت کھولا جائے گا۔

آپؐ سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے

(۱۷) اگر اور انبیاء باب جنت کھلنے پر ابھی داخلہ کے آرزومند ہی ہوں گے تو آپ سب سے پہلے اول جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ **وانا اول من یدخل الجنه یوم القیٰمه ولافخر** (بیہقی وابونعیم عن انس)

ترجمہ:۔ روزِ قیامت میں ہی سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگا۔ مگر فخر سے نہیں کہتا۔

آپؐ کو اولین وآخرین کے علوم عطا ہوئے

(۱۸) اگر اور انبیاء کو علوم خاصہ عطا ہوئے تو آپ کو علم اولین وآخرین دیا گیا۔

اوتیت علم الاولین والآخرین (خصائص کبریٰ ۲/۸۷)

ترجمہ:۔ مجھے علم اولین وآخرین دیا گیا ہے جو الگ الگ انبیاء کو دیا گیا تھا جیسے آدمؑ کو علم اسماء، یوسفؑ کو علم تعبیر خواب، سلیمانؑ کو علم منطق الطیر خضرؑ کو علم لدنی، عیسیٰؑ کو حکمت وغیرہ۔

آپؐ کو خُلقِ عظیم عطا ہوا

(۱۹) اگر اور انبیاء کو خلق حسن عطا ہوا۔ حسن کے معنی معاملات میں حدود سے نہ گزرنے کے ہیں اور خلق کریم عطاء جس کے معنی عفو مسامحہ کے ہیں تو آپ کو خلق عظیم دیا گیا جس کے معنی دوسروں کی تعدی پر نہ صرف ان سے درگزر کرنے اور معاف کر دینے کے ہیں بلکہ ان کے ساتھ احسان کرنے اور حسنِ سلوک سے پیش آنے کے ہیں جو تمام محاسن اخلاق اور مکارم اخلاق دونوں کا جامع ہے۔ **وانک لعلیٰ خلق عظیم** (القرآن الحکیم)

ترجمہ:۔ خلق حسن یہ ہے کہ ظلم کرنے والے سے اپنا حق پورا پورا لیا جائے۔ چھوڑا نہ جائے مگر عدل وانصاف جس میں کوئی تعدّی اور زیادتی نہ ہو۔ یہ مساوات ہے اور خلاف رحمت نہیں۔ خلق کریم یہ ہے کہ ظالم کے ظلم سے درگزر کر کے اپنا حق معاف کر دیا جائے یہ کریم النفس ہے اور فی الجملہ رحمت بھی ہے کہ اگر دیا نہیں تو لیا بھی نہیں اور خلق عظیم یہ ہے کہ ظالم سے نہ صرف اپنے حق کی ادائیگی معاف کر دی جائے بلکہ اوپر سے اس کے ساتھ سلوک واحسان بھی کیا جائے جب کہ وہ حق تلفی کر رہا ہو۔ اِس خلق کی روح غلبہ رحمت وشفقت اور کمال ایثار ہے اسی کو فرمایا کہ اے نبی! آپ خلقِ عظیم پر ہیں۔

آپ متبوع الانبیاء ہیں

(۲۰) اگر اور انبیاء متبوع امم اقوام تھے تو حضور متبوع انبیاء ورسل تھے۔ **لو کان موسیٰ حیا ما وسعه الاتباعی** (مشکوٰۃ)

ترجمہ:۔ اگر موسیٰ آج زندہ ہوتے تو انہیں بھی میرے اتباع کے سوا چارہ کار نہ تھا۔

آپ کو ناسخ کتاب ملی

(۲۱) اگر اور انبیاء کو قابل نسخ کتابیں ملیں تو آپ کو ناسخ کتاب عطا ہوئی۔

ان عمراتی النبی صلی اللہ علیه وسلم نبسخة من التوارة فقال یا رسول هذه نسخة من التوراة. فسکت. فجعل یقرأو وجه رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یتغیر فقال ابوبکر ثکلتک الثواکل ما تری ما بوجه رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم؟ فنظر عمرا لیٰ وجه رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فقال اعوذ باللہ من غضب اللہ وغضب رسوله رضینا باللہ ربا و بالاسلام دینا وبحمد نبیًّا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم والذی نفس محمد بیدہٖ لو بدالکم موسیٰ فاتبعتموہ و ترکتمونی لضللتم عن سواء السبیل ولو کان حیًّا و ادرک نبوتی لاتبعنی (دارمی عن جابر)

ترجمہ:۔ حضرت عمر تورات کا ایک نسخہ حضور کے پاس لے آئے اور عرض کیا کہ یہ تورات ہے۔ آپ خاموش رہے تو انہوں نے اسے پڑھنا شروع کر دیا اور آپ کا چہرہ مبارک غصہ سے متغیر ہونا شروع ہو گیا تو صدیق اکبرؓ نے حضرت عمرؓ کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا تجھے گم کر دیں گم کرنے والیاں کیا چہرہ نبوی کا اثر تمہیں

نظر نہیں آ رہا ہے؟ تب حضرت عمرؓ نے چہرہ اقدس کو دیکھا اور دہل گئے، فوراً زبان پر جاری ہو گیا) میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کے غضب سے اور اس کے رسول کے غضب سے ہم راضی ہوئے اللہ سے بلحاظ رب ہونے کے اور راضی ہوئے اسلام سے بلحاظ دین ہونے کے اور راضی ہوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بلحاظ نبی ہونے کے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر آج تمہارے پاس موسیٰ آ جائیں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کا اتباع کرنے لگو تم بلاشبہ سیدھے راستہ سے بھٹک جاؤ گے اور اگر آج موسیٰ زندہ ہو کر آ جائیں اور میری نبوت کو پالیں تو وہ یقیناً میرا ہی اتباع کریں گے۔

آپ ﷺ کو کمال دین عطا ہوا

(۲۲) اگر اور انبیاء کو دین عطا کیا گیا تو آپ کو کمال دین دیا گیا جس میں نہ کمی کی گنجائش ہے نہ زیادتی کی۔

الیوم اکملت لکم دینکم (القرآن الحکیم) ترجمہ:۔ آج کے دن میں نے تمہارے لیے دین کو کامل کر دیا (جس میں نہ اب کمی کی گنجائش ہے، نہ زیادتی کی)۔

(۲۳) اگر اور انبیاء کو ہنگامی دین دیئے گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دوامی دین عطا کیا گیا۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا (القرآن الحکیم)

ترجمہ:۔ آج کے دن میں نے دین کو کامل کر دیا (جس میں کوئی کمی نہیں رہی تو کسی نئے دین کی ضرورت نہیں رہی پس وہ منسوخ ہو گیا جس سے اِس دین کا دوامی ہونا ظاہر ہے اور پہلے ادیان میں کمی تھی جس کی اِس دین سے تکمیل ہوئی تو پچھلے کسی ناتمام دین کی اب حاجت نہیں رہی پس وہ منسوخ ہو گیا جس سے اس کا ہنگامی ہونا ظاہر ہے۔)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غلبہ دین عطا ہوا

(۲۴) اگر اور انبیاء کو دین عطا ہوا تو آپ کو غلبہ دین عطا کیا گیا۔

ھو الذی ارسل رسولہٗ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلہ

(القرآن الحکیم)

ترجمہ:۔ وہی ذات ہے جس نے اپنا رسول بھیجا ہدایت و دین دے کر تا کہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے۔

آپ ؐ کے دین میں تجدید رکھی گئی

(۲۵) اگر اور انبیاء کے دین میں تحریف وتبدیل راہ پاگئی جس سے وہ ختم ہو گئے تو آپ کے دین میں تجدید رکھی گئی جس سے وہ قیامت تک تازہ بہ تازہ ہو کر دواماً باقی رہے گا۔

ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل ماۃ سنہ من یجدد لھا دینھا (مشکوۃ)

ترجمہ:۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اٹھاتا رہے گا اِس امت کیلئے وہ لوگ جو ہر صدی کے سرے پر دین کو تازہ بہ تازہ کرتے رہیں گے۔

شریعت محمدی میں جلال و جمال کا کمال غالب ہے

(۲۶) اگر شریعت موسوی میں جلال اور شریعت عیسوی میں جمال غالب تھا۔ یعنی حکم کی صرف ایک ایک جانب کی رعایت تھی۔ تو شریعت محمدی میں جلال و جمال کا مجموعی کمال غالب ہے۔ جس کا نام اعتدال ہے۔ جس میں حکم کی دونوں جانبوں کے ساتھ درمیانی جہت کی رعایت ہے جسے توسط کہتے ہیں۔ **وجعلنکم امۃ وسطاً**۔

ترجمہ:۔ اور بنایا ہم نے تم کو (بحیثیت دین) کے امت اعتدال۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں تنگی ختم کر دی گئی

(۲۷) اگر دینوں میں تشدد اور تنگی اور شاق شاق ریاضتیں تھیں، جسے تشدد کہا جاتا ہے تو اس دین میں نرمی اور توافق طبائع رکھ کر تنگ گیری ختم کر دی گئی ہے۔

لا تشددو علیٰ انفسکم فیشدد اللہ علیکم فان قوماً شددو علیٰ انفسھم فشدد اللہ علیھم فتلک بقایا ھم فی الصوامع والدیار

(ابو داؤد عن انس)

ترجمہ:۔ اپنے اوپر سختی مت کرو (ریاضت شاقہ اور ترکِ لذات میں مبالغے مت کرو) کہ اللہ بھی تم پر سختی فرمانے لگے اس لیے کہ جنھوں نے اپنے اوپر تشدد کیا۔ رہبانیت سے یعنی یہود ونصاریٰ تو اللہ نے بھی ان پر سختی کی سو یہ مندروں اور خانقاہوں میں کچھ انہی کے بچے بچائے لوگ پڑے ہوئے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں اعتدال ہے

(۲۸) اگر بسلسلہ خصومات شریعت موسوی میں تشدد ہے یعنی انتقام فرض ہے۔ عفو ودرگذر جائز نہیں۔

و کتبنا علیهم فیها ان النفس بالنفس و العین بالعین الآیة.

ترجمہ:۔اور ہم نے ان بنی اسرائیل پر فرض کر دیا تھا تورات میں نفس کا بدلہ نفس، آنکھ کا بدلہ آنکھ۔

اور شریعت عیسوی میں تساہل ہے یعنی عفو و درگذر فرض ہے انتقام جائز نہیں۔ نص انجیل گال پر تھپڑ کھا کر دوسرا گال بھی پیش کر دو انجیل میں فرمایا گیا ہے کہ کوئی تمہارے بائیں گال پر تھپڑ مارے تو تم دایاں گال بھی پیش کہ بھائی ایک اور مارتا چل۔ خدا تیرا بھلا کرے گا۔

تو شریعتِ محمدی میں توسط و اعتدال فرض ہے کہ انتقام جائز اور عفو و درگذر افضل ہے جسمیں یہ دونوں شریعتیں جمع ہو جاتی ہیں۔

وجزاء سیئة مثلها فمن عفا و اصلح فاجرهٗ علی اللہ انه لا یحب الظٰلمین (القرآن الحکیم)

ترجمہ:۔اور برائی کا بدلہ اسی جیسی اور اتنی ہی برائی ہے یہ خلق حسن ہے اور جو معاف کرے اور درگزر کرے تو اس کا اجر اللہ پر ہے۔ اور اللہ ظالموں کو جو حدود (سے گزر جانے والے ہوں) پسند نہیں کرتا۔

شریعت محمدی میں ظاہر کی طہارت بھی ہے باطن کی بھی

(۲۹) اگر شریعت عیسوی میں صرف باطنی صفائی پر زور دیا گیا ہے، خواہ ظاہر گندہ ہی کیوں نہ رہ جائے نہ غسلِ جنابت ہے نہ تطہیر اعضاء، دوسری ملتوں میں صرف ظواہر کی صفائی پر زور دیا گیا ہے کہ غسل بدن روزانہ ضروری ہے خواہ میں باطن میں خطرات کفر و شرک کچھ بھی بھرے پڑے رہیں تو شریعت محمدی میں طہارت ظاہر و باطن دونوں کو جمع کیا گیا ہے۔ **وثیابک فطهر** (القرآن الحکیم) حضرت عمر رضی اللہ نے فرمایا۔ **فتیٰ ارفع ازارک فانه انقی لثوبک واتقی لربک** ارشاد حدیث ہے۔ **السواک مطهرة للفم مرضاة للرب۔**

ترجمہ:۔ اور اپنے کپڑوں کو پاک کرو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے قریب ایک نوجوان مزاج پرسی کے لیے حاضر ہوا جس کی ازار ٹخنوں سے نیچی زمین پر گھسٹتی ہوئی آ رہی تھی۔ تو فرمایا کہ اے جوان لنگی ٹخنوں سے اوپر اٹھا کہ یہ کپڑے کے حق میں صفائی اور پاکی اور پروردگار کی نسبت سے تقویٰ (باطنی پاکی) کا سبب ہوگی جس سے ظاہری و باطنی دونوں پاکیوں کا مطلوب ہونا واضح ہے اور حدیث میں ہے کہ مسواک کرنا منہ کی تو پاکی ہے اور پروردگار کی رضا ہے۔ یعنی مسواک ظاہری اور باطنی دونوں پاکیاں پیدا کرتی ہے جس سے ظاہر و باطن کی صفائی اور پاکی کا

مطلوب ہونا نمایاں ہے۔

دین محمدی میں پوری انسانیت کی آزادی ہے

(۳۰) اگر اور ادیان میں اپنی اپنی قومیتوں اور ان ہی کے چھٹکارے کی رعایت ہے۔ مقولہ موسوی ہے۔

ان ارسل معنا بنی اسرائیل ولا تعذبهم

ترجمہ:۔ بھیج میرے ساتھ بنی اسرائیل کو اور نہیں ستا مت۔

مقولہ عیسوی ہے کہ میں اسرائیلی بھیڑوں کو جمع کرنے آیا ہوں" وغیرہ تو دین محمدی میں نفس انسانیت کی رعایت اور پورے عالم بشریت پر شفقت سکھلائی گئی ہے۔

الخلق عيال الله فاحب الخلق الى الله من يحسن الىٰ عياله (مشکوٰۃ)

ترجمہ:۔ ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور اللہ کو سب سے زیادہ پیارا وہ ہے جو اس کے کنبہ کے ساتھ احسان سے پیش آئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شریعت وحقیقت دونوں عطا ہوئیں

(۳۱) اگر اور انبیاء نے صرف ظاہر شریعت یا صرف باطن پر حکم کیا تو آپ نے ظاہر و باطن دونوں پر حکم کیا اور آپ کو شریعت وحقیقت دونوں کی عطا کی گئیں۔

عن الحارث بن حاطب ان رجلا سرق علیٰ عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم فاتى به فقال اقتلوه فقالوا انما سرق قال فاقطعوه (فقطع) ثم سرق ايضا فقطع ثم سرق على عهد ابى بكر فقطع ثم سرق فقطع حتىٰ قطعت قوائمه ثم سرق الخامسه فقال ابوبكر كان رسول الله عليه وسلم اعلم بهذا حيث امر بقتله اذهبوا به فاقتلوه

(مستدرک، حاکم و صححه)

ترجمہ:۔ خضر علیہ السلام نے صرف باطن شریعت یعنی حقیقت پر حکم کیا جیسے کشتی توڑ دی۔ ناکردہ گناہ لڑکے کو قتل کر دیا یا بخیل گاؤں کی دیوار سیدھی کر دی اور موسیٰ علیہ السلام نے صرف ظاہر شریعت پر حکم کیا کہ ان تینوں امور میں حضرت خضر علیہ السلام سے مواخذہ کیا۔ جب انہوں نے حقیقت حال ظاہر کی تب مطمئن ہوئے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہر شریعت پر بھی حکم فرمایا جیسا کہ عام احکام شرعیہ ظاہر ہی پر ہیں اور کبھی کبھی باطن اور حقیقت پر بھی حکم فرمایا جیسا

کہ حدیث میں اس کی نظیر یہ ہے کہ حارث بن حاطب ایک چور کو لائے تو حضورؐ نے فرمایا کہ اسے قتل کر دو حالانکہ چوری کی ابتدائی سزا قتل نہیں تو صحابہؓ نے موسیٰ صفت بن کر عرض کیا کہ یارسول اللہ اس نے تو چوری کی ہے (کسی کو قتل نہیں کیا جو قتل کا حکم فرمایا جاوے) فرمایا اچھا اس کا ہاتھ کاٹ دو۔ اس نے پھر چوری کی تو اس کا (بایاں پیر) کاٹ دیا گیا۔ پھر حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں اس نے پھر چوری کی تو اس کا بایاں ہاتھ کاٹ دیا گیا چوتھی بار اس نے پھر چوری کی تو دایاں پیر بھی کاٹ دیا گیا۔ لیکن چاروں ہاتھ پیر کاٹ دیئے جانے کے باوجود جب اس نے پانچویں دفعہ پھر چوری کی تو صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ اسکے بارہ میں علم حقیقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھا کہ آپ نے پہلی ہی بار ابتداہی میں جان لیا تھا کہ چوری اس کا جزوِ نفس ہے یہ چوری کی سزاؤں سے باز آنے والا نہیں اور ابتداہی میں اس کے باطن پر حکم لگا کر قتل کا حکم دیدیا تھا۔ ہمیں اب خبر ہوئی جب کہ وہ ظاہر میں ضابطہ سے قتل کے قابل بنا۔ لہٰذا اسے قتل کر دو۔ تب وہ قتل کیا گیا۔ اس قسم کے بہت سے واقعات احادیث میں جابجا ملتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو اجتہادی مذاہب عطا کیے گئے

(۳۲ الف) اگر انبیاء سابقین کو شرائع اصلیہ دی گئیں تو آپ کو آپ کی امت کے راسخین فی العلم کو شرائع وضعیہ یعنی اجتہادی مذاہب عطا کیے گئے جن میں تشریع کی شان رکھی گئی کہ آئمہ اجتہاد اصل شریعت کے احکام و علل واوصاف اور اسرار و حکم میں شرعی ذوق سے غور و تدبیر کر کے نئے نئے حوادث کے احکام کا استخراج کریں اور باطن شریعت کھول کر نمایاں کر دیں۔

لعلمه الذين يستنبطونه منهم (القرآن الحکیم)

ترجمہ:۔ اور جب ان کے پاس کوئی بات امن کی یا خوف کی پہنچتی ہے تو اسے پھیلا دیتے ہیں حالانکہ اگر اسے وہ پیغمبر کی طرف یا راسخین فی العلم تک پہنچا دیتے تو جو لوگ اِس میں سے استنباط کرتے ہیں وہ اسے جان لیتے (جس سے استنباطی اور اجتہادی شرائع ثابت ہوتی ہیں)

آپ صلی اللہ علیہ وسلمکے دین میں ایک نیکی کا اجر دس گنا ہے

(۳۲ ب) اگر اور انبیاء کے ادیان میں ایک نیکی کا اجر ایک ہی ہے تو آپ کے دین میں ایک نیکی کا اجر دس گنا ہے اور ایک نیکی برابر دس نیکیوں کے ہے۔ **من جاء بالحسنة فله عشر امثالها** (القرآن الحکیم)

ترجمہ:۔جس نے ایک نیکی کی تو اس کے لیے دس گنا اجر ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلمکو پانچ نمازیں ملیں

(۳۴۳)اگراورانبیاء کوایک ایک نماز ملی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پانچ نمازیں عطاء ہوئیں۔

عن محمد بن عائشه ان آدم لما يتب عليه عند الفجر صلىٰ ركعتين فصارت الصبح وفدى اسحق عند الظهر فصلى ابراهيم اربعا فصارت الظهر وبعث عزير فقيل له كم لبثت قال يوما فراى الشمس فقال اوبعض يوم فصلىٰ اربع ركعات فصارت العصر و غفر لداؤد عند المغرب فقام فصلىٰ اربع ركعات فجهد فجلس فى الثالثة فصارت المغرب ثلثا و اول من صلى العشاء الاخرة نبينا محمدً صلى الله عليه وسلم (طحاوی بحوالہ خصائص کبریٰ ۲/۲۰۴)

ترجمہ:۔محمد بن عائشہؒ کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کی توبہ جس دن فجر کے وقت قبول ہوئی تو انہوں نے دو رکعتیں پڑھیں تو صبح کی نماز کا وجود ہوا اور حضرت اسحٰق علیہ السلام کا جب ظہر کے وقت فدیہ دیا گیا اور انہیں ذبح سے محفوظ رکھا گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چار رکعتیں بطور شکر نعمت پڑھیں تو ظہر ہوگئی اور حضرت عزیر علیہ السلام کو جب زندہ کیا گیا اور کہا گیا کہ تم کتنے وقت مردہ رہے؟ کہا، ایک دن، پھر جو سورج دیکھا تو کہا یا کچھ حصہ دن (جو عصر کا وقت ہوتا ہے) اور چار رکعت پڑھی تو عصر ہوگئی اور مغفرت کی گئی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی غروب کے وقت تو وہ کھڑے ہوئے چار رکعت پڑھنے کے لیے تین پڑھی تھیں کہ تھک گئے تو تیسری ہی میں بیٹھ گئے تو مغرب ہوگئی اور سب سے پہلے جس نے عشاء کی نماز پڑھی۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور مذکورہ چاروں نمازیں بھی آپ کو دی گئیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچ نمازیں پچاس کے برابر ہیں

(۳۴۴)اگراورانبیاء کی ایک نماز ایک ہی رہی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچ نمازیں پچاس کے برابر رکھی گئیں۔ هى خمس بخمسين (نسائی عن انس)

ترجمہ:۔شب معراج میں آپ کو پچاس نمازیں دی گئیں جن میں موسیٰ علیہ السلامؑ کے مشورہ سے آپ کمی کی درخواستیں کرتے رہے اور پانچ پانچ ہر دفعہ کم ہوتی رہیں جب پانچ رہ گئیں اور آپ

نے حیاءً ان میں کمی کی درخواست نہیں فرمائی۔ تو ارشاد ہوا بس یہ پانچ نمازیں ہی آپ پر اور آپ کی امت پر فرض ہیں مگر یہ پانچ پچاس کے برابر رہیں گی اجر و ثواب میں۔

(۳۵) اگر اور انبیاء نے بطور شکر نعمت خود سے اپنی اپنی نمازیں متعین کی تو آپ کو آسمان پر بلا کر اپنی تعیین سے نمازیں خود حق تعالیٰ نے آپ کو عنایت فرمائیں۔ (کما فی حدیث المعراج المشهور)

ترجمہ:۔ جیسا کہ حدیث معراج میں تفصیلاً مذکور ہے اور حاشیہ ۲۸ میں اس کا مختصر تذکرہ آچکا ہے۔

آپ ؐ کے لئے پوری زمین مسجد ہے

(۳۶) اگر اور انبیاء کی نمازیں مخصوص مواقع کے ساتھ مقید تھیں جیسے محراب یا صومعہ یا کنیسہ وغیرہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے لیے پوری زمین کو مسجد بنایا گیا۔

جعلت لی الارض مسجدا وطهورا (بخاری ومسلم) وحدیث جابر ولم یکن احد من الانبياء يصلی حتی يبلغ محرابه (خصائص کبریٰ ۲/۱۸۷)

ترجمہ:۔ انبیاء میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا کہ اپنی محراب (مسجد) میں آئے بغیر نماز ادا کرتا ہو یعنی بغیر مسجد کے دوسری جگہ نماز ہی ادا نہ ہوتی تھی۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے پانچ چیزیں دی گئیں ہیں جو سابقہ انبیاء نہیں کو دی گئیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ میرے لئے ساری زمین کو مسجد اور ذریعہ پاکی بنادیا گیا ہے کہ اس سے تیمم کرلوں جو حکم میں وضو کے ہو جائے یا تیمم جنابت کرلوں جو حکم میں غسل جنابت کے ہو جائے جب کہ پانی موجود نہ ہو یا اس پر قدرت نہ ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام اقوام کی طرف بھیجے گئے

(۳۷) اگر اور انبیاء اپنے اپنے قبیلوں اور قوموں کی طرف مبعوث ہوئے تو آپ تمام اقوام اور تمام انسانوں کی طرف مبعوث فرمائے گئے۔

كان النبی يبعث الی قومه خاصه و بعثت الی الناس كافة (بخاری ومسلم عن جابر)

وفی التنزيل وما ارسلنٰک الا كافةً للناس۔

ترجمہ:۔ ہر نبی خصوصیت سے اپنی ہی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور میں سارے انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں اور قرآن شریف میں ہے اور نہیں بھیجا ہم نے تمہیں اے پیغمبر مگر سارے انسانوں کے لیے۔

آپ کی دعوت عام ہے

(۳۸) اگر اور انبیاء کی دعوت خصوصی تھی تو آپ کو دعوتِ عامہ دی گئی۔

یایھا الناس اعبدوا ربکم وقال اللہ تعالیٰ یایھا الناس اتقوا ربکم (القرآن الحکیم)

ترجمہ:۔ اے انسانو! اپنے رب کی عبادت کرو۔ اے انسانو! اپنے رب سے ڈرو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سارے جہانوں کے لئے رحمت ہیں

(۳۹) اگر اور انبیاء محدود حلقوں کے لیے رحمت تھے تو آپ سارے جہانوں کے لیے رحمت تھے۔

وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین (القرآن الحکیم)

ترجمہ:۔ اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر جہانوں کے لیے رحمت بنا کر۔

(۴۰) اگر اور انبیاء اپنے اپنے حلقوں کو ڈرانے والے تھے۔ تو حضورؐ جہانوں کیلئے نذیر تھے۔ **وان من امۃ الا خلافیھا نذیر** اور حضورؐ کے لیے ہے۔ **لیکون للعلمین نذیراً** (القرآن الحکیم)

ترجمہ:۔ اور کوئی امت نہیں گزری جس میں ڈرانے والا نہ آیا ہو اور حضور کے لیے فرمایا گیا تا کہ ہوں آپ سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوری انسانیت کے ہادی ہیں

(۴۱) اگر اور انبیاء اپنی اپنی قوموں کے لیے مبعوث اور ہادی تھے **ولکل قوم ھاد** (ہر ہر قوم کے لیے ایک ایک ہادی ضرور آیا) تو حضورؐ سارے انسانوں کے لیے ہادی تھے۔

وما ارسلناک الا کافۃ للناس (القرآن الحکیم)

وبعثت انا الی الجن والانس (بخاری و مسلم حسن جابر)

ترجمہ:۔ اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر سارے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے اور ارشاد حدیث ہے کہ میں بھیجا گیا ہوں، جنوں اور انسانوں سب کی طرف۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رفعتِ ذکر عطا ہوا

(۴۲) اگر اور انبیاء کو ذکر دیا گیا کہ مخلوق انہیں یاد رکھے تو آپ کو رفعتِ ذکر دی گئی کہ زمینوں اور آسمانوں، دریاؤں اور پہاڑوں، میدانوں اور غاروں میں آپ کا نام علی الاعلان پکارا جائے۔ اذانوں اور تکبیروں، خطبوں اور خاتموں، وضو و نماز اور اوراد و اشغال اور دعاؤں کے افتتاح و

اختتام میں آپ کے نام اور منصب نبوت کی شہادت دی جائے۔

ورفعنا لک ذکرک (القرآن الحکیم) وحدیث ابوسعید خدری۔

قال لی جبریل قال اللہ اذا ذکرت ذکرت معی (ابن جریر وابن حبان)

ترجمہ:۔اور ہم نے اپنے پیغمبر تمہارا ذکر اونچا کیا۔ حدیث میں ہے کہ مجھے جبرائیل نے کہا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا (اے پیغمبر) جب آپ کا ذکر کیا جائے گا۔ تو میرے ساتھ کیا جائے گا اور جب میرا ذکر ہوگا تو میرے ساتھ آپ کا بھی ذکر ہوگا جیسا کہ اذانوں، تکبیروں، خطبوں اور دعاؤں کے افتتاح واختتام کے درود شریف سے واضح ہے اور امت میں معمول بہ ہے جیسا فرمایا گیا۔

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول. واطیعوا اللہ ورسولہ ان کنتم مومنین. ویطیعون اللہ ورسولہ. انما المومنین الذین آمنوا باللہ ورسولہٖ . براء ۃ من اللہ ورسولہ. واذان من اللہ ورسولہ. استجیبوا للہ والرسول. ومن یعص اللہ ورسولہ. اذا قضیٰ اللہ ورسولہ امرًا. وشاقوا اللہ ورسولہ. ومن یشاقق اللہ ورسولہ. ومن یحادد اللہ ورسولہ. ولم یتخذوا من دون اللہ ولا ورسولہ. یحاربون اللہ ورسولہ. ما حرم اللہ ورسولہ قل الانفال للہ والرسول. فان للہ خمسہ وللرسول. فردوہ الی اللہ والرسول. ما اتاھم اللہ ورسولہ. سیؤتینا اللہ من فضلہ ورسولہ. اغناھم اللہ ورسولہ. کذبوا اللہ و رسولہ. انعم اللہ علیہ و انعمت علیہ. الذین یومنون باللہ و رسولہ. لا تقدموا بین یدی اللہ رسولہ.

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اللہ کے ذکر کے ساتھ ہے

(۴۳) اگر اور انبیاء کا محض ذکر حق تعالےٰ نے فرمایا تو آپ کا ذکر اپنے نام کے ساتھ ملا کر فرمایا۔ دیکھو سابقہ حاشیہ کی دو درجن سے زائد آیتیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خلوت اور جلوت میں کمال دیا

(۴۴) اگر اور انبیاء نے روحانیت کے کمال کو خلوت وانقطاع اور رہبانیت کا پابند ہو کر دکھلایا۔ تو آپ نے اسے جلوتوں کے ہجوم جہاد، جماعت، سیاحت وسفر، شہری زندگی، معاشرت اور حکومت وسیاست کے سارے اجتماعی گوشوں میں سمو کر دکھلایا۔ **لا رھبانیۃ فی الاسلام** (الحدیث) **وسیاحۃ امتی الجہاد** (الحدیث) **قل سیروا فی الارض** (القرآن الحکیم) **لا**

اسلام الا بجماعة ..... (مقولہ عمر رضی اللہ عنہ)

ترجمہ:۔اسلام میں رہبانیت (گوشہ گیری، انقطاع) نہیں اور میری امت کی سیاحت وسیر جہاد ہے۔ کہہ دیجئے اے پیغمبر! کہ چلو پھرو زمین میں۔اور اسلام جماعتی اور اجتماعی چیز ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عملی معجزات بھی دیئے اور علمی بھی

(۴۵) اگر اور انبیاء کو عملی معجزات (عصاء موسیٰ، ید بیضا، احیاء عیسیٰ، نار خلیل ناقہ صالح، ظلہ شعیب، قمیض یوسف وغیرہ) دیئے گئے جو آنکھوں کو مطمئن کر سکے تو آپ کو ایسے سینکڑوں معجزات کے ساتھ علمی معجزہ (قرآن) بھی دیا گیا، جس نے عقل، قلب اور ضمیر کو مطمئن کیا۔ **انا انزلناه قرآنا عربیا لعلکم تعقلون** (القرآن الحکیم)

ترجمہ:۔ہم نے قرآن اتارا تاکہ عقل سے سمجھو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دوامی معجزات ملے

(۴۶) اگر اور انبیاء کو ہنگامی معجزات ملے جو ان کی ذوات کے ساتھ ختم ہو گئے کیونکہ وہ ان ہی کے اوصاف تھے تو حضورؐ کو دوامی معجزہ قرآن کا دیا گیا۔ جو تا قیامت اور بعد القیامت باقی رہنے والا ہے۔ کیونکہ وہ خدا کا وصف ہے جو لازوال ہے۔ **انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون**۔ ترجمہ:۔ہم نے ہی یہ قرآن اتارا ہے۔اور ہم ہی اِس کے نگہبان ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب محفوظ ہے

(۴۷) اگر اور حضرات کو وہ کتابیں ملیں جن کی حفاظت کا کوئی وعدہ نہیں تھا۔اسلیے وہ بدل سدل گئیں تو آپ کو وہ کتاب دی گئی جس کے وعدۂ حفاظت کا اعلان کیا گیا جس سے وہ کبھی نہیں بدل سکتی۔

انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون لا یاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه (القرآن الحکیم)

ترجمہ:۔ہم ہی نے یہ ذکر قرآن اتارا اور ہم ہی اس کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔اور فرمایا نہیں اِس کے پاس پھٹک سکتا باطل، نہ آگے سے نہ پیچھے سے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جامع کتاب ملی

(۴۸) اگر اور انبیاء سابقین کی کتابیں ایک ہی مضمون مثلاً صرف تہذیب نفس یا صرف

معاشرت یا صرف سیاست مدن یا وعظ وغیرہ اور ایک ہی لغت پر نازل شدہ دی گئیں تو حضور کو سات اصولی مضامین پر مشتمل کتاب دی گئی جو سات لغات پر اتری۔

كان الكتاب الاول ينزل من باب واحد على حرف واحد و نزل القرآن من سبعة ابواب على سبعة احرف زاجر و آمر و حلال حرام ومحكم ومتشابه و امثال. (مستدرک حاکم و بیهقی عن ابن مسعود)

ترجمہ:۔ پہلی کتابیں ایک ایک خاص مضمون اور ایک ایک لغت میں اترتی تھیں اور قرآن سات مضامین میں سات لغت کے ساتھ اترا ہے۔ زجر امر حلال، حرام، محکم متشابہ اور امثال۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جوامع کلم عطا ہوئے

(۴۹) اگر اور حضرات کو صرف ادا مطلب کے کلمات دیئے گئے تو آپ کو جوامع الکلم و جامع اور فصیح و بلیغ ترین تعبیرات دی گئیں جس سے اوروں کی پوری پوری کتابیں آپ کی کتاب کے چھوٹے چھوٹے جملوں میں ادا گئیں اور ان میں سما گئیں۔

اعطيت جوامع الكلم (مسند احمد عن جابر) خصائص ۲/۱۹۳)

اعطيت مكان التوراة السبع الطوال ومكان الزبور المئين و مكان الانجيل .المثاني و فضلت بالمفصل (بیهقی و اللة ابن الاسقع)

ترجمہ:۔ مجھے جوامع کلم دیئے گئے ہیں یعنی مختصر اور جامع ترین جملے جن میں تہ کی بات کہہ دی گئی ہو اور ارشاد حدیث ہے مجھے دیئے گئے ہیں توراۃ کی جگہ سبع طوال (ابتداء کی سات سورتیں آل عمران، مائدہ، نساء، انعام، انفعال، توبہ) اور زبور کی جگہ مئین (سوسو آیتوں والی سورتیں اور انجیل کی جگہ مثانی سورہ فاتحہ) اور صرف مجھے ہی جو فضیلت دی گئی ہے وہ مفصل کی جس میں طوال مفصل وساط مفصل اور قصار مفصل سب شامل ہیں اور سورۂ ق یا سورۂ فتح یا سورۂ محمدؐ سے علی اختلاف الروایات شروع ہو کر ختم قرآن تک چلی گئیں ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء کا ذکر فرمایا

(۵۰) اگر قرآن میں حق تعالےٰ نے اور انبیاء کی ذوات کا ذکر فرمایا۔ تو حضورؐ کے ایک ایک عضو اور ایک ایک اداء کا پیار و محبت سے ذکر کیا ہے۔ چہرہ کا ذکر فرمایا، **قد نرىٰ تقلب وجهک فی السماء** ۔ آنکھ کا ذکر فرمایا، **ولا تمدن عينيک** ۔ زبان کا ذکر فرمایا، **فانما يسرناه**

بلسانک۔ ہاتھ اور گردن کا ذکر فرمایا، **ولا تجعل یدک مغلولۃ الٰی عنقک**۔ سینہ کا ذکر فرمایا، **الم نشرح لک صدرک** ۔ پیٹھ کا ذکر فرمایا، **ووضعنا عنک وزرک الذی انقض ظھرک**۔ قلب کا ذکر فرمایا، **نزلہ علٰی قلبک**۔ آپ کی پوری زندگی اور عمر کا ذکر فرمایا جس میں تمام ادائیں اور احوال بھی آ جاتے ہیں۔ **لعمرک انھم لفی سکرتھم یعمھون**۔

آیات اعضاء کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

ہم دیکھ رہے ہیں تیرا چہرہ گھما گھما کر آسمان کو دیکھنا۔

اور آنکھیں اٹھا کر مت دیکھ۔

بلاشبہ ہم نے (قرآن کو) آسان کر دیا ہے تیری زبان پر۔

اور مت کر اپنے ہاتھ کو سکڑا ہوا اپنی گردن تک۔

کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا؟

اور ہم نے اتار دیا تجھ سے بوجھ تیرا جس نے تیری کمر توڑ رکھی تھی۔

اتارا اللہ نے قرآن تیرے دل پر۔

تیری زندگی کی قسم! یہ (کفار) اپنی (بے عقلی کی) مدہوشیوں میں پڑے بھٹک رہے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اجتماعی عبادت ملی

(۵۱) اگر اوروں کو انفرادی عبادتیں ملیں تو آپ کو ملائکہ کی طرف صف بندی کی اجتماعی عبادت دی گئی جس سے یہ دین اجتماعی ثابت ہوا۔ **فضلت علی الناس بثلاث الٰی قولہ وجعلت صفوفنا کصفوف الملئکۃ** (بیہقی عن حذیفہ رضی اللہ عنہ)

ترجمہ:۔ (مجھے فضیلت دی گئی ہے لوگوں پر تین باتوں میں) جن میں سے ایک یہ ہے کہ کی گئی ہیں ہماری صفیں (نماز میں) مثل صفوف ملائکہ کے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک معجزہ نے عالم کو جھکا دیا

(۵۲) اگر اور انبیاء کے عملی معجزات اپنی اپنی قوموں کی اقلیتوں کو جھکا کر رام کر سکے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تنہا ایک ہی علمی معجزے قرآن حکیم نے عالم کی اکثریت کو جھکا کر مطیع بنا لیا۔ کروڑوں ایمان لے آئے اور جو نہیں لائے وہ اس کے اصول ماننے پر مجبور ہو گئے پھر بعض نے انہیں اسلامی اصول کہہ کر تسلیم کیا اور بعض نے عملاً قبول کر لیا تو ان کی زبانیں ساکت رہیں۔

ما من الانبياء نبى الا اعطى ما مثله آمن عليه البشر و انما كان الذى اوتيته وحياه او حاه الله الى فارجو ان اكون اكثرهم تابعاً
(بخاری عن ہریرہ)

ترجمہ:۔ کوئی نبی بھی ایسا نہیں گزرا کہ اسے کوئی ایسا اعجازی نشان نہ دیا گیا ہو جس پر آدمی ایمان لا سکے اور مجھے خدا نے وہ اعجازی نشان وحی کا دیا ہے (یعنی قرآن حکیم) جس سے مجھے امید ہے کہ میرے ماننے والے اکثریت میں ہوں گے (خصائص کبریٰ ۲/۱۸۵)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عبادت کے دوران مخاطب بنایا گیا

(۵۳الف) اگر اور انبیاء کو عبادت الٰہی میں اِس جہت سے بھی مخاطب نہیں بنایا گیا تو حضور کو عین نماز میں تحیت وسلام میں مخاطب بنایا گیا۔ **السلام عليك ايها النبى ورحمة الله وبركاته۔**

ترجمہ:۔ (الف) سلامتی ہو تم پر اے نبی اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لواء الحمد ملے گا

(۵۳ب) اگر محشر میں اور انبیاء کے محدود جھنڈے ہوں گے جن کے نیچے صرف انہی کی قومیں اور قبیلے ہوں گے تو آپ کے عالمگیر جھنڈے کے نیچے جس کا نام **لواء الحمد** ہوگا۔ آدم اور ان کی ساری ذریت ہوگی۔

آدم ومن دونه تحت لوائى يوم القيٰمة ولا فخر (مسند احمد)

ترجمہ:۔ (ب) آدم اور ان کی ساری اولاد میرے جھنڈے کے تلے ہوں گے قیامت کے دن۔ مگر فخر سے نہیں کہتا بلکہ تحدیثِ نعمت کے طور پر کہہ رہا ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اولین وآخرین کے خطیب ہونگے

(۵۴) اگر انبیاء وامم سب کے سب قیامت کے دن سامع ہوں گے۔ تو آپ اس دن اولین وآخرین کے خطیب ہوں گے۔ **فليراجع** (خصائص کبریٰ)

ترجمہ:۔ خصائص کبریٰ کی ایک طویل حدیث کا یہ ٹکڑا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو اپنی ذاتی پہچان عطاء ہوئی

(۵۵) اگر قیامت کے دن تمام انبیاء کی امتیں اپنے انبیاء کے نام اور انتساب سے پہچانی

جاویں گی تو آپ کی امت مستقلاً خود اپنی ذاتی علامت اعضاء وضو کی چمک اور نورانیت سے پہچانی جائے گی۔ **قالوا یارسول اللہ اتعرفنا یومئذ ؟ قال نعم لکم سیما لیست لاحد من الامم تردون علی غراً محجلین من اثر الوضوء** (مسلم عن ابی ہریرہ)

ترجمہ:۔ صحابہ نے عرض کیا جبکہ آپ حوض کوثر کا ذکر فرما رہے تھے) یارسول کیا آپ ہمیں اس دن پہچان لیں گے؟ (جبکہ اولین وآخرین کا ہجوم ہوگا) فرمایا ہاں تمہاری ایک علامت ہوگی جو امتوں میں سے کسی اور میں نہ ہوگی اور وہ یہ کہ تم میرے پاس (حوض کوثر پر) اِس شان سے آؤ گے کہ تمہارے چہرے روشن اور پاؤں نورانی اور چمکدار ہوں گے وضو کے اثر سے (یعنی اعضاء وضو کی چمک دمک سے میں تمہیں پہچان لوں گا۔)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو القاب سے خطاب فرمایا

(۵۶) اگر اور انبیاء کو حق تعالےٰ نے نام لے لے کر خطاب فرمایا کہ **یآدم اسکن انت وزوجک الجنة. ینوح اھبط بسلم منا و برکت. یا ابراھیم اعرض عن ھذا. یموسیٰ انی اصطفیتک علی الناس برسٰلتی. یداؤد انا جعلنٰک خلیفة فی الارض ...... یزکریا انا نبشرک بغلٰم ٍاسمه یحییٰ. یٰحییٰ خذ الکتاب بقوة. یعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیَّ.**

ترجمہ:۔ اے آدم! تو اور تیری زوجہ جنت میں ٹھیرو۔
اے نوح (کشتی سے) اُتر ہماری ہوئی سلامتی اور برکات کے ساتھ۔
اے ابراہیم! اِس سے درگزر کر۔
اے موسیٰ! میں نے تجھے لوگوں میں منتخب کیا اپنی پیغامبری کے ساتھ۔
اے داؤد! میں نے تجھے زمین پر خلیفہ بنایا۔
اے زکریا! ہم تجھے لڑکے کی بشارت دیتے ہیں۔
اے یحییٰ! کتاب کو مضبوط تھام۔
اے عیسیٰ! مجھے تجھے پورا پورا لینے والا اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔

تو حضور کو تکریماً نام کے بجائے آپکے منصبی القاب سے خطاب فرمایا جس سے آپ کی کامل محبوبیت عنداللہ نمایاں ہوتی ہے۔

یایها الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک. یایها النبی انا ارسلنٰک شاهدا. یایها المزمل قم اللیل الا قلیلا. یایها المدثر. قم فانذر.
(القرآن الحکیم)

ترجمہ:۔اے رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پہنچادے اس چیز کو جو میں نے تیری طرف اتاری۔
اے نبی! میں نے تجھے گواہ بنا کر بھیجا ہے۔
اے کملی والے! قیام کر رات بھر۔ مگر کچھ کم۔
اے چادر والے! کھڑا ہو اور لوگوں کو ڈرا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے کر پکارنے سے روکا گیا

(۵۷) اگر اور انبیاء کو ان کی امتیں اور ملائکہ نام لے لے کر پکارتے تھے۔ کہ **یموسیٰ اجعل لنا الٰها کما لهم اٰلهة. یعیسی ابن مریم هل یستطیع ربک؟ یلوط انا رسل ربک۔** تو اس امت کو ادباً حضورؐ کا نام لے کر مخاطب بنانے سے روکا گیا۔ **لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعا بعضکم بعضاً۔**

ترجمہ:۔اے موسیٰ! ہمیں بھی ویسے ہی خدا بنادے جیسے ان (صنعا والوں) کے ہیں۔
اے عیسیٰ! ابن مریم! کیا تیرا رب اِس کی قوت کر لیتا ہے۔
اے لوط! ہم تیرے پروردگار کے فرستادہ ہیں۔
مت پکارو رسول کو اپنے درمیان مثل آپس میں ایک دوسرے کو پکارنے کے کہ بے تکلف نام لے لے کر خطاب کرنے لگو، بلکہ ادب و تعظیم کے ساتھ منصبی خطابات یا رسول اللہ، یا نبی اللہ، یا حبیب اللہ وغیرہ کہہ کر پکارو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے اعلیٰ معراج کرایا گیا

(۵۸) اگر اور انبیاء کو معراج روحانی یا منامی یا جسمانی مگر درمیانی آسمانوں تک دی گئی۔ جیسے حضرت مسیحؑ کو چرخِ چہارم تک، حضرت ادریسؑ کو پنجم تک تو حضورؐ کو روحانی معراجوں کے ساتھ جسمانی معراج کے ذریعہ ساتوں آسمانوں سے گزار کر سدرۃ المنتہیٰ اور مستویٰ تک پہنچادیا گیا۔ **ثم صعد بی فوق سبع السمٰوٰت واتیت سدرة المنتهی** (نسائی عن انس)

ترجمہ:۔پھر مجھے چڑھایا گیا ساتوں آسمان سے بھی اوپر اور میں سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچ گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع خود اللہ نے کیا

(۵۹) اگر اور انبیاء نے اپنی مدافعت خود کی اور دشمنان حق کو خود ہی جواب دے کر اپنی برات بیان کی۔ جیسے نوح علیہ السلام پر قوم نے ضلالت کا الزام لگایا تو خود ہی فرمایا۔ **یقوم لیس بی ضلالة**۔ قوم ھاد نے حضرت ہوڈ پر کم عقلی کا الزام لگایا تو خود ہی فرمایا۔ **یقوم لیس بی سفاھة**۔ ابراہیم علیہ السلام پر قوم نے شکست اصنام کا الزام لگا کر ایذا دینی چاہی تو خود ہی توریہ کے ساتھ مدافعت فرمائی۔ **بل فعله کبیرھم ھذا**۔ حضرت لوط علیہ السلام کے مہمان صورت فرشتوں کو قوم نے قبھانے کی کوشش کی تو خود ہی اپنے لیے قوت مدافعت کی آرزو ظاہر فرمائی۔ **لو ان لی بکم قوة اور اٰوی الیٰ رکن شدید**۔ تو حضور کی طرف سے ایسے مواقع پر مدافعت خود حق تعالیٰ نے فرمائی اور کفار کے طعنوں کی جواب دہی خود ہی کر کے آپ کی برات بیان فرمائی۔ کفار مکہ نے آپ پر ضلالت و گمراہی کا الزام لگایا تو فرمایا۔ **ماضل صاحبکم وما غویٰ**۔ کفار نے آپ کو بے عقل اور مجنوں کہا تو فرمایا۔ **ما انت بنعمته ربک بمجنون. اور وما صاحبکم بمجنون**۔ کفار نے آپ کی پاکیزہ باتوں کو ہوائے نفسانی کی باتیں بتلایا تو فرمایا۔

وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ ۔ کفار نے آپ کی وحی کو شاعری کہا تو فرمایا۔ **وما ھو بقول شاعر** اور فرمایا **وما علمنٰه الشعر وما ینبغی له**۔ کفار نے آپ کی ہدایتوں کو کہانت کہا فرمایا۔ **وما ھو بقول کاھن** ۔ کفار نے آپ کو مشقت زدہ اور معاذ اللہ شقاوت زدہ کہا تو فرمایا۔ **ما انزلنا علیک القرآن لتشقی**۔

ترجمہ:۔ اے قوم مجھ میں گمراہی نہیں ہے۔ میں رب العٰلمین کا رسول ہوں۔

اے قوم! مجھ میں سفاہت (کم عقلی) نہیں ہے۔ میں تو رب العٰلمین کا فرستادہ ہوں۔

بلکہ یہ بت شکنی تو ان میں کے بڑے کا کام ہے (یعنی میرا) مگر بلحاظ بڑے بت کا۔

اے کاش! مجھے تمہارے مقابلہ میں زور ہوتا یا جا بیٹھتا کسی مضبوط پناہ میں نہ تمہارا ساتھی گمراہ نہ کج راہ۔

تم اپنے رب کی دی ہوئی نعمتوں سے مجنون نہیں اور تمہارا ساتھی جنونی نہیں ہے۔

اور پیغمبر ہوائے نفس سے کچھ نہیں کہتا۔ وہ تو وحی ہوتی ہے۔ جو اس کی طرف کی جاتی ہے۔

اور وہ قول شاعر کا نہیں اور ہم نے انہیں (حضور کو) شاعری کی تعلیم نہیں دی اور نہ یہ ان کی شان کے مناسب تھا۔ اور وہ قول کاہن کا نہیں ہے۔

ہم نے قرآن تم پر اس لیے نہیں اتارا کہ تم تعب اور محنت میں پڑ جاؤ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تحیت خود اللہ نے کی

(۶۰) اگر حضرت آدم کی تحیت کے لیے فرشتوں کو سجدہ کا حکم دیا گیا تو حضور کی تحیت بصورت درود وسلام خود حق تعالیٰ نے کی جس میں ملائکہ بھی شامل رہے اور قیامت تک امت کو اس کے کرتے رہنے کا حکم دیا اور اسے عبادت بنا دیا۔

ان اللہ وملئکته، یصلون علی النبی یایھا الذین آمنو اصلّوا علیه وسلموا تسلیما (القرآن الحکیم) اور **السلام علیک ایھا النبی ورحمة اللہ وبرکاته۔**

ترجمہ:۔ اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی پر۔ اے ایمان والو! تم بھی درود وسلام اس نبی پاک پر بھیجو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شیطان مسلمان ہو گیا

(۶۱) اگر حضرت آدمؑ کا شیطان کافر تھا اور کافر ہی رہا تو حضورؐ کا شیطان آپ کی قوت تاثیر سے کافر سے مسلم ہو گیا۔ **کما فی الروایة الاتیة**۔ ترجمہ:۔ جیسا کہ اگلی روایت میں آ رہا ہے۔

ازواج مطہرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معین بنیں

(۶۲) اگر حضرت آدمؑ کی زوجہ پاک (حواء) ان کی خطا میں معین ہوئیں تو حضورؐ کی ازواج مطہرات آپ کے کارِ نبوت میں معین ہوئیں۔

فضلت علیٰ آدم بخصلتین کان شیطانی کافر افا عاننی اللہ علیہ حتیٰ اسلم وکن ازواجی عونالی. وکان شیطان آدم کافر. وزوجته عونا علی خطیئته (بیہقی عن ابن عمر)

ترجمہ:۔ مجھے دو باتوں میں آدم علیہ السلام پر فضیلت دی گئی ہے میرا شیطان کافر تھا جس کے مقابلہ میں اللہ نے میری مدد فرمائی یہانتک کہ وہ اسلام لے آیا اور میری بیویاں میرے (دین کے) لیے مددگار بنیں (حضرت خدیجہؓ نے احوالِ نبوت میں حضور کو سہارا دیا۔ ورقہ ابن نوفل کے پاس لے گئیں۔ وقتاً فوقتاً آپ کی تسلی تشفی کی۔ حضرت عائشہؓ نصف نبوت کی حامل ہوئیں اور دوسری ازواج مطہرات قرآن کی حافظہ اور حدیث کی راوی ہوئیں) درحالیکہ آدم کا شیطان کافر ہی تھا۔ اور کافر ہی رہا اور ان کی زوجہ ان کی خطیہ میں ان کی معین ہوئیں کہ شجرہ ممنوعہ کھانے کی ترغیب دی جس کو خطاء آدم کہا گیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو روضہ جنت عطاء ہوا

(۶۳) اگر حضرت آدمؑ کو حجرِ جنت (حجر اسود) دیا گیا جو بیت المقدس میں لگا دیا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو روضہ جنت عطاء ہوا جو آپ کی قبر مبارک اور ممبر شریف کے درمیان رکھا گیا۔ ما بین قبری و منبری روضه ریاض الجنة (بخاری ومسلم)

ترجمہ:۔ میری قبر اور ممبر کے درمیان ایک باغ ہے جنت کے باغوں میں سے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ۳۶۰ بت نکلوائے

(۶۴) اگر حضرت نوح علیہ السلام نے مساجد اللہ میں پانچ بت نکلوانے چاہے مگر نہ نکلے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ میں سے تین سو ساٹھ بت نکالے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نکل گئے اور نہ صرف بیت اللہ سے بلکہ اس کے حوالی اور مضافات سے بھی نکال پھینکے گئے۔

وقالو لا تذرن الهتكم ولا تذرن ودًا ولا سواعا ولا يغوث و يعوق ونسرا (القرآن الحكيم)

ان الشيطٰن قديئس ان يعبده المصلون فى جزيرة العرب (مشكوٰة)

يايها الذين آمنوا انما الخمر و الميسر والانصاب والازلام رجس من عَمَلِ الشيطٰن فاجتنبوه. (القرآن الحكيم)

ترجمہ:۔ اور (قوم نوح نے) کہا کہ دیکھو اپنے خداؤں (یعنی پانچ بتوں) وہ سواع یغوث یعوق اور نسر کو نوح کے کہنے سے ہرگز مت چھوڑنا (چنانچہ نہیں چھوڑا تا آنکہ طوفان میں غرق ہو گئے) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین سو ساٹھ بتوں کی ناپاکی کو ہمیشہ کے لیے نکال پھینکا (جیسا کہ سیر میں مرقوم ہے)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام محمود عطا ہوا

(۶۵) اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مقام ابراہیم دیا گیا جس سے بیت اللہ کی دیواریں اونچی ہوئیں تو حضور کو مقام محمود عطا ہوا۔ جس سے ربُ البیت کی اونچائی نمایاں ہوئی اور عسٰی ان يبعثك ربك مقاماً محموداً (القرآن الحکیم)۔ اور ساتھ ہی مقام ابراہیم کی تمام برکات سے پوری امت کو مستفید کیا گیا۔ واتخذو امن مقام ابراهيم مصلىٰ۔

ترجمہ:۔ قریب ہے کہ اللہ آپ کو (اے نبی کریم) مقام محمود پر بھیجے گا۔ جس پر پہنچ کر حضورؐ حق تعالےٰ کی عظیم ترین حمد و ثنا کریں گے اور اِس کی رفعت و بلندی بیان فرمائیں گے اور مقام

ابراہیم کے بارہ میں قرآن نے فرمایا۔ فیہ آیات بینات مقام ابراھیم (بیت اللہ میں مقام ابراہیم ہے جو جنت سے لایا ہوا ایک پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیمؑ بیت اللہ کی تعمیر کرتے تھے اور جوں جوں تعمیر اونچی ہوتی جاتی وہ پتھر اتنا ہی اونچا ہو جاتا اور جب حضرت کا اترنے کا وقت ہوتا تو پھر اصلی حالت پر آ جاتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حقائق الٰہیہ دکھلائیں

(٦٦) اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حقائق ارض وسما دکھلائی گئیں۔ وکذٰلک نری ابراھیم ملکوت السمٰوٰت والارض. تو حضور کو ان آیات کے ساتھ حقائق الٰہیہ دکھلائی گئیں۔ لنریہٗ من اٰیتنا۔ (القرآن الحکیم)

ترجمہ:۔ اور ایسے ہی دکھلائیں ہم ابراہیمؑ کو آسمان وزمین کی حقیقتیں اور تاکہ ہم دکھلائیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو (شب معراج میں) اپنی خاص نشانیاں قدرت کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان پر مشاہدات کرائے

(٦٧) اگر حضرت خلیل اللہ کو آیات کونیہ زمین پر دکھلائیں گئیں تو حضور کو آیاتِ الٰہیہ (آیات کبریٰ) کا مشاہدہ آسمانوں میں کرایا گیا۔ لقد راٰی من اٰیت ربہ الکبریٰ (القرآن الحکیم)

ترجمہ:۔ بلاشبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو آگ نہ جلا سکی

(٦٨) اگر حضرت ابراہیمؑ پر نار نمرود اثر نہ کر سکی تو حضورؐ کے کئی صحابہ کو آگ نہ جلا سکی جس پر آپؐ نے فرمایا۔ الحمد للہ الذی جعل فی امتنا مثل ابراھیم الخلیل

(ابن رجب عن ابن لہیعہ خصائص کبریٰ ۷۹/۲)

ترجمہ:۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہماری امت میں ابراہیم خلیل کی مثالیں پیدا فرمائیں عمار بن یاسر کو مشرکین مکہ نے آگ میں پھینک دیا۔ حضورؐ ان کے پاس سے گزرے تو ان کے سر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا۔ ینار کونی برداً وسلاماً علی عمار کما کنت علی ابراھیم۔

(عن عمر بن میمون خصائص کبریٰ ۸۰/۲)

اے آگ عمار پر برد وسلام ہو جا جیسے تو ابراہیم پر ہو گئی۔ ذویب ابن کلیب کو اسود عنسی نے

آگ میں ڈال دیا۔ اور آگ اثر نہ کرسکی تو آپ نے وہ سابقہ جملہ ارشاد فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہماری امت میں ابراہیم علیہ السلام کی مثالیں پیدا فرمائیں۔ ایک خولانی شخص کو (جو قبیلہ خولان کا فرد تھا) اسلام لانے پر اس کی قوم نے اسے آگ میں ڈال دیا تو آگ اسے نہ جلاسکی ابن عساکر عن جعفرابی وحشیہ) وغیرہ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو محشر میں بلند مقام عطا ہوگا

(۶۹) اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو محشر میں سب سے اول لباس پہنا کر انکی کرامت کا اعلان کیا جائیگا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالےٰ کی دائیں جانب ایسے بلند مقام پر کھڑا کیا جائیگا کہ اولین وآخرین آپ پر غبطہ کریں گے جبکہ وہاں تک کوئی نہ پہنچ سکے گا۔

اول من یکسی ابراھیم یقول اللہ تعالیٰ اکسوا خلیلی فیوتیٰ بریطتین بیضا وین من رباط الجنہ ثم اکسیٰ علیٰ اثرہ ثم اقوم عن یمین اللہ مقاماً یغبطنی الاولون والاخرون ۔ (رواہ الدارمی عن بن مسعود)

ترجمہ:۔ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو روز محشر لباس پہنایا جائیگا۔ فرمائیں گے حق تعالیٰ میرے خلیل کو لباس پہناؤ تو دو سفید براق چادریں جنت سے لائی جاویں گی اور پہنائی جاویں گی۔ پھر ان کے بعد مجھے بھی لباس پہنایا جائیگا۔ پھر میں کھڑا ہونگا۔ اللہ کی جانب یمین ایک ایسے مقام پر کہ اولین وآخرین مجھ پر غبطہ کریں گے، یعنی میری کرامت سب پر فائق ہو جائیگی جن میں ابراہیم علیہ السلام بھی شامل ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے پانی جاری ہوا

(۷۰) اگر حضرت اسمٰعیلؑ کے لیے پر جبریل سے زمزم کا سوت جاری ہوا جس سے وہ سیراب ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے پانی کے سوت پھوٹے۔ جس سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سیراب ہوئے۔

بینما الحسن مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ عطش فاشتد ظماہ فطلب لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ماءً فلم یجدہ فاعطاہ لسانہ فمصہ حتی روی ۔ (ابن عساکر عن ابی جعفر)

ترجمہ:۔ اسی اثناء میں کہ حضرت امام حسن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ اچانک انہیں

پیاس لگی اور شدید ہو گئی تو حضورؐ نے ان کے لیے پانی طلب فرمایا مگر نہ مل سکا تو آپ نے اپنی زبان ان کے منہ میں دے دی جسے وہ چوسنے لگے۔ اور چوستے رہے یہاں تک کہ سیراب ہو گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جامع حسن عطاء ہوا

(۷۱) اگر حضرت یوسف علیہ السلام کو شطر حسن یعنی حسن جزئی عطاء ہوا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حسن کل یعنی حسن جامع عطا کر دیا گیا جس کی حقیقت جمال ہے جو سر چشمہ حسن اور صفت خداوندی ہے۔ **فلما اکبر نه وقطعن ایدیھن** . جس کی شرح حضرت عائشہؓ نے فرمائی کہ زنانِ مصر نے یوسف کو دیکھا تو ہاتھ قلم کر لیے۔ اگر میرے محبوب کو دیکھ پاتیں تو دلوں کے ٹکڑے کر ڈالتیں جو حضورؐ کے حسن و جمال کی افضلیت اور کلیت کی طرف اشارہ ہے۔ (مشکوٰۃ)

ترجمہ:۔ جب زنانِ مصر نے یوسفؑ کو دیکھا تو اپنے ہاتھ قلم کر ڈالے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ نے سدرۃ المنتہیٰ کے پاس کلام فرمایا

(۷۲) اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حق تعالےٰ نے کوہ طور اور وادی مقدس میں کلام کیا۔ تو حضورؐ سے ساتویں آسمان پر سدرۃ المنتہیٰ کے نزدیک کلام فرمایا۔ **فاوحیٰ الیٰ عبده ما اوحیٰ** ۔ (القرآن الحکیم)

ترجمہ:۔ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس خدا نے اپنے بندے پر وحی کی جو اسے کرنا تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشتانِ مبارک سے چشمے پھوٹے

(۷۳) اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصاء سے بارہ چشمے جاری ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشتان مبارک سے شیریں پانی کے کتنے ہی چشمے پھوٹ پڑے۔ **فرایت الماء ینبع من بین اصابعه فجعل القوم تیوضا ون فخرزت من توضا ما بین السبعین الی الثمانین** (بخاری و مسلم عن انس)

ترجمہ:۔ میں دیکھتا ہوں کہ پانی آپ کی انگلیوں کے درمیان میں سے جوش مار کر نکل رہا ہے۔ یہاں تک کہ پوری قوم نے اس سے وضو کر لی تو میں نے جو وضو کرنے والوں کو شمار کیا تو وہ ستر اور اسی کے درمیان تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیدارِ جمال سے مشرف فرمایا

(۷۴) اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کانوں کو لذتِ کلام دی گئی اور اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مقام خلت سے نوازا گیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظروں کو دیدار جمال سے مشرف کیا گیا۔

ان اللہ اصطفیٰ ابراھیم بالخلہ واصطفیٰ موسیٰ بالکلام و اصطفیٰ محمدا بالرویة. (بیھقی عن ابن عباس) **ماکذب الفواد مارای** (القرآن الحکیم)

ترجمہ:۔ اللہ نے منتخب کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنانے کے لیے اور منتخب کیا موسیٰ علیہ السلام کو کلام کے لیے اور منتخب کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیدار کیلئے۔ قرآن نے فرمایا کہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے) دل نے جو کچھ دیکھا غلط نہیں دیکھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا سوال دیدار کرایا گیا

(۷۴) اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سوال دیدار پر بھی انہیں **لن ترانی** تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے کا جواب دے دیا گیا تو حضورؐ کو بلا سوال آسمانوں پر بلا کر دیدار کرایا گیا۔

ما کذب الفواد مارای قال ابن عباس راہ مرة ببصرہ و مرة بفوادہ

(فتح الملھم فی التفسیر سورة النجم)

ترجمہ:۔ دل نے جو کچھ دیکھا غلط نہیں دیکھا اِس کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے حق تعالیٰ کو ایک بار آنکھوں سے اور ایک بار دِل سے دیکھا۔

موسیٰ ز ہوش رفت بیک پرتو صفات   تو عین ذات می نگری در تبسمی

صحابہؓ نے دریاء دجلہ کو پار کیا

(۷۵) اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اصحاب کو بحرِ قلزم میں راستے بنا کر بمعیت موسوی گزار دیا گیا تو حضورؐ کے صحابہ کو بعد وفاتِ نبوی دریائے دجلہ کے بہتے ہوئے پانی میں سے راہیں بنا کر گھوڑوں سمیت گذارا گیا۔

لما عبر المسلمون یوم مدائن اقتحم الناس دجلة انح

(خصائص کبریٰ ۲/۲۸۳) کامل ابن اثیر عن العلا بن الحضرمی)

ترجمہ:۔ فتح مدائن کے موقعہ پر مسلمانوں نے دریائے دجلہ کو عبور کیا اور اس میں لوگوں نے ہجوم کیا تو صحابہ کی کرامتوں کا ظہور ہوا۔ اِس میں روایت کی بقدر ضرورت تفصیل یہ ہے کہ جب بغداد و عراق

پر مسلمانوں نے فوج کشی کی تو بغداد کے کنارہ پر اس ملک کا سب سے بڑا دریا دجلہ ہے جو بیچ میں حائل ہوا۔ حضرات صحابہ کے پاس نہ کشتیاں تھیں اور نہ پیدل چل کر یہ گہرا پانی عبور کیا جا سکتا تھا۔ اس موقعہ پر بظاہر اسباب ان حضرات کو فکر دامن گیر ہوا تو حضرت علاء بن الحضرمی نے دعا کا مشورہ دیا۔ خود دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور سارے صحابہ نے مل کر دعا کی۔ ختم دعا پر حکم دیا کہ سب مل کر ایک دم گھوڑے دریا میں ڈال دیں تو ان حضرات نے جوش ایمانی میں خدا پر بھروسہ کر کے گھوڑے دریا میں ڈال دیئے۔ گھوڑے ہانپ ہانپ گئے۔ پانی بہت زیادہ تھا تو حق تعالیٰ نے ان کے دم لینے کے لیے مختلف سامان فرمائے۔ بعض صحابہؓ کے گھوڑوں کے لیے جا بجا پانی گہرائیوں میں خشکی نمایاں کر دی گئی۔ بعض کے گھوڑے پانی ہی میں رُک کر اور کھڑے ہو کر دم لینے لگے اور پانی انہیں ڈبو نہ سکا۔ بعض کے گھوڑوں کو پانی کی سطح کے اوپر سے اس طرح گزارا گیا جیسے وہ زمین پر چل رہے ہیں جس پر اہلِ فارس نے ان مقدسین کی نسبت یہ کہا تھا کہ یہ انسان نہیں جنات معلوم ہوتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ صحابہ موسوی (بنی اسرائیل) کو بحرِ قلزم میں بمعیت موسوی راستے بنا کر قلزم سے گزارا گیا تھا تو اِس امت میں اس کی نظیر یہ واقعہ ہے جس میں صحابہ نبوی کے لیے دجلہ میں راستے بنائے گئے اور ایک انداز کے نہیں۔۔ بلکہ مختلف اندازوں سے۔ اور صحابہ بھی شکر نعمت کے طور پر اس کو واقعہ موسوی کی نظیر ہی کے طور پر دیکھتے تھے۔ پس جو معاملہ بنی اسرائیل کے ساتھ نبی کی موجودگی میں کیا تو وہ معجزہ تھا اور یہاں وہی معاملہ بلکہ اس سے بھی بڑھ چڑھ کر نبی خاتم کے صحابہؓ کے ساتھ نبی کی وفات کے بعد کیا گیا جس سے ان کی کرامت نمایاں ہوئی اور امت محمدیہ کی فضیلت امت موسوی پر اِس واقعہ خاص میں بھی نمایاں رہی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زمین بھر کے خزانے عطاء ہوئے

(۷۶) اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ارضِ مقدس (فلسطین) دی گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مفاتیح ارض (زمین کی کنجیاں) عنایت کی گئیں۔

اوتیت مفاتیح خزائن الارض۔

ترجمہ:۔ مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں سپرد کر دی گئیں۔

معجزۂ نبوی کا کوئی مقابلہ نہ کر سکا

(۷۷) اگر عصاء موسوی کے معجزے کے مقابلہ میں ساحرانِ فرعون نے بھی اپنی اپنی لاٹھیوں کو سانپ بنا کر دکھلا یا یا صورۃً معجزے کی نظیر لے آئے گو حقیقتاً وہ تخیل اور نقشبندی خیال تھی۔

فالقو احبالهم وعصيهم يخيل اليه من سحرهم انها تسعی.

ترجمہ:۔ساحرانِ فرعون نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں اور دیکھنے والوں کے خیال میں یوں گزرنے لگا کہ وہ سانپ بن کر دوڑ رہی ہیں۔) تو معجزۂ نبوی قرآن حکیم کے مقابلہ میں اللہ کے بار بار چیلنجوں کے باوجود آج تک جن وانس ساحر وغیر ساحر، کاہن وغیر کاہن، اور شاعر وغیر شاعر مل کر بھی اس کی کوئی نظیر ظاہری صورت کی بھی نہ لاسکے۔

قل لئن اجتمعت الانس و الجن علیٰ ان یاتوا بمثل هذا القرآن لا یاتون بمثله ولو كان بعضهم لبعض ظهیرا. (القرآن الحكيم)

ترجمہ:۔کہہ دیجئے اے پیغمبر کہ اگر جن وانس اس پر جمع ہو جائیں کہ وہ اِس قرآن کا مثل لے آئیں گے تو وہ نہیں لاسکیں گے اگر چہ سب مل کر ایک دوسرے کی مدد پر بھی کھڑے ہو جائیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے سورج واپس ہوا

(۷۸) اگر حضرت یوشع ابن نون (حضرت موسیٰ) کے لیے آفتاب کی حرکت روک دی گئی کہ وہ کچھ دیر غروب ہونے سے رکا رہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ صاحب نبوی کے لیے غروب شدہ آفتاب کو لوٹا کر دن کو واپس کر دیا گیا۔

نام رسول الله صلی الله علیه وسلم و راسهٗ فی حجر علی ولم یکن صلی العصر حتیٰ غربت الشمس فلما قام النبی صلی الله علیه وسلم دعالهٗ فردت علیه الشمس حتیٰ صلیٰ ثم غابت ثانیه.

(ابن مردویه عن ابی هریره و ابن منده و ابن شاهین والطبرانی عن اسماء بنت عمیس)

ترجمہ:۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے اور آپ کا سر مبارک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گود میں تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز عصر نہیں پڑھی تھی۔ یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند کے خیال سے نماز کے لیے نہ اٹھ سکے) جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جاگے اور یہ صورت حال ملاحظہ فرمائی) تو حضرت علی کے لیے دعا فرمائی۔ جس سے آفتاب لوٹا دیا گیا (دن نمایاں ہوا۔ یہاں تک کہ حضرت علی نے نماز پڑھی اور سورج دوبارہ غروب ہوا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا

(۷۹) اگر حضرت یوشع ابن لوق کے لیے سورج روک کر اس کی روانی اور حرکت کے دو

ٹکڑے کر دیئے گئے تو حضورؐ کے اشارہ سے چاند کے دو ٹکڑے کر ڈالے گئے۔ **اقتربت الساعۃ وانشق القمر** (القرآن الحکیم) ترجمہ:۔قیامت قریب آ گئی اور چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بریت خود خدا نے کی

(۸۰) اگر حضرت داؤد علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے ہوائے نفس کی پیروی سے روکا کہ **لا تتبع الھویٰ فیضلک عن سبیل اللہ**.

ترجمہ:۔(اے داؤد) ہوائے نفس کی پیروی مت کرنا کہ وہ تمہیں راہِ حق سے بھٹکا دے گی۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اِس ہوائے نفس کی پیروی کی نفی فرمائی اور خود ہی بریت ظاہر کی۔

وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ (القرآن الحکیم)

ترجمہ:۔(محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ہوائے نفس سے نہیں بولتے۔ وہ وحی ہوتی ہے جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔

محمدی انگوٹھی کی تاثیر

(۸۱) اگر انگشتری سلیمانی میں جنات کی تاثیر تھی کہ وہ کسی وقت گم ہوئی تو جنات پر قبضہ نہ رہا تو انگشتری محمدی میں تسخیر قلوب وارواح کی تاثیر تھی کہ جس دن وہ عہدِ عثمانی میں گم ہوئی۔ اسی دن سے قلوب وارواح کی وحدت میں فرق آ گیا اور فتنۂ اختلاف شروع ہو گیا۔ **بئر اریس؟ وما بئر اریس؟ سوف تعلمون۔**

ترجمہ:۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ( ) انتقال کے بعد جبکہ ان کا جنازہ رکھا ہوا تھا تو اچانک ان کے ہونٹوں میں حرکت ہوئی یہ کلمات نکلے۔ اریس کا کنواں؟ کیا ہے وہ اریس کا کنواں؟ تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا۔ صحابہ حیران تھے کہ ان جملوں کا کیا مطلب ہے؟ کسی کی کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ دورِ عثمانی میں ایک دن حضرت ذی النورین رضی اللہ عنہ اریس کے کنویں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ انگلی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشتری تھی جسے آپ طبعی حرکت کے ساتھ ہلا رہے تھے کہ اچانک انگشتری انگشتری میں سے نکل کر کنویں میں جا پڑی۔ قلوب عثمانی اور تمام صحابہ کے قلوب میں اضطراب و بے چینی پیدا ہوئی کنویں میں آدمی اترے۔ سارے کنویں کو کنگھال ڈالا۔ مگر انگشتری نہ ملنا تھی نہ ملی۔ آخر صبر کر کے سب بیٹھ رہے۔ اسی دن فتنوں کا آغاز ہو گیا اور بندھے ہوئے قلوب میں انتشار کی کیفیات آنے لگیں جو بعد کے فتنۂ تحزب واختلاف کا پیش خیمہ

ثابت ہوئیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی پوری ہوگئی کہ اذا وضع السیف فی امتی لم یرفع عنھا الیٰ یوم القیٰمة (میری امت میں جب تلوار نکل آئے گی) پھر وہ قیامت تک میان میں نہ جائے گی) چنانچہ اس فتنہ کے سلسلہ میں سب سے پہلا مظلمہ اور ہولناک ظلم حضرت ذی النورین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی صورت میں نمایاں ہوا۔ اب سب کی سمجھ میں آیا کہ بیر اریس کا کیا مطلب تھا۔ یہ درحقیقت اشارہ تھا کہ قلوب کی وحدت انگشتری محمدی کی برکت سے قائم تھی۔ اس کا بیر اریس میں گم ہونا تھا کہ قلوب کی وحدت اور امت کی یگانگت پارہ پارہ ہوگئی۔ جو آج تک واپس نہیں ہوئی۔ پس جنات کا مسخر ہو جانا آسان ہے۔ جو آج تک بھی ہوتا رہتا ہے۔ لیکن انسانوں کے دلوں کی تالیف مشکل ہے جو گم ہو کر آج تک نہیں مل سکی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جانوروں کی بولی کا علم عطاء ہوا

(۸۲) اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کو منطق الطیر کا علم دیا گیا جس سے وہ پرندوں کی بولیاں سمجھتے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عام جانوروں کی بولیاں سمجھنے کا علم دیا گیا۔ جس سے آپ ان کی فریادیں سنتے اور فیصلے فرماتے تھے۔ اونٹ کی فریاد سنی اور فیصلہ فرمایا (بیہقی عن حماد بن مسلمہ) بکری کی فریاد سنی اور اسے تسلی دی (مصنف عبدالرزاق) ہرنی کی فریاد سنی اور حکم فرمایا (طبرانی عن ام سلمہ) چڑیا کی بات سنی اور معالجہ فرمایا (بیہقی وابونعیم عن ابن مسعود)

سیاہ گدھے سے آپ نے کلام فرمایا اور اسکا مقصد سنا (ابن عساکر عن ابن منظور)

ترجمہ:۔ ان روایات کے تفصیلی واقعات یہ ہیں ایک اونٹ آیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر گر پڑا اور رونے لگا اور کچھ بلبلاتا رہا تو آپ نے اس کے مالک کو بلا کر فرمایا کہ یہ شکایت کر رہا ہے کہ تو اسے ستاتا ہے۔ اور اس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ لادتا ہے۔ خدا سے ڈر۔ اس نے اقرار کیا اور توبہ کی۔ ایک بکری کو قصاب ذبح کرنا چاہتا تھا۔ جو جائز ذبیحہ تھا۔ وہ اس سے چھوٹ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھاگ آئی اور پیچھے پیچھے ہولی۔ آپ نے فرمایا کہ اے بکری! صبر کر حکم خداوندی پر۔ اور اے قصاب اسے نرمی سے ذبح کر۔ آپ جنگل میں تھے کہ اچانک یا رسول اللہ کی آواز آپ نے سنی۔ آپ نے دیکھا کوئی نظر نہ آیا ایک جانب دیکھا تو ایک ہرنی بندھی ہوئی دیکھی۔ جس نے کہا۔ یا رسول اللہ ذرا میرے قریب آیئے۔ آپ نے فرمایا۔ کیا بات ہے؟ اس نے کہا میرے دو بچے اس پہاڑی میں ہیں۔ ذرا مجھے کھول دیجئے کہ میں انہیں دودھ پلا دوں۔ اور میں ابھی لوٹ آؤں گی فرمایا تو ایسا کرے گی کہ لوٹ آئے؟ کہا اگر ایسا

نہ کروں تو خدا مجھے عذاب دے۔ آپؐ نے کھول دیا اور وہ حسب وعدہ دودھ پلا کر لوٹ آئی اور آپؐ نے اسے وہیں باندھ دیا۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ ایک درخت پر چڑیا کے دو بچے گھونسلے میں دیکھے۔ ہم نے انہیں پکڑ لیا۔ تو ان کی ماں حضورؐ کے پاس آئی اور سامنے آ کر فریادی کی سی صورت اختیار کرتی تھی۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس کے بچوں کو پکڑ کر کس نے اسے درد میں مبتلا کیا ہے؟ عرض کیا گیا ہم نے فرمایا جہاں سے یہ بچے پکڑے تھے وہیں چھوڑ آؤ۔ تو ہم نے چھوڑ دیئے۔

بھیڑیئے نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی گواہی دی

(۸۳) اگر حضرت سلیمان علیہ السلام بعض حیوانات کی بولیاں سمجھ جاتے تھے تو حضورؐ کی برکت سے جانور انسانی زبان میں کلام کرتے تھے۔ جسے ہر انسان سمجھتا تھا۔ بھیڑیئے نے آپ کی رسالت کی شہادت عربی زبان میں دی۔ (بیہقی عن ابن عمر)۔ گوہ نے فصیح عربی میں نبوت کی شہادت دی۔ (طبرانی وبیہقی عن)

ترجمہ:۔ بھیڑیئے نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی شہادت دی اور لوگوں کو اسلام لانیکی دعوت بھی دی۔ لوگ حیران تھے کہ بھیڑیا آدمیوں کی طرح بول رہا ہے۔ نیز ایک بھیڑیا بطور وفد کے خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور اپنے رزق کے بارے میں کہا۔ آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ یا تو ان بھڑیوں کے لیے اپنی بکریوں میں سے خود کوئی حصہ مقرر کر دو یا انہیں ان کے حال پر رہنے دو۔ صحابہؓ نے بات حضورؐ پر چھوڑ دی۔ آپؐ نے رئیس الوفد بھیڑیئے کو کچھ اشارہ فرمایا اور وہ سمجھ کر دوڑتا ہوا چلا گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حیوانوں کو بات سمجھا دی

(۸۴) اگر حضرت سلیمانؑ پرندوں کی بات سمجھ لیتے تھے تو حضورؐ اپنی بات حیوانات کو سمجھا دیتے تھے۔ بھیڑیئے کو آپؐ نے بات سمجھا دی اور وہ راضی ہو کر چلا گیا۔ (طبرانی عن عمر)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جہانوں کا اقتدار عطاء ہوا

(۸۵) اگر حضرت سلیمانؑ نے پرندوں کی بات سمجھ لیتے تھے تو حضورؐ کو پوری زمین کی کنجیاں سپرد کر دی گئیں جس سے مشارق و مغارب پر آپ کا اقتدار نمایاں ہوا۔ اعطیت مفاتیح الارض (مسند احمد بن علی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر مانگے ملک عطاء ہوا

(۸۶) اگر حضرت سلیمانؑ نے ملک یہ کہہ کر مانگا کہ وہ میری ساتھ مخصوص رہے میرے بعد کسی کو نہ ملے۔ چنانچہ ان کی امت اور رعیت میں سے کسی کو نہیں ملا۔ **رب هب لی ملكا لا ينبغی لاحد من بعدی**۔ تو حضور کو مشارق ومغارب کا ملک بے مانگے بلکہ انکار کے باوجود دیا گیا جسے آپؐ نے اپنی امت کا ملک فرمایا جو آپ کے بعد امت کے ہاتھوں ترقی کرتا رہا۔ اور دنیا کے آخری دور میں امت ہی کے ہاتھوں پوری دنیا پر چھائے گا۔

ان الله روى فی الارض مشارقها و مغاربها و سيبلغ ملک امتی مازوی لی منها . (بخاری)

ترجمہ:۔ اللہ نے زمین کا مشرق ومغرب مجھے دکھلایا اور میری امت کا ملک وہیں تک پہنچ کر رہے گا جہاں تک میری نگاہیں پہنچی ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے براق مسخر ہوا

(۸۷) اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے ہوا مسخر ہوئی کہ اپنے قلمرو میں جہاں چاہیں اڑ کر پہنچ جائیں تو حضورؐ کے لیے براق مسخر ہوا کہ زمینوں سے آسمانوں اور آسمانوں سے جنتوں اور جنتوں سے مستوی تک پل بھر میں پہنچ جائیں۔

ترجمہ:۔ جیسا کہ معراج کی مشہور حدیث میں اس کی تفصیلات موجود ہیں جن میں براق کی ہیئت اور قد وقامت تک کی بھی تفصیلات فرمادی گئی ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر آسمان میں بھی تھے

(۸۸) اگر سلاطین انبیاء کے وزراء زمین تک محدود تھے جو ان کے ملک کے بھی زمین تک محدود ہونے کی علامت ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو وزیر زمین کے تھے ابوبکرؓ و عمرؓ اور دو وزیر آسمانوں کے تھے جبرئیل ومیکائیل جو آپ کے ملک کے زمین وآسمان دونوں تک پھیلے ہوئے ہونے کی علامت ہے۔

ولی وزير ای فی الارض وزيرای فی السماء اما وزيری فی الارض فابوبكر و عمر. واما وزيرای فی السماء فجبريل وميكائيل۔ (الریاض النضرۃ)

ترجمہ:۔ میرے دو وزیر زمین میں ہیں اور دو آسمان میں زمین کے وزیر ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں اور آسمان کے وزیر جبرئیل ومیکائیل ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو احیائے قلوب عطاء ہوا

(۸۹) اگر حضرت مسیح علیہ السلام کو احیاء موتی کا معجزہ دیا گیا۔ جس سے مردے زندہ ہو جاتے تھے تو آپ کو احیاء موتی کے ساتھ احیاء قلوب وارواح کا معجزہ بھی دیا گیا جس سے مردہ دل جی اٹھے اور صدیوں کی جاہل قومیں عالم وعارف بن گئیں۔

ولن يقبضه الله حتى يقيم به الملة العوجاء بان يقولوا لا اله الا الله ويفتح به اعيننا عمياء واذا ناصماً وقلوبا غلفا (بخاری عن عمرو ابن العاص)

ترجمہ:۔ عمر بن عاص فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تورات میں یہ فرمائی گئی ہے کہ حق تعالیٰ آپ کو اس وقت تک دنیا سے نہیں اٹھائے گا جب تک کہ آپ کے ذریعہ سے ٹیڑھی قوم (عرب) کو سیدھا نہ کردے کہ وہ توحید پر نہ آجائیں اور کھولے گا آپ کے ذریعہ ان کی اندھی آنکھیں اور بہرے کان اور اندھے دل۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے کھجور کے تنہ کو جان ملی

(۹۰) اگر حضرت روح اللہ کے ہاتھ پر قابلِ حیات پیکروں مثلاً پرندوں کی ہیئت نما انسانوں کی مردہ نعش میں جان ڈالی گئی تو حضورؐ کے ہاتھ پر نا قابلِ حیات کھجور کے سوکھے تنہ میں حیات آفرینی کی گئی۔ **فصاحت النخله صياح الصبي**۔ (بخاری عن جابر) نیز آپ کے اعجاز سے دروازہ کے کواڑوں نے تسبیح پڑھی اور دست مبارک میں کنکریوں کی تسبیح کی آوازیں سنائی دیں۔ (خصائص کبریٰ)

ترجمہ:۔ جابر سے روایت ہے کہ کھجور کا ایک سوکھا تنا جس پر ٹیک لگا کر حضورؐ خطبہ ارشاد فرماتے تھے جب ممبر بن گیا اور آپؐ اس پر خطبہ دینے کے لیے چڑھے تو وہ سوکھا ستون اس طرح رونے چلانے لگا اور سکنے لگا جیسے بچے سکتے ہیں تو آپ نے شفقت و پیار سے اس پر ہاتھ رکھا تب وہ چپ ہوا۔ (خصائص ۷۵/۲)

کھجور کے تنہ میں انسانوں کی سی حیات آئی

(۹۱) اگر مسیح کے ہاتھ پر زندہ ہونے والے پرندوں میں پرندوں ہی کی سی حیات آئی اور وہ پرندوں ہی کی سی حرکات کرنے لگے تو آپؐ کے ہاتھ پر جی اٹھنے والے کھجور کے سوکھے تنے میں انسانوں بلکہ کامل انسانوں کی سی حیات آئی کہ وہ عاشقانہ گریہ وبکار اور عشق الٰہی میں فنائیت کی

باتیں کرتا ہوا اٹھا۔ وہاں حیوان کو حیوان ہی نمایاں کیا گیا اور یہاں سوکھی لکڑی کو کامل انسان بنادیا گیا۔ (کما فی الحدیث السابق) ترجمہ:۔ جیسا کہ حدیث بالا میں گزرا۔

اسطن حنانہ از ہجر رسولؐ نالہ ہامی زوچو ارباب عقول

امت محمدیہ کے لوگ کھانے پینے سے مستغنی ہوں گے

(۹۲) اگر حضرت مسیح علیہ السلام کو آسمانوں میں رکھ کر کھانے پینے سے مستغنی بنایا گیا تو حضرت خاتم الانبیاء کی امت کے لوگوں کو زمین پر رہتے ہوئے کھانے پینے سے مستغنی کردیا گیا۔ یاجوج ماجوج کے خروج اور ان کے پوری زمین پر قابض ہوجانے کے وقت مسلمین ایک محدود طبقہ زمین میں پناہ گزیں ہوں تو ان کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا۔

قالوا فما طعام المومنین یومئذٍ؟ قال التسبیح و التکبیر و التھلیل

(مسند احمد عن عائشہ)

وفی روایت اسماء بنت عمیس نحووفیہ یجزئھم ما یجزی اھل السماء من التسبیح و التقدیس (خصائص کبریٰ ۲/۲۱۵)

ترجمہ:۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آج کے دن یعنی یاجوج ماجوج کے قبضہ عمومی کے زمانہ میں) مسلمانوں کے کھانے پینے کی صورت کیا ہوگی؟ فرمایا۔ تسبیح وتکبیر اور تہلیل یعنی ذکر اللہ ہی غذا ہوجائے گا۔ جس سے زندگی برقرار رہے گی اور اسماء بنت عمیس کی روایت میں ہے کہ مسلمانوں کے لیے کھانے پینے کی حد تک وہی چیز کفایت کرے گی جو آسمان والوں (ملائکہ) کو کفایت کرتی ہے۔ یعنی تسبیح وتقدیس۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظ خود اللہ تھے

(۹۳) اگر حضرت مسیح علیہ السلام کی حفاظت کے لئے روح القدس (جبریل) مقرر تھے تو حضورؐ کی حفاظت خود حق تعالیٰ فرماتے تھے۔ واللہ یعصمک من الناس (القرآن الحکیم)

ہو کیوں جبریل دربانِ محمدؐ خدا خود ہے نگہبانِ محمدؐ

(حضرت شیخ الہندؒ)

ترجمہ:۔ اور اللہ بچاؤ فرمائے گا تمہارا (اے محمدؐ) لوگوں (کے شر) سے۔

امت محمدیہ مجتہد بنائی گئی

(۹۴) اگر اور انبیاء کی امتیں پابند رسول و جزئیات اور بندھی ٹکی رسموں کے اتباع میں

مقلد جامد بنائی گئیں کہ نہ ان کے یہاں ہمہ گیر اصول تھے کہ ان سے ہنگامی احکام کا استخراج کریں اور نہ انہیں تفقہ کے ساتھ ہمہ گیر دین دیا گیا تھا کہ قیامت تک دنیا کا شرعی نظام اس سے قائم ہو جائے تو امت محمدی مفکر، فقیہ اور مجتہد امت بنائی گئی تا کہ اصول وکلیات سے حسب حوادث و واقعات احکام کا استخراج کر کے قیامت تک کا نظم اسی شریعت سے قائم کرے جس سے اس کے فتاویٰ اور کتب فتاویٰ کی تعداد ہزاروں اور لاکھوں تک پہنچی۔

وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس مانزل الیھم ولعلھم یتفکرون
(القرآن الحکیم)

فلولا نفر من کل فرقة منھم طائفة لیتفقھو فی الدین.

ترجمہ:۔اور ہم نے آپ کی طرف اے پیغمبر ذکر (قرآن) اتارا تا کہ آپ کھول کھول کر لوگوں کے لیے وہ چیزیں بیان کر دیں جو ان کی طرف اتاری گئیں اور تا کہ لوگ بھی (ان بین المراد امور میں) تفکر اور تدبر کریں اور فرمایا کیوں ایسا نہیں ہوتا) (یعنی ضرور ہونا چاہیے) کہ ہر جماعت اور ہر طبقہ میں سے کچھ کچھ لوگ نکلیں اور دین میں تفقہ اور سمجھ پیدا کریں۔

امت محمدیہ کے راسخین فی العلم مفروض الاطاعۃ ہیں

(۹۵) اسی لیے اگر انبیاء سابقین مفروض الطاعۃ تھے تو اللہ ورسول کے بعد اِس امت کے راسخین فی العلم علماء ہی مفروض الاطاعۃ بنائے گئے۔ **یایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعو الرسول و اولی الامر منکم** (القرآن الحکیم)

امت محمدیہ کے علماء کو انبیاء بنی اسرائیل کا لقب ملا

(۹۶) اگر علماء بنی اسرائیل کو احبار ورہبان کا لقب دیا گیا۔ **اتخذ وا احبارھم ورھبانھم ارباباً من دون اللہ** تو اس امت کے راسخین فی العلم کو **کانبیا بنی اسرائیل** کا لقب دیا گیا۔ **علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل** (ترجمہ:۔ میری امت کے علماء مثل بنی اسرائیل کے ہیں (نورانیت اور آثار کی نوعیت میں) یہ حدیث گو ضعیف ہے مگر فضائل اعمال میں قبول کی گئی ہے۔ چنانچہ امام رازیؒ نے اس سے دو جگہ استشہاد کیا ہے۔) اور انہیں انبیاء کی طرح دعوتِ عام اور تبلیغ عمومی کی طرح دعوتِ عام اور تبلیغ عمومی کا منصب دیا گیا۔ اسی لیے ایک حدیث میں علماء امت کے انوار کو انوارِ انبیاء سے تشبیہ دی گئی۔ **ونورھم یوم القیمۃ مثل نور الانبیاء** ۔ (بیہقی عن وہب ابن منبہ) نیز امت کے کتنے ہی

اعمال کو اعمال انبیاء سے تشبیہہ دی گئی کہ وہ اعمال یا انبیاء کو دیئے گئے یا اس امت کو عطاء ہوئے دوسرے امتوں کو نہیں ملے۔ یعنی خصوصیات انبیاء سے صرف یہ امت سرفراز ہوئی۔

وامته امة مرحومه اعطيتهم من النوافل مثل اعطيت الانبياء وافترضت عليهم الفرائض التى افترضت على الانبياء. والرسول حتى ياتونى يوم القيمة ونورهم مثل نور الانبياء وذلك انى افترضت عليهم ان يتطهروا فى كل صلوة كما افترضت على الانبياء و امرتهم بالغسل من الجنابة كما امرت الانبياء وامرتهم بالحج كما امرت الانبياء وامرتهم بالجهاد كما امرت الرسل. (بیہقی عن وھب ابن منبہ)

ترجمہ:۔ یہ امت امت مرحومہ ہے میں نے اسے نوافل دیں جیسے انبیاء کو دیں ان کے فرائض وہ رکھے جو انبیاء ورسل کے رکھے حتیٰ کہ جب وہ قیامت کے دن آئیں گے تو ان کی نورانیت انبیاء کی نورانیت جیسی ہوگی (جیسے اعضاء وضو چمکتے ہوئے ہونگے) کیونکہ میں نے ان پر پاکیزگی ہر نماز کے لیے وہی فرض کی ہے جو انبیاء پر فرض ہے چنانچہ ارشاد نبوی ہے کہ (**هذا وضوئى و وضوء الانبيا من قبل** جس سے تین تین بار اعضاء وضو کا دھونا امت کے لیے سنت قرار دیا گیا جو اصل میں انبیاء کا وضو ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انبیاء کے اعضاء وضو بھی اس طرح چمکتے ہوں گے مگر یہ وضو اور امتوں کو نہیں دیا گیا۔ بجز امتِ مرحومہ کے تو اسی کا نور مشابہ ہو گیا انبیاء کے نور کے) اور میں نے امت کو امر کیا ہے غسلِ جنابت کا جیسا کہ انبیاء کو دیا تھا اور امت کو امر کیا حج کا جیسا کہ انبیاء کو کیا تھا۔ چنانچہ کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے حج نہ کیا ہو اور امر کیا امت کو جہاد کا جیسا کہ رسولوں کو امر کیا۔ حدیث **علماء امتى كانبياء بنى اسرائيل** کا بعض علماء نے انکار کیا ہے۔ لیکن اس انکار کا مطلب زیادہ سے زیادہ ان الفاظ کا انکار ہوسکتا ہے۔ لیکن حدیث کے معنی یعنی علماء امت بعد امت کی تشبیہ انبیاء سے بلحاظ مضمون ثابت شدہ ہے۔ اس لیے حدیث اگر لفظاً ثابت نہ ہو تو بھی معناً ثابت ہے۔ اسی لیے علماء نے جگہ جگہ اس حدیث سے استدلال کیا ہے جیسے امام رازیؒ نے آیت کریمہ **يايها الناس قد جاء تكم موعظة من ربكم** کے تحت میں مراتب بیان کرتے ہوئے اِس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ پھر ایسے ہی آیت کریمہ **قالت لهم رسلهم ان نحن الابشر مثلكم** کے نیچے مراتب وکمال ونقصان بیان کرتے ہوئے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔

امت محمدیہ کی توبہ دل سے ہے

(۹۷) اگر امم سابقہ (جیسے یہود) میں توبہ قتل سے ہوتی تھی۔ **یقوم انکم ظلمتم انفسکم باتخاذکم العجل فتوبوا الیٰ بارئکم فاقتلوا انفسکم**۔ (القرآن الحکیم)

تو اس امت کی توبہ قلبی ندامت رکھی گئی۔ **الندم توبة**.

ترجمہ:۔ اے قوم بنی اسرائیل! تم نے گئوسالہ کو اپنا معبود بنا کر اپنے اوپر ظلم کیا ہے تو اپنے پیدا کرنے والے کے آگے توبہ کر۔

ترجمہ:۔ ندامت ہی توبہ ہے جب بندہ دل میں پشیمان ہوگیا اور آئندہ اس بدی سے باز رہنے کا عزم باندھ لیا تو توبہ ہوگئی نہ قتل نفس کی ضرورت رہی نہ ترک مال کی۔

امت محمدیہ کو دونوں قبلے عطاء ہوئے

(۹۸) اگر امت موسیٰ وعیسیٰ کا صرف ایک قبلہ (بیت المقدس) تھا۔ اور اگر اہل عرب کا صرف ایک قصبہ (کعبہ معظمہ) تھا تو امت محمدیہ کو یکے بعد دیگرے یہ دونوں قبلے عطاء کئے گئے جس سے یہ امت جامع امم ثابت ہوئی۔

قد نریٰ تقلب وجهک فی السماء فلنولینک قبلة ترضٰها. (القرآن الحکیم)

امت محمدیہ کا کفارہ استغفار سے ہوتا ہے

(۹۹) اگر اور امتوں کی سیئات کا کفارہ دنیا یا آخرت کی رسوائی بغیر نہ ہوتا تھا کہ وہ سیئہ در و دیوار پر مع صورت کفارہ لکھ دی جاتی تھی تو اِس امت کے معاصی کا کفارہ توبہ استغفار اور ستاری و مسامحت کے ساتھ نمازوں سے ہوجاتا ہے۔ ارشاد نبوی ہے۔

کانت بنو اسرائیل اذا اصاب احدهم الخطیئة وجدها مکتوبا علی بابه و کفارتها فان کفرها کانت له خزی فی الدنیا وان یکفرها کانت له خزی فی الاخرة و قد اعطاکم الله خیرا من ذالک قال تعالیٰ ومن یعمل سوءً او یظلم نفسه ثم یستغفر الله یجد الله غفورا رحیما و الصلوات الخمس والجمعة الی الجمعة کفارات لما بینهن

(ابن جریر عن ابی العالیہ)

ترجمہ:۔ بنی اسرائیل جب گناہ کرتے تو ان کے دروازوں پر وہ گناہ اور اس کا کفارہ لکھ کر

انہیں رسوا کر دیا جاتا تھا اگر کفارہ ادا کرتے تو دنیا کی اور نہ کرتے تو آخرت کی رسوائی ہوتی لیکن تمہیں اے امت محمدیہ اس سے بہتر صورت دی گئی اللہ نے فرمایا کہ جو کوئی بری حرکت کرے اور اپنے نفس پر ظلم کرے اور پھر اللہ سے مغفرت چاہے تو اللہ کو غفور رحیم پائے گا (عام رسوائی اور فضیحتی نہ ہوگی) اور پھر پانچ نمازیں اور جمعہ دوسرے جمعہ تک درمیانی گناہوں کا کفارہ ہوں گے۔

امتِ محمدیہ کے کمال اِطاعت کا ثبوت دیا

(۱۰۰) اگر امت موسیٰ نے دعوتِ جہاد کے جواب میں اپنے پیغمبر کو یہ کہہ کر صاف جواب دے دیا کہ اے موسیٰ تو اور تیرا پروردگار لڑ لو۔ ہم تو یہیں بیٹھے ہوئے ہیں تو امت محمدیؐ نے کمال اطاعت کا ثبوت پیش کرتے ہوئے نہ صرف ارض حجاز بلکہ شرق وغرب میں دینِ محمدیؐ کے علم کو سربلند کیا اور **اعظم درجة عند الله** کا بلند مرتبہ حاصل کیا۔

امتِ محمدیہ اور انبیاء کی شہادت دے گی

(۱۰۱) اگر اور انبیاء کی امتیں محشر میں اپنی شہادت میں اپنے انبیاء کو پیش کریں گی تو انبیاء اپنی شہادت میں اس امت کو اور یہ امت اپنی شہادت میں حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کرے گی۔

يجاء بنوح يوم القيٰمة فيقال له هل بلغت؟ فيقول نعم يارب فتسال امته هل بلغكم؟ فيقولون ما جاء نا من نذير فيقول من شهودک؟ فيقول محمدٌ وامته فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم فيجاء بكم فتشهدون انه قد بلغ ثم قرا رسول الله صلى الله عليه وسلم وكذالک جعلنٰكم امة وسطا لتكونوا شهداء على الناس ويكون الرسول عليكم شهيدا. (بخاری عن ابی سعید)

ترجمہ:۔ قیامت کے دن نوحؑ لائے جائیں گے اور پوچھا جائے گا کہ تم نے اپنی امت کو تبلیغ کی؟ کہیں گے کی ہے اے میرے رب تو ان کی امت سے پوچھا جائیگا کہ کیا نوحؑ نے تمہیں تبلیغ کی؟ وہ کہیں گے ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا آیا نہیں۔ نوحؑ سے پوچھا جائے گا کہ تمہارا گواہ کون ہے؟ عرض کریں گے محمدؐ اور ان کی امت۔ تو حضورؐ نے فرمایا کہ اس وقت تم (اے امت والو) بلائے جاؤ گے اور تم گواہی دو گے کہ نوحؑ نے تبلیغ کی۔ پھر حضورؐ نے یہ آیت پڑھی اور ہم نے تمہیں اے امت محمدیہ! درمیانی اور معتدل امت بنایا ہے تا کہ تم اقوام عالم پر گواہ بنو اور رسول کریم تم پر گواہ ہوں۔

امت محمدی اول بھی ہے آخر بھی

(۱۰۲) اگر اور انبیاء کی امتیں نہ اول ہوں نہ آخر بلکہ بیچ میں محدود ہو گی تو امت اول بھی ہو گی اور آخر بھی۔ جعل امتی هم الاخرون وهم الاولون. (ابونعیم عن انس)

آخر میں دنیا میں اور اول قیامت میں حساب وکتاب میں بھی اول اور داخلہ جنت میں بھی اول۔

نحن الآخرون من اهل الدنیا والاولون یوم القیٰمة المقضی لهم قبل الخلائق. (ابن ماجه ابن هریرة وحذیفه)

ترجمہ:۔ میری ہی امت آخر بھی رکھی ہے اور اول بھی۔ دوسری حدیث ہے ہم آخر ہیں دنیا میں اور اول ہیں آخرت میں کہ سب خلائق سے پہلے ہمارا فیصلہ سنایا جاوے گا۔

امت محمدی کو اولین وآخرین پر فضیلت دی گئی

(۱۰۳) اگر موسیٰ امت کو اپنے دور کے جہانوں پر فضیلت دی گئی وانی فضلتکم علی العلمین تو امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو علی الاطلاق اولین وآخرین پر فضیلت دے کر افضل الامم فرمایا گیا۔

کنتم خیر امة اخرجت للناس. (القرآن الحکیم)

و حدیث جعلت امتی خیر الامم. (مسند بزار عن ابو هریرة)

وحدیث وفی الزبور یا دائود انی فضلت محمدا و امته علی الامم کلهم. (خصائص کبریٰ ۱/۱۴)

یا رب تو کریمی و رسولؐ تو کریم   صد شکر کہ ہستیم میان دو کریم

ترجمہ:۔ تم بہترین امت ہو جو انسانوں کے لیے کھڑی کی گئی ہے اور حدیث ہے میری امت بہترین امم بنائی گئی ہے اور حدیث ہے زبور میں کہ حق تعالیٰ نے فرمایا۔ اے داؤد! میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو علی الاطلاق فضیلت دی اور اس کی امت کو تمام امتوں پر فضیلت دی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عالم فتح کر ڈالا

(۱۰۴) اگر صحابہ موسیٰ باوجود معیت موسیٰ کے بیت قدس یعنی خود اپنے قبلہ کو اپنے ہی وطن (یعنی فلسطین کو بھی فتح کرنے سے جی چھوڑ بیٹھے اور صاف کہہ دیا۔ اذهب انت وربک فقاتلا انا ههنا قاعدون ۔ تو صحابہ محمدیؐ نے اپنے پیغمبر کی اطاعت کرتے ہوئے اپنے وطن (حجاز) کے ساتھ عالم کو فتح کر ڈالا۔ انا فتحنا لک فتحاً مبینا. کا ظہور ہوا اور لیستخلفنهم فی الارض کا وعدہ

خداوندی پورا کر دیا گیا۔ (القرآن الحکیم)

ترجمہ:۔ موسیٰ علیہ السلام! تو اور تیرا پروردگار لڑلو ہم تو یہیں بیٹھے ہوئے ہیں (ہم سے یہ قتال و جہاد کی مصیبت نہیں سہی جاتی) اس امت کے بارے میں ہے کہ ہم نے تمہیں اے نبی! فتح مبین دی۔ (مکہ فتح ہو گیا) اور آیت میں ہے کہ اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زمین کی خلافت وسلطنت ضرور بخشے گا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پہلے مکہ فتح ہوا۔ پھر خیبر اور بحرین فتح ہوا۔ پھر پورا جزیرہ عرب کا اکثر حصہ فتح ہوا۔ پھر یمن کا پورا ملک فتح ہوا۔ پھر ہجوس کے مجوس سے خرید لیا گیا۔ اطراف شام وروم ومصر واسکندریہ وحبشہ پر اثرات قائم ہوئے کہ بادشاہ روم (قیصر) بادشاہ حبش (نجاشی) شاہ مصر واسکندریہ مقوقس شاہان عمان وغیرہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں بھیج کر اپنی فرمانبرداری اور نیاز مندی کا ثبوت دیا۔ پھر صدیق اکبرؓ خلیفہ رسولؐ اللہ نے جزیرہ عرب پورا کا پورا لے لیا۔ فارس پر فوج کشی کی۔ شام کے اہم علاقے بصریٰ وغیرہ فتح ہوئے۔ پھر فاروق اعظمؓ کے زمانہ میں پورا شام پورا مصر، فارس، وایران اور پورا روم اور قسطنطنیہ فتح ہوا۔ پھر عہدِ عثمانی میں اندلس، قبرص، بلاد قیران وسبتہ اقصائے چین وعراق وخراسان، اہواز اور ترکستان کا ایک بڑا علاقہ فتح ہوا اور پھر امت کے ہاتھ پر ہندو، سندھ، یورپ وایشیاء کے بڑے بڑے ممالک فتح ہوئے۔ جن پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا اور بالآخر زمانہ آخر میں پوری دنیا پر بیک وقت اسلام کا جھنڈا لہرانے لگا۔ وعدہ امت کو دیا گیا جو پورا ہو کر رہے گا جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔

جنت میں امتِ محمدیہ کی اسی صفیں ہوں گی

(۱۰۵) اگر جنت میں ساری امتیں چالیس صفوں میں ہوں گی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تنہا امت اسی (۸۰) صفیں پائے گی۔

اهل الجنة عشرون ومائة صف ثمانون منها من هذا الامة واربعون من سائر الامم. (ترمذی ودارمی بیہقی بریدة)

امتِ محمدیہ کے صدقات سے غرباء مستفید ہوتے ہیں

(۱۰۶) اگر اور امتوں کے صدقات اور انبیاء کے خمس نذر آتش کیے جانے سے قبول ہوتے تھے جس سے امتیں مستفید نہیں ہو سکتی تھیں تو امتِ محمدیؐ کے صدقات وخمس خود امت کے غرباء پر خرچ کرنے سے قبول ہوتے ہیں جس سے پوری امت مستفید ہوتی ہے۔

وکانت الانبیاء یعزلون الخمس فتجیٔ النار وتاکله وامرت انا ان اقسم بین فقراء امتی. (بخاری فی تاریخه عن ابن عباس)

ترجمہ:۔ اگر اور انبیاء علیہم السلام اپنا خمس کا حق چھوڑ دیتے تھے تو آگ آتی تھی اور اسے جلا ڈالتی تھی (یہی اس کی قبولیت کی علامت تھی۔ بحوائے قرآن حکیم حتی یاتینا بقربان تاکله النار) اور مجھے امر کیا گیا ہے کہ میں اس خمس کو تقسیم کر دوں اپنی امت کے فقراء میں۔

(خصائص کبریٰ ۲/۱۸۷)

امت محمد یہ کے لئے الہام ہے

(۱۰۷) اگر اور انبیاء پر وحی آتی تھی جس سے اصلی تشریع کا تعلق تھا تو اِس امت کے ربانیوں پر الہام اترا جس سے اجتہادی شریعتیں کھلیں۔

واذا جاء هم امر من الامن اوالخوف اذا عوبه ولو ردوه الی الرسول والٰی اولی الامر منهم لعلمه الذین یستنبطونهٗ منهم.

ترجمہ:۔ اور جب ان کے پاس کوئی بات امن کی یا خوف کی آتی ہے تو اسے پھیلا دیتے حالانکہ اگر وہ اسے رسول یا اپنے میں سے اولو الامر کی طرف لوٹا دیتے ہیں اسے ان میں سے استنباط کرنے والے جان لیتے (جو اس میں سے نئی چیزیں مستنبط کر کے نکال لیتے۔)

امتِ محمد یہ عامہ گمراہی سے محفوظ ہے

(۱۰۸) اگر اور انبیاء کی امتیں ضلالتِ عامہ سے نہ بچ سکیں تو امت محمد یہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گمراہی عامہ سے ہمیشہ کے لئے مطمئن کر دیا گیا۔

لاتجمع امتی علی الضلالة۔

ترجمہ:۔ میری امت (ساری کی ساری مل کر کبھی بھی) گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی۔

امتِ محمد یہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اجماع حجت ہے

(۱۰۹) اگر اور انبیاء کی امتوں کا مل کر کسی چیز کا جمع ہو جانا عنداللہ حجت شرعیہ نہیں تھا کہ وہ گمراہی عامہ سے محفوظ نہ تھیں تو امتِ محمد یہ کا اجماع حجتِ شرعیہ قرار دیا گیا کہ وہ عام گمراہی سے محفوظ کی گئی ہے۔

وما راٰه المومنون حسنًا فهو عند الله حسن و حدیث انتم شهداء الله فی الارض ولتکونوا شهداء علی الناس.

ترجمہ:۔ جسے مسلمان اچھا سمجھ لیں وہ عنداللہ بھی اچھا ہے اور حدیث تم اللہ کے سرکاری گواہ

ہو زمین میں۔اور آیتِ کریمہ ہم نے تمہیں اے امت محمدیہ درمیانی درجہ کی امت بنایا ہے (تمہیں بھی اس کا دھیان چاہیے) اور حدیث تم اللہ کے سرکاری گواہ ہو زمین پر) اور آیت کریمہ ہم نے تمہیں درمیانی امت بنایا ہے تا کہ تم گواہ بنو دنیا کے انسانوں پر۔

امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عذابِ عام نہ ہوگا

(۱۱۰) اگر اور انبیاء کی امتیں گمراہی عامہ کی وجہ سے معذب ہو ہو کر ختم ہوتی رہیں تو امتِ محمدیہ کو عذابِ عام اور استیصال عام سے دائمی طور پر بچالیا گیا۔**وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم وما کان اللہ معذبھم وھم یستغفرون** (القرآن الحکیم)

امتِ محمدیہ کو دس گنا اعلیٰ مقام ملیں گے

(۱۱۱) اگر اور انبیاء کی امتوں کو جنت میں نفس مقامات سے نوازا جائے گا تو امتِ محمدیہ کو ہر مقام کا دہکنہ درجہ دیا جائے گا تا آنکہ اس امت کے ادنیٰ سے ادنیٰ جنتی کا ملک بہ نص حدیث دس دنیا کی برابر ہوگا۔**فما ظنک باعلاھم؟**

ترجمہ:۔جیسا کہ آیت کریمہ **من جاء بالحسنة فله عشر امثالها** اس پر شاہد ہے۔

امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صلحاء بھی شفاعت کریں گے

(۱۱۲) اگر امم سابقہ کی شفاعت صرف ان کے انبیاء ہی کریں گے تو اس امت کی شفاعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اِس امت کے صلحاء بھی کریں گے اور ان کی شفاعت سے جماعتیں کی جماعتیں نجات پا کر داخل ہوں گی۔

ان من امتی من یشفع للفئام ومنھم من یشفع للقبیلة ومنھم من یشفع للعصیة ومنھم من یشفع للرجل حتیٰ یدخلوا الجنه. (ترمذی عن ابی سعید)

ترجمہ:۔میری امت میں ایسے بھی ہوں گے جو کئی کئی شفاعتیں کریں گے اور ایک خاندان بھر کی، بعض خاندان کے ایک حصہ کی اور بعض ایک شخص کی، تا آنکہ یہ لوگ اس کی شفاعت سے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اللہ کے نام سے ہے

(۱۱۳) اگر اور انبیاء کی امتوں کے نام ان کے وطنوں اور قبیلوں یا انبیاء کے ناموں سے رکھے

گئے، جیسے عیسائی، یہودی، ہندو وغیرہ تو امت محمدیہ کے دو نام اللہ نے اپنے ناموں سے رکھے۔

مسلم اور مومن، یا یهود تسم الله باسمین وسمی الله بهما امتی هو السلام وسمیٰ بها امتی المسلمین وهو المومن وسمیٰ بها امتی المومنین . (مصنف ابن ابی شیبہ عن مکحول)

ترجمہ:۔اے یہودی! اللہ نے اپنے دو نام رکھے۔اور پھر ان دونوں ناموں سے نام میری آیت کا رکھا۔اللہ تعالےٰ سلام ہے تو اس نام پر اس نے میری امت کو مسلمین کہا اور وہ مومن ہے تو اپنے اس نام پر اس نے میری امت کو مؤمنین فرمایا۔

تمام امتیازات کی بنیاد ختم نبوت ہے

یہ سارے امتیازی فضائل و کمالات جو جماعت انبیاء میں آپ کو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت غلامی سے امتوں میں اس امت کو دیئے گئے تو اس کی بناء ہی یہ ہے کہ اور انبیاء نبی ہیں اور خاتم الانبیاء ہیں اور امتیں امم واقوام ہیں اور یہ امت خاتم الامم اور خاتم الاقوام ہے اور انبیاء کی کتب آسمانی کتب ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی کتاب خاتم الکتب ہے اور ادیان ادیان ہیں اور یہ دین خاتم الادیان ہے اور شرائع شریعتیں ہیں اور یہ شریعت خاتم الشرائع ہے۔ یعنی آپ کی خاتمیت کا اثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے ہی کمالات و آثار میں رچا ہوا ہے۔ پس یہ امتیازی خصوصیات محض نبوت کے اوصاف نہیں بلکہ ختم نبوت کی خصوصیات ہیں۔ اِس لیے جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء میں ختم نبوت کے مقام سے ممتاز اور افضل ہیں۔ ایسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خاتمیت کی ممتاز سیرت تمام انبیاء کی سیرتوں سے ممتاز اور افضل ہے چنانچہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ختم نبوت اور خاتمیت کو اپنی خصوصیات میں شمار فرمایا ہے۔ حدیث ابوہریرہؓ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں اپنی چھ امتیازی خصوصیات جوامع کلم اور غیر معمولی رعب وغیرہ ارشاد فرمائی۔ وہیں ان میں سے ایک خصوصیت یہ بھی فرمائی کہ:۔

وختم بی النبیون. (بخاری و مسلم)۔مجھ سے نبی ختم کر دیئے گئے۔

ختم نبوت کا منکر تمام کمالات نبوی کا منکر ہے

اس کا قدرتی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حضورؐ کی یہ خصوصیات اور ممتاز سیرت ختم نبوت کے تسلیم کیے بغیر زیر تسلیم نہیں آ سکتی۔ ان خصوصی فضائل کو وہی مان سکے گا جو ختم نبوت کو مان رہا ہو۔ ورنہ ختم

نبوت کا منکر درحقیقت ان تمام فضائل وکمالات اور خصوصیات نبوی کا منکر ہے۔ گوزبان سے وہ حضورؐ کی افضلیت کا دعویٰ کرتا رہے۔ مگر یہ دعویٰ ختم نبوت کے انکار کے ساتھ زمانہ سازی اور حیلہ بازی ہوگا۔ بہر حال حضورؐ کے کمالات کے دائرہ میں ہر کمال کا یہ انتہائی نقطہ آپ کی خاتمیت کا اثر ہے نہ محض نبوت کا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء بھی ہیں اور جامع کمالاتِ انبیاء بھی

اس سے یہ اصولی بات کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ شے کی انتہا میں اس کی ابتداء لپٹی ہوتی ہے اور کمال کے ہر انتہائی نقطہ میں اس کے تمام ابتدائی مراتب مندرج ہوتے ہیں۔ سورج کی روشنی سارے عالم میں درجہ بدرجہ پھیلی ہوئی ہے جس کے مختلف اور متفاوت مراتب ہیں۔ لیکن اس کے انتہائی مرتبہ نور میں اس کے ابتدائی نور کے تمام مراتب کا جمع رہنا قدرتی ہے۔ مثلاً اس کے نور کا ادنیٰ درجہ ضیاء اور چاندنا ہے جو بند مکانوں میں بھی پہنچا ہوا ہوتا ہے۔ اس سے اوپر کا مرتبہ دھوپ ہے جو کھلے میدانوں اور صحنوں میں پھیلی ہوئی ہوتی ہے جس سے میدان روشن کہلاتے ہیں۔ اس سے اوپر کا مرتبہ شعاعوں کا ہے جس کا باریک تاروں کی طرح فضائے آسمانی میں جال پھیلا ہوا ہوتا ہے اور فضا ان سے روشن رہتی ہے۔ اس سے بھی اوپر کا مرتبہ اصل نور کا ہے جو آفتاب کی ٹکیہ کے چوگرد اس سے لپٹا ہوا اور اس سے چمٹا ہوا ہوتا ہے جس سے آفتاب کا ماحول منور ہوتا ہے اور اس سے اوپر ذات آفتاب ہے جو بذات خود روشن ہے لیکن یہ ترتیب خود اس کی دلیل ہے کہ آفتاب سے نور صادر ہوا، نور سے شعاع برآمد ہوئی، شعاع سے دھوپ نکلی اور دھوپ سے چاندنا نکلا گویا ہر اعلیٰ مرتبہ کا اثر ادنیٰ مرتبہ ہے جو اعلیٰ سے صادر ہو رہا ہے۔ اس لیے بآسانی یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ ضیاء وروشنی دھوپ میں تھی جب ہی تو اس سے برآمد ہوئی دھوپ شعاعوں میں تھی جب ہی تو اس سے نکلی۔ شعاعیں نور میں تھیں جب ہی اس سے صادر ہوا۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ روشنی کے یہ سارے مراتب آفتاب کی ذات میں جمع تھے جب ہی تو واسطہ بلاواسطہ اس سے صادر ہو ہو کر عالم کے طبقات کو منور کرتے رہے۔ پس آفتاب خاتم الانوار ہونے کی وجہ سے جامع الانوار ثابت ہوا۔ اگر نور کے سارے مراتب اس پر پہنچ کر ختم نہ ہوتے تو اس میں یہ سب کے سب مراتب جمع بھی نہ ہوتے تو قدرتی طور پر خاتمیت کے لیے جامعیت لازم نکلی۔

ٹھیک اسی طرح حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم جب کہ خاتم الکمالات ہیں جن پر

نبوت کے تمام علمی وعملی اوراخلاقی واحوالی مراتب ختم ہو جاتے ہیں تو آپ ہی ان سارے کمالات کے جامع بھی ثابت ہوتے ہیں اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ نبوت کا ہر کمال جس جس رنگ میں جہاں جہاں اور جس جس پاک شخصیت میں موجود تھا وہ آپ ہی سے نکلا اور آخر کار آپ ہی پر آ کر منتہی ہوا تو یقیناً وہ آپ ہی میں جمع بھی تھا۔ اس لیے وہ تمام امتیازی کمالات علم واخلاق اور کمالات احوال ومقامات جو مذکورہ بالا دفعات میں پیش کئے گئے ہیں اور جو آپ کے لیے وجہ امتیاز وفضیلت ہیں جب کہ آپ ہی پر پہنچ کر ختم ہوئے تو وہ بلا شبہ آپ ہی میں جمع شدہ بھی تھے ورنہ آپ پر پہنچ کر ختم نہ ہوتے اور جب آپ کی ذات بابرکات جامع الکمالات بلکہ منبع کمالات ثابت ہوئی اور آپ کے سارے کمالات انتہائی ہو کر جامع مراتب کمالات ثابت ہوئے۔

مصحفے گشت جامع آیات ہستیش غایت ہمہ غایات

تو یقیناً آپ کی شریعت جامع الشرائع آپ کا دین جامع الادیان، آپکا لایا ہوا علم جمع علوم اولین وآخرین، آپ کا خلق عظیم یعنی جامع اخلاق سابقین ولاحقین اور آپ کی لائی ہوئی کتاب جامع کتب سابقین ہے جو آپ کی خاتمیت کی واضح دلیل ہے۔ اس لیے آپ کی خاتمیت کی شان سے آپ کی جامعیت ثابت ہوگئی۔

مصدقیت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء اور اُن کی شریعتوں کے مصدق ہیں

اب اس جامع سے آپ کی افضلیت کا ایک اور مقام نمایاں ہوتا ہے۔ اور وہ شان مصدّقیت ہے کہ آپ سابقین کی ساری شریعتوں اور ان کی لائی ہوئی ساری کتابوں کے تصدیق کنندہ ثابت ہوتے ہیں جس کا دعویٰ قرآنِ حکیم نے فرمایا ہے:۔

ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم.

ترجمہ:۔ پھر تمہارے پاس (اے پیغمبران الٰہی) وہ عظیم رسول (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) آ جائیں تو تمہارے ساتھ کی ہر چیز (سماوی کتب نبوت، معجزات تعلیمات وغیرہ) کے تصدیق کنندہ ہوں (تو تم ان پر) ایمان لانا اور ان کی نصرت کرنا۔

اور فرمایا:۔ **بل جاء بالحق و صدق المرسلین.**

ترجمہ:۔ بلکہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آئے اور رسولوں کی تصدیق کرتے ہوئے۔

مُصدِّقیت کی توجیہ

وجہ ظاہر ہے کہ جب آپ کی شریعت میں تمام پچھلی شریعتیں جمع ہیں اور آپ کی لائی ہوئی کتاب (قرآن) میں تمام پچھلی کتب سماویہ مندرج ہیں تو ان کی تصدیق خود اپنی تصدیق ہے۔ جس کی بنا سورج کی مثال سے کھل چکی ہے کہ جیسے ہر انتہا میں اس کے ابتدائی مراتب جمع ہو جاتے ہیں۔ ویسے ہی وہ سارے ابتدائی مراتب نکلتے بھی اس انتہائی مرتبہ سے ہیں۔ اِس لیے سابق شریعتیں درحقیقت اس انتہائی شریعت کے ابتدائی مراتب ہونے کے سبب اسی میں سے نکلی ہوئی مانی جاویں گی ورنہ یہ شریعت انتہائی اور وہ ابتدائی نہ رہیں گی جو مشاہدہ اور عقل ونقل کے خلاف ہے۔ وہ اپنی جگہ مسلم شدہ ہے پس اس جامع شریعت کی تصدیق کے بعد ممکن ہی نہیں کہ ابتدائی شریعتوں کی تصدیق نہ کی جائے بلکہ خود اس مصدقہ شریعت میں جمع شدہ ہیں۔ ورنہ خود اس شریعت

کی تصدیق بھی باقی نہ رہے گی۔ اس لیے جب یہ آخری اور جامع شریعت آپ کے اندر سے ہو کر نکلی تو سابقہ شریعتیں بھی بالواسطہ آپ ہی کے اندر سے ہو کر آئی ہوئی تسلیم کی جاویں گی۔ **وانہ لفی زبر الاولین** اور یہ قرآن پچھلوں کی کتابوں میں بھی (لپٹا ہوا) موجود تھا) اس لیے اس شریعت کی تصدیق کے لیے پچھلی شریعتوں کی تصدیق ایسی ہی ہوگی جیسے اپنے اجزا و اعضاء کی تصدیق اور ظاہر ہے کہ اپنے اعضاء و اجزا اور بالفاظ دیگر خود اپنی تکذیب کون کر سکتا ہے؟ ورنہ یہ معاذ اللہ خود اپنی شریعت کی تکذیب ہو جائے گی۔ جب کہ یہ ساری شریعتیں اسی آخری شریعت کے مبادی اور مقدمات اور ابتدائی مراتب تھے تو کل کی تصدیق کے اس کے تمام صحیح اجزاء کی تصدیق ضروری ہے ورنہ وہ کل کی ہی تصدیق نہ رہے گی۔ اس لیے سارے پچھلے ادیان کے حق میں آپ کے مصدق ہونے کی شان نمایاں تر ہو جاتی ہے۔

اسلام تمام شریعتوں کے اقرار کا نام ہے

اور واضح ہو جاتا ہے کہ "اسلام" اقرار شرائع کا نام ہے، انکار شرائع کا نہیں۔ تصدیق مذاہب کا نام ہے۔ تکذیب مذاہب کا نہیں۔ توقیر ادیان کا نام ہے۔ تحقیر ادیان کا نہیں۔ تعظیم مقتدایان مذاہب کا نام ہے۔ توہین مقتدایان کا نام نہیں۔ اس کا قدرتی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اسلام کا ماننا درحقیقت ساری شریعتوں کا ماننا اور اس کا انکار ساری شریعتوں کا انکار ہے اور اسلام آ جانے کے بعد اس سے منکر درحقیقت کسی بھی دین و شریعت کے مقر تسلیم نہیں کئے جا سکتے۔

تمام غیر مسلموں کے مسلمان ہونے کی آرزو

اس بناء پر اگر ہم دنیا کے سارے مسلم اور غیر مسلم افراد سے یہ امید رکھیں کہ وہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی اس جامع و خاتم سیرت کے مقامات کو سامنے رکھ کر اس آخری دین کو پوری طرح سے اپنائیں اور اس کی قدر و عظمت کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں تو یہ بے جا آرزو نہ ہوگی مسلمانوں سے تو اس لیے کہ حق تعالیٰ نے انہیں اسلام دے کر دین ہی نہیں دیا بلکہ سرچشمہ ادیان دے دیا اور ایک جامع شریعت دے کر دنیا کی ساری شریعتیں ان کے حوالہ کر دیں۔ جب کہ وہ سب کی سب شاخ در شاخ ہو کر اسی آخری شریعت سے نکل رہی ہیں جس سے مسلمان بیک وقت گویا سارے ادیان و شریعت پر عمل کرنے کے قابل اور اس جامع عمل سے اپنے لیے جامعیت کا مقام حاصل کرنے کے قابل بنے ہوئے ہیں اور اس طرح وہ ایک دین نہیں بلکہ تمام ادیان عالم

پر مرتب ہونے والے سارے ہی اجر و ثواب اور درجات و مقامات کے مستحق ٹھہر جاتے ہیں۔

اسلام اقرار و معرفت کا دین ہے

اندریں صورت اگر ہم یوں کہیں تو خلاف حقیقت نہ ہوگا۔ اگر وہ صحیح معنی میں عیسائی، موسائی، ابراہیمی اور نوحی بھی ہیں کہ آج انہی کے دم سے سچی نوحیت، ابراہیمیت، موسائیت اور عیسائیت دنیا میں زندہ ہے جب کہ بلا استثناء ان سب کے ماننے اور ان کی لائی ہوئی شرائع کو سچا تسلیم کرنے کی روح انہوں نے ہی دنیا میں پھونک رکھی ہے بلکہ اپنی جامع شریعت کے ضمن میں ان سب شریعتوں پر عمل پیرا بھی ہیں۔ ورنہ آج ابراہیمؑ کے ماننے والے براہمہ اپنے کو اس وقت تک براہمہ نہیں سمجھتے جب تک کہ وہ حضرت موسیٰ و عیسیٰ و محمد علیہم السلام کی تکذیب و توہین نہ کرلیں۔ اسی طرح آج کی عیسائیت کو ماننے والے بزعم خود اپنی عیسائیت کو اس وقت تک برقرار نہیں رکھ سکتے۔ جب تک کہ وہ محمدیت کی تکذیب نہ کرلیں۔ گویا ان کے مذاہب کی بنیاد ہی تکذیب پر ہے تصدیق پر نہیں۔ انکار پر ہے اقرار پر نہیں۔ توہین پر ہے توقیر پر نہیں۔ جہالت پر ہے معرفت پر نہیں۔ حالانکہ مذہب نام اقرار کا ہے۔ انکار کا نہیں۔ ایمان نام معرفت کا ہے جہالت کا نہیں، دین نام محبت کا ہے عداوت کا نہیں، پس تسلیم و اقرار، تعظیم و توقیر، علم و معرفت اور ایمان و دین کا کارخانہ سنبھلا ہوا ہے تو صرف اسلام ہی سے سنبھلا ہوا ہے۔

غلبہ اسلام

اور اسی کی تسلیم عام اور تصدیق عام کی بدولت تمام مذاہب کی اصلیت اور توقیر محفوظ ہے۔ ورنہ اقوام دنیا نے مل کر تعصبات کی راہوں سے اس کارخانہ کو درہم برہم کرنے میں کوئی کسر اٹھا کر نہیں رکھی۔ بنابریں اسلام کے ماننے والے تو اس لیے اسلام کی قدر پہچانیں اور اسے دستور زندگی بنائیں کہ اللہ نے انہیں تعصبات کی دلدل سے دور رکھ کر دنیا کی تمام قوموں، امتوں اور ان کے تمام مذاہب اور شریعتوں کا رکھوالا اور محافظ بنایا اور ان میں سے غل و غش کو الگ دکھا کر اصلیت کا راز داں تجویز کیا۔ دوسرے انکار اقرار و تسلیم صرف ان ہی کی شریعت تک محدود نہیں بلکہ شاخ در شاخ بنا کر دنیا کی تمام شریعتوں تک پھیلا دیا جس سے اگر ایک طرف ان کے دین کی وسعت و عمومیت اور جامعیت نمایاں کی جو خود دین والوں کی جامعیت اور وسعت کی دلیل ہے تو دوسری طرف اسلامی دین کا غلبہ بھی تمام ادیان پر پورا کردیا۔

جس کی قرآن نے **لیظھرہٗ علی الدین کلہ** (تاکہ اسلامی دین کو اللہ تمام دینوں پر

غالب فرمائے) خبر دی تھی۔

کیونکہ غلبہ دین کی اس سے زیادہ نمایاں اور واضح دلیل اور کیا ہو سکتی ہے کہ دین اسلام تمام ادیان کا مصدق بن کر ان میں روح کی طرح دوڑا ہوا انہیں تھامے ہوئے ہے، ان کا قیوم اور سنبھالنے والا ہے۔ اور اسی کے دم سے ان کی تصدیق و توثیق باقی ہے ورنہ اقوام عالم تو مذاہب کی تردید و تکذیب کر کے انہیں لاشئے محض بنا چکی تھیں۔ **وقالت الیهود لیست النصاریٰ علی شیء. وقالت النصاریٰ لیست الیهود علی شئی** (یہود نے کہا کہ نصاریٰ لاشئے محض ہیں اور نصاریٰ نے کہا کہ یہود لاشئ محض ہیں) اور اس طرح ہر قوم اپنے سوا دوسرے مذاہب کو تردید و تکذیب سے دفن کر چکی تھی۔ مصدق عام اور قیوم عمومی بن کر تو اسلام ہی آیا جس نے ہر مذہب کی اصلیت نمایاں کر کے اس کی تصدیق کی اور اسے باقی رکھا جس سے مذاہب سابقہ اپنا دورہ پورا کر دینے کے بعد بھی دلوں اور ایمانوں میں محفوظ رہے اور کون نہیں جانتا کہ کسی چیز کا سنبھالنے اور تھامنے والا ہی اس چیز پر غالب ہوتا ہے، جسے وہ تھام رہا ہے۔ ورنہ بلا غلبہ کے تھامتا کیسے؟ اور تھمی شے تھامنے والے کے سامنے مغلوب اور ضعیف ہوتی ہے۔ ورنہ اسے تھامنے والے کے سہارے کی ضرورت کیوں پڑتی؟ پس جب کہ ادیان سابقہ کی اصلیت اسلام کے سہارے تھمی ہوئی ہے تو ادیان سابقہ اس کے محتاج ثابت ہوئے اور وہ ان کے لحاظ سے غنی رہا۔ اور ظاہر ہے کہ محتاج غنی پر غالب نہیں ہوتا۔ بلکہ غنی محتاج پر غالب ہوتا ہے۔ اس لیے اسلام کا غلبہ اس قومیت کے سلسلہ سے تمام ادیان پر نمایاں ہو جاتا ہے۔

هو الذی ارسل رسولهٗ بالهدیٰ و دین الحق لیظهرهٗ علی الدین کله.

ترجمہ:۔ اللہ ہی وہ ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اس اسلامی دین کو تمام دینوں پر غالب فرمائے۔

پس اسلام کا غلبہ جہاں حجت و برہان سے اس نے دکھلایا۔ جہاں تیغ و سنان سے اس نے دکھلایا جو باہر کی چیزیں ہیں وہیں خود دین کی ذات سے ہی دکھلایا اور وہ اس کی عمومیت، قومیت اور مصدقیت عام ہے جس سے اس نے روح بن کر ادیان کو سنبھال رکھا ہے جس سے اس دین کا بین الاقوامی دین ہونا بھی واضح ہو جاتا ہے۔

اسلام مسلم و غیر مسلم سب کے لئے نعمت ہے

بہر حال اسلام والے تو اس لیے اسلام کی قدر کرتے ہیں کہ وہ کامل، جامع مصدق عالمگیر

دین اور روح ادیان عالم ہے جو انہیں پشتینی طور پر ہاتھ لگ گیا ہے۔

اور غیر مسلم اس لیے اس کی طرف بڑھیں اور اس کی قدر پہچانیں کہ آج کی ہمہ گیر دنیا میں اول تو جزوی اور مقامی ادیان چل نہیں سکتے۔ جیسا کہ مشاہدہ میں آ رہا ہے کہ ہر ایک مذہب گویا منظر عام سے ہٹ کر چھپنے کے لیے پہاڑوں اور غاروں کی پناہ لینی پڑتی ہے اور یا باہر آ کر زمانہ کے تقاضوں کے مطابق اپنے اندر ترمیمیں کرنی پڑ رہی ہیں اور وہ بھی اسلام ہی سے لے کر تاکہ دنیا میں اس کے گاہک باقی رہیں۔ مگر ان میں سے کوئی چیز بھی ان ادیان کے محدود اور مقامی اور محض قومی ہونے کو نہیں چھپا سکتی۔ ان کے پیوندوں سے خود ہی پتہ چل جاتا ہے کہ لباس کو نمائش کی حد تک صحیح دکھلانے اور جاذبِ نظر بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اسی لیے ان قومیتوں کی حد بندیوں کے مذاہب سے دلوں کی توجہ ہٹتی جا رہی ہے جیسا کہ مشاہدہ میں آ رہا ہے۔ اندریں صورت تقاضائے دانش و بینش اور مقتضائے فطرت صرف یہ ہے کہ اجزاء سے ہٹ کر کل اور مجموعہ کو اپنایا جائے جس کے ضمن میں یہ جزوی دین اپنی اصلیت کی حد تک خود بخود آ جائیں اور ظاہر ہے کہ جب اصلیت کی حد تک اسلام نے تمام شرائع اور ادیان کو اپنے ضمن میں لے رکھا ہے تو اسلام قبول کرنے والے ان ادیان سے بھی محروم نہیں رہ سکتے۔

تمام ادیان کا بقاء اسلام سے ہے

بلکہ اگر وہ اپنے ادیان کی حفاظت چاہتے ہیں تو اب بھی انہیں اسلام ہی کا دامن سنبھالنا چاہیے۔ کیونکہ اسلام ہی نے ان ادیان کو تا بحد اصلیت اپنے ضمن میں سنبھال رکھا ہے۔ اگر وہ اپنے ادیان کی موجودہ صورتوں پر جمے رہتے ہیں تو اول تو وہ بے سند ہیں، ان کی کوئی حجت سامنے نہیں، اسلام ان کی سند تھا۔ تو اسے انہوں نے اختیار نہیں کیا۔ اسلام سے ہٹ کر دوسرے مذاہب میں دین کی سند و استناد کا کوئی سسٹم ہی نہیں جس سے ان کی اصلیت کا پتہ نشان لگ سکے اور ظاہر ہے کہ بے سند بات بحث نہیں ہو سکتی اور اگر کسی حد تک کوئی اپنی سلائی فطرت سے اصلیت کا کوئی سراغ نکال بھی لے تو زیادہ سے زیادہ وہ ایک جزئی، قومی اور مقامی دین کا پیرو رہا جو آج کے بین الاقوامی، بین الاوطانی اور عمومیت و کلیت کے دور میں چل نہیں سکتا۔ اسی لیے ارباب ادیان ایسے دینوں میں ترمیمات کے مسودے لا رہے ہیں اور آئے دن اِس قسم کی خبروں سے اخبارات کے کالم بھرے رہتے ہیں۔ البتہ اگر وہ اسلام سنبھال لیں تو اس پر چلنا درحقیقت تمام ادیان پر چلنا ہے اور ہر دین کی جتنی واقعی اصلیت ہے اسے تھامے رہنا ہے اِس لیے نفس دین کا تھامنا ضروری ہو تب اور اپنے اپنے ادیان کا تھامنا ضروری ہو۔ تب بہر دو صورت اسلام ہی کا تھامنا عقلاً اور نقلاً ضروری نکلتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی ہر چیز خاتم ہے

بہرحال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے سے آپ کی لائی ہر چیز شریعت۔ کتاب۔ قوم۔ امت۔ اصول قواعد اور احکام وغیرہ ساری چیزیں خاتم ٹھہرتی ہیں۔ اسی لیے جس طرح آپ کو خاتم النبیین فرمایا گیا اسی طرح آپ کے دین کو خاتم الادیان بتایا گیا۔ ارشاد ربانی ہے۔

الیوم اکملت لکم دینکم. ترجمہ:۔ آج کے دن میں نے تمہارے لیے دین کو کامل کر دیا۔

اور ظاہر ہے کہ اکمال اور تکمیلِ دین کے بعد نئے دین کا سوال پیدا نہیں ہو سکتا اِس لیے یہ کامل دین ہی خاتم الادیان ہوگا کہ کوئی تکمیل طلب ایسے ہی آپ کی امت کو خاتم الامم کہا گیا جس کے بعد کوئی امت نہیں۔ حدیث قتادہؓ میں ہے۔

نحن اخرھا و خیرھا. (درمنثور)

ترجمہ:۔ ہم (امتوں میں) سب سے آخر ہیں اور سب سے بہتر ہیں۔

حدیث ابی امامہ میں ہے:۔

یایھا الناس لا نبی بعدی ولا امۃ بعد کم . (مسند احمد)

ترجمہ:۔ اے لوگو! میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں۔

(یعنی میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو۔ یہی وہ خاتمیت ہے)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مسجد کے بارہ فرمایا جو حدیث عبداللہ بن ابراہیم میں ہے کہ

فانی آخر الانبیاء مسجدی آخر المساجد۔ (مسلم)

ترجمہ:۔ میں آخر الانبیاء ہوں اور میری مسجد آخر المساجد ہے (وہی آپ کی خاتمیت مسجد میں آئی)

حدیث عائشہؓ میں یہ دعویٰ خاتمیت کے الفاظ کے ساتھ ہے۔

انا خاتم الانبیاء و مسجدی خاتم مساجد الانبیاء. (کنز العمال)

ترجمہ:۔ میں خاتم الانبیاء ہوں اور میری مسجد مساجد الانبیاء میں خاتم المساجد ہے۔

اور جب کہ آپ کی آوردہ کتاب (قرآن) ناسخ الادیان اور ناسخ الکتب ہے تو یہی معنی اِس کے خاتم الکتب ہونے کے ہیں۔ کیونکہ ناسخ ہمیشہ آخر میں اور ختم پر آتا ہے اور اسی لیے آپ کو دعوت عامہ دی گئی کہ دنیا کی ساری اقوام کو آپ اللہ کی طرف بلائیں۔ کیونکہ اس دین کے بعد کوئی اور دین کسی خاص قوم یا دنیا کی کسی بھی قوم کے پاس آنے والا نہیں۔ جس کی دعوت آنے والی ہو تو اسی ایک

دین کی دعوت عام ہوگئی کہ وہ خاتم ادیان اور آخر ادیان ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ ساری خاتمیتیں درحقیقت آپ کی ختم نبوت کے آثار ہیں۔

خاتمیت سے جامعیت نکلی تو یہ تمام چیزیں جامع بن گئیں اور جامعیت سے آپ کی مصدقیت کی شان پیدا ہوئی جو ان سب چیزوں میں آتی چلی گئی۔ قرآن کو مصدق لما معکم کہا گیا امت کو بھی مصدق انبیاء بنایا گیا کہ سب اگلے پچھلے پیغمبروں پر ایمان لاؤ۔ دین بھی مصدق ادیان ہوا۔

سیرۃ نبوی کے جامع نقاط

یہی وہ سیرت نبوی ہے کہ جامع اور انتہائی نقاط ہیں۔ جن سے یہ سیرت مبارک تمام سیر انبیاء پر حاوی و غالب اور خاتم السیر ثابت ہوئی۔ اسی لیے آپ کی سیرت کا بیان محض کمال کا بیان نہیں بلکہ امتیازی کمالات اور ان کے بھی انتہائی نقاط کا بیان ہے جو اسی وقت ممکن ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کو مانا جائے کہ یہ امتیازات اور امتیازی کمالات مطلق نبوت کے آثار نہیں بلکہ ختم نبوت کے آثار ہیں۔ کیونکہ ختم نبوت خود ہی نفس نبوت سے ممتاز اور افضل ہے کہ سرچشمہ نبوات ہیں۔ اس لیے اس کے امتیاز آثار بھی مطلق آثار نبوت سے فائق اور افضل ہونے ناگزیر تھے۔ پس سیرتِ خاتمیت کے چند نمونے ہیں جو اس مختصری فہرست میں پیش کئے گئے ہیں۔

ان میں اولاً چند دفعات میں خاتم النبیینؐ کے دین کا تفوق و امتیاز دوسرے ادیان پر دکھلایا گیا ہے۔

پھر چند نمبروں میں طبقہ انبیاء کے کمالات و کرامات اور معجزات پر خاتم النبیینؐ کے کمالات و کرامات اور معجزات کی فوقیت دکھلائی گئی ہے۔

پھر چند نمبروں میں خصوصی طور پر نام بنام حضرات انبیاء علیہم السلام کے خصوصی احوال و آثار اور مقامات پر حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال و آثار اور مقامات کی عظمت واضح کی گئی ہے۔

پھر چند شماروں میں اور انبیاء کی امتوں پر امت خاتم کی عظمت و برگزیدگی واضح کی گئی ہے۔ جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر جہتی عظمت و فوقیت کاملیت و جامعیت، اولیت و آخریت روز روشن کی طرح کھل کر سامنے آجاتی ہے جو آپ کی خاتمیت کے آثار و لوازم ہیں۔

مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت

اِس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کو آپ کی خاتمیت کے اثبات میں کس درجہ

اہتمام ہے کہ ختم نبوت کا دعوے قرآن کریم میں کر کے سینکڑوں سے متجاوز احادیث میں ختم نبوت کے دلائل وآثار اور شواہد و نظائر شمار کرائے گئے ہیں جن میں سے چند کا انتخاب ان مختصر اوراق میں پیش کیا گیا۔ بس ختم نبوت سے متعلق پہلی قسم کی آیات وروایات پر مشتمل کتابیں دعوے ختم نبوت کی کتابیں لکھی جائیں گی اور یہ رسالہ جس میں آثار ولوازم ختم نبوت کے نمونے اور خصوصیات ختم نبوت کے شواہد و نظائر پیش کئے گئے ہیں۔ دلائل ختم نبوت کی کتاب کہی جائے گی۔ جس سے صاف روشن ہو جاتا ہے کہ ختم نبوت کا مسئلہ اسلام میں سب سے زیادہ اہم، سب سے زیادہ بنیادی اور اساسی مسئلہ ہے۔ جس پر اسلامی شریعت کی خصوصیت کی بنیاد قائم ہے اگر اس مسئلہ کو تسلیم نہ کیا جائے یا اس میں کوئی رخنہ ڈال دیا جائے تو اسلامی خصوصیات کی ساری عمارت آ پڑے گی اور مسلم کے ہاتھ میں کوئی خصوصی خرمہرہ باقی نہ رہے گا۔ جس سے وہ اسلام کو دنیا کی ساری اقوام کے سامنے پیش کرنے کا حق دار بنا تھا۔

نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بغیر قابل تسلیم ہی نہیں بن سکتیں کہ ختم نبوت کو تسلیم کیا جائے کہ اس پر خصوصیات نبوی کی عمارت بھی کھڑی ہوئی ہے۔ پس اس مسئلہ کا منکر درحقیقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کا منکر اور اِس مسئلہ کو مٹا دینے کا ساعی، حضور اکرمؐ کی امتیازی فضائل کو مٹا دینے کی سعی میں لگا ہوا ہے۔

ختم نبوت کا منکر پورے اسلام کا منکر ہے

اِس لیے جو طبقات بھی ختم نبوت کے منکر ہیں۔ خواہ صراحتاً اس کے منکر ہوں یا تاویل کے راستہ سے، دین کے اس بدیہی اور ضروری مسئلہ کے انکار پر آ ئیں۔ ان کا اسلام کا شریعت اسلام اور پیغمبرؐ اسلام سے کوئی تعلق نہیں مانا جا سکتا اور نہ وہ اسلامی برادری میں شامل سمجھے جا سکتے ہیں جس طرح سے توحید کا منکر قولی ہو یا مصرح، اسلام سے خارج اور اس سے بے واسطہ ہے اسی طرح سے ختم رسالت کا منکر خواہ انکار سے ہو یا تاویل سے اسلام سے خارج مانا جاوے گا۔ کیونکہ وہ صرف کسی ایک مسئلہ کا منکر نہیں بلکہ اسلام کے سارے امتیازات، سارے ممتاز فضائل، ساری ہی خصوصیات اور صدہا دینی روایات کا منکر ہے جن کا قدر مشترک تواتر کی حد سے نیچے نہیں رہتا۔

یہ مقالہ

بہر حال ختم نبوت کے درخشاں آثار اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی

شمائل وفضائل یا بالفاظ دیگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کے ہزاروں وجوہ دلائل میں سے یہ چند نمونے ہیں جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیینؐ ہونے کی تفسیر اور تشریح کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ یہ مختصر مقالہ سیرت خاتم النبیین نہیں بلکہ سیرت خاتمیت کی چند موٹی موٹی سرخیوں کی ایک مختصر سے فہرست ہے جس کے نیچے اس بلند پایہ سیرت کی امتیازی حقائق وتفصیلات پیش کی جاسکتی ہیں۔ اگر ان روایات کی روشنی میں سیرت خاتمیت کی ان تفصیلات اوران کے مالہ وماعلیہ کو کھولا جائے۔ تو بلاشبہ محدثانہ اور متکلمانہ رنگ کی ایک نادر سیرت مرتب ہوسکتی ہے۔ جو تاریخی رنگ کی تو نہ ہوگی اور تاریخ محض سیرت ہے بھی نہیں۔ بلکہ پیغمبرانہ مقامات اور خاتمانہ امتیازات کی حامل محدثانہ رنگ کی سیرت ہوگی جو اپنے رنگ کی ممتاز سیرت کہلائی جائے گی۔ میں نے اس مختصر مضمون میں اس وقت صرف عنوانات سیرت کی نشاندہی کا فرض انجام دیا ہے۔ شاید کسی وقت ان تفصیلات کے پیش کرنے کی توفیق میسر ہوجائے جو ابھی تک ذہن کی امانت بنی ہوئی ہیں۔ جن سے حضرات انبیاء علیہم السلام کے متفاوت درجات ومراتب اور خاتمیت کے انتہائی درجات و مراتب کا فرق اور تفاضل باہمی بھی کھل کر سامنے آسکتا ہے۔ جس کی طرف **تلک الرسل فضلنا بعضھم علٰی بعض.** میں اشارہ فرمایا گیا ہے۔

حیات النبی

صلی اللہ علیہ وسلم

(از: فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ)

باسمہٖ سبحانہٗ وتعالیٰ

یہ عقیدہ رکھنا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا روح مبارک علیین میں ہے آپ کا اپنی قبر اور جسد کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے لہٰذا آپ کی قبر مبارک پر درود وسلام پڑھا جائے تو پڑھنے والے کو ثواب ملتا ہے لیکن آپ سنتے نہیں کیا ایسا عقیدہ صحیح ہے کہ نہیں؟ اور غلط ہونیکی صورت میں بدعت سئیہ ہے یا نہیں؟ اور ایسے عقیدے والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب: مبسملا و محمدا و مصليا و مسلما

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مزار مبارک میں بجسدہ موجود ہیں اور حیات ہیں آپکے مزار کے پاس کھڑے ہو کر جو سلام کرتا اور درود پڑھتا ہے آپ خود سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں ہمارے کان نہیں کہ ہم سنیں آپ اپنے مزار میں حیات ہیں مزار مبارک کے ساتھ آپ کا تعلق بجسدہ و بروحہ ہے جو اس کے خلاف کہتا ہے وہ غلط کہتا ہے وہ بدعتی ہے خراب عقیدے والا ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے یہ عقیدہ صحیح نہیں ہے حدیث میں ہے۔

ان الله حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبيا (الحديث)

" مشكوة في الجمعة رواه ابن ماجه اى باسناد جيد عن المنذرى وله طرق كثيرة بالفاظ مختلفة مرقات جديد" (ج ۳ ص ۲۳۸)

ترجمہ:۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے اجسام کو کھائے۔

یہ حدیث مشکوۃ باب الجمعہ میں ہے اسکو ابن ماجہ نے عمدہ سند کے ساتھ منذری سے روایت کیا ہے اور یہ بہت سے طرق سے مروی ہے۔

وعن ابى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صلى على عند قبرى ومن صلى على من بعيد اعلمته

(رواه ابو الشيخ و سنده جيد) القول البديع ص ١١٦)

" مشكوة رواه البيهقى فى شعب الايمان وفى حاشية اللمعات الجديده (ج ۲ ص ۱۹۸)

اخرجه ابوبكر ابن ابى شيبه والعقيلى والطبرانى وفى المرقات رواه ابو الشيخ وابن حيان بسند جيد. (ج ۳ ص ۳۴۳)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مجھ پر درود پڑھتا ہے میری قبر کے پاس، میں اس کو سنتا ہوں اور جو درود پڑھے مجھ پر دور سے اسکی اطلاع کی جاتی ہے (اسکو ابوالشیخ نے روایت کیا اسکی سند عمدہ ہے) مشکوۃ میں ہے بیہقی نے اسکو روایت کیا ہے شعب الایمان میں اور لمعات میں ہے کہ ابوبکر بن ابی شیبہ اور عقیلی اور طبرانی نے بھی یہ حدیث ذکر کی ہے اور مرقات میں ہے کہ اسکو ابوالشیخ اور ابن حیان نے عمدہ سند سے روایت کیا ہے۔

عن انس رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الانبياء (صلوة الله عليهم) احياء فى قبورهم يصلون

(رواه ابن عدى رحمه الله والبيهقى رحمه الله) وغيرهما (شفاء السقام ص ۱۳۴) اخرجه ابو يعلى فى مسنده والبيهقى انباء الاذكيا للسيوطى.

ترجمہ:۔ حضرت انس سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام زندہ ہیں اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں (اسکو عدی اور بیہقی نے اور انکے علاوہ نے روایت کیا کتاب، شفاء السقام میں ص ۱۳۴ پر یہ حدیث ذکر کی ہے ابو یعلی نے اپنی سند میں اور بیہقی سے انباء الاذکیا جو سیوطی کی ہے۔

دو تین حدیثیں نقل کر دی ہیں اس بات میں بکثرت احادیث وارد ہیں جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا اور جو انکار کرتا ہے بدعتی ہے خارج از اہل سنت والجماعت ہے غرض پڑھنے والے کو ثواب بھی پہنچتا ہے اور مزار مبارک کے قریب پڑھنے سے آپ سنتے بھی ہیں اور آپ اپنے مزار مبارک میں بجسدہ موجود ہیں اور حیات ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ السید مہدی حسن نقی دار العلوم دیوبند

الجواب صحیح جمیل احمد تھانوی مفتی جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور ۲۱ شوال ۱۳۷۶ھ اجاب المجیب واجاد محمد، ضیاء

الحق كان الله لهٗ مدرسه جامعه اشرفيه، الجواب صواب، محمد رسول خان عفا الله عنه.

ترجمہ:۔ مذکورہ جواب درست ہے جسکی تصحیح مفتی جمیل احمد صاحب تھانویؒ مولانا ضیاء الحق صاحبؒ اور استاد الکل حضرت مولانا رسول خان صاحب نے کی ہے۔

الجواب: مبسملا و محمد لا و مصليا و مسلما

حیات شہداء کے معنی

(۱) آیت شریفہ ''**ولا تقولوا لمن يقتل فی سبيل الله اموات. بل احياء ولكن لا تشعرون** (پ۲ع۳) (ترجمہ:۔ اور جولوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے جائیں انکی نسبت یوں بھی مت کہو کہ وہ مردے ہیں بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں لیکن تم حواس سے ادراک نہیں کر سکتے۔ (بیان القرآن ج اص ۸۷) سے معلوم ہوا کہ شہدا کو مردہ یعنی مستمر الموت کہنا جائز نہیں حرام ہے ورنہ یقتل سے موت بیان ہو چکی ہے ''اموات'' مقولہ ہے جس کیلئے جملہ ہونا ضروری ''هم اموات'' جملہ اسمیہ استمرار پر دال ہے۔ تو حرمت یہاں موت مستمر کہنے کی ہے۔

چنانچہ مفسرین نے لکھا ہے کہ ماتوا کہنا تو جائز ہے میت وموتی کہنا جائز نہیں ہے ایسے ہی '' احياء '' یعنی '' هم احياء '' کے معنی یہ کہ وہ مستمر الحیات ہیں۔

یہ شبہ کہ ہم انکو زندہ نہیں دیکھتے اسکا استدراک '' **ولكن لا تشعرون**'' سے کر دیا گیا ہے کہ حیات کیلئے دوسروں کا احساس ضروری نہیں ہیں حی ہیں مگر تم لوگ محسوس نہیں کر سکتے شعور احساس کو یعنی ادراک بالحواس کو کہتے ہیں ان کی آواز سن کر، نبض چھو کر، آنکھ سے دیکھ کر، تم محسوس نہیں کر سکتے صرف وحی سے سے معلوم ہوگا اور ہو گیا۔ یہاں محض موت کی نفی نہیں موت مستمر کی نفی اور حرمت ہے ورنہ یقتل سے خود موت بامجارحہ ثابت شدہ ہے (روح المعانی ج ۳ص ۱۹) پر ہے۔

وليس فی الاية نهی عن نسبة الموت اليهم بالكلية بحيث انهم ماذاقوه اصلا ولا طرفة عين والاقال تعالىٰ ولا تقولوا لمن يقتل فی سبيل الله ماتوا فحيث عدل عنه الٰى ما ترىٰ، علم انهم امتازوا بعد ان قتلوا بحياة لائقة بهم مانعة ان يقال فی شانهم اموات .

ترجمہ:۔ آیت میں اس بات کی بالکلیہ نفی نہیں ہے کہ انہوں نے موت کا مزہ لمحہ بھر کیلئے بھی نہیں

چکھا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ یوں فرماتے **ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ ماتوا**۔ پس جب اس سے عدول ان الفاظ کی طرف کیا گیا جوتم دیکھتے ہو سو معلوم ہوا کہ وہ لوگ قتل کئے جانے کے بعد ممتاز ہو گئے ایک ایسی حیات سے جو انکی شان کے لائق ہے لہٰذا ان کے حق میں مردہ کہنا مناسب نہیں۔

لہٰذا ایسی حیات ہے کہ مر گئے کہنا گو جائز ہے مگر مردہ کہنا حرام ہے یعنی انکی موت مستمر ہے یہ کہنا حرام ہے بلکہ حیات مستمر ہے گو ان پر موت کا واقع ہو جانا کہنا جائز ہے "**یقتل**" میں یہی فرمایا ہے "بل احیاء" کا عطف جیسے کہ قرب کا تقاضا ہے اموات پر ہے جیسے وہ مقولہ تھا یہ بھی مقولہ ہے جیسے وہ جملہ استمراریہ تھا یہ بھی جملہ استمراریہ ہے اور "بل" نے پہلے سے اعراض کا فائدہ دیا تو یہ معنی ہو گئے بلکہ یوں کہو کہ حیات مستمرہ سے زندہ ہیں نہی کے صیغہ "**ولا تقولوا**" سے اضراب امر بن جائے گا تو جیسے ان کو مستمر الموت کہنا حرام تھا اب مستمر الحیات کہنا واجب ہوا یہ تو شہیدوں کیلئے ہوا۔ اب حضرت انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بھی مستقل مردہ کہنا حرام ہے اور مستقل زندہ کہنا واجب و ضروری ہوا یا نہیں اس پر غور کرنا ہے۔

انبیاء کو مستقل مردہ کہنا حرام ہے

(الف) انبیاء کا سب کا درجہ شہداء سے بالا در بالا ہے جو حکم شہیدوں کیلئے باعث اعزاز و امتیاز بنا ہے ان کے لئے بدرجہ اولی ہے ہر شخص جانتا ہے کہ انبیاء کا درجہ و مقام تمام شہداء سے بہت بالا ہے اور آیت "**اولئک مع الذین انعم اللہ علیهم من النبیین والصدیقین والشهداء والصلحین**" کی ترتیب ذکری نے جو حکمت بالغہ سے خالی نہیں ہو سکتا بتا دیا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا درجہ سب سے اول ہے اور سب سے اعظم۔ لہٰذا انکو بھی مستقل مردہ کہنا حرام ہے اور مستقل زندہ کہنا واجب ہے۔

سب انبیاء شہید ہیں

(ب) انبیاء علیہم السلام سب کے سب شہید ہیں جو "فی سبیل اللہ" (اللہ کے راستے میں) تمام عمر مصائب اٹھاتے رہے ہیں اور کچھ قتل بھی ہوئے ہیں اور اگر قتل نہ بھی ہوں تو بھی شہید حکمی "فی سبیل اللہ" کی وجہ سے ضرور ہیں۔

علامہ سیوطی کا قول ہے **وما نبی الاوقد جمع معی النبوة وصف الشهادة**
(الحاوی للفتاوی، ج ۲ ص ۱۴۸)

ترجمہ:۔ کوئی نبی ایسا نہیں کہ اسکے ساتھ وصف شہادت کا جمع نہ کیا گیا ہو۔) یعنی حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کو حقیقی شہادت حاصل ہے علامہ کے رسالہ انباالاذ کیاء میں ہے امام احمد وابویعلی وطبرانی اور مستدرک میں حاکم اور دلائل النبوۃ میں امام بیہقی نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت بیان کی ہے فرمایا۔ **لان احلف تسعا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قتل قتلا احب الیٰ من ان احلف واحدۃ انہٗ لم یقتل وذلک ان اللہ اتخذہ نبیا واتخذہ شہیدا۔**

ترجمہ:۔ عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ میرے لئے ۹ مرتبہ یہ قسم کھانا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کیا گیا ہے اس سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ ایک مرتبہ یہ قسم کھاؤں کہ آپ کو قتل نہیں کیا اور یہ اسلئے ہے کہ اللہ نے آپ کو نبی بنایا ہے اور شہید بنایا ہے۔

زہر اور رگ پھٹنے سے واقع ہونے والی موت شہادت ہے

(ج) (حوالہ مذکور) امام بخاری اور امام بیہقی نے حضرت عائشہؓ سے یہ حدیث روایت کی ہے فرماتی ہیں۔ **کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی مرضہ الذی توفی فیہ لم ازل اجد الم الطعام الذی اکلت بخیبر فھذا او ان انقطع ابھری من ذلک السم۔**

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مرض وفات میں فرماتے تھے جو (زہر آلود) کھانا میں نے خیبر میں کھایا تھا اسکی تکلیف مسلسل محسوس کرتا ہوں بس میری رگ اس زہر کی وجہ سے پھٹی ہے۔

اور سب جانتے ہیں کہ زہر سے اور پھر رگ پھٹ جانے سے جو موت ہے وہ شہادت ہے اور شہیدوں کی حیات جاوید ثابت ہے ان کو مستقل مردہ کہنا حرام ہے اور مستقل زندہ کہنا واجب ہے تو تمام انبیاء حضرات خصوصاً ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم'' کو زندہ مستقل کہنا واجب ہے اور مستقل مردہ کہنا حرام ہے۔

''ولکن لا تشعرون'' کے معنی کی تحقیق

(د) ''لا تشعرون'' شعور سے بنا ہوا ہے جو ادراک بالحواس کا نام ہے اور صیغہ مخاطبین کا ہے یعنی تم جن وانس زندہ لوگ حواس سے محسوس نہیں کر سکتے اب اور کوئی کر سکتا یا نہیں؟ کشف ورفع حجابات سے معلوم ہو سکتا ہے یا نہیں؟ یا صرف وحی والہام سے ہی معلوم ہوگا۔ یہ مسئلے ہی یہاں سے غور طلب ہیں۔

پھر نفی صرف اس بات کی مفید ہو سکتی ہے جو عقلاً وعادۃً ممکن ہو مگر وہ واقع نہ ہوئی ہو جو چیز عقلاً وعادۃً ناممکن ہو اس کی نفی لغو عبث ہوتی ہے جو کلام الٰہی میں نہیں ہوگی کسی کا یہ کہنا کہ میں آسمان پر چھلانگ

نہیں لگا تا۔ یا سارا کا سارا سمندہ نہیں پی جا تا ایک لغو جملہ ہے اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ معلوم ہے نہ کر سکتے سمجھے نہ کیا ہے۔ اس عام قاعدہ سے معلوم ہوا کہ حیات ایسی ہے کہ حواس بھی اس کا ادراک ممکن ہے مگر تم لوگوں کو بجز مستثنیٰ کے عام طور سے وہ ادراک حاصل نہیں۔ اس سے حیات کی نوعیت معلوم ہو گئی کہ وہ ایسی نوع جس کا ادراک حواس سے ہونا ممکن ہو، یعنی جسم و روح کے مجموعہ کی حیات نہ کہ صرف روح کی آگے ان شاء اللہ اس پر دلائل قائم کئے جائیں گے۔

اور پھر نفی بھی مخاطبین سے کی جارہی ہے کہ تم حواس سے ادراک نہیں کر سکتے گو فی الواقع ممکن ہو مگر اور مخلوق ادراک کر سکتے ہیں مثلاً فرشتے جانور وغیرہ۔ اور نفی حواس سے ادراک کرنے کی ہے عقل سے نہیں جس کا یقینی طریقہ وحی الٰہی ہے اور ظنی طریقہ کشف ہے۔ ان کی نفی نہیں اور تخمینی و توہمی تو کالعدم ہے۔ لہٰذا وحی متلو آیات سے اور وحی غیر متلو احادیث سے اور کشف سے ادراک ممکن ہو۔ بلکہ واقع میں ہو رہا ہے اور غیر ثقلین (جن وانس) کے علاوہ کو حواس سے بھی ہوگا کہ دوسری مخلوقات کو جیسے کہ احادیث میں ہے حواس سے ادراک ہوتا ہے اور مرنے کے بعد ثقلین ثقل والے نہیں رہتے ان کو بھی ادراک ہوتا ہے یہ بھی حدیثوں میں ہے ایسے ہی مجاہدات وریاضات والے ثقل سے بالا ہوتے ہیں، انکو گاہ گاہ ادراک ممکن ہے۔ جس کے بہت سے واقعات شاہد ہیں۔ کشف سے بھی آنکھ سے بھی۔

انبیاء کیلئے موت مستمر کا قول حرام اور حیات مستمر کا قول واجب ہے

آیت کریمہ **ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون فرحین بما اتاھم اللہ من فضلہ ویستبشرون بالذین لم یلحقوبھم من خلفھم الاخوف علیھم ولا ھم یحزنون ☆ یستبشرون بنعمۃ من اللہ وفضل وان اللہ لا یضیع اجر المؤمنین**

(پ ۴ ع ۸ آیت ۱۶۹)

ترجمہ:۔ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے انکو مردہ مت خیال کرو بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے مقرب ہیں انکو رزق بھی ملتا ہے وہ خوش ہیں اس چیز سے جو انکو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عطاء فرمائی اور جو لوگ ان کے پاس نہیں پہنچے ان سے پیچھے رہ گئے ہیں انکی بھی اس حالت پر وہ خوش ہوتے ہیں اور ان پر بھی کسی طرح کا خوف واقع ہونے والا نہیں اور نہ وہ مغموم

ہونگے وہ خوش ہوتے ہیں بوجہ نعمت وفضل خداوندی کے اور بوجہ اسکے کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا اجر ضائع نہیں فرماتے (بیان القرآن آل عمران آیت ۱۷۱)

حکم بواسطہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب کو ہے یا ایسے ہی ہر مخاطب کو ہے کہ ان کو مستقل مردہ بھی مت گمان کرو۔ کیونکہ امواتا فعل "قتل" کا مفعول ثانی ہے اور افعال قلوب جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں جس سے استمرار کے معنی پیدا ہو گئے اس سے معلوم ہوا کہ کہنا تو کہنا، ایسا گمان کرنا بھی حرام ہے۔

اور احیاء بھی **هم احياء** جملہ اسمیہ خبر یہ استمرار یہ ہے جو حیات مستمرہ و مستقلہ کو ثابت کرتا ہے دونوں آیات سے جب موت مستمر کا قول اور موت دائم کا گمان کرنا حرام معلوم ہو گیا تو اسکی نقیض عدم قول وعدم گمان موت مستمر واجب قرار پائی۔ اور جیسے اوپر کی آیت میں الف، ب، ج، د، جاری ہیں یہاں بھی جاری ہونگے اور حضرات انبیاء خصوصاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم افضل الانبیاء میں موت مستمر کا قول اور موت مستقل کا گمان حرام اور حیات مستمر کا قول وگمان واجب قرار پاتا ہے۔

" **لا تحسبن** " صیغہ نہی ہے اور نون تاکید ثقیلہ سے اس کی بہت تاکید کر کے موت مستمر کے گمان کرنے کے حرام ہونیکا حکم دیا ہے اور زبان سے کہنا تعبیر ہے ذہنی خیال کی۔ جس کو اصطلاح یہ کہتے ہیں کہ قضیہ ملفوظہ حکایت ونقل ہے قضیہ معقولہ، کی جیسے کہ وہ واقعہ کی نقل ہے جب اصل ذہنی تخیل ہی حرام ہے تو زبان اور لفظوں سے نکالنا بھی حرام ہے دونوں خلاف واقع ہیں کذاب ہیں حرام ہیں۔

حیات انبیاء کی حقیقت اور اس کے دلائل

" **احیاء** " کے بعد یہاں چند صفتیں بھی ہیں جن سے حیات کی نوعیت کی تشخیص ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اب اس پر غور کرنا ہے کہ جس حیات کا عقلی تخیل اور لفظوں میں بیان واجب ہے وہ کونسی حیات ہے۔

سنئے حیات کے حقیقی معنی زندگی مراد ہو سکتے ہیں یا مجازی معنی علم یا ایمان یا شہرت ونام مراد ہو۔

اور یہ قاعدہ مسلم ہے کہ جب تک حقیقی معنی بن سکتے ہوں ان سے ہٹانے والی کوئی بات نہ ہو مجازی معنی مراد لینا غلط ہے۔ اس لئے یہاں زندگی ہی کے معنی مراد ہوں گے پھر اس زندگی کی دو ہی صورتیں ہیں آخرت میں ہونا مراد ہوگا یا قبر میں ہونا مراد ہوگا، پھر قبر میں ہونے والی زندگی کی بھی دو ہی صورتیں ہیں صرف روح کی زندگی یا جسم وروح دونوں کی زندگی۔ عقلاً صرف یہی چار صورتیں بن سکتی ہیں۔ کیونکہ پانچویں صورت کہ صرف جسم بلا روح کی زندگی ہو یہ ناممکن عادی ہے۔ اب اس حیات سے آخرت کی حیات مراد لینا تو درست نہیں ہوگا۔ کیونکہ "اموات" کہنے کی ممانعت کے بعد "احیاء" فرمایا ہے یہ کہنے کی ممانعت دنیا ہی میں ہے اور حیات ہونا اسی کی دلیل

ہے جو دنیا ہی میں ہو سکتی ضروری ہے۔

دوسری دلیل: پھر بقول امام رازیؒ آیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہو رہی ہے شہیدوں کو دنیا ہی میں فرمایا جا رہا ہے کہ احیاء ہیں تو اسی وقت کی حیات مراد ہوگی۔

تیسری دلیل: تیسرے یہ کہ یہاں انکی عزت اور امتیاز کا بیان ہے آخرت کی ابدی حیات تو سب کو حاصل ہوگی کافروں کو بھی خلود فی النار کی حیات ہوگی تو امتیاز اسی میں ہے کہ ابھی ابھی دنیا میں وقبر میں حیات ہے۔

چوتھی دلیل: چوتھے ثواب عذاب سے افضل ہے جب عذاب کیلئے اسی وقت کی حیات ہوگی تو ثواب کیلئے بدرجہ اولی ہوگی۔ کفار کیلئے ہے "اغرقوا فادخلو نارا" فا کی تعقیب بتاتی ہے کہ غرق ہوتے ہی نار میں داخل ہو گئے اور عذاب کیلئے حیات ضروری ہے قیامت سے پہلے غرق ہوتے ہی نار میں داخل ہوں تو یہ عذاب قبر اور حیات قبر ہی ہے۔

پانچویں دلیل: پانچویں آیت "النار یعرضون علیها غدوا وعشیا" صبح وشام کے نار پر پیش کرنے کے لئے جب حیات ہے تو ثواب کیلئے بدرجہ اولی ہے۔ آگے کی آیت "یوم تقوم الساعة ادخلوا آل فرعون اشد العذاب" سے معلوم ہوگیا کہ یہ قیامت سے پہلے ہے جو قبر ہی میں ہے حیات کے ساتھ ہے ورنہ جامدات کو کیا عذاب۔

چھٹی دلیل: چھٹے اگر قیامت کی زندگی مراد ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو "لاتحسبن" نہ فرماتے جبکہ تمام مومنین کی حیات قیامت میں کی معلوم ہے۔

ساتویں دلیل: ساتویں "یستبشرون" آیت میں ان لوگوں کے حال سے بشارت ہے جو ابھی تک ان سے نہیں ملے یہ دنیا میں ان کے حال سے بشارت حاصل کرنا بھی دنیا ہی میں قبل قیامت ہے اور حدیثوں سے دلیل حاصل ہے (تفسیر کبیر، ج ۳ ص ۱۳۸)

روح مع الجسم کی حیات کے دلائل

بلکہ امام صاحب نے فرمایا ہے۔ **والروایات فی هذا الباب کانها بلغت حد التواتر فکیف ممکن انکارها**

ترجمہ:۔ اس باب (حیات النبی کے مسئلہ) میں روایات حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں ان سے انکار کیوں کر ممکن ہے۔

صرف روح کی زندگی مراد نہیں ہوگی کیونکہ یہ اعزاز وامتیاز کا موقعہ ہے اور وہ تو کافروں کو بھی حاصل ہوگی تو پھر امتیاز کیا ہوا۔

دوسری دلیل: دوسرے ایسا ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو "لا تحسبن" نہ فرمایا جاتا، موت کا عدم گمان حیات کا گمان ہوتا ہے حالانکہ خلود مومن و کافر سے یقینی حیات ہونا معلوم تھا صرف گمان نہ تھا۔

تیسری دلیل: تیسرے پہلی آیت میں "احیاء" کے بعد "لا تشعرون" ہے اگر صرف روحی حیات ہوتی تو ہر مسلمان جانتا کہ روحیں سب کی زندہ خلود جنت دوزخ سے ہونگی۔ پھر عدم شعور کیسا، وہاں تو شعور ہی شعور ہوگا۔

چوتھی دلیل: چوتھے اس آیت کا لفظ "یستبشرون بالذین لم یلحقوا بھم" دلیل ہے اسکی کیونکہ حصول بشارت جو خاصہ مجموعہ کا ہے زندہ لوگوں کے متعلق ہی کہا جا سکتا ہے کہ بشرہ جسم میں ہی تو ہے بشرہ کھال کو کہتے ہیں۔ استبشار اسی کا کھلوانا ہے یعنی خوشی ہے۔

پانچویں دلیل: پانچویں "یرزقون" فرمایا ہے۔ رزق کی ضرورت روح مع الجسم کو ہی ہوتی ہے۔

چھٹی دلیل: چھٹے جس قدر آیات واحادیث عذاب قبر کے بارے میں اور قبر میں جسم ہی ہوتا ہے مع الروح جمہور کے نزدیک اور بغیر روح کے عذاب، ثواب کا فادہ ہی نہیں نہ نقصان ہے نہ ثواب نہ عذاب۔ یہ سب دلیل ہیں کہ یہ حیات مجموعہ روح وجسم کی ہوتی ہے اور یہ مسئلہ تو تواتر سے ثابت ہے امام رازیؒ کہتے ہیں۔ الاخبار فی ثواب القبر و عذابه کالمتواترة (ج ۲ ص ۵۳ تفسیر کبیر)

ترجمہ:۔ ثواب اور عذاب قبر کے بارے میں روایات مثل متواتر کے ہیں۔

آگے کچھ آیات نفس مسئلہ کے متعلق آنے والی ہیں جن سے روح وجسم کے مجموعہ کی حیات بھی ثابت ہوتی ہے بلکہ انبیاء اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بلکہ مومن کی بھی خصوصیت نہیں کافر تک کو بھی ایک قسم کی حیات جسمی حاصل ہے۔

حیات برزخی کا ثبوت

(۳) عینی شرح بخاری جدید (ج ۸ ص ۱۴۵)

پر ہے کہ آیت شریفہ "ربنا امتنا اثنتین واحییتنا اثنتین

ترجمہ:۔ اے ہمارے رب آپ نے ہم کو دوبار مردہ رکھا اور دوبارہ زندگی عطاء کی۔

میں، اللہ تعالیٰ نے دو موتوں کا ذکر کیا ہے اور وہ اسطرح متحقق ہو سکتی ہیں کہ قبر کے اندر زندگی ہو اور موت ہوتا کہ ایک موت تو وہ ہو جو حیات دینوی کے بعد حاصل ہوئی اور دوسری وہ ہو جو اس حیات قبری کے بعد ہوگی۔"

جب تک حقیقی معنی موت وحیات کے ممکن ہوں مجاز کا کوئی قرینہ نہ ہو مجازی معنی لینا یقیناً درست نہیں حقیقی دو موتیں اسی طرح ہو سکتی ہیں ایک دینوی حیات کے بعد ایک قبر کی قبری حیات کے بعد لہذا اس سے حیات قبری ثابت ہے۔

شرح مواقف، ج ۸ص ۳۱۸ پر ہے۔ **وما المراد بالا ماتتين والا حيائين فى هذه الاية الا الا ماته قبل مزار القبور ثم الاحياء فى القبر ثم الاماتة فيه ايضا بعد مسئلة منكر و نكير ثم الاحياء للحشر هذا هو الشائع المستفيض من اصحاب التفسير .**

ترجمہ:۔ اس آیت میں دو موتوں اور دو حیاتوں سے کیا مراد ہے سوائے اس کے کہ ایک موت قبر میں جانے سے پہلے ہو پھر قبر میں زندہ کہا جاتا ہو پھر اس میں موت واقع ہو منکر نکیر کے سوال جواب کے بعد پھر حیات ہو حشر کیلئے، اصحاب تفسیر سے یہی معنی مشہور وشائع ہیں۔

اس عبارت کی مزید توضیح وتشریح کیلئے کتاب کے آخر میں ضمیمہ ملاحظہ فرمائیں (خلیل احمد تھانوی)

ثبوت عذاب قبر دلیل حیات ہے

(۴) عینی میں اس سے اوپر بیان ہے آیت "**وحاق بآل فرعون سوء العذاب النار يعرضون عليها غدوا وعشيا**"

ترجمہ:۔ سورۃ مومن آیت ۴۶ ترجمہ اور فرعون والوں پر موذی عذاب نازل ہوا وہ لوگ صبح وشام آگ کے سامنے لائے جاتے ہیں (بیان القرآن، ج ۱۰ص ۳۹)

میں، بتایا ہے کہ یہ آیت اس باپ میں صریح ہے کہ کافروں کو مرنے کے بعد ہی عذاب ہوگا عذاب قبر ہوگا۔ آگے اس پر دلیل دی ہے کہ اس کے بعد جو ہے "**ويوم تقوم الساعة ادخلو آل فرعون اشد العذاب**"۔

ترجمہ:۔ اور جس روز قیامت قائم ہوگی فرعون والوں کو نہایت سخت آگ میں داخل کر دو۔

اس میں عذاب آخرت کا عطف اس پر ہونا اس کی دلیل ہے کہ وہ اس کے علاوہ ہے یعنی وہ عذاب جو قبل قیامت ہے عذاب قبر ہے پھر دلیل کی تکمیل کی ہے کہ جب عذاب دینا ثابت ہے اور زندہ کرنا اور قبر کا سوال جواب بھی ثابت ہے۔

کیونکہ **كل من قال بعذاب القبر قال بهما** جب ہر قائل عذ[illegible]ب قبر کا قائل حیات ہے اور عکس نقیض موجبہ کلیہ کا موجبہ کلیہ لازم ہے یعنی **كل من لم يقل بهما لم يقل بعذاب**

القبر تو منکر حیات منکر عذاب قبر ہوگا اور عذاب قبر تمام اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک قطعی دلائل سے ثابت ہے آیات سے بھی اور احادیث متواترہ سے بھی۔

علامہ خود آگے عذاب قبر کی احادیث کیلئے کہتے ہیں **ولنا ایضا احادیث صحیحۃ و اخبار متواترہ.**

ترجمہ:۔ ہمارے لئے اس باب میں بھی احادیث صحیحہ اور اخبار متواترہ ہیں۔

پھر احادیث در احادیث (پھر بہت سی حدیثیں درج کی گئی ہیں۔) درج ہیں۔ صحیحہ و متواترہ کہنے کے بعد کسی حدیث کے کسی راوی کو کسی نے ضعیف کہہ بھی دیا ہو تو تواتر پر تو اس کا اثر ہو ہی نہیں سکتا۔ علامہ کے صحیح کہنے کے بعد ہو قابل اعتناء ہی نہیں ہوگا لہذا کسی کی بھی حیات کا انکار متواتر سے ثابت شدہ عذاب کا انکار ہوگا۔ جس سے اس کے اسلام کو بھی خطرہ کیونکہ ظاہر ہے کہ عذاب قبر ایسی چیز کو ہی ہو سکتا ہے جو قبر میں ہے اس لئے روح قبر میں ہونی ضروری ہے یہی تو حیات ہے ورنہ جسم خالی تو جمادات میں سے ہے عناصر اربعہ جامدہ کا مجموعہ ہے اس کو عذاب کے کیا معنی؟ عذاب تو تفعیل کا اسم مصدر خاصیت سلب ہے عذوبۃ یعنی شرینی حیات (زندگی کی مٹھاس کو) کو سلب کرنا عذوبۃ حیات حیات کو ہی تو حاصل ہوگی اسی کا تو سلب عذاب ہے یہ جمادات میں کیسے ممکن ہے (شرح مواقف، ج ۸ ص ۳۱۸) پر ہے۔

واما ما ذهب اليه الصلحی من المعتزلة والطبری وطائفة من الكرامية من تجويز ذٰلک التعذيب على الموتیٰ من غير احياء فخروج من المعقول لاان الجماد لاحس له فيكف يتصور تعذيبه.

ترجمہ:۔ اور یہ بات کہ جس کی طرف معتزلہ میں سے صلحی طبری اور کرامیۃ کی ایک جماعت گئی ہے کہ اموات کو بغیر زندہ کے عذاب دیا جائیگا یہ عقل سے خارج ہے اس لئے جماد میں حس نہیں ہوتی پس اس میں عذاب کا تصور کیسے ہوگا۔

ہر انسان کا قبر میں زندہ ہونا

(۵) سورۃ براءۃ میں کفار منافقین کے ذکر میں ہے "**سنعذبهم مرتين ثم يردون الىٰ عذاب عظيم**" ترجمہ:۔ التوبۃ آیت ۱۰۱ ترجمہ ہم ان کو دہری سزا دیں گے پھر وہ بڑے عذاب کی طرف بھیجے جائیں گے۔

عذاب قیامت سے پہلے دو عذاب ہیں ایک عذاب دنیا کا ایک عذاب قبر کا ہے۔

"عینی شرح بخاری، ج ۸ ص ۱۹۹ پر حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ **فهذا العذاب الاول حين اخرجهم من الجسد والعذاب الثانی عذاب القبر**"۔

ترجمہ:۔ پویہ پہلا عذاب ہے جب کہ انکو جسم سے نکالا جائیگا اور دوسرا عذاب عذاب قبر ہے۔

اور ''فتح الباری، ج ۳ ص ۱۸۰'' پر اس روایت کے بعد حضرت حسن بصریؒ کا قول ہے مرتین عذاب دنیا و عذاب قبر ہے اور چونکہ قبر میں جسم موجود ہے اس لئے عذاب قبر جسم کو ہوگا اور جسم میں روح نہ ہو تو عذاب عذاب ہی نہیں رہتا جیسے بالوں اور ناخنوں کو کاٹنا باعث تکلیف نہیں ہے۔ ایسے ہی بے حیات کی کانٹ چھانٹ بھی عذاب نہیں ہے اس لئے عذاب قبر کی کل آیات واحادیث متواترہ سے ہر انسان میں خواہ وہ کافر ہی ہو حیات قبر ثابت ہو رہی ہے گو نوعیت اس حیات کی کچھ مختلف ہی ہو مگر جب تواتر سے عذاب قبر ثابت ہے تو تواتر سے ہی حیات قبر بھی ثابت ہے اس لئے شیخ ابن حجر فرماتے ہیں۔ **واستدل بها لى ان الارواح باقية بعد فراق الاجساد وهو قول اهل السنة**۔ (فتح الباری، ج ۳ ص ۱۸۰)

ترجمہ:۔ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ روح جسموں سے جدا ہونے کے بعد باقی رہتی ہے اور یہی قول اہل سنت کا ہے۔

بلا حیات عذاب قبر ہونے کی نفی

(۶) سورۃ انعام میں ہے'' **ولو ترىٰ اذا الظلمون فى غمرات الموت والملائكة باسطوا ايديهم اخرجوا انفسكم اليوم تجزون عذاب الهون** ''۔

ترجمہ:۔ الانعام آیت ۹۴ اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جبکہ یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہونگے اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہونگے ہاں اپنی جانیں نکالو آج تم کو ذلت کی سزا دی جائیگی (بیان القرآن)

الیوم کا عذاب قبل قیامت کا عذاب عذاب قبر ہے جو بلا حیات نہیں ہوتا بعض معتزلہ نے بلا حیات عذاب قبر تسلیم کیا ہے اس کے جواب میں علامہ عینی، ج ۸ ص ۱۴۷ پر کہتے ہیں۔ **وهذا خروج عن المعقول لان الجماد لاحس له فكيف يتصور تعذيبه** ۔ یہ اوپر شرح مواقف سے بھی نقل ہے۔

ترجمہ:۔ اور یہ بات عقل سے خارج ہے اس لئے کہ جماد میں حس نہیں ہوتی پس اس کے لئے عذاب کا تصور کیسے کیا جا سکتا ہے۔

تشریح آیت و اثبات حیات فی القبر

(۷) **يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت فى الحيوة الدنيا وفى الآخرة**. ترجمہ:۔ اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اس پکی بات سے دنیا اور آخرت میں مضبوط رکھتا ہے (سورۃ ابراہیم آیت ۲۷)

بخاری شریف کی حدیث میں ہے۔

عن البراء بن عازبؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: اذا اقعد المؤمن فی قبرہ اتی ثم شھد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ فذالک قولہ " یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الآخرۃ " اور اس کے بعد ھے. حدثنا شعبۃ بھذا وزاد " یثبت اللہ الذین آمنوا" نزلت فی عذاب القبر.

ترجمہ:۔ براء بن عازب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا جب بٹھایا جاتا ہے مومن اپنی قبر میں آتے ہیں اس کے پاس فرشتے پھر وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں پس یہ معنی ہیں اس آیت کے کہ "یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الآخرۃ. " اور اس کے بعد اسی روایت کو شعبہ سے بھی نقل کیا ہے اس میں یہ الفاظ بھی زیادہ ہیں کہ "یثبت اللہ الذین آمنوا" کی آیت عذاب قبر کے بارے میں نازل ہوئی (بخاری ج ۱ ص ۸۳)

علامہ عینی نے مسلم سے بھی اس حدیث کو نقل کیا ہے اور اس سے اوپر ذکر ہے کہ ابن مردویہ وغیرہ کی حدیث میں لفظ یہ ہیں۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذکر عذاب القبر فقال ان المسلم اذا شھد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ الی آخر الحدیث. (ج ۷ ص ۲۰۰)

ترجمہ:۔ بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کیا عذاب قبر کو پس فرمایا کہ بیشک مسلمان جب گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ محمد اللہ کے رسول ہیں آخر حدیث تک۔

ان سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں قبر کا ہی معاملہ ہے اور مسلمانوں کو ثابت وقائم رکھنا قبر میں کا ہے جو دلیل ہے حیات فی القبر کی۔ یہ حدیثیں اس لئے پیش کی ہیں کہ آیت میں تاویل نہ کی جاسکے اور تیسری روایت سے معلوم ہوا کہ یہ عذاب قبر کے متعلق ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

قبر میں روح کے جسم سے تعلق اور عذاب قبر کی نوعیت

(۸) "اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضیٰ علیھا الموت ویرسل الاخریٰ الیٰ اجل مسمی۔"

ترجمہ:۔ اللہ ہی قبض کرتا ہے جانوں کو انکی موت کے وقت اور ان جانوں کو بھی جن کی موت

نہیں آتی ان کے سونے کے وقت پھران جانوں کوتو روک لیتا ہے جن پر موت کا حکم فرما چکا اور باقی جانوں کوایک معیاد معین تک کیلئے رہا کر دیتا ہے (الزمر آیت ۴۲ بیان القرآن ج ۱۰ ص ۲۵)

"یتوفی" قبض کرنا ہے اس کے بذریعہ عطف دو مفعول ہیں ایک نفس (روح) **حین موتھا** دوسرے نفس (روح) **نوم** کے اندر یہ فعل دونوں پر وارد ہے ایک ہی فعل کے دونوں معمول ہیں لہذا جو بات یہاں ہے وہ وہاں ہے جو وہاں ہے جو یہاں ہے۔ اور سب دیکھتے ہیں کہ سونے میں باوجود قبض روح کے روح کو جسم سے اتنا تعلق رہتا ہے کہ پاؤں پر ضرب تک کو محسوس کرتا ہے اس لئے بعد موت بھی گو روح جسم سے باہر ہی ہو جیسے کہ سونے میں تھی جسم سے اس قدر تعلق رہنا ضروری ہے جس سے ادراک ہو سکے جیسے سونے میں ادراک ہوتا ہے گو کامل تعلق نہ ہو جیسے سونے میں نہیں ہوتا الا ماشاء اللہ اور پھر آیت "**وهو الذى يتوفاكم بالليل**"

ترجمہ:۔ وہ ایسا ہے کہ رات میں تمہاری روح کو ایک گونہ قبض کر دیتا ہے۔ الانعام آیت ۶۰ سے بھی قبض روح معلوم ہوتا ہے علامہ علی قاری نے کمالین علی الجلالین میں لکھا ہے۔

عن علي قال: يخرج الروح عند النوم ويبقى شعاعه في الجسد فاذا انتبه من النوم عاد الروح الى جسده باسرع من لحظة.

ترجمہ:۔ حضرت علی سے روایت ہے فرماتے ہیں نکلتی ہے روح نیند کے وقت اور اسکی شعاعیں باقی رہتی ہیں جسم میں پس جب آدمی بیدار ہوتا ہے نیند سے تو لوٹ آتی ہے اس کی روح جسم میں ایک لحہ سے بھی کم وقت میں۔

اور حاکم وطبرانی سے حضرت علیؓ کی مرفوع حدیث بھی روح ہی کیلئے ہے کہ روح عرش تک جاتی ہے جو عرش کے قریب جاگتی ہے اس کو خواب سچا ہوتا ہے اور جو عرش سے نیچے ہو اس کا خواب جھوٹا ہوتا ہے اور نفس سے روح ہی مراد ہے۔

تفسیر روح المعانی، ج ۲۴ ص ۸ میں احادیث سے اسکو ثابت کیا ہے کہ بخاری ومسلم کی حدیث میں سونے کے وقت کی دعا میں ہے۔ **ان امسكت نفسى فارحمها.**

ترجمہ:۔ اگر آپ روک لیں میری روح کو اس پر رحم فرمائیں۔

اور بخاری وصحاح کی حدیث میں فجر کی قضا ہونیکی حدیث میں ہے۔ **ان الله تعالىٰ قبض ارواحكم حين شاء.**

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ تمہاری روحوں کو جب چاہے روک لیتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا نفس روح ایک ہی ہے یہی مقبوض ہو کر بھی تعلق رکھتی ہے لہذا ضرور ہے کہ موت کے بعد بھی روح کی شعاعیں جسم سے متصل رہ کر ایک طرح کی حیات ہو۔ ہر انسان مسلم و کافر تک کو حاصل ہو۔ گو اعمال صالحہ سے اس کی قوت وضعف کا فرق رہے سب سے اقوی انبیاء علیہم السلام کی، پھر صدیقین، پھر شہداء، پھر صالحین، پھر عامۃ المسلمین، اور پھر کفار کی ہو، جو سبب ہوگا تنعیمات و تکلیفات کا، جن کی تفصیلات احادیث شریفہ میں اور ارشارات آیات میں ہیں۔ اور جیسے نیند نیند میں فرق ہوتا ہے کہ کوئی ہوشیار دل سے بیدار آنکھیں بند، اور کوئی ہوشیار مثل بیدار کے، کوئی کم کوئی غافل مثل مردہ کے۔ اس طرح موت میں روح کے جسم سے تعلق میں درجات ہونگے۔ ایک مثل حیات کاملہ کے۔ گو کھانے، پینے، پیشاب، پاخانہ، سردی، گرمی اور احتیاجات سے پاک ہو۔ یہ تعلق اعلیٰ قسم کا ہے جسکے احکام اعلیٰ ہیں کہ جسم مٹی پر حرام عورت بیوہ نہیں مال ترکہ نہیں یہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ السلام میں ہے۔

دوسرا اس سے کم اس کے احکام بھی کم کہ غسل وکفن نہیں باقی سب ہیں یہ شہید ہیں جو حقیقی ہو۔

پھر اس سے کم جو شہید حکمی ہیں پھر صالح مومن کیلئے پھر سب سے کم کافر کیلئے۔

اور قاعدہ یہ ہے کہ جتنا تعلق روح کا جسم سے قوی ہوگا تکلیف نہ ہوگی یا کمتر ہوگی جتنا ضعیف ہوگا تکلیف زائد ہوگی جیسے کہ قوی کو مرض وضرب سے کم اور ضعیف و مریض، بچے کو زیادہ ہوتی ہے اور سوئے ہوئے عضو کو بہت دوسرے کو کم ہوتی ہے۔

عذاب قبر کافر کو سخت اور عاصی کو کم شہداء اور انبیاء صفر ہوگا۔

حدیث سے حیات النبی کا اثبات اور اسکی نوعیت

(۹) احادیث صحیحہ و متواترہ سے حیات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ثابت ہے عربی میں امام بیہقی اور علامہ سیوطیؒ وغیرہ کے اس پر رسائل ہیں اور اردو میں زمانہ حال کے مولینا صفدر صاحب اور مولانا خالد محمود صاحب کے رسالے موجود ہیں۔

علامہ سیوطیؒ کتاب الحاوی للفتاوی (ج ۲ ص ۱۴۷) پر کہتے ہیں۔

حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قبرہ ھو وسائر الانبیاء معلومۃ عندنا علما قطعیا لما قام عندنا من الادلۃ فی ذالک وتواترت بہ الاخبار .

ترجمہ:۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء کی حیات ہمارے نزدیک علم قطعی کے طور پر معلوم ہے جبکہ اس پر دلائل قائم ہو چکے ہیں اور احادیث حدتواترہ کو پہنچ چکی ہیں۔

اور اس کے بعد بہت سی احادیث نقل کر کے علامہ قرطبی کا قول لکھا ہے۔

الی غیر ذالک مما یحصل من جملته القطع بان موت الانبیاء انما هو راجع الی ان غیبوا عنا بحیث لاندرکهم وان کانو موجودین احیاء وذالک کالحال فی الملائکة فانهم موجودون احیاء ولا یراهم احد من نوعنا الامن خصه الله بکرامته من اولیائه.

ترجمہ:۔ اس قسم کی روایات سے یہ بات قطعی طور پر حاصل ہوگئی ہے کہ موت انبیاء کی حقیقت یہ ہے کہ وہ ہم سے غائب ہیں کہ ہم ان کو پاتے نہیں اگرچہ وہ موجود ہیں زندہ ہیں ان کا حال فرشتوں کا سا ہے کہ وہ موجود ہیں زندہ ہیں انسانوں میں سے کوئی انکو نہیں دیکھ سکتا سوائے اس کے جس کو اللہ نے اپنے کرم سے خاص کرلیا ہو اولیاء میں سے۔

(شرح مواقف ج ۸ ص ۲۱۸) والاحادیث الصحیحة الدالة علیه ای عذاب القبر اکثر من ان تحصی بحیث تواتر القدر المشترک وان کان کل واحد منها من قبیل الآحاد ۔ اور اس کے بعد احادیث درج ہیں۔

ترجمہ:۔ اور احادیث صحیحہ اس بات پر کہ عذاب قبر ہوتا ہے اتنی زیادہ ہیں کہ انکا احاطہ نہیں کیا جا سکتا ان میں عذاب قبر کا ہونا مشترک ہے اگرچہ ان میں سے ہر ایک از قبیل خبر واحد ہو۔

اور علامہ سیوطیؒ کی کتاب شرح الصدور فی شرح احوال الموتی والقبور (ص ۶۳ سے ص ۷۲) تک پچاس احادیث درج ہیں اور پھر کچھ لوگوں کے واقعات بھی درج کئے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات انبیاء علیہم السلام کی بلکہ تمام انسانوں کی حیات احادیث متواترہ سے ثابت شدہ نقل کرنے کے بعد ہم جیسوں کو احادیث نقل کرنیکی ضرورت ہی نہیں اور نہ کسی راوی کے ضعف وقوت پر نظر کرنیکی گنجائش رہی کہ تواتر اس سے بلند وبالا حجت ہے اس لئے تواتر احادیث کے حوالے نقل کئے گئے نقل احادیث کی ضرورت نہیں۔

حیات النبی پر اجماع اہل حق ہے

(۱۰) اجماع اہل حق اسی پر ہے (الف) حاوی سیوطی، ۲ ص ۱۴۹ پر شیخ الشافعیة الاستاذ ابو المنصور عبد القاهر کا قول لکھا ہے۔ قال المتکلمون المحققون من اصحابنا ان نبینا صلی الله علیه وسلم حی بعد وفاته وانهٗ یسر بطاعات امته ویحزن بمعاصی العصاة منهم وانهٗ تبلغه صلاة من یصلی علیه من امته.

ترجمہ:۔ ہمارے اصحاب میں سے متکلمین محققین نے فرمایا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی

وفات کے بعد زندہ ہیں اور وہ اپنی امت کی طاعات سے خوش اور گناہگاروں کے گناہوں سے غمگین ہوتے ہیں اور یہ کہ ان کو درود پہنچایا جاتا ہے جو انکی امت میں سے ان پر درود بھیجتا ہے۔

(ب) فقہ اکبر مصنفہ امام اعظم ابوحنیفہ کے قول **واعادة الروح الی العبد فی قبره حق و ضغطة القبر حق و عذابه حق کائن للکفار کلهم اجمعین وبعض المسلمین.**

ترجمہ:۔ اور روح کا بندے کی طرف اسکی قبر میں لوٹایا جانا حق ہے اور قبر کا دبانا حق ہے اسکا عذاب حق ہے جو سب کافروں کیلئے اور بعض مسلمانوں کیلئے ہے۔

کی شرح میں، ص ۸۰ پر علی قاری کہتے ہیں۔

واعلم ان اهل الحق اتفقوا علی ان الله تعالی یخلق فی المیت نوع حیوة فی القبر قدر مایتألم ویتلذذ ولکن اختلفوا فی انهٗ هل یعاد الروح. اذ جواب الملکین فعل اختیاری فلا یتصور بدون الروح، وقیل یتصور الاتریٰ ان النائم یخرج روحه ویکون روحه متصلا بجسده حتیٰ یتالم فی المنام ویتنعم، وقدروی عنه علیه الصلوة والسلام انهٗ سئل کیف یوجع اللحم فی القبر ولم یکن فیه الروح، فقال علیه الصلوة والسلام کما یوجع بسنک ولیس فیه الروح.

ترجمہ:۔ جان لو یہ بات کہ اصل حق کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ قبر میں میت میں اس قسم کی حیات پیدا کرتا ہے کہ جس سے وہ تکلیف اور راحت محسوس کرتا ہے لیکن اختلاف اس میں ہے کہ کیا لوٹائی جاتی ہے روح تا کہ فرشتوں کا جواب فعل اختیاری بن جائے کیونکہ وہ بغیر روح کے متصور نہیں ہوتا اور بعض کا قول ہے کہ بغیر روح کے بھی جواب متصور ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ سوئے ہوئے کی روح نکالی جاتی ہے پھر بھی روح کا اس کے جسم سے تعلق ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ نیند میں راحت و تکلیف محسوس کرتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ قبر میں گوشت میں درد کیسے ہوگا جبکہ اس میں روح نہ ہوگی پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جیسے تمہارے دانت میں درد ہوتا ہے اور اس میں روح نہیں ہے۔

حدیث سے معلوم ہوا جیسے روح دانت سے باہر رہ کر بھی اتصال رکھتی ہے اور سخت تکلیف کا سبب بنتی ہے ایسے ہی روح علیین وسجین میں رہتے ہوئے جسم سے اتصال رکھتی ہے اور سخت

عذابات کا سبب بنتی ہے یہی تو حیات قبری ہے۔

اور اسی صفحہ کے آخر میں فرمایا ہے انعام وایلام قبر کے باب میں ہے۔

واختلف فی انه بالروح او بالبدن اوبهما وهوا لا صح منهما الا انانؤمن بصحته ولا نشتغل بكيفيته .

ترجمہ:۔ انعام قبر اور عذاب قبر کے باب میں بیان فرماتے ہیں کہ اختلاف اس میں ہے کہ (عذاب وراحت) روح کو ہوگا یا بدن کو یا دونوں کو اور یہی صحیح ہے (کہ دونوں کو ہوگا) مگر یہ کہ ہم اس کے ہونے کا تو یقین کر سکتے ہیں البتہ کیفیت سے تعرض نہیں کرتے۔

(ج) فتح الباری شرح بخاری ج ۳ ص ۱۸۰ باب ماجاء فی عذاب قبر، جبکہ عذاب قبر کا ثبوت دلیل ہے روح کے قبر میں ہونیکی کہ جماد عذاب کا اہل نہیں ہے۔

واكتفى باثبات وجوده خلا فالمن نفاه مطلقا من الخوارج وبعض المعتزلة كضرار بن عمر و وبشير المريسی ومن وافقهما وخالفهم فی ذالک اكثر المعتزلة و جميع اهل السنة وغير هم اكثرو من الاحتجاج له.

ترجمہ:۔ اور اکتفاء کیا ہے (امام بخاری) نے اس کے (عذاب قبر کے) وجود کو ثابت کرنے پر بخلاف ان لوگوں کے جنہوں نے اسکی مطلق نفی کی ہے خوارج اور بعض معتزلہ میں سے جیسے کہ ضرار بن عمر اور بشیر المریسی اور وہ لوگ جنہوں نے ان دونوں کی موافقیت کی ہے۔ اور تمام اہل سنت اور اکثر معتزلہ نے ان کی مخالفت کی ہے اور اس سلسلے میں بہت سارے دلائل لئے ہیں۔

اہل سنت والجماعت اور اکثر امت کا عذاب قبر پر اتفاق حیات پر اتفاق ہوا جن میں اکثر معتزلہ بھی آ گئے تو وہ بھی حیات قبر کے قائل ہیں۔

ایضا قوله (البخاری) و قوله تعالى "وحاق بال فرعون" الایۃ کے تحت، واستدلال بها على ان الارواح باقية بعد فراق الاجساد وهو قول اهل السنة.

ترجمہ:۔ اور امام بخاری کا قول ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول وحاق بآل فرعون سے دلیل پکڑی ہے اس بات پر کہ ارواح جسموں سے جدا ہونے کے بعد باقی رہتی ہے اور یہی اہل سنت کا قول ہے۔

ایضاً ص ۱۸۲ حدیث عائشہؓ "**انک لا تسمع الموتی**" کے تحت ہے۔

ترجمہ:۔ ایسے ہی ص ۱۸۲ پر حضرت عائشہؓ کی حدیث کہ "بیشک آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے" سے استدلال کیا ہے۔

وقد اخذ ابن جرير و جماعة من الكرامية من هذه القصة ان السوال فى القبريقع على البدن فقط، ان الله يخلق فيه ادارکا بحیث یسمع ویعلم ويلذ ويالم. وذهب ابن حزم و ابن هبيرة ان السوال يقع على الروح فقط من غير عود الى الجسد. وخالفهم الجمهور فقالوا: تعاد الروح الى الجسد او بعضه كما ثبت فى الحديث. آگے ان کے شبہات کے جواب ہیں اور بخاری شریف کی متعدد حدیثوں سے عذاب والوں کا چلانا اور انس و جن کے علاوہ سب کا سننا وارد ہے جس سے عذاب قبر کا جسد و روح کے مجموعہ پر ہونا اور حیات ہونا ثابت ہے۔

ترجمہ:۔ ابن جریر اور کرامیہ کی ایک جماعت نے اس قصہ سے یہ استدلال کیا ہے کہ سوال قبر میں صرف بدن سے ہوگا اس طرح کہ اللہ تعالیٰ اس میں ایسا ادراک پیدا فرمادیں گے کہ جس سے وہ سنے گا جانے گا تکلیف راحت محسوس کرے گا ابن جریر اور ابن ہبیرہ اس طرف گئے ہیں کہ سوال صرف روح سے ہوگا اس کے جسم میں لوٹائے بغیر اور جمہور نے ان کی مخالفت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ روح جسم میں لوٹائی جائے گی یا اس کا بعض لوٹایا جائیگا جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے۔

(د) عمدۃ القاری للعینی شرح بخاری ج ۸ ص ۱۴۵ پر جوتوں کی آواز سننے پر چیخوں کی آواز کے بعد ہے۔

فيه اثبات عذاب القبر وهو منهب اهل السنة والجماعة وانكر ذالک ضرار بن عمرو بشر المريسى واكثر المتأخرين من المعتزلة.

ترجمہ:۔ اس میں عذاب قبر کا اثبات ہے اور یہی مذہب ہے اہل السنّت والجماعت کا اور ضرار بن عمر اور بشر المریسی اور اکثر متاخرین معتزلہ نے اسکا انکار کیا ہے۔

(ہ) شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور للسیوطیؒ ص ۴۷

ومحله الروح البدن جميعا باتفاق اهل السنة و كذ القول فى النعيم.

ترجمہ:۔ باتفاق اہل سنت اسکا محل روح اور بدن دونوں اکٹھے ہیں اور ایسا قول ہے، نعیم میں۔

(و) شرح مواقف مصری ج ۸ ص ۳۱۷

المقصد الحادى عشر احيا الموتى فى قبورهم ومسئلة منكر و

نکیرلهم و عذاب القبر للکافر و الفاسق کلها حق عندنا و اتفق علیه سلف الامة قبل ظهور الخلاف واتفق علیه الاکثر بعده ای بعد الخلاف و ظهوره وانکره مطلقا ضرار بن عمرو بشر المریسی واکثر المتاخرین من المعتزلة.

ترجمہ:۔گیارہواں مقصد ہے اس بیان میں کہ مردے اپنے قبروں میں زندہ ہیں منکر نکیر کا سوال اور عذاب قبر کا فروفاسق کیلئے ہمارے نزدیک سب حق ہے سلف امت اس مسئلہ میں اختلاف کے ظہور سے پہلے متفق تھے اور اکثر ان میں سے اختلاف کے ظہور کے بعد بھی متفق ہیں اور ضرار بن عمر اور بشر المریسی اور اکثر متاخرین معتزلہ نے اسکا انکار کیا ہے۔

(ز) حاشیہ چلپی اس صفحہ پر ہے۔

اتفق اهل الحق علیٰ ان الله تعالیٰ یعید الی المیت فی القبر نوع حیات قدر ما یتالم ویتلذذ.

ترجمہ:۔اہل حق اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ قبر میں میت کیلئے ایسی حیات لوٹاتے ہیں جس سے وہ تکلیف وراحت محسوس کرے۔

(ح) فقہ اکبر ص ۱۹ **وفی المسئلة خلاف المعتزلة و بعض الرفضة.**

ترجمہ:۔اور اس مسئلہ میں معتزلہ اور بعض شیعہ کا اختلاف ہے۔

(ط) شامی ج ۱ ص ۷۷۳ قبیل عیدین **قال اهل السنة والجماعة: عذاب القبر حق الی ان قال فیعذب اللحم متصلا بالروح والروح متصلا بالجسم فیتالم الروح والجسد وان کان خارجا عنه.**

ترجمہ:۔شامی ج ۱ ص ۷۷۳ میں باب عیدین سے قبل ہے اہل سنت والجماعت نے کہا کہ عذاب قبر حق ہے (اس قول تک) پس عذاب دیا جاتا ہے گوشت کو روح کے ساتھ اور روح کو جسم کے ساتھ پس تکلیف محسوس کرتی ہے روح بھی جسم بھی اگرچہ روح جسم سے باہر ہوتی ہے۔

(ی) احسن الفتاوی ص ۱۷۳ حضرت شیخ عبدالحقؒ اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں۔

"حیات انبیاء متفق علیه است هیچ کس راوے خلافے نیست حیات انبیاء حقیقی نه حیات معنوی روحانی"۔

ترجمہ:۔حیات انبیاء متفق علیہ ہے اس مسئلہ میں کسی کا خلاف نہیں ہے انبیاء کی حیات حقیقی

ہے نہ کہ معنوی وروحانی۔

اور حیات القلوب میں فرماتے ہیں: **بدانکم در حیات انبیاء علیہم السلام و ثبوت ایں صفت مرایشان را و ترتب آثار و احکام آن ہیچ کس را از علماء خلاف نیست.**

ترجمہ:۔ جاننا چاہئے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات اور اس صفت پر اسکے ثبوت اور اس پر آثار واحکام کے مرتب ہونے میں علماء میں سے کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے۔

مراقی الفلاح شرح نورالایضاح (طحطاوی ص ۴۴۷) میں ہے:

ومما ھو مقرر عند المحققین انه صلی الله علیه وسلم حی یرزق فمتع بجمیع الملا ذوالعبادات غیر انه حجب عن ابصار القاصرین.

ترجمہ:۔اور جو بات محققین کے نزدیک طے شدہ ہے وہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں آپ کو رزق دیا جاتا ہے پس آپ متمتع ہوتے ہیں تمام لذتوں سے اور عبادات سے سوائے اس کے کہ آپ پردہ فرمائے ہیں قاصرین کی نگاہوں سے۔

مرقات شرح مشکوۃ طبع جدید ج ۳ ص ۲۳۸

قال ابن حجر و ما افادہ من ثبوت حیاۃ الانبیاء حیوۃ بھا یتعبدون ویصلون فی قبورھم مع استغنائھم عن الطعام والشراب کالملائکة امر لا مریة فیه.

ترجمہ:۔ابن حجر فرماتے ہیں کہ حیات انبیاء کے بارے میں جو بات سمجھ آتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ ایسی حیات کے ساتھ زندہ ہیں کہ اپنی قبروں میں عبادت کرتے ہیں نماز پڑھتے ہیں کھانے پینے سے ایسے ہی مستغنی ہیں جیسے فرشتے یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس میں کوئی شک نہیں۔

لہٰذا انکا حیات قبری کسی بھی فرد بشر کیلئے معتزلہ اور روافض وخوارج کا قول ہے اہل حق کا قول نہیں ہے۔ چہ جائیکہ انبیاء علیہم السلام اور سردار انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اس کا انکار کتنا خطرناک ہے غور کیا جائے!!!

قیاس سے حیات النبی کا اثبات

(۱۱) چونکہ حدیث شریف میں ہے **وجعلت قرۃ عینی فی الصلوۃ** اگر حیات نہ ہوگی صلوۃ نہ ہو سکے گی قرۃ العین سے محرومی ہوگی یہ ایک عذاب بن جائیگا کہ عذاب ازالہ عذوبۃ حیات

ہی ہوتا ہے العیاذ باللہ اس لئے قیاس بھی حیات قبر کی دلیل ہے۔

رفع تعارض

(۱۲) غلط فہمی یا شبہ اسلئے ہی پیش آ سکتا ہے کہ بعض احادیث و تفاسیر میں بعض سے تعارض معلوم ہوتا ہے اسلئے جمع کی صورتیں بھی پیش کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

(الف) مشکوۃ کی حدیث **اکتبوا کتابه فی علیین واعیدوه الی الارض** کے تحت علی قاری نے مرقاۃ جدید ج ۴ ص ۲۵ میں لکھا ہے۔

ترجمہ:۔ ان کی تقدیر علیین میں لکھو پھر ان کو زمین کی طرف پھیر دو۔

قال العسقلانی فی فتاواه : ارواح المومنین فی علیین وارواح الکفار فی سجین ولکل روح بجسدها اتصال معنوی لا یشبه الاتصال فی الحیوة الدنیا بل اشبه شئی به حال النائم وان کان هو اشد من حال النائم اتصالا وبهذا یجمع بینما ورد ان مقرها فی علیین والسجین و بین مانقله ابن عبد البر عن الجمهور انها عند افنیة قبورها قال ومع ذالک فهی ماذون لها فی التصرف وتاوی الی محلها من علیین او سجین، قال واذا نقل المیت من قبر الی قبر فالاتصال المذکور مستمر وکذالو تفرقت الاجزاء.

ترجمہ:۔ عسقلانی نے اپنے فتاوی میں کہا ہے کہ مومنین کی ارواح علیین اور کفار کی ارواح سجین میں ہوتی ہے اور ہر روح کا اس کے جسم کے ساتھ معنوی اتصال ہوتا ہے وہ اتصال دنیوی زندگی کے مشابہ نہیں ہوتا بلکہ وہ سونے والے کے تعلق سے بھی شدید ہوتا ہے اس طرح ان دونوں باتوں کو جمع کیا جا سکتا ہے کہ جو روایت میں آیا ہے کہ روح کا مستقر تو علیین اور سجین ہے اور یہ بات کہ جس کو ابن عبدالبر نے جمہور سے نقل کیا ہے کہ وہ جسم اپنی قبروں میں ہوتا ہے فرماتے ہیں کہ اس کے باوجود اس روح کو اجازت تصرف ہوتی ہے اور وہ درد محسوس کرتی ہے اپنے محل علیین اور سجین میں رہتے ہوئے، فرماتے ہیں کہ جب کوئی میت ایک قبر سے دوسری قبر میں منتقل کی جائے تو یہ اتصال مذکور وہاں بھی مستمر ہو جاتا ہے اسی طرح اگر اجزاء متفرق بھی ہو جائیں تب بھی اتصال رہتا ہے۔

(ب) امام شعرانی المیز ان ج ۱ ص ۷۷ پر ایک اختلاف نقل کر کے جواب دے رہے ہیں۔

واجاب الاول بان الروح ماخرجت منه حقيقة ولكن ضعفت تدبيرها لتعلقه بعالمها العلوى فقط بدليل سوال منكر و نكير و عذابها فى القبر ونعيمها و احساس الميت بذالک وهنا اسرار يعرفها اهل الله لا تسطر فى كتاب فان الكتاب يقع فى يد اهله و غير اهله.

ترجمہ:۔ پہلا جواب یہ ہے کہ روح جسم سے حقیقۃً نکلتی نہیں ہے بلکہ اسکی تدبیر کمزور پڑ جاتی ہے اسکا تعلق عالم علوی سے قائم ہونیکی وجہ سے اسکی دلیل منکر نکیر کا سوال اور اسکو قبر میں عذاب وانعام کا ہونا اور میت کا اس کو محسوس کرنا ہے اور اس میں بہت سے اسرار ہیں جنکو اہل اللہ پہچانتے ہیں انکو اس کتاب میں بیان نہیں کیا جاسکتا اس لئے کہ کتاب تو ہر اہل ونا اہل کے ہاتھ پڑتی ہے۔

یعنی علیین وسجین میں ہونے کے باوجود جسم سے تعلق غیر اختیاری رہتا ہے مگر دنیوی تعلق سے کچھ ضعیف ہے کہ عالم علوی کی مشغول میں ہے اور نوم سے قوی ہے روح حقیقت میں خارج نہیں ہوتی توجہ دوسری طرف ہو جاتی ہے جہاں رد کا لفظ ہے وہاں رد توجہ ہی ہے۔

(ج) فتح الباری شرح بخاری ج ۳ص ۱۸۲

والحامل للقائلين بان السوال يقع على الروح فقط ان الميت قد يشاهد فى قبره حال المسئلة لا اثر فيه من اقعاد و غيره ولا ضيق قبره ولا سعة وكذالک غير المقبور كالمصلوب، وجوابهم ان ذالک غير ممتنع فى القدرة بل له نظير فى العادة وهو النائم فانه يجد لذة والما لا يدركه جليسه بل اليقظان قدر يدرک الما ولذة لما يسمعه او يفكر فيه ولا يدرک ذالک جليسه وانما اتى الغلط من قياس الغائب على الشاهد، واحوال مابعد الموت على ما قبله والظاهر ان الله تعالى صرف ابصار العباد واسماعهم عن مشاهدة ذالک وستره عنهم ابقاء عليهم. لئلا يتدافنوا وليست للجوارح الدنيوية قدرة على ادراک امور الملكوت الامن شاء الله وقد ثبتت الاحاديث بما ذهب اليه الجمهور كقوله "انه يسمع خفق نعالهم" وقوله تختلف اضلاعه لضمة القبر وقوله يسمع صوته اذا ضربه بالمطراق وقوله يضرب بين اذنيه وقوله فيقعد انه وكل ذالک من صفات الاجساد.

ترجمہ:۔ جولوگ اس بات کے قائل ہے کہ سوال صرف روح سے ہوگا کہتے ہیں کہ کبھی ہم قبر میں میت کا مشاہدہ اس حال میں کرتے ہیں کہ اس پر قبر میں بٹھائے جانے اور قبر کے کشادہ وتنگ ہونے کا کوئی اثر نہیں ہوتا اسی طرح وہ لوگ ہیں جن کو قبر میں دفن نہیں کیا جاتا جیسے پھانسی پر لٹکایا جانے والا شخص۔

انکی اس بات کا جواب یہ ہے کہ غیر تمتع القدرت نہیں ہے بلکہ اسکی نظیر عادۃ موجود ہے اور وہ سونے والا ہے کہ کبھی کبھی وہ لذت وتکلیف محسوس کرتا ہے اور اسکے پاس بیٹھنے والا شخص محسوس نہیں کرتا بلکہ بیدار آدمی بھی کبھی لذت وراحت محسوس کرتا ہے جب وہ اسکو سنتا ہے یا اسکے بارے میں سوچتا ہے اور اسکے پاس بیٹھنے والا شخص اسکا ادراک بھی نہیں کرتا بلکہ یہ قیاس شاہد پر کرنا ہی غلط ہے اور موت کے بعد پیش آنے والے واقعات کا قبل موت کے واقعات پر قیاس غلط ہے۔

اور ظاہر بات یہ ہے کہ اللہ پاک نے اپنے بندوں کی نظروں اور کانوں کو اسکے مشاہدہ سے باز رکھا یہ معاملہ ان سے پوشیدہ رکھا ہے کہ کہیں وہ اپنے مردوں کو دفن ہی نہ کریں۔

اور دنیوی اعضاء جوارع کو عالم ملکوت کے معاملات دیکھنے کی قدرت ہی نہیں ہے سوائے انکے جن کو اللہ چاہے۔ اور احادیث سے وہ بات ثابت ہو چکی ہے جس کو جمہور نے اختیار کیا ہے کہ میت جوتوں کی کھڑ کھڑاہٹ سنتا ہے اور ان کا یہ قول کہ قبر کے ملنے سے اسکی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں اور ان کا یہ قول کہ وہ سنتا ہے جب مارا جاتا ہے اس کو کوڑا۔

اور یہ قول کہ دونوں کانوں کے درمیان مارا جاتا ہے اور اسکا یہ قول کہ وہ بیٹھتا ہے اور یہ سب کی سب جسم کی صفات ہیں۔

(د) عذاب قبر اور انواع عذابات کے بعد امام غزالیؒ نے جو تلقین فرمائی ہے وہ غور اور دلنشین کرنے کے قابل ہے۔

وارباب القلوب والبصائر يشاهدون بنور البصيرة هذه المهلكات، وانشعاب فروعها، ان مقدار عددها لا يوقف عليه الابنور النبوة فامثال هذه الاخبار لها ظواهر صحيحة واسرار خفية ولكنها عند ارباب البصائر واضحة فمن لم تنكشف له دقائقها فلا ينبغي ان ينكر ظواهر ها بل اقل درجات الايمان التصديق والتسليم.

اسکو غور سے پڑھا جائے اور دیکھا کہ انکار کا کیا درجہ ہے۔

ترجمہ:۔ اہل دل اور اہل بصیرت اپنی نور بصیرت سے اس بات کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ مہلکات قبر کی بہت سی اقسام اور شعبے ہیں کہ جن کی تعداد اور مقدار سے انسان واقف نہیں ہوسکتا سوائے نور نبوت کے پس اس قسم کی خبریں کہ انکا ظاہر صحیح ہوتا ہے اور اسرار چھپے ہوتے ہیں لیکن وہ اسرار صاحب بصیرت لوگوں کیلئے واضح ہوتے ہیں پس جس پردہ دقائق منکشف نہ ہوں تو اس کیلئے یہ مناسب نہیں کہ ان کے ظواہر کا انکار کرے بلکہ ایمان کا ادنیٰ درجہ ان کی تصدیق کرنا اور تسلیم کرنا ہے۔

حل اشکالات

(۱۳) وجہ شبہ اور اس کا حل امام غزالی نے جو احیاء العلوم میں دیا ہے عبارت مذکورہ کے بعد ہے ترجمہ یہ ہے: اگر تم یہ کہو کہ ہم تو کافر کو ایک مدت تک قبر میں دیکھتے ہیں اور نگرانی کرتے ہیں مگر ان میں سے کوئی بات بھی دیکھ نہیں پاتے تو مشاہدہ کیخلاف کیسے تصدیق کر لی جائے تو سمجھ لو کہ ایسی باتوں کی تصدیق میں تمہارے لئے تین صورتیں ممکن ہیں۔

(۱) جو بہت ظاہر بہت صحیح ہے اور اسلم طریقہ یہی ہے کہ تم اسی کی تصدیق کرلو کہ یہ (۹۹ سانپ) موجود ہیں اور مردہ کو ڈستے ہیں لیکن تم دیکھتے ہیں ہو تو یہ آنکھ علم ملکوت کے امور کے دیکھ پانے کی اہل ہی نہیں ہے۔ اور امور آخرت سب امور ملکوت ہی ہیں۔ کیا تم کو معلوم نہیں ہے کہ صحابہؓ جبریل کے نازل ہونے پر کیسے ایمان لے آئے تھے حالانکہ انکو دیکھ نہیں پاتے تھے اور اس پر بھی ایمان رکھتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھتے تھے۔ تو اگر تم اس پر بھی ایمان نہیں رکھتے تو فرشتوں اور وحی پر اصل ایمان کو صحیح کر لینا ہی تمہارے لئے بڑا اہم کام ہے (یعنی اپنا ایمان درست کرلو) اور اگر اس پر ایمان رکھتے ہو اور جائز قرار دیتے ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان چیزوں کا مشاہدہ کر لیتے ہیں کہ جنکا امت مشاہدہ نہیں کر سکتی تو یہ میت کے بارے میں کیوں جائز نہیں رکھتے اور جیسے کہ فرشتہ آدمیوں کے اور جانوروں کے مشابہ نہیں ہوتا تو یہ زندگی اور سانپ بچھو بھی جو قبر میں ڈستے ہیں وہ ہمارے عالم کے سانپوں کی جنس سے نہیں ہیں وہ دوسری جنس ہے جسکو ہم دوسری آنکھ ہی سے دیکھ سکتے ہیں۔

(۲) یہ کہ سوتے آدمی کی حالت کو یاد کرو۔ وہ سوتے میں دیکھتا ہے کہ سانپ اسکو ڈس رہا ہے وہ اسکی اذیت پاتا ہے کہ تم بھی دیکھ لیتے ہو کہ وہ نیند میں چلاتا ہے اور اسکی پیشانی پسینہ پسینہ ہو جاتی ہے اور کبھی جگہ سے اٹھ کر بھاگتا ہے تو یہ سب وہ اپنے اندر ہی محسوس کرتا ہے اور اس سے ایسی اذیت پاتا ہے جیسے بیدار آدمی مشاہدہ کر کے پاتا ہے۔ مگر تم اسکو سکون میں دیکھتے ہو اور اس کے آس پاس کوئی سانپ نہیں دیکھ پاتے ہو لیکن اس کے حق میں سانپ بھی موجود ہوتا ہے اور تکلیف بھی حاصل ہوتی ہے تو جبکہ

اذیت ڈسنے میں ہوتی تو کوئی فرق نہیں ہوگا کہ اس کا تخیل ہو یا مشاہدہ ہو(یعنی خواب میں ڈسنے سے بھی عذاب ہے مشاہدہ میں ڈسنے سے بھی عذاب ہے)

(۳) تم جانتے ہو کہ سانپ خود اذیت نہیں دے سکتا بلکہ وہ زہر اذیت دیتا ہے جو اس سے تم کو پہنچتا ہے پھر زہر خود بھی اذیت نہیں دیتا بلکہ تمہارے اندر جو زہر سے اثر پیدا ہوتا ہے وہ اذیت ہے۔ تو ایسا ہی اثر اگر زہر کے علاوہ کسی اور شے سے پیدا ہوگا تو اذیت ایسی ہی شدید ترین ہوگی لیکن اس اذیت کی نوعیت کا بیان کرنا ممکن ہی نہیں سوائے اسکے کہ اس کے سبب کی طرف منسوب کر دیا جائے جو عادۃً اس کو پیدا کر دیتا ہے۔ مثلاً یہ کہ سانپ کے کاٹے کی اذیت ہے سبب کا ثمرہ تو حاصل ہوگا گو صورت نہ ہو اور مقصود و مراد ثمرہ ہی ہوتا ہے جسکے سبب کا ذکر ہوتا ہے نہ کہ خود سبب'' فقط

غرض یہ سب چیزیں مشاہدہ میں نہیں ہیں نہ بیان ہی میں آ سکتی ہیں مگر سب اسکے معتقد ہوتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ یہاں عذاب کا عقیدہ نہ ہو اور جیسے اس سے پناہ مانگی جاتی ہے اور بچنے کی کوشش ہوتی ہے ایسے ہی اس سے ہونی چاہئے۔

منکر حیات النبی کا حکم

(۱۴) ایسے عقیدہ والے کے پیچھے نماز کا درست ہونا اس پر موقوف ہے کہ اس کا درجہ اسلام میں کیا ہے تو اس کیلئے ہم سب کے دینی جد امجد حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ کا فتویٰ پیش ہے گو ذرا سا فرق ہے یہاں سوال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کا جسد اطہر سے تعلق نہ ہونا بیان ہے اور وہاں ہر کس و ناکس کے متعلق سوال اور اس پر مدار فتویٰ کا ہے مگر یہاں تو وہ بدرجہ اولیٰ ہوگا۔

شاہ عبدالعزیز قدس سرہ کا فتویٰ

عزیز الفتاوی جلد ا صفحہ ۹۳

سوال: انسان را بعد موت ادراک و شعور باقی ماند وزائران خود رامی شناسد و سلام و کلام ایشان رامی شنود یانے ؟

جواب: انسان را بعد موت ادراک باقی میماند بر ایں معنی شرع شریف و قواعد فلسفی اجماع دارند. اما در شرع شریف پس عذاب قبر و تنعیم القبر بتواتر ثابت است و تفصیل آن دفتر طویل می خواهد.(در

کتاب شرح الصدور فی احوال اموتی والقبور) که تصنیف شیخ جلال الدین سیوطیؒ است و دیگر کتب حدیث باید دید. در کتب کلامیه اثبات عذاب القبر می مابند حتی که بعض اهل کلام منکر آن راکافر میدانند، و عذاب و تنعیم بغیر ادراک و شعور نمی تواند شد. و نیز در احادیث صحیحه مشهوره در باب زیارت قبور و سلام برموتی و همکلامی بآنها که " انتم لنا سلف و نحن بالاثر وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون" ثابت است. ودر بخاری و مسلم موجود است که آنحضرت صلی اللہ علیه وسلم باشهداء بدر خطاب فرمودند.

" هل وجد تم ما وعدتم ما وعد ربکم حقا" مردم عرض کردند " یا رسول اللہ اتتکلم من اجساد لیس فیها روح" فرمودند " ماانتم باسمع منهم ولکنهم لا یجیبون" در قرآن مجید ثابت است " لاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء عند ربهم یرزقون فرحین بما آتاهم اللہ من فضله" بلکه از احوال پس آئیندگان خودهم خوشی و بشارت ثابت است "ویستبشرون بالذین لم یلحقوا بهم من خلفهم الاخوف علیهم ولا هم یحزنون"

بالجمله انکار شعور و ادراک اموات اگر کفر نه باشد دارالحاد بودن او شبه نیست.

واما قواعد فلسفیه پس بقائے روحانی بعد از مفارقت و بقاء شعور و ادراک و لذت روحانی مجمع علیه فلاسفه است الا جالینوس، ولهذا اور ادرفلاسفه نشمرده اند. پس ظاهر است که بدن دائما در تحلل است و روح در شعور و ادراک دائما در ترقی است پس مفارقت بدن در سلب ادراک و شعور او چه قسم تاثیر تواند کرد.

سوال: اگر ادراک و شعور میماند بقدر حیات میماند یا زیاده وکم میشود؟

جواب: ادراک و شعور اهل قبور بعد موت در بعض امور زیاده می شود و در بعضے کم آنچه تعلق بامور غیب دارد ادراک آنها زیاده است وآنچ تعلق در امور دنیویه باشد ادراک آنها کم، سببش آنست که التفات و توجه ایشان در امور غیبیه زیاده است. و در امور دینویه کم. بایں جهت تفاوت واقع می شود والا اصل

ادراک و شعور یکساں است بلکه اگر تامل کرده شود در دنیا نیز توجه والتفات بزیادتی و کمی در شعور و ادراک واقع می شود چنانچه دقائق علمیه را وکلائے دربار کم می فهمند. ولذائذ طعام و محاسن نساء و کیفیات نغمات و اوتار را امیرازاده ها خوب ادراک میکنند. وعلماء وفضلاء در ادراک آن چیز ها بسیار قاصر اند. ایں همه سبب قلت توجه والتفات دانند و کثرت آن.

ترجمہ سوال:۔انسان کا مرنے کے بعد ادراک وشعور باقی رہتا ہے اپنی قبر پر آنے والوں کو پہچانتا ہے ان کا سلام وکلام سنتا ہے یا نہیں؟

ترجمہ جواب: انسان کا ادراک وشعور باقی رہتا ہے اس بات پر شریعت اور قواعد فلسفیہ میں اجماع ہے پس باعتبار شریعت تو عذاب قبر اور قبر کی لذتوں کا پانا اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے جسکی تفصیل کیلئے ایک دفتر درکار ہے۔ کتاب شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور جو کہ شیخ جلال الدین سیوطی کی تصنیف ہے میں اور دوسری کتب حدیث میں دیکھا جا سکتا ہے علم کلام کی کتابوں میں عذاب قبر کا ثبوت دیکھا جا سکتا ہے حتیٰ کہ بعض اہل کلام نے اس کے منکر کو کافر قرار دیا ہے اور عذاب وراحت بغیر ادراک وشعور کے نہیں ہو سکتے۔

نیز مشہور احادیث میں زیارت قبور کے باب میں مردوں کو سلام کرنا اور ان سے ہمکلام ہونے کا ذکر یوں ثابت ہے " **انتم لنا سلف و نحن بالاثر وانا انشاء الله بکم لا حقون**" آپ ہم سے پہلے چلے گئے ہیں اور ہم آپکے نقش قدم پر آ رہے ہیں اور جلد ہی انشاء اللہ آپ سے مل جائیں گے اور بخاری ومسلم میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء بدر سے یوں خطاب فرمایا:

''کیا تم نے اللہ کے وعدے کو سچ پالیا'' لوگوں نے عرض کیا'' یا رسول اللہ کیا آپ ایسے جسموں سے کلام فرماتے ہیں جن میں روح نہیں'' فرمایا'' تم ان سے زیادہ نہیں سنتے لیکن وہ جواب نہیں دیتے''

قرآن پاک میں ثابت ہے'' جو اللہ کے راستہ میں مارے گئے انکو مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں انکوانکے رب کے پاس سے رزق ملتا ہے خوش ہوتے ہیں اس پر جوان کو اللہ کے فضل سے ملتا ہے۔''

بلکہ اپنے پسماندگان کے احوال کے علم پر بھی انکی خوشی وبشارت ثابت ہے (قرآن میں ہے)

''اور جولوگ ان کے پاس نہیں پہنچے ان سے پیچھے رہ گئے ہیں ان کی بھی اس حالت پر وہ خوش ہوتے ہیں کہ ان پر بھی کسی طرح کا خوف واقع ہونے والا نہیں اور نہ وہ مغموم ہوں گے۔(ان شواہدات کی روشنی

میں) بالجملہ اگر اموات کے ادراک وشعور کا انکار کفر نہ بھی ہو تو اس کے الحاد ہونے میں کوئی شبہ ہی نہیں۔

اور قواعد فلسفیہ کے اعتبار سے دیکھا جائے تو جسم سے روح کے جدا ہونے کے بعد اسکا باقی رہنا اور شعور وادراک ولذت روحانی کا باقی رہنا یہ فلاسفہ کا متفق علیہ موقف ہے سوائے جالینوس کے اور اسی وجہ سے اسکو فلاسفہ میں شمار نہیں کیا گیا۔ پس یہ بات ظاہر ہے کہ بدن ہمیشہ بدلتا رہتا ہے اور روح کے شعور ادراک میں ہمیشہ ترقی ہوتی رہتی ہے پس روح کے جسم سے جدا ہونے کی صورت میں اس کے ادراک وشعور کے سلب ہونے کو ہم کس قسم میں شمار کریں گے۔

ترجمہ سوال: اگر ادراک وشعور باقی رہتا ہے تو کیا حیات تک باقی رہتا ہے یا کم وبیش؟

ترجمہ جواب: اہل قبور کا ادراک وشعور مرنے کے بعد بعض امور میں زیادہ ہو جاتا ہے اور بعض میں کم۔ جن امور کا تعلق غیب سے ہوتا ہے ان میں ادراک زیادہ ہوتا ہے اور جن امور کا تعلق دنیا سے ہوتا ہے ان میں ادراک کم ہوتا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اس کا التفات اور توجہ امور غیبیہ کی طرف زیادہ ہوتی ہے اور امور دینویہ کی طرف کم۔ اس اعتبار سے فرق ہو جاتا ہے۔ مگر اصل کے اعتبار سے ادراک وشعور میں دونوں یکساں ہیں۔ اگر غور کرو تو دنیا میں بھی توجہ کی کمی زیادتی سے ادراک وشعور میں کم زیادتی ہوتی ہے چنانچہ علمی نکات اور درباری موشگافیوں کو کم لوگ سمجھ پاتے ہیں اور کھانوں کے ذائقوں عورتوں کی عشرہ طرازیاں اور گانوں کی کیفیات وغیرہ کو امراء خوب محسوس کرتے ہیں اور علماء وفضلاء عموماً ان چیزوں کے ادراک سے قاصر ہیں، یہ سب فرق اصل میں توجہ اور التفات کی کم بیشی سے ہی تو ہوتا ہے۔ فقط: خلیل احمد تھانوی

منکر حیات النبی کی امامت کا حکم

اوپر آیت واحادیث متواتر واجماع اہل حق وقبول عقل سلیم کے دلائل کے بعد شاہ صاحبؒ کا فتویٰ فیصلہ کن ہے۔

آیات کا انکار احادیث، متواترہ کا انکار، اجماع کا انکار، یہ سب ایسا تھا کہ اس پر اسلام کا باقی رہنا مشکل تھا۔ مگر بات یہ ہے قطعی الثبوت کے ساتھ قطعی الدلالت ہونا جب تک نہ ہو سکے انکار کو کفر نہیں کہا جا سکتا چونکہ بعض تاویلات ایسی ممکن ہیں جو قواعد عربیت پر صحیح بن جاتی ہیں گو دوسری آیات احادیث سے ان پر عمل درست نہ ہو۔

والحد و دتندرء بالشبهات۔ (شبہ پیدا ہونے سے حد ساقط ہو جاتی ہے)

اس لئے شاہ صاحبؒ نے فرمادیا ہے۔

"**اگر کفر نہ باشد**" (اگر کفر نہ ہو)

چونکہ یہ عقیدہ تمام اہل سنت کے خلاف ہے باطل فرقوں معتزلہ خارجیہ اور رافضیہ کا ہے اس لئے اس کو بدعت ضرور قرار دیا جائیگا۔ اور نماز کی امامت کا قاعدہ کے تحت آ جائیگا جو فاسق یا بدعتی کے پیچھے نماز کا ہے ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہوگا۔ اور جس کو اچھے امام کے پیچھے نماز ملتی ہو پھر اقتداء کرنا بھی امام بنانا ہے اسکی اور امام بنائے رکھنے والوں کی نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ اور جس کو ان دونوں سے یعنی امام بنائے رکھنے یا صحیح مل سکنے سے معذوری ہو اس کیلئے مکروہ تنزیہی ہوگی۔ کہ تنہا سے یہ جماعت افضل ہے جیسے کہ شامی میں یہ تفصیل احادیث

"من وقر فاسقا اور من وقر بدعیا" (الحدیث)

"اور صلوا خلف کل بر و فاجر" حدیث سے ماخوذ کر کے بیان ہے (جیسے کہ شامی نے کیا ہے جو توقیر کرے فاسق کی اور توقیر کرے بدعتی کی، اور نماز پڑھو ہر نیک و فاجر کے پیچھے والی احادیث سے استدلال کر کے مسئلہ کی وضاحت کی ہے)۔ واللہ اعلم

(۱۵) چونکہ انبیاء علیہم السلام اور دوسروں کی حیات بعد الموت میں اہل السنّت والجماعت کی مخالفت سلف کے باطل فرقوں نے کی تھی۔ کچھ عقلی و نقلی دلائل بھی پیش کئے تھے بزرگان ملت نے ان کو نقل کر کے انکا باطل ہونا ظاہر و ثابت کیا ہے اگر یہ معلوم ہو جائے کہ یہ کیا کیا دلائل تجویز کرتے ہیں تو باطل ہونے کی دلیلیں بھی پیش کی جاسکتی ہیں۔ اگر چہ اہل السنّت والجماعت سے معتزلہ وغیرہ کی تقلید کی امید نہیں ہے اسلئے سردست پیش نہیں کی گئیں۔ وما علینا الا البلاغ

وضاحت

برادر محترم جناب مولانا خلیل احمد تھانوی زید مجدہم......السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

آپ کا گرامی نامہ ملا آپ نے حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کی عبارت پر جو سوال تحریر کیا اس کا جواب حضرت والد صاحب مدظلہم نے تحریر فرما دیا ہے وہ اسکی توضیح کے طور پر ضمیمہ میں تحریر فرما دیں احقر نے بھی ایک تحریر لکھی ہے اگر مناسب ہو اسکو بھی شامل کر لیں۔

فقط احقر سید عبدالقدوس ترمذی ۳ ذوالحجہ ۱۴۱۹ھ

ضمیمہ نمبرا- ازحضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور صاحب ترمذی مدظلہم

شرح مواقف ج ۸ ص ۳۱۸ کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ ایک موت قبر میں جان سے پہلے ہوتی ہے پھر قبر میں زندہ کیا جاتا ہے مگر یہ زندگی فی الجملہ بقدر مایتالم و یتلذذ ہوتی ہے حیات مطلقہ اور کامل حیات نہیں ہوتی، مگر سوال نکیرین کے وقت زیادہ قوی ہوتی ہے اس کے بعد کمزور اور ضعیف کردی جاتی ہے جس سے تعذیب و تنعیم متصور ہوسکے اس تضعیف حیات کو ہی اماتت، سے تعبیر کردیا گیا ہے، مگر یہ اماتت من کل الوجوہ نہیں ہوتی فی الجملہ ہی ہوتی ہے تعذیب و تنعیم کا احساس باقی رہتا ہے اس قدر حیات باقی رہتی ہے جس سے یہ احساس ہوسکے، اس کے بعد حشر میں حیات مطلقہ دی جاتی ہے۔

شرح مواقف کی عبارت میں ثم الاحیاء فی القبر ثم الاماتة فیه ایضا بعد مسئلہ منکر و نکیر حیات و موت فی الجملہ مراد ہے کامل حیات و موت مراد نہیں ہے البتہ سوال نکیرین کے وقت کچھ زیادہ حیات دی جاتی جس کے بعد کم کردی جاتی ہے۔ اسکو اماتت و احیاء سے تعبیر کردیا گیا ہے۔ اور بعض احادیث میں اس موت بعد السوال کو نوم سے تعبیر فرمایا گیا یہ جیسا کہ "نم کنومة العروس" وارد ہوا ہے۔

اب امید ہے کہ تنعیم و تعذیب فی القبر پر اشکال وارد نہ ہوگا۔ کہ سوال نکیرین کے بعد جب موت واقع کردی گئی تو تنعیم و تعذیب کے وارد ہونے کی کیا صورت ہوگی کیونکہ حیات کے بغیر تو تنعیم و تعذیب غیر متصور ہے۔ واللہ اعلم

حاصل یہ ہے کہ موت و حیات کلی مشکک ہے اسکا حسب موقع اطلاق کہیں ضعیف اور کہیں قوی ہوتا ہے سب جگہ یکساں نہیں ہوتا کلی متواطی نہیں ہے۔

فقط

ھذا ما عندی والعلم عند اللہ العلیم الخبیر

عبدہ المذنب السید عبدالشکور ترمذی عفی عنہ ۴ ذوالحجہ ۱۴۱۹ھ

ضمیمہ نمبر۲- ازمولانا مفتی سید عبدالقدوس صاحب ترمذی

نمبر۳ کی عبارت سے مقصود صرف حیات فی القبر کا اثبات ہے اوران لوگوں کا رد ہے جو اس کے منکر ہیں اور یہ مقصود قرآن کریم کی آیت **قالوا ربنا امتنا اثنتین و احییتنا اثنتین الآیۃ** کی مذکورہ تفسیر اور شرح مواقف کی درج شدہ عبارت سے واضح طور پر ثابت ہے۔

حضرت مفتی صاحب قدس سرہ نے بھی اِس آیت مبارکہ اور شرح مواقف کی عبارۃ مذکورہ سے اسی استدلال فرمایا ہے جیسا کہ حضرتؒ کی عبارت، لہٰذا اس سے حیات قبری ثابت ہے، سے معلوم ہوا ہے۔

اب رہا یہ کہ اس سے حیات فی القبر کا اثبات کیسے ہوا ہے تو اس کی تقدیر خود حضرتؒ کی عبارت میں صراحۃ موجود ہے جو تقریباً شرح مواقف کی عربی عبارت کا حاصل ترجمہ ہی ہے۔

خلاصہ یہ کہ آیت قرآن **قالوا ربنا الآیۃ** کی تفسیر اور جو تقریر شرح مواقف میں کی گئی ہے اس میں جو دو حیات اور دو موت کا ذکر ہے اس سے مراد وہ دو موت اور حیات ہیں جو حقیقی ہوں اور برزخ قبر میں قائم وتلذذ کیلئے میت کو جو حیات حاصل ہوگی وہ من وجہ حیات، ہے جو دوسرے دلائل سے ثابت ہے اس آیت میں اصالۃ اس سے تعرض نہیں کیا گیا لہٰذا اس کے انکار کی کوئی وجہ نہیں ہے اور نہ ہی اس کا اثبات اس تقریر کے خلاف ہے کیونکہ اس آیت میں اس کی نفی نہیں ہے بلکہ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے اس کا ذکر نہیں اور عدم ذکر عدم **شیء** کو یقیناً مستلزم نہیں پھر جبکہ دلائل سے اس کا ثبوت ہو جائے تو اس کا انکار ہرگز صحیح نہیں۔ بہرحال خلاصہ یہ ہے کہ بقدر **مایتالم و یتلذذ** میت کو جو حیات قبر میں دی جاتی ہے وہ اس تقریر کے خلاف نہیں ہے۔

فحینئذ لا تعارض ولا اشکال واللہ اعلم بحقیقۃ المقال

احقر سید عبدالقدوس ترمذی

قرآن حکیم

مسئلہ خلق قرآن

سوال: قرآن پاک کو مخلوق کہنے کا کیا مطلب ہے؟ کلام تو بے شک صفت ہے اللہ تعالیٰ کی لیکن کیا اس طرح نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ تو اپنے احکام کلام کے ذریعے نبی کے واسطہ سے بندوں تک پہنچائے اور کچھ گزشتہ واقعات عبرت کے لیے بیان فرمائے اور کچھ ارشادات خاص خاص موقعوں پر (جیسا کہ حضرت عائشہ پر تہمت وغیرہ) ارسال فرمائے تو کلام کی یہ تینوں صورتیں جدید ہوئیں' کیا اس اعتبار سے مخلوق کہا جا سکتا ہے؟

جواب: قرآن کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے اور یہ کہا جائے کہ یہ اللہ کا کلام ہے تو اس وقت اس کی صفت جدید یا حادث لانا درست نہیں جس کو آپ لکھ رہے ہیں کہ کلام کی یہ تینوں صورتیں جدید ہوئیں۔ اس کو اصطلاح میں کلام لفظی کہتے ہیں اور یہ بھی قدیم ہے جیسے کہ کلام نفسی اللہ کی صفت ہے اور قدیم ہے مگر قرآن کی قرأت' سماعت اور کتابت حادث ہے اور مخلوق ہے اس لیے کہ قرأت وغیرہ بندے کے افعال ہیں اور بندے کے افعال حادث اور مخلوق ہیں۔ (خیر الفتاویٰ ج۱ص ۱۵۹)

قرآن میں مخلوقات کی قسمیں کھانے کی حکمت

سوال: خدا نے قرآن میں سورج وغیرہ کی قسمیں کیوں کھائی ہیں؟

جواب: قسم سے مقصود کلام کی تاکید ہوتی ہے اس لیے کلام اللہ میں قسمیں آئی ہیں۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ جس چیز کی قسم کھائی جائے وہ صاحب شرف ہو' سو وہ چیزیں اپنے منافع وخواص کے اعتبار سے ذی شرف ہیں لیکن ان کا شرف ذی معبودیت تک نہیں ہے مگر باوجود اس کے بندوں کو مخلوق کی قسم کھانے سے اس لیے ممانعت کی گئی کہ ان کے قسم کھانے سے شبہ پیدا ہوتا ہے اس بات کا کہ یہ قسم کھانے والا اس کو شرف مفرط ''حد سے زیادہ'' درجے میں نہ سمجھتا ہو اور یہ شبہ خدا تعالیٰ کے قسم کھانے میں نہیں ہو سکتا کیونکہ یہاں قسم کھانے والا اتنا عظیم ہے کہ اس کے سامنے کسی چیز کی عظمت نہیں' یہ فرق ہے دونوں میں۔ (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۴۲۳)

قرآن کریم کا احترام اس میں مخلوق کا ذکر ہونے کے باوجود

سوال: زید ایک مسجد کا امام ہے وہ کہتا ہے کہ کلام اللہ میں مخلوق کی باتیں ہیں اس لیے وہ

قابل احترام نہیں جس طرح اللہ پاک قابل احترام ہے اس کا احترام اللہ پاک کا احترام نہیں ہوسکتا' بکر نے جواب دیا کہ قرآن کریم قابل تسلیم اور بزرگ شئی ہے' یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے' اس کا احترام اللہ پاک کا احترام ہے' دونوں میں کس کی بات صحیح ہے؟

جواب: کلام اللہ میں مخلوق کا تذکرہ بھی ہے بلکہ مخلوق میں بہت زیادہ ذلیل چیزوں کا تذکرہ بھی ہے اس کے باوجود وہ کلام اللہ ہے اس کی تعظیم فرض ہے اور اس کی اہانت کرنے سے ایمان سلامت نہیں رہے گا' امام کو ایسی باتوں سے توبہ لازم ہے ورنہ وہ امامت کے قابل نہ ہوگا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ص ۱۵۲)

فصل فی تعلیم القرآن و تعظیمه و تلاوته

(قرآن کریم کی تعلیم' تعظیم' تلاوت اور آداب سے متعلق مسائل کے بیان میں)

قصص القرآن کی فلم بندی کا شرعی حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل مسئلے کے بارے میں کہ ایک فلم قصص القرآن کے نام سے جاری کی گئی ہے. جس کے اندر مختلف قرآنی واقعات کو فلم کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ مثلاً بنی اسرائیل کے ذبح کا واقعہ' فرعون کے غرق ہونے کا واقعہ اور بنی اسرائیل کے خروج کا واقعہ' فلم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شبیہ نہیں دکھائی گئی بلکہ کسی اور شخص کی زبانی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے احکام بنی اسرائیل تک پہنچائے گئے ہیں۔

ایسی فلم کو دیکھنے اور دکھلانے کا شرعاً کیا حکم ہے؟ براہ کرم مدلل بیان فرمائیں' عین نوازش ہوگی۔

جواب: قرآن کریم کے واقعات کی مصور فلم بنانا' دیکھنا اور دکھانا ہرگز جائز نہیں بلکہ قرآن کریم کی بے حرمتی کی بناء پر اس عمل میں شدید وبال کا اندیشہ ہے' اس کی بہت سی وجوہات ہیں. جن میں سے چند یہ ہیں:

۱۔ قرآن کریم کے مضامین جس عظمت و جلال کے حامل ہیں اس کا تقاضا یہ ہے کہ ان مضامین کو قرآن کریم ہی کے الفاظ میں پورے ادب و احترام کے ساتھ پڑھا' یا سنا جائے۔ اس کے برعکس پیشہ ور اداکاروں اور بہروپیوں کو مقدس قرآنی شخصیتوں کی مصنوعی شکل میں پیش کر کے ان سے قرآن کریم کے بیان کردہ واقعات کی مصنوعی نقالی کرانا' آیات قرآنی کو کھیل تماشا بنانے کے مترادف ہے جو بنص قرآنی حرام ہے۔ آیت ہے:

وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَذَكِّرْبِهٖ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ بِمَا كَسَبَتْ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَاشَفِيْعٌ...... الخ (سورة انعام: ۷۰)

۲۔کوئی فلم جانداروں کی تصاویر سے خالی نہیں ہوتی اور جانداروں کی تصاویر بنانا' دیکھنا اور دکھلانا شرعاً جائز نہیں۔ لہٰذا قرآنی مضامین کو ایسے ذرائع سے پیش کرنا جو درجنوں احادیث کی رو سے ناجائز ہے نہ صرف حرام بلکہ قرآن کریم کی توہین کے مترادف ہے۔

۳۔واقعات کی فلم اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک اس میں عورتوں کے کردار نہ ہوں چنانچہ مذکورہ فلم میں بھی کردار موجود ہیں اور خواتین کے بے حجاب مردوں کے سامنے آنا یا ان کی تصاویر کا بلاضرورت نامحرموں کو دکھلانا قرآن وحدیث کی رو سے بالکل ناجائز ہے اور ناجائز کام کو قرآن کریم کے مضامین کو بیان کرنے کے لیے ذریعہ بنانا بھی نہ صرف حرام بلکہ معاذ اللہ قرآن کریم کی توہین کے مترادف ہے۔

۴۔کسی سچے سے سچے واقعہ کو بھی جب فلم کی شکل دی جاتی ہے تو اس میں فلم ساز کے فرضی تخیلات کی آمیزش ناگزیر ہے اس کے بغیر عموماً کوئی فلم تیار نہیں ہوسکتی' فلم ساز کو ایک مربوط فلم بنانے کے لیے لامحالہ واقعات کے خلاء کو اپنے فرضی قیاسات سے پُر کرنا پڑتا ہے اور کچھ نہیں تو متعلقہ اشخاص کی شکل وشباہت' ان کی تعداد' ان کے انداز نشست وبرخاست ان کے اردگرد پائے جانے والے ماحول' پس منظر اور ان کے عادات وخصائل کو لازماً قیاسی مفروضات کی بنیاد پر پیش کرنا پڑے گا اور فلم میں ان سب باتوں کو قرآن کریم سے ممتاز نہیں کیا جاسکتا۔ لہٰذا یہ سارے قیاسات قرآن کریم ہی کی طرف منسوب کیے جائیں گے جو قرآن کریم کی معنوی تحریف کے مشابہ ہے۔

زیر بحث فلم کے بارے میں بھی ذمہ دار فلم دیکھنے والوں نے بتلایا ہے کہ اس میں قرآن کریم کے بیان کردہ واقعات کے ساتھ بہت سی اسرائیلی روایات اور فرضی تخیلات کو قرآنی واقعات کے ساتھ شامل کردیا گیا ہے اور جن ناواقف لوگوں کو قصص القرآن سے واقف کرانے کے موہوم شوق میں یہ فلم دکھلائی جارہی ہے ان کے لیے قرآن اور غیر قرآن میں امتیاز کرنے کا کوئی راستہ نہیں' وہ اس سارے مجموعے ہی کو قرآنی مضامین سمجھیں گے اور ان کو قرآن کریم کے بارے میں اس سنگین غلط فہمی میں مبتلا کرنے کی ذمہ داری ان لوگوں پر ہوگی جو اس فلم کو بنانے یا دکھانے کے ذمہ دار ہیں۔

۵۔قرآن کریم کے بیان کردہ واقعات میں بہت سے مقامات پر ایسے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں جن کی ایک سے زیادہ تشریحات ممکن ہیں اور ان میں سے کسی ایک تشریح کو یقینی اور قطعی طور پر کسی دوسرے احتمال کے بغیر قرآن کریم کی حقیقی مراد قرار دینا جائز نہیں' مفسرین جب ایسی آیات کی تشریح کرتے ہیں تو عام طور سے ممکنہ احتمالات ذکر کردیتے ہیں ورنہ کم ازکم کسی نہ کسی صورت سے یہ واضح کردیتے ہیں کہ اتنی بات قرآن کریم کی ہے اور اتنی تفسیر کی تاکہ قرآن کا

غیر قرآن سے ملتبس ہونا لازم نہ آئے یہ صورت فلم میں کسی طرح ممکن نہیں بلکہ فلم ساز کے ذہن میں مذکورہ آیت یا واقعہ کی جو تفسیر ہے صرف اسی کو لازماً قرآنی مضمون کی شکل میں اس طرح پیش کیا جائے گا کہ اس میں کوئی دوسرا احتمال نہیں ہوگا اور فلم کے زور سے اسی تفسیر کا نقش ذہن پر اس طرح قائم کردیا جائے گا کہ گویا اس فلم میں بیان کردہ تصویر عین قرآن ہے۔ یہ صورت بھی قرآن اور غیر قرآن کے درمیان التباس پیدا کرنے کا موجب ہے اس لیے بھی یہ فلم بالکل ناجائز ہے۔

۶۔ فلم کا اصل منشاء تعلیم و تبلیغ نہیں ہوتا بلکہ تفریح طبع اور کھیل تماشوں سے لذت حاصل کرنا ہوتا ہے۔ لہٰذا اس فلم کو دیکھنے والے دراصل تفریح طبع کی غرض سے فلم دیکھیں گے نہ کہ علم، عبرت یا نصیحت حاصل کرنے کی غرض سے جس کی واضح دلیل یہ ہے کہ اگر یہی مضامین اپنی اصلی صورت میں وعظ و تذکیر کے لیے بیان کیے جاتے تو یہ لوگ اس میں شریک ہونے کے لیے تیار نہ ہوتے اور قرآنی مضامین کو سننے سنانے کا مقصد اصلی کھیل تفریح کو بنالینا کسی طرح جائز نہیں بلکہ اس کا مقصد اصلی عبرت اندوزی ہے۔ اس کے ضمن میں تنشیط و تفریح بھی حاصل ہو جائے تو اور بات ہے لیکن کھیل تفریح کو اصل قرار دے کر اسی کو مقصد اصلی بنالینا ہرگز جائز نہیں۔

مذکورہ بالا وجوہ کی بناء پر نیز دوسرے متعدد مفاسد کے پیش نظر ایسی فلم بنانا، دیکھنا، دکھانا سب ناجائز ہے، مسلمانوں کو اس سے سختی کے ساتھ پرہیز کرنا چاہیے اور حکومت کا بھی فرض ہے کہ نہ صرف یہ کہ ایسی فلمیں دکھانے سے باز رہے بلکہ آئندہ اس قسم کی فلموں کی نمائش کا مکمل طور پر سدباب کرے۔

واللہ سبحانہ اعلم: (فتاویٰ عثمانی ج ۱ ص ۱۸۶ تا ۱۸۸)

قرآن مجید میں فال دیکھنے کے مروجہ طریقہ کا حکم

سوال: قرآن مجید میں اس طرح فال دیکھنا کہ پہلے سورہ فاتحہ، سورہ اخلاص اور درود شریف پڑھ کر کھولا جائے اور سات ورق اُلٹ کر ساتویں سطر پر پہلے صفحے کے دیکھا جائے، یہ امر شرع سے جائز ہے یا نہیں؟ اور جو امر کہ فال سے پیدا ہو آئندہ یا موجودہ یا گزشتہ کے بارے میں اس پر یقین لانا کیسا ہے؟ اگر جائز ہے تو اس کا طریقہ مسنون کیا ہے؟ اور اگر ناجائز ہے تو حدیث "یُحِبُّ الْفَالَ وَیَکْرَہُ الطِّیَرَۃَ" کا کیا مطلب ہے؟ نیز بعض مکتوبات اہل تصوف میں تو یہاں تک لکھ دیا ہے: "مَایَخْرُجُ فَھُوَ بِمَنْزِلَۃِ الْوَحْیِ" قرآن مجید سے فال دیکھنے کے بارے میں اس حقیر کا خیال ہے کہ علماء کا اختلاف ہے، ایک گروہ حرمت کا تو دوسرا اباحت کا قائل ہے؟

جواب: جس طرح اور جس اعتقاد سے عوام وخواص کالعوام میں مروج ہے وہ ناجائز ہے اور مشابہ ہے عیافہ وغیرہ کے اور جو "یُحِبُّ الْفَالَ" کے درجے میں ہو جس کو اس تحریر سے سمجھایا نہیں جاسکتا جائز ہے اور مَایَخْرُجُ اگر کسی ثقہ کا قول ہے ماول ہے اور علماء کا اس میں اختلاف نہیں ہے۔ (امدادالفتاویٰ ج۵ص۴۰۰)

فالنامہ کفر ہے تو پھر قرآن میں کیوں؟

سوال: فالنامہ کفر ہے تو فالنامے قرآن میں کیوں لگائے گئے ہیں؟ مولانا تھانوی نے کئی کتابوں میں کفر وشرک لکھا ہے؟

جواب: فال نامہ قرآن شریف میں تاجروں نے لگادیا تاکہ لوگ زیادہ خریدیں' حضرت مولانا نے نہیں لگایا نہ اجازت دی۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۱۲ص۴۷)

آیت قرآنی کے ذریعے چور کا نام نکالنا

سوال: ایک شخص برابر قرآن کے ذریعے چوروں کا نام نکالنے اور نکل جانے کو صحیح ماننا ضروری قرار دیتا ہے اور نکالنے کا طریقہ یہ ہے قرآن کو ایک تاگے یا رسی میں باندھ کرلوہے کی کیل کے بیچ میں لٹکا کر اس کیل کو دو شخص کیل کے دونوں سروں کو ایک ایک شہادت کی انگلی پر اُٹھالیتے ہیں اور اُٹھانے کی حالت میں قرآن کیل کے بیچ میں لٹکا رہتا ہے' جناب والا سے دریافت ہے کہ یہ اہانت قرآن ہے یا نہیں؟

جواب: یہ حرکت قرآن کریم کے احترام کے خلاف ہے' بے ادبی ہے اور اہانت کو مستلزم ہے' اس پیشہ کو ترک کرنا اور توبہ لازم ہے اس کے ذریعے کسی کو چور قرار دینا جائز نہیں اس سے عقائد بھی فاسد ہوتے ہیں۔ بہتان کا بھی دروازہ کھلتا ہے' بدگمانی بھی پھیلتی ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۱۵ص۱۱۶)

قرآن حکیم کو گالی دینا کفر ہے

سوال: ایک شخص نے قرآن شریف کو سخت گالی دی اور توبہ سے صاف منع کردیا' شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب: قرآن شریف کو گالی دینا کفر ہے (والعیاذ باللہ) پس اس شخص سے جبکہ وہ توبہ اپنے کفر سے نہیں کرتا مرتدین اور کفار کا معاملہ کرنا چاہیے اور اس سے قطعاً علیحدگی کی جاوے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج۱۲ص۳۴۲)

قرآنی آیات والے اخبارات کی بے حرمتی کرنا

سوال: مولانا احتشام الحق صاحب جو جمعہ کو اخبار میں آیتیں چھپواتے ہیں' وہ دُکاندار دکی

میں پھینک دیتے ہیں' کیا یہ درست ہے؟

جواب: جن کاغذات پر اللہ' رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام یا قرآنی آیات واحادیث لکھی یا چھپی ہوں ان کو بے حرمتی کی جگہ ڈالنا درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ عثمانی)

جن کتابوں میں قرآنی آیات بھی ہوں انہیں حالت حیض میں پڑھنا اور چھونا اور حالت حیض میں تلاوت واذکار جائز ہیں یا نہیں؟

سوال: ۱۔ عورت کے لیے حالت حیض میں ایسی کتابوں کو چھونا اور پڑھنا جن میں چند آیات کلام پاک کی لکھی ہوتی ہیں جائز ہے یا نہیں؟ ان آیات کو چھوڑ کر صرف ترجمہ' تفسیر اور مطلب پڑھ لیا جائے؟

۲۔ ایسے زمانے میں زبانی کلام پاک' کلمہ جات' دُرود شریف پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ۱۔ اس معاملے میں اصول یہ ہے کہ اگر کتاب کا اکثر یا آدھا حصہ قرآنی آیات پر مشتمل ہے تو حالت حیض ونفاس اور جنابت میں اس کا چھونا جائز نہیں اور اگر کتاب کا اکثر حصہ غیر قرآن ہے تو اس کو اس مقام سے چھونا جائز ہے جہاں قرآنی آیات لکھی ہوئی نہیں ہیں۔

قال الشامی: ان کان التفسیر اکثر لایکرہ' وان کان القرآن اکثر یکرہ' والاولیٰ الحاق المساواۃ بالثانی' وھذا التفصیل ربما یشیر الیہ ماذکرناہ عن النھر' وبہ یحصل التوفیق بین القولیین. (شامی ج: ۱ ص: ۱۶۴ طبع استنبول)

۲۔ قرآن کریم کی تلاوت تو بالکل ناجائز ہے البتہ دُعائیں' اذکار واوراد اور احادیث وغیرہ پڑھے جاسکتے ہیں۔ (فتاویٰ عثمانی ج ۱ ص ۱۸۷ تا ۱۸۸)

قرآن پاک کی توہین کرنے والے کی سزا

سوال: امیر خان کی اپنے چھوٹے حقیقی بھائی کے ساتھ کسی چھوٹی سی بات پر لڑائی ہوگئی تھی' امیر خان اور اس کے بیٹوں نے چھوٹے بھائی اور اس کے گھر والوں کو مارا پیٹا اور زخمی کیا۔ آخر پولیس تک نوبت پہنچی' کچھ عرصہ بعد امیر خان کے چھوٹے بھائی نے جرگے کے ساتھ قرآن لے کر بڑے بھائی سے معافی مانگی کہ آپ میرے بڑے بھائی ہیں جو غلطیاں آپ نے کی ہیں وہ بھی میں اپنے سر لیتا ہوں' آپ خدا کے لیے اور قرآن پاک کے صدقے مجھے معاف فرمائیں لیکن امیر

خان نے پورے جرگے کے سامنے قرآن مجید کے لیے یہ توہین آمیز الفاظ استعمال کیے ہیں: ''قرآن مجید کیا ہے؟ یہ تو صرف ایک چھاپہ خانے کی کتاب ہے' اس کے سوا کچھ بھی نہیں' آپ مجھے سات ہزار روپے دیں یا میرے ساتھ کیس لڑیں۔'' (نعوذ باللہ)

الف: کیا یہ بندہ مسلمان کہلانے کا مستحق ہے جو کلام پاک کی توہین کرے؟

ب: کیا ایسا بندہ مرجائے تو اس کا جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

ج: اس کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا' برتاؤ کرنا کیسا ہے؟

جواب: قرآن مجید کی توہین کفر ہے' یہ شخص اپنے ان الفاظ کی وجہ سے مرتد ہوگیا ہے اور اس کا نکاح باطل ہوگیا' اس پر توبہ کرنا لازم ہے' مرتد کا جنازہ جائز نہیں' نہ اس سے میل جول ہی جائز ہے۔ (آپ کے مسائل ج ۱ ص ۶۷' ۶۸)

جو قرآن و وید میں فرق کا قائل نہ ہو

سوال: جو شخص اپنے ایسے وعظ میں قوم مسلم و دیگر اقوام مثل ہنود کا اجتماع ہو' مسلمانوں کو مخاطب ہو کر فرماتا ہے کہ ہنود اور مسلمانوں میں کوئی فرق نہیں' ہم لوگ اپنے عقائد جاہلانہ سے آپس میں تفریق ڈالتے:

نہ جا جاہل کی باتوں پر جو تو ہے دین کا پکا اسی پتھر کا بت خانہ' اسی پتھر کا ہے مکہ

(نعوذ باللہ) اور نیز اذان و ناقوس میں بھی کوئی فرق نہیں کرتا اور ہنود کی مذہبی کتاب وید کو قرآن سے تطبیق دیتا ہے اور کہتا ہے کہ ان دونوں کے حکم میں کچھ فرق نہیں اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب: یہ کلمات کفر کے ہیں' ایسا اعتقاد رکھنے والا اور ایسے اعتقادات کی تعلیم دینے والا مسلمان نہیں کافر و مرتد ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ ص ۳۷۰)

قرآن وحدیث وفقہ کو شیطانی کتابیں کہنا کفر وارتداد ہے

سوال: ایک مسلمان قرآن وحدیث پر عمل کرتا ہے اور لوگوں کے نزدیک اس کو بیان کرتا ہے اور عمل کرنے کی ترغیب دیتا ہے' ایسے شخص کو ایک مسلمان شیطان کہتا ہے اور قرآن وحدیث کو شیطان کی کتاب کہتا ہے' ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم شرعی ہے؟

جواب: پہلے یہ علم ہونا چاہیے کہ وہ شخص جس کے بارے میں قرآن وحدیث پر عمل کرنے والا بتلایا گیا ہے وہ کہیں غیر مقلد تو نہیں' جن لوگوں کا حال یہ ہے کہ دعویٰ تو ان کا قرآن وحدیث پر عمل کرنے کا ہوتا ہے مگر حقیقت میں وہ پورے عامل قرآن وحدیث کے نہیں ہیں کہ آئمہ مجتہدین خصوصاً امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف کرتے ہیں اور ان پر طعن کرتے ہیں اور اگر وہ عامل بالحدیث والقرآن حنفی ہے تو

ایسے عالم حنفی متبع سنت کو برا کہنا نہایت مذموم وقبیح ہے اور بہر حال قرآن وحدیث اور فقہ کو شیطانی کتاب کہنا (العیاذ باللہ) کفر صریح اور ارتداد قبیح ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۲ص ۳۵۱)

آیت قُلِ الرُّوۡحُ مِنۡ اَمۡرِ رَبِّیۡ پر ایک عجیب اشکال کا جواب

سوال: ہم قرآن شریف کو غیر مخلوق کہتے ہیں کیونکہ کلام صفت ہے اور ازلی ابدی کی "صفت" بھی ازلی ابدی ہونا لازم ہے اور روح کو مخلوق جانتے ہیں۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلِ الرُّوۡحُ مِنۡ اَمۡرِ رَبِّیۡ اب خلجان یہ ہے کہ جب کلام صفت ہے تو امر کیوں نہ ہوگا اور صفت ہونے کی صورت میں اس کا غیر مخلوق ہونا لازم آئے گا اور غیر مخلوق ہونے کی صورت میں اللہ تعالیٰ کا تصرف ارواح پر مالکانہ ہوگا یا جابرانہ یا کیا؟ استغفر اللہ اس دلیل سے تو ہم آریوں کے عقیدے کو غلط نہیں کہہ سکتے' میں نے کسی کتاب میں دیکھا تھا کہ انسان میں دو ارواح ہیں ایک روح حیوانی' ایک انسانی۔ روح انسانی غیر مخلوق ہے' روح حیوانی مخلوق لیکن اس دلیل سے بھی روح کا غیر مخلوق ہونا ثابت ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کے تصرفات کی نوعیت بحث سے خارج نہیں ہوسکتی اور یہ تصرف اوامر ونواہی کا روح انسانی ہی سے تعلق رکھتا ہے۔ "اَلَسۡتُ بِرَبِّکُمۡ" کے موقع پر روح حیوانی کا وجود نہیں تھا' دوسرے اگر روح حیوانی غیر مخلوق ہے تو وہ یا عین خالق ہوگی یا کوئی شے موجود غیر خالق اور قائم بالذات جس سے شرک لازم آتا ہے' تیسرے کلام پاک میں روح کی کوئی تخصیص آیت میں نہیں کی گئی' بلا تصریح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ روح امر رب ہے اگر کہیں کہ "من امر ربی" سے یہ مطلب ہے کہ وہ حکم رب ہے یعنی اس کی علت پیدائش امر رب ہے تو روح کی کیا تخصیص ہوئی' ہر شئی کی پیدائش امر رب ہے اور روح کی ماہیت پوچھنے والوں کا کافی جواب نہیں' یہ تو سائل خود بھی جانتے تھے کہ سب کا خالق اللہ ہے یہ تو ایسی بات ہے جیسے زید کی بابت کوئی پوچھے کہ یہ کون ہے تو اس کا جواب دیا جائے کہ انسان ہے۔ باوجودیکہ اس کے انسان ہونے میں شک نہیں' مدعا سوال کا اس کے نام قوم سکونت اور پیشہ وغیرہ سے ہے؟

جواب: امر کا صفت ہی ہونا مسلم نہیں بلکہ یہ فعل ہے یعنی حکم کرنا جیسے پیدا کرنا زید کا اور فعل حادث ہوتا ہے' دوسرے اگر امر صفت بھی ہو تو روح کو امر تو نہیں فرمایا' من امر فرمایا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ روح خدا کے حکم سے بنی ہے۔ سو اس سوال سے تو مخلوق ہونا سمجھ میں آیا نہ کہ غیر مخلوق ہونا۔ رہا یہ شبہ کہ اس میں روح کی کیا تخصیص ہے' سو واقعی تخصیص نہیں ہے اور نہ تخصیص مقصود ہے۔ رہا یہ کہ جواب کیا ہوا' سو جواب کا حاصل یہ ہے کہ تم روح کی حقیقت کو سمجھ نہیں سکتے'

پس اتنا ہی سمجھ سکتے ہو کہ وہ دیگر مخلوقات کی طرح ایک مخلوق ہے۔اس کی ایسی مثال ہے جیسے ایک بہت ہی معمولی آدمی کسی عالم سے پوچھے کہ اقلیدس کیا علم ہوتا ہے اور وہ عالم جانتا ہے کہ اس کی ماہیت کو سمجھ نہ سکے گا اس لیے جواب میں یوں کہے کہ وہ ایک علم ہے یعنی تم اسے زیادہ نہیں سمجھ سکتے اب تمام شبہات مذکورہ سوال رفع ہو گئے۔ (امدادالفتاویٰ ج ۵ص ۴۰۷)

قرآن کو غلط پڑھنے سے کوئی کافر نہیں ہوتا

سوال: تمام کلام اللہ میں چند مقام ایسے ہیں کہ حرکات کے بدلنے سے کافر ہو جاتا ہے اور اس کے کافر ہونے میں علماء کا اتفاق ہے تو کفر ہونا قصداً پڑھنے سے ہے یا سہواً بھی؟ نیز وقف لازم کے متعلق قراء لکھتے ہیں کہ بعض مقام میں وقف نہ کرنے کی وجہ سے خوف کفر ہے تو کفر کے معنی کیا ہیں؟ اور بر تقدیر کفر ہونے کے تجدید نکاح وایمان ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: حقیقت کفر متعلق اعتقاد کے ہے سو جو شخص معنی نہیں سمجھتا یا قصداً نہیں کہا اس پر کفر کا حکم کیسے ہو سکتا ہے اس لیے تجدید ایمان کی ضرورت ہے نہ نکاح کی بعض قراء نے جو لکھ دیا ہے بعض جگہ تو بالکل غلط کہا ہے اور بعض جگہ فساد معنی لازم آتا ہے یہ مراد ہے کہ کلمہ فی نفسہ موجب فساد ہے اور کفر کو مستلزم گو کسی عذر سے بچ جاوے۔ (امدادالفتاویٰ ج ۵ص ۳۹۸)

قرآن کریم کو دیو بندی قرآن کہنا

سوال: قرآن مجید کو دیو بندی قرآن کہنا قرآن وسنت کی رو سے کیسا ہے؟

جواب: قرآن پاک تو اللہ پاک نے نبی آخرالزماں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا ہے دیو بندیوں کا تصنیف کردہ نہیں ہے یہ کہنا کہ قرآن کریم دیو بندی ہے نہایت خطرناک ہے مسلمان کے کلام میں جہاں تک ہو سکے تاویل کر کے کفر سے بچانے کا حکم ہے ورنہ اس مقولہ کے کفر ہونے میں کیا شبہ ہے تاویل یہ ہو سکتی ہے کہ دیو بندی قرآن سے ان کا مقصد یہ ہوگا کہ دیو بندی علماء نے جو ترجمہ کیا ہے وہ قرآن مراد ہوگا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱ص ۱۶۱)

قرآن افضل ہے یا سید؟

سوال: ایک مولوی صاحب سے کسی نے شان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور شان قرآن پاک کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ یہ مسئلہ نازک ہے عام لوگوں کی فہم سے اوپر ہے لیکن سائل ایک سید تھا جس کا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن شریف سے بوجہ اولاد ہونے بی بی

فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہم افضل ہیں لہٰذا ہم پر شریعت کی پابندی ضروری نہیں؟

جواب: جاہل سید کا یہ مقولہ انتہائی جہالت پر مبنی ہے۔ شریعت غرا کی پابندی خود بی بی فاطمہ اور ان کے شوہر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے والد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ضروری تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر میری بیٹی فاطمہ چوری کرے "اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنهَا" تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹوں گا' پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد پر شریعت کی پابندی کیسے ضروری نہ ہوگی۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۰ ص ۳۰)

لاعلمی کی وجہ سے آیت قرآن کا انکار

سوال: عمر غیر معتبر آدمی ہے' خالد عمر پر کچھ اعتبار نہیں کرتا' عمر نے قرآن کی تلاوت کی' خالد نے خیال کیا کہ یہ صرف برتری ظاہر کرنے کے لیے کہہ رہا ہے اور کہا کہ یہ قرآن کی آیت نہیں کیونکہ عمر پر اعتبار ہی نہیں تھا حالانکہ وہ قرآن پاک کی آیت تھی' خالد نے استغفار کر لیا ہے تو کیا خالد کو تجدید ایمان کی ضرورت ہے؟

جواب: اگر وہ خود آیت کو نہیں پہچان سکا اور عمر کو غیر معتبر سمجھ کر اس نے انکار کر دیا تو اس سے ایمان ختم نہیں ہوا' احتیاطاً تجدید ایمان کا تو ویسے بھی حکم ہے وہ کرتے رہنا چاہیے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۴ ص ۵۹) "یعنی توبہ واستغفار اور کلمہ طیبہ کا ورد" (م'ع)

پہلی آسمانی کتابیں معجزہ نہیں

سوال: بعض علماء فرماتے ہیں کہ پہلی آسمانی کتابیں قرآن مجید کے علاوہ مثل توریت وانجیل وغیرہ بالاتفاق معجزہ ہیں' آیا یہ قول صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: بلفظہٖ معجزہ نہیں: "وَدَلَّ عَلَيْهِ قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَامِنْ نَبِيٍّ اِلَّا وَقَدْ اُوْتِيَ مَاآمَنَ عَلٰى مِثْلِهٖ الْبَشَرِ وَاِنَّمَا كَانَ الَّذِيْ اُوْتِيْتُهٗ وَحْيًا اَلْحَدِيْثُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ"

(امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۲۱۴)

قرآن کے اعراب کو بالقصد غلط پڑھنا

سوال: اکثر قرآن کریم کے فوائد کے تحت شروع میں لکھا ہے کہ "انما يخشى الله" میں لفظ اللہ کو رفع کے ساتھ اور لفظ علماء کو نصب کے ساتھ پڑھنا کفر ہے' آیا یہ صحیح ہے یا نہ؟

جواب: صحیح یہ ہے کہ قصداً اس طرح پڑھنا کفر ہے۔ (احیاء العلوم ج ۱ ص ۱۱۴)

قرآن پاک کے چالیس پارے ماننے والے کا حکم

سوال: ایک فرقہ کہتا ہے کہ قرآن کریم کل چالیس پاروں میں اترا ہے۔ ظاہر تیس پارے اور مشائخ کے سینہ میں پوشیدہ دس پارے سینہ بسینہ چلے آ رہے ہیں' اس کا کیا حکم ہے؟ اس جماعت کو کیا کہنا چاہیے؟

جواب: یہ فرقہ قرآن کریم کو محرف ''تبدیل شدہ'' مانتا ہے' اس کا ایمان قرآن پر نہیں' جب پورا قرآن بھی اس کے پاس نہیں تو یہ اہل کتاب بھی نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۴۴)

تفسیر اور اس کے شرائط

قرآن کریم کی ترتیب عثمانی

سوال...... ایک وعظ میں سنا کہ قرآن مجید میں سورتوں کی ترتیب (بحوالہ اتقان) حضرت عثمانؓ نے دی ہے کیا یہ صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو اس سے پہلے سورتیں کس طرح پڑھی جاتی تھیں' اور اتقان کیسی کتاب ہے؟

جواب...... اتقان علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی معتبر تصنیف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ نے اس ترتیب سے قرآن مجید کو جمع فرمایا ہے' ترتیب تو حضرات شیخین کے زمانے میں' اور اس سے پہلے بھی یہی تھی' مگر اس طرح یکجا لکھا ہوا نہیں تھا' بلکہ مختلف طریقوں سے مختلف لغات میں سہولت کی وجہ سے پڑھنے کی اجازت تھی' کسی کے پاس کچھ لکھا ہوا تھا کسی کے پاس کچھ' باقی ذہنوں میں ترتیب یہی تھی' حضرت عثمانؓ نے سب کو یکجا لغت قریش میں لکھا دیا' جس ترتیب سے اب موجود ہے' اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم وقت نزول فرمایا کرتے تھے کہ اس آیت کو فلاں سورۃ میں فلاں جگہ رکھو' لکھنے کا رواج کم تھا' زیادہ تر حافظہ پر مدار تھا' اور عام رواج لکھائی کا حضرت عثمانؓ کے زمانے میں ہوا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۳۰ ج ۸)

شرائط تفسیر اور تفسیر و تاویل میں فرق

سوال...... قرآن پاک کی تفسیر کے لئے کیا شرائط ہیں؟ تفسیر و تاویل میں کیا فرق ہے؟

جواب...... لفظ کو معنی حقیقی یا مجاز متعارف پر حمل کرنا سیاق و سباق کے خلاف نہ ہونا' شاہدان وحی کی شہادت سے موید ہونا۔

اگر جملہ امور بالا ملحوظ ہوں تو تفسیر ہے' اگر بعض مفقود ہوں تو تاویل ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۴۰ ج ۱)

مودودی صاحب اور اُنکے نظریات

علمائے حق کی نظر میں

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ نے اپنے ایک طویل خط میں مودودیت کے بارہ میں قرآن وحدیث کی روشنی میں جائزہ لیا ہے جو اپنے موضوع پر علماء حق کے مسلک اعتدال کا ترجمان ہے اس مکتوب گرامی میں سے چند اقتباسات نقل کئے جاتے ہیں تا کہ صراط مستقیم کے متلاشی حضرات کیلئے دین کی صحیح فہم اور تدبر کی راہ ہموار ہو۔ حضرت کا یہ مکتوب گرامی ایک بڑے عالم ومفسر کے نام لکھا گیا اس لئے اس میں علمی پہلو غالب تھا ضرورت کے پیش نظر اس میں تسہیل وتلخیص کردی گئی ہے تا کہ ہر آدمی بآسانی مستفید ہو سکے۔

مودودی صاحب کی تفسیر بالرائے

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میری نگاہ میں لٹریچر میں سب سے زیادہ سخت اور خطرناک چیز مودودی صاحب کی قرآن پاک کی تفسیر بالراء ہے جس کے متعلق وہ خود اس کا اعتراف کرتے ہیں کہ انہوں نے اس میں منقولات (اسلاف سے نقل کردہ مواد) کی طرف التفات کی ضرورت نہیں سمجھی وہ اپنی تفسیر کی ابتداء میں لکھتے ہیں کہ "اس میں جس چیز کی کوشش میں نے کی ہے وہ یہ ہے کہ قرآن کو پڑھ کر جو مفہوم میری سمجھ میں آتا ہے اور جو اثر میرے قلب پر پڑتا ہے۔ حتی الامکان جوں کا توں اپنی زبان میں منتقل کردوں"۔ (ترجمان محرم ۶۱ھ ص ۲)

اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ مودودی صاحب اس کو صرف اپنی ذات تک نہیں بلکہ اپنی ساری جماعت کو اس طریقے پر چلانا چاہتے ہیں وہ تعلیم کی اصلاح کے سلسلہ میں لکھتے ہیں۔

اس طرز تعلیم کو بدلنا چاہئے قرآن وسنت رسول کی تعلیم سب پر مقدم ہے مگر تفسیر وحدیث کے پرانے ذخیرے سے نہیں ان کے پڑھانے والے ایسے ہونے چاہئیں جو قرآن وحدیث کے مغز کو پاچکے ہیں"۔ (تنقیحات)

ان الفاظ کو بہت غور وفکر سے پڑھئے اور سوچئے کہ دین کہاں جارہا ہے اور وہ جماعت کہاں جائے گی جو تفسیر وحدیث کے پرانے ذخیروں سے بچا کر لے جائے گی۔

وہ اصلاح تعلیم ہی کے سلسلہ میں ایک دوسرے مضمون میں لکھتے ہیں۔

قرآن کیلئے کسی تفسیر کی حاجت نہیں ایک اعلیٰ درجے کا پروفیسر کافی ہے۔ جس نے قرآن کا بنظر غائر مطالعہ کیا ہو اور جو طرز جدید پر قرآن پڑھانے اور سمجھانے کی اہلیت رکھتا ہو وہ اپنے لکچروں سے انٹر میڈیٹ میں طلبہ کے اندر قرآن فہمی کی ضروری استعداد پیدا کرے گا۔ (تنقیحات)

کیا اس قسم کے مضامین پڑھتے وقت ان احادیث کی طرف کبھی آپ کا ذہن منتقل نہیں ہوتا جن میں تفسیر بالرائے کی مذمت اور وعیدیں آئی ہیں۔

وہ تفسیر وحدیث کے پرانے ذخیروں سے بے نیاز کر کے براہ راست تدبر فی القرآن کی ہر جگہ دعوت دیتے ہیں اور خود اس کا اعتراف بھی کرتے ہیں کہ:

یوں تو قرآن مجید کی آیات میں معنوی تحریف کرنے کی ہر زمانہ میں کوشش کی گئی ہیں اور ہر دور میں کج نظر لوگوں کا یہی شیوہ رہا ہے کہ کتاب الٰہی کے واضح ارشادات کو توڑ مروڑ کر اپنے نفس کی خواہشات یا اپنے دوستوں کے رجحانات ومطالبات کے مطابق ڈھالتے رہے ہیں (تنقیحات)

اب آپ ہی خیال فرمائیں کہ ان تحریفات سے اگر حفاظت کی کوئی صورت تھی تو وہ تفسیر و حدیث کے پرانے ذخیروں میں ہی تھی لیکن ان کو اب آپ دفن کرنا چاہتے ہیں اس کے بعد آپ خود سوچیے کہ عنداللہ وعندالناس آپ پر اور ان سب اہل حق پر (جن کی روادارانہ تائید سے مودودی صاحب کی تالیفات اور ان کی خود ساختہ تفسیر قرآن لوگوں کے یہاں قابل اعتماد بن رہی ہے) کیا یہ ذمہ داری عائد نہیں ہوتی کہ وہ واضح طور پر یہ اعلان کریں کہ ہمارے طرز عمل سے مودودی صاحب کی تفسیر کو کوئی صاحب حجت اور معتبر نہ مانیں یا پھر وہ ان کی آزادانہ تفسیر کو غور سے ملاحظہ کرنے کے بعد جہاں جہاں جمہور اہل حق سے انہوں نے خلاف کیا ہے ان پر تنبیہ کریں اور بتائیں کہ ان مواقع میں جمہور اہل حق سے ان کو خلاف ہے۔ جس طرح حضرت تھانوی قدس سرہ نے دو رسالے اصلاح ترجمہ تذیریہ اور اصلاح ترجمہ مرزا حیرت تحریر فرمائے ہیں ورنہ آپ خود سوچ لیجئے کہ آپ کی اجمالی تائید سے ان کے سب مضامین کی آپ کی طرف توثیق ہوتی ہے اور ان میں قرآن پاک کی آیات کی وہ تفاسیر بھی شامل ہیں جن کی تفسیر موصوف نے جمہور کے خلاف اپنی آزادانہ رائے سے کی ہے۔

مودودی صاحب کے نزدیک عبادت کا مفہوم

دوسرا بنیادی، اساسی اور کلی اختلاف عبادت کے مفہوم میں ہے میرا خیال ہے کہ مودودی صاحب جو عبادت کا مفہوم بتلاتے ہیں وہ نہ صرف یہ کہ ہمارے خلاف ہے بلکہ دنیائے اسلام کے

خلاف ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر اب تک عبادت کا مفہوم کسی کے نزدیک بھی یہ نہیں رہا جو مودودی صاحب تجویز کرتے ہیں اور نہ صرف دنیاء اسلام بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح ارشادات کے بھی خلاف ہے اور یہ چیز ان کی تمام تالیفات میں بہت کثرت سے پائی جاتی ہے معلوم نہیں آپ نے کبھی اس طرف التفات بھی فرمایا کہ نہیں انہوں نے اپنے خطبات میں اپنے اختراعی معنی پر زور دیا ہے اور اپنے زور قلم سے عبادات کو غیر عبادات کے ساتھ ایسا خلط کر دیا کہ جماعت کے ذہنوں سے عبادات کا مفہوم بالکل نکل جائے گا وہ خود لکھتے ہیں کہ: انسان کے مذہبی تصورات میں عبادات کا تصور سب سے پہلے پہلا اور اہم تصور ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ مذہب کا بنیادی تصور عبادت ہی ہے نوع انسانی کے جتنے مذاہب کا پتہ چلا ہے ان میں سے ایک بھی عبادت کے تخیل و تصور سے خالی نہیں۔ (تفہیمات)

آپ خود خیال فرمائیں کہ عبادات کے مفہوم کی اہمیت کو ماننے کے باوجود جب وہ عبادات کو غیر عبادت کے ساتھ خلط ملط کر دیں گے تو عبادت کا مفہوم اور اس کی اہمیت جماعت میں کیسے باقی رہ سکتی ہے میری نگاہ میں یہ بہت اہم چیز ہے جب لوگوں کی نگاہ سے عبادات کی تمیز اور تشخص جاتا رہے گا تو عبادات کی اہمیت قطعاً جاتی رہے گی اب اس کو ملاحظہ فرمائیں کہ وہ عبادات کی نئی تفسیر کیا کرتے ہیں وہ لکھتے ہیں: "غلط کہتا ہے جو کہتا ہے کہ عبادت صرف تسبیح و مصلیٰ اور مسجد و خانقاہ تک محدود ہے مومن صالح صرف اسی وقت اللہ کا عبادت گزار نہیں ہوتا جب وہ دن میں پانچ وقت نماز پڑھتا ہے اور بارہ مہینوں میں ایک مہینہ کے روزے رکھتا ہے اور سال میں ایک وقت زکوٰۃ دیتا ہے اور عمر بھر میں ایک مرتبہ حج کرتا ہے بلکہ درحقیقت اس کی ساری زندگی عبادت ہی عبادت ہے جب وہ کاروبار میں حرام کے فائدوں کو چھوڑ کر حلال کی روزی پر قناعت کرتا ہے تو کیا وہ عبادت نہیں کرتا جب وہ معاملات میں ظلم و جھوٹ اور فریب اور دغا سے پرہیز کر کے انصاف اور راست بازی سے کام لیتا ہے تو کیا یہ عبادت نہیں ہے پس حق یہ ہے کہ اللہ کے قانون کی پیروی اور اس کی شریعت کے اتباع میں انسان دین اور دنیا کا جو کام بھی کرتا ہے وہ سراسر عبادت ہے حتیٰ کہ بازاروں میں اس کی خرید و فروخت اور اپنے اہل و عیال میں اس کی معاشرت اور اپنے خالص دنیوی اشغال میں اس کا انہماک بھی عبادت ہے۔ (تفہیمات)

ظاہری نظر میں یہ مضمون بہت بہترین اور دین کی اہمیت پیدا کرنے والا ہے لیکن آپ نے غور فرمایا کہ کس طرح عبادات کو غیر عبادات کے ساتھ خلط کر دیا گیا۔ حدیث کا ادنیٰ سے ادنیٰ طالب علم بھی یہ فرق ضرور سمجھتا ہوگا کہ عبادات و معاملات دو چیزیں علیحدہ علیحدہ ہیں کتب حدیث و فقہ اول سے لے کر آخر تک

ساری کی ساری اس فرق سے لبریز ہیں کہ عبادات و معاملات دو علیحدہ چیزیں ہیں معاملات میں اگر حدود اللہ کی رعایت ہو اور اللہ کی رضا اس میں ملحوظ ہو تو اس کی وجہ سے ان پر عبادات کی طرح سے ثواب مل جانا امر آخر ہے اور ضرور ملتا ہے اور اس اجر و ثواب کی وجہ سے نصوص میں ان پر کہیں کہیں عبادت کا مجازاً اطلاق بھی کر دیا گیا لیکن کیا اس وجہ سے کہ ان پر بھی اجر مل جاتا ہے وہ عبادات کے مفہوم میں داخل ہو جائیں گے۔

عبادت کے مفہوم اور اس کی تاکید سے متعلق تمام روایات ملاحظہ کیجئے اور پھر سارے لٹریچر سے عبادات کے مفہوم میں جس زور قلم سے مودودی صاحب نے تحریف کی ہے اس کو غور سے ملاحظہ کیجئے۔

''افسوس کہ عبادت کے اس صحیح اور حقیقی مفہوم کو مسلمان بھول گئے انہوں نے چند مخصوص اعمال کا نام عبادت رکھ لیا اور سمجھے ہیں کہ بس انہیں اعمال کو انجام دینا عبادت ہے اور ان ہی کو انجام دے کر عبادت کا حق ادا کیا جا سکتا ہے اس عظیم الشان غلط فہمی نے عوام اور خواص دونوں کو دھوکے میں ڈال دیا ہے عوام نے اپنے اوقات میں چند لمحے خدا کی عبادت کیلئے مختص کر کے باقی تمام اوقات کو اس سے آزاد کر لیا۔ قانون الٰہی کی دفعات میں سے ایک ایک دفعہ کی خلاف ورزی کی، جھوٹ بولے، غیبت کی، بدعہدیاں کیں۔ مگر پانچ وقت کی نماز پڑھ لی، زبان اور حلق کی حد تک قرآن کی تلاوت کر لی۔ سال میں مہینہ بھر کے روزے رکھ لئے۔ اپنے مال میں سے کچھ خیرات کر دی ایک مرتبہ حج بھی کر آئے اور سمجھے کہ ہم خدا کے عبادت گزار بندے ہیں۔ کیا اسی کا نام خدا کی عبادت ہے؟ (تفہیمات)

کون کہتا ہے کہ حرام کام حرام نہیں ہیں ناجائز امور معصیت نہیں ہیں ان کے کرنے پر عتاب نہ ہوگا ان پر سزا نہ ہوگی لیکن کیا یہ بھی صحیح ہے کہ ناجائز امور کے ساتھ اگر وہ عبادتیں کی جائیں جو حقیقۃً عبادات ہیں تو وہ عبادت بھی عبادت نہ رہے گی کیا اہل سنت والجماعت کا یہی مسلک ہے کہ معاصی اور گناہوں سے عبادتیں بھی ضائع ہو جاتی ہیں۔ اگر عبادات کے عبادت ہونے کا یہی مطلب ہے جو مودودی صاحب نے تراشا ہے کہ معاصی کرنے سے عبادات عبادت نہیں رہتیں تو

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ کا پھر کیا مطلب ہے۔ اور وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَیِّئًا کا کیا مقصد رہا ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَیْرٰتِ

کیا یہ تینوں قسمیں اللہ کے برگزیدہ بندوں کی نہیں ہیں عبادت گزاروں کی نہیں ہیں۔ اس آیت شریفہ کی تفسیر میں جو روایات حدیث میں وارد ہوئی ہیں وہ مودودی صاحب کی نظر سے تو اس لیے نہیں گزریں کہ ان کو قرآن پاک کے فہم کیلئے کسی تفسیر کی ضرورت نہیں اور وہ اپنی جماعت کو قرآن و حدیث کے پرانے ذخیروں سے بچا کر لے جانا چاہتے ہیں۔ لیکن کیا آپ کی نظر سے بھی وہ احادیث نہیں گزریں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کی تفسیر میں نقل کی گئی ہیں کیا آپ کی نظر سے یہ حدیث نہیں گزری۔

انه صلى الله عليه وسلم قال فى هذه الاية هولاء كلهم بمنزلة واحدة وكلهم فى الجنة (یہ سب ایک ہی درجہ میں ہیں اور سب کے سب جنتی ہیں)

اور اس سے واضح الفاظ میں کتنی روایات اس سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں۔ لیکن مودودی صاحب گناہوں کی وجہ سے عبادات کو عبادت ہونے سے نکال رہے ہیں۔

تجدید واحیاء دین میں مودودی صاحب لکھتے ہیں۔

کیا عبادت اسی کا نام ہے کہ کفار چاردانگ عالم میں شیطانی فتوحات کے ڈنکے بجاتے پھریں اور تم خدا کی زمین اور خدا کی مخلوق کو ان کے لیے چھوڑ کر نمازیں پڑھنے، روزے رکھنے اور ذکر و شغل کرنے میں منہمک ہو جاؤ۔ اگر عبادت یہی ہے جو تم کر رہے ہو اور اللہ کی عبادت کا حق اس طرح ادا ہوتا ہے تو پھر یہ کیا ہے کہ عبادت تم کرو اور زمین کی حکومت و فرماں روائی دوسروں کو ملے معاذ اللہ خدا کا وعدہ جھوٹا ہے جو اس نے قرآن کریم میں تم سے کیا تھا۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ (الآیۃ)

اگر خدا اپنے وعدہ میں سچا ہے اور اگر یہ واقعہ ہے کہ تمہاری اس عبادت کے باوجود نہ تم کو زمین کی خلافت حاصل ہے نہ تمہارے دین کو تمکن نصیب ہے تو تم کو سمجھنا چاہئے کہ تم اور تمہاری ساری قوم عبادت گزار نہیں بلکہ تارک عبادت ہے۔ (تفہیمات ۵۵)

میں آپ ہی سے پوچھتا ہوں کہ اگر کوئی شخص کسی عذر سے یا بلا عذر اس کو نہ کرے تو کیا پھر اس کی کوئی عبادت عبادت نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو ارشاد فرمائیں۔

من امن بالله ورسوله واقام الصلوة وصام رمضان كان حقا على الله ان يد خله الجنة جاهد فى سبيل الله اوجلس فى ارضه التى ولد فيها (البخاری)

"جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا' نماز قائم کی' رمضان کے روزے رکھے تو اللہ پر از روئے فضل و کرم کے لازم ہے کہ اپنے وعدہ کے مطابق اسے جنت میں داخل کریں جہاد کرے اللہ کے راستے میں یا اپنے وطن میں بیٹھا ہے جہاں پیدا ہوا تھا"۔

اور آپ اس کی ساری عبادات سے انکار کردیں۔ یہ واقعی بڑا تجدیدی کارنامہ ہے۔

اور اس سے زیادہ عجیب بات آئینہ استخلاف سے استدلال ہے اس کے بارہ میں عرض کرونگا کہ پہلے تو خود مودودی صاحب کی ایک عبارت ملاحظہ کیجئے وہ لکھتے ہیں۔

یہ دنیوی زندگی چونکہ آزمائش کی مہلت ہے اس لیے نہ یہاں حساب ہے نہ جزا، نہ سزا۔ یہاں جو کچھ دیا جاتا ہے وہ کسی نیک عمل کا انعام نہیں بلکہ امتحان کا سامان ہے اور جو تکالیف، مصائب، شدائد وغیرہ پیش آتے ہیں وہ کسی عمل بد کی سزا نہیں لہٰذا دنیا میں جو کچھ نتائج ظاہر ہوتے ہیں وہ کسی طریقہ یا کسی عمل کے صحیح یا غلط، نیک یا بد اور قابل اخذ یا قابل ترک ہونے کا معیار نہیں بن سکتے۔ (ترجمان)

اس کے بعد میں جناب سے پوچھتا ہوں کہ جن انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کو سلطنت نہیں ملی یا ان کی حکومت قائم نہیں ہوئی کیا ان میں سے کوئی بھی عبادت گزار نہ تھا کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مکی زندگی میں بالکل بھی عبادت نہیں کی۔ کم از کم اتنا تو آپ کو ماننا پڑے گا کہ جب تک یہاں اسلامی حکومت قائم نہ ہو کوئی شخص بھی یہاں عبادت گزار نہیں۔ نسلی مسلمانوں کا تو ذکر ہی کیا۔ یہاں اصلی مسلمان اور صالحین کی جماعت بھی عبادت گزار نہیں رہتی۔ ہم لوگوں کو تو زیادہ اشکال نہیں کہ ہمارے نزدیک جس شخص کو سلطنت نہ ملے۔ وہ محض اس وجہ سے تارک عبادت نہیں بنتا لیکن آپ سے پوچھتا ہوں کیا آپ کے مجتہد صاحب کے فتوے کے موافق آپ کی ساری جماعت تارک عبادت ہے؟

احادیث کے بارے میں مودودی صاحب کے خیالات

ایک چیز جس کی طرف میں جناب کی توجہات کو خصوصیت سے مبذول کرانا چاہتا ہوں وہ حدیث پاک کا مسئلہ ہے مودودی صاحب نے قرآنیہ فرقہ کے مقابلہ میں حجیت حدیث پر مقالہ بھی لکھ دیا محدثین کی خدمات کا بہت اونچے الفاظ میں اعتراف بھی کرلیا اس سب کے باوجود جو چیز لٹریچر میں بھردی ہے اس نے نہ صرف حدیث پاک سے اعتماد اٹھا دیا بلکہ ائمہ حدیث اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی شان کو بھی گرادیا۔ ٹھنڈے دل سے ان کے الفاظ پر غور کیجئے۔

ہم نے کبھی اس خیال کی تائید نہیں کی کہ ہر شخص کو ائمہ حدیث کی اندھی تقلید کرنی چاہیے یا ان کو غلطی سے مبرا سمجھنا چاہیے نہ ہم نے کبھی یہ دعویٰ کیا کہ ہر کتاب میں جو روایت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہو اس کو آنکھ بند کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مان لیا جائے اور تحقیق واجتہاد کے

متعلق بھی ہمارا مذہب یہ ہے کہ اس کا دروازہ ہر زمانہ میں کھلا ہوا ہے اور کسی خاص عہد کیلئے مخصوص نہیں ہے لیکن اس کے معنی یہ نہیں کہ جن لوگوں نے فن حدیث کی تحصیل اور اس کے باقاعدہ مطالعہ اور تحقیقات میں پورا ایک مہینہ بھی صرف نہیں کیا وہ ان بزرگوں کے کارناموں پر تنقید کریں جنہوں نے پوری عمریں اس فن کی خدمت میں بسر کردی ہیں۔ (تفہیمات)

کیا اس کا واضح مطلب یہ نہیں کہ وہ شخص جو کم از کم ایک ماہ حدیث کی تحصیل میں خرچ کر چکا ہو وہ محدثین کی اندھی تقلید نہ کرے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں۔

''اب دوسرے گروہ کو لیجئے جو دوسری انتہا کی طرف چلا یہ لوگ محدثین کے اتباع میں جائز حد سے بہت زیادہ تشدد اختیار کرتے ہیں ان کا قول یہ ہے کہ محدثین کرام نے دودھ کا دودھ پانی کا پانی الگ کر کے رکھ دیا ایک ایک حدیث کو چھانٹ کر وہ بتا چکے ہیں کہ کون کس حد تک قابل اعتبار ہے اور کون کس حد تک نا قابل اعتبار ہے اب ہمارا کام صرف یہ ہے کہ ان بزرگوں نے احادیث کے جو درجے مقرر کر دیئے انہیں کے مطابق ان کو اعتبار اور حجیت کا درجہ دیں جسے وہ صحیح قرار دے گئے ہیں اسے صحیح تسلیم کریں اور جس کی صحت میں وہ قدح کر گئے ہیں اس سے بالکل استناد نہ کریں رواۃ کے عدل اور ضبط اور ثقاہت کے متعلق جن جن آراء کا وہ اظہار کر گئے ہیں ان پر گویا ایمان لے آئیں یہی وہ مسلک ہے جس کی شدت نے بہت سے کم علم لوگوں کو حدیث کی کلی مخالفت یعنی دوسری انتہا کی طرف دھکیل دیا ہے محدثین کی خدمات مسلم یہ بھی مسلم کہ نقد حدیث کیلئے جو مواد انہوں نے فراہم کیا وہ صدر اول کے اخبار و آثار کی تحقیق میں بہت کار آمد ہے کلام اس میں نہیں بلکہ صرف اس امر میں ہے کہ کلیۃ ان پر اعتماد کرنا کہاں تک درست ہے وہ بہر حال تھے تو انسان ہی۔ انسانی علم کیلئے جو حدیں فطرۃ اللہ نے مقرر کر رکھی ہیں ان سے آگے تو وہ نہیں جا سکتے تھے انسانی کاموں میں جو نقص فطری طور پر رہ جاتا ہے اس سے آگے تو ان کے کام محفوظ نہ تھے پھر آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ جن کو وہ صحیح قرار دیتے ہیں وہ حقیقت میں بھی صحیح ہے۔ صحت کا کامل یقین تو خود ان کو بھی نہ تھا وہ بھی زیادہ سے زیادہ یہی لکھتے تھے کہ اس حدیث کی صحت کا ظن غالب ہے مزید برآں یہ ظن غالب جس بنا پر ان کو حاصل ہوتا تھا وہ بلحاظ روایت تھا نہ کہ بلحاظ روایت ان کا نقطہ نظر زیادہ تر اخباری ہوتا تھا فقہ ان کا اصل موضوع نہ تھا۔

اس لیے فقیہانہ نقطہ نظر سے احادیث کے متعلق رائے قائم کرنے میں وہ فقہا مجتہدین کی بہ نسبت کمزور تھے بس ان کے کمال کا جائز اعتراف کرتے ہوئے ماننا پڑے گا کہ احادیث کے متعلق جو کچھ بھی

تحقیقات انہوں نے کی ہے اس میں دو طرح کی کمزوریاں موجود ہیں ایک بلحاظ اسناد دوسری بلحاظ تفقہ۔ اس مطلب کی توضیح کیلئے ہم ان دونوں حیثیتوں کے نقائص پر تھوڑا سا کلام کریں گے۔ (تفہیمات)

یہ طول طویل عبارت کہاں تک نقل کروں آپ نے خود ہی اس کو ملاحظہ کیا ہوگا۔ نہ کیا ہو تو اب غور سے پڑھ کر داد دیجئے کہ مودودی صاحب نے روایات حدیث ائمہ محدثین ائمہ مجتہدین حتی کہ صحابہ کرام تک سے اعتماد اٹھانے میں کوئی کسر چھوڑی ہو۔ حضرات محدثین رحمہم اللہ نے جس طرح سے روایات کے ذخیرہ کو محفوظ و منقح کیا ہے وہ موجودہ زمانہ کی تو انسانی طاقت سے بھی باہر ہے وہ خود لکھتے ہیں۔

کسی روایات کو جانچنے میں سب سے پہلے جس چیز کی تحقیق کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ روایت جن لوگوں کے واسطے سے آئی ہے وہ کیسے لوگ ہیں اس سلسلہ میں متعدد حیثیات سے ایک ایک راوی کی جانچ کی جاتی ہے وہ جھوٹا تو نہیں ہے روایتیں بیان کرنے میں غیر محتاط تو نہیں فاسق اور بدعقیدہ تو نہیں وہمی یا ضعیف الحفظ تو نہیں مجہول الحال ہے یا معروف الحال، ان تمام حیثیات سے رواۃ کے احوال کی جانچ پڑتال کر کے محدثین کرام نے اسماء الرجال کا عظیم الشان ذخیرہ فراہم کیا ہے جو بلاشبہ نہایت بیش قیمت ہے مگر ان میں کون سی چیز ہے جس میں غلطی کا احتمال نہ ہو اول تو رواۃ کی سیرت اور ان کے حافظہ اور ان کی دوسری باطنی خصوصیات کے متعلق بالکل صحیح علم ہونا مشکل ہے دوسرے خود وہ لوگ جو ان کے متعلق رائے قائم کرنے والے تھے انسانی کمزوریوں سے مبرا نہ تھے نفس ہر ایک کے ساتھ لگا ہوا تھا اور اس بات کا قوی امکان تھا کہ اشخاص کے متعلق اچھی یا بری رائے قائم کرنے میں ان کے ذاتی رجحانات کا بھی کسی حد تک دخل ہو جائے یہ امکان محض امکان عقلی نہیں بلکہ اس امر کا ثبوت موجود ہے کہ بارہا یہ امکان فعل میں بھی آ گیا۔

اسکے بعد مودودی صاحب محدثین کی ایک دوسرے پر تنقید ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

ان سب سے بڑھ کر عجیب بات یہ ہے کہ بسا اوقات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر بھی بشری کمزوریوں کا غلبہ ہو جاتا تھا اور وہ ایک دوسرے پر چوٹیں کرتے تھے اس قسم کی مثالیں پیش کرنے سے ہمارا مقصد یہ نہیں کہ اسماء الرجال کا سارا علم غلط ہے بلکہ ہمارا مقصد صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ جن حضرات نے رجال کی جرح و تعدیل کی ہے وہ بھی تو آخر انسان تھے بشری کمزوریاں ان کے ساتھ بھی لگی ہوئی تھیں کیا ضرور ہے کہ جس کو انہوں نے ثقہ قرار دیا ہو وہ ثقہ ہو اور تمام روایتوں میں ثقہ ہو اور جس کو انہوں نے غیر ثقہ ٹھہرایا ہو وہ بالیقین غیر ثقہ ہو اور اس کی تمام روایتیں پایہ اعتبار سے ساقط ہوں پھر ایک ایک راوی کے حافظہ اور اس کی نیک نیتی اور صحت ضبط وغیرہ کا حال بالکل صحیح معلوم کرنا تو اور بھی مشکل ہے اور ان سب سے زیادہ مشکل یہ تحقیق کرنا ہے کہ ہر راوی نے ہر

روایات کے بیان میں ان تمام جزئیات متعلقہ کو ملحوظ بھی رکھا ہے یا نہیں جو فقیہانہ نقطہ نظر سے استنباط مسائل میں اہمیت رکھتی ہیں یہ تو فن رجال کا معاملہ ہے اس کے بعد دوسری اہم چیز سلسلہ اسناد ہے محدثین نے ایک ایک حدیث کے متعلق یہ تحقیق کرنے کی کوشش ہے کہ ہر راوی جس شخص سے روایت کر لیتا ہے آیا اس کا ہم عصر تھا یا نہیں ہم عصر تھا تو اس سے ملا بھی تھا یا نہیں اور ملا تھا تو آیا اس نے یہ خاص حدیث خود اس سے سنی یا کسی اور سے سن لی اور اس کا حوالہ نہیں دیا ان سب چیزوں کی تحقیق انہوں نے اسی حد تک کی جس حد تک انسان کر سکتے تھے مگر لازم نہیں کہ ہر ہر روایت کی تحقیق میں یہ سب امور ان کو ٹھیک ہی معلوم ہو گئے ہوں۔

بہت ممکن ہے کہ جب روایت کو متصل السند قرار دے رہے ہیں وہ درحقیقت منقطع ہو اور انہیں یہ معلوم نہ ہو سکا ہو کہ بیچ میں کوئی ایسا مجہول الحال راوی چھوٹ گیا ہے جو ثقہ نہ تھا اور انہیں معلوم نہ ہو سکا ہو یہ اور ایسے ہی بہت سے امور ہیں جن کی بناء پر اسناد اور جرح و تعدیل کے علم کو کلیہ صحیح نہیں سمجھا جا سکتا یہ مواد اس حد تک قابل اعتماد ضرور ہے کہ سنت نبوی اور آثار صحابہ کی تحقیق میں اس سے مدد لی جائے اور اس کا مناسب لحاظ رکھا جائے مگر اس قابل نہیں کہ بالکل اسی پر اعتماد کر لیا جائے۔

اس کے بعد تقریباً دو صفحے تک اسی پر زور دینے کے بعد کہ محدثین کی آراء نا قابل اعتماد ہیں لکھتے ہیں: اسناد کے علاوہ ایک اور کسوٹی بھی تھی جس پر وہ احادیث کو پرکھتے تھے یہ دوسری کسوٹی کون سی ہے ہم اس سے پہلے بھی اشارۃً اس کا ذکر کئی مرتبہ کر چکے ہیں جس شخص کو اللہ تعالیٰ تفقہ کی نعمت سے سرفراز فرماتا ہے اس کے اندر قرآن اور سیرت رسول کے گہرے مطالعہ سے ایک خاص ذوق پیدا ہو جاتا ہے جس کی کیفیت بالکل ایسی ہوتی ہے جیسے ایک پرانے جوہری کی بصیرت کی وہ جواہر کی نازک سے نازک خصوصیت تک کو پرکھ لیتی ہے اس کی نظر بحیثیت مجموعی شریعت کے پورے سسٹم پر ہوتی ہے اور وہ اس سسٹم کی طبیعت کو پہچان جاتا ہے اس کے بعد جب جزئیات اس کے سامنے آتی ہیں تو اس کا ذوق اسے بتا دیتا ہے کہ کون سی چیز اسلام کے مزاج اور اس کی طبیعت سے مناسبت رکھتی ہے اور کون سی نہیں رکھتی روایات پر جب وہ نظر ڈالتا ہے تو ان میں بھی یہی کسوٹی ردوقبول کا معیار بن جاتی ہے اسلام کا مزاج عین ذات نبوی کا مزاج ہے جو شخص اسلام کے مزاج کو سمجھتا ہے اور جس نے کثرت کے ساتھ کتاب اللہ وسنت رسول اللہ کا گہرا مطالعہ کیا ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا مزاج شناس ہو جاتا ہے کہ روایات کو دیکھ کر خود بخود اس کی بصرت اسے بتا دیتی ہے کہ ان میں سے کون سا فعل یا کون سا قول میری سرکار کا ہو سکتا ہے یہ اس لیے کہ اس کی روح روح محمدی میں گم اور اس کی نظر بصیرت نبوی کے ساتھ متحد

ہوجاتی ہے اس مقام پر پہنچ جانے کے بعد انسان اسناد کا بہت زیادہ محتاج نہیں رہتا وہ اسناد سے مدد ضرور لیتا ہے مگر اس کے فیصلہ کا مدار اس پر نہیں ہوتا وہ بسا اوقات ایک غریب ضعیف منقطع السند مطعون فیہ حدیث کو بھی لے لیتا ہے اس لیے کہ اس کی نظر اس افتادہ پتھر کے اندر ہیرے کی جوت دیکھ لیتی ہے اور بسا اوقات وہ ایک غیر معلل غیر شاذ، متصل السند مقبول حدیث سے بھی اعراض کر جاتا ہے اس لیے کہ اس جام زریں میں جو بادۂ معنی بھری ہوئی ہے وہ اسے طبیعت اسلام اور مزاج نبوی کے مناسب نظر نہیں آتی یہ چیز چونکہ سراسر ذوقی ہے اور کسی ضابطہ کے تحت نہیں آتی نہ آ سکتی ہے اس لیے اس میں اختلاف کی گنجائش پہلے بھی تھی اور اب بھی ہے اور آئندہ بھی رہے گی۔ (تفہیمات)

اس خوشنما مضمون کو غور سے پڑھیے، اشتعال کے جذبات سے علیحدہ ہو کر پڑھیے۔ یہ سارا مضمون علم حدیث کو فنا نہیں کر رہا ہے بلکہ سارے دین اسلام کو فنا کر رہا ہے قرآن پاک کی تفسیر کا مدار تو حدیث پر ہے اور احادیث کے مجموعہ کا یہ حشر کہ محدثین کے کلام پر نہ اسناد میں مدار رکھا جا سکتا ہے۔

مودودی صاحب کے لٹریچر میں دین وعبادت کا استہزا

ایک اور چیز جس کی طرف میں جناب کی خصوصی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں وہ دین اور عبادت کا استہزاء اہل دین اور علماء کی اہانت ہے لٹریچر کی کوئی کتاب اٹھا لیجئے اس مکفرہ سے خالی نہ ملے گی آپ ہی غور کیجئے کہ یہ بات ایک عام مسلمانوں کے لیے بھی قابل برداشت نہیں چہ جائیکہ کسی عالم سے کیا احیاء دین اسی کا نام ہے کہ دین کی باتوں کا مذاق اڑایا جائے میں ہر نمبر میں صرف نمونہ کے طور پر چند مثالوں پر اکتفا کرتا ہوں اس لیے کہ بقول خود جناب نے سارا لٹریچر ملاحظہ فرمایا ہے اس لیے چند نمونوں پر بندہ کے توجہ دلانے سے جناب خود خیال فرمالیں گے کہ اس نوع کے بیسیوں مثالیں آپ کو ملیں گی غور سے ملاحظہ فرمائیں مودودی صاحب کہتے ہیں۔

آپ اس نوکر کے متعلق کیا کہیں گے جو آقا کی مقرر کی ہوئی ڈیوٹی پر جانے کے بجائے ہر وقت بس اس کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑا رہے اور لاکھوں مرتبہ اس کا نام جپتا چلا جائے۔ آقا اس سے کہتا ہے کہ جا فلاں آدمیوں کا حق ادا کر مگر یہ جاتا نہیں بلکہ وہیں کھڑے کھڑے آقا کو جھک جھک کر دس سلام کرتا ہے اور پھر ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو جاتا ہے آقا اسے حکم دیتا ہے کہ جا فلاں فلاں خرابیوں کو مٹا دے مگر یہ ایک انچ وہاں سے نہیں ہٹتا اور سجدے پر سجدے کیے جاتا ہے آقا حکم دیتا ہے کہ چور کا ہاتھ کاٹ دے یہ حکم سن کر بس وہیں کھڑے کھڑے نہایت خوش الحانی کے ساتھ چور کا ہاتھ کاٹ دے چور کا ہاتھ کاٹ دے بیسیوں مرتبہ پڑھتا رہتا ہے مگر ایک دفعہ بھی اس نظام حکومت

کے قیام کی کوشش نہیں کرتا جس میں شرعی حدود جاری ہوں۔ کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ شخص حقیقت میں آقا کی بندگی کررہا ہے آپ کا کوئی ملازم یہ رویہ اختیار کرے تو میں جانتا ہوں کہ آپ اسے کیا کہیں گے مگر حیرت ہے کہ آپ پر کہ خدا کا جونوکر ایسا کرتا ہے آپ اسے بڑا عبادت گزار کہتے ہیں۔ یہ غلط فہمی صرف اس وجہ سے ہے کہ آپ عبادت کا صحیح مطلب نہیں جانتے۔ (خطبات)

یہ تو میں پہلے عرض کرچکا ہوں کہ یہ مثال صرف اسی تحریف پر صحیح ہوسکتی ہے جو مودودی صاحب نے عبادت کے معنی میں کررکھی ہے بلکہ حقیقت میں تو جب صحیح ہوسکتی ہے جب کہ اس کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑا رہنا یا سجدہ پر سجدہ کرنا وغیرہ امور ڈیوٹی سے نکال دیئے جائیں اور اگر یہ بھی ڈیوٹی کے اجزاء ہیں تو پھر آپ ہی بتائیں کہ یہ مثال کیسے صحیح ہوسکتی ہے لیکن اس سے قطع نظر اس وقت تو مجھے جس طرف توجہ دلانا ہے وہ یہ۔ ہے کہ یہ آخر کن لوگوں کا مذاق اڑایا جارہا ہے۔ کن اکابر کو احمق اور بے وقوف بنایا جارہا ہے۔ کن ارشادات نبویہ پر پھبتی اڑائی جارہی ہے۔

امام مہدی علیہ السلام کے متعلق مودودی صاحب کی تحقیقات

اسی طرح مودودی صاحب لکھتے ہیں: مسلمانوں میں جو لوگ الامام المہدی کے آنے کے قائل ہیں وہ بھی ان متجددین سے جو اس کے قائل نہیں ہیں اپنی غلط فہمیوں میں کچھ پیچھے نہیں ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ امام مہدی کوئی اگلے وقتوں کے مولویانہ وصوفیانہ وضع قطع کے آدمی ہوں گے تسبیح ہاتھ میں لئے یکایک کسی مدرسہ یا خانقاہ کے حجرہ سے برآمد ہوں گے۔ آتے ہی انا المہدی کا اعلان کردیں گے علماء ومشائخ کتابیں لیے ہوئے پہنچ جائیں گے اور لکھی ہوئی علامتوں سے ان کے جسم کی ساخت وغیرہ کا مقابلہ کرکے انہیں شناخت کریں گے پھر بیعت ہوگی اور اعلان جہاد کردیا جائے گا چلے کھینچے ہوئے درویش اور سب پرانے طرز کے بقیۃ السلف ان کے جھنڈے تلے جمع ہوں گے تلوار تو محض شرط پوری کرنے کے لیے برائے نام چلانی پڑے گی، اصل میں سارا کام برکت اور روحانی تصرف سے چلے گا۔ پھونکوں اور وظیفوں کے زور سے میدان جیتے جائیں گے۔ جس کافر پر نظر ماردیں گے تڑپ کر بے ہوش ہوجائے گا اور محض بدعا کی تاثیر سے ٹینکوں اور ہوائی جہازوں میں کیڑے پڑجائیں گے عقیدہ ظہور مہدی کے متعلق لوگوں کے تصورات کچھ اس قسم کے ہیں۔۔۔الخ (طویل لاطائل عبارۃ تجدید واحیاء دین)

اس قسم کے تصورات کو اور زیادہ بھیانک صورت اور مضحکہ خیز الفاظ میں تعبیر کیا جاسکتا ہے

لیکن حدیث کا وہ مبتدی جس نے کم از کم حدیث کی وہ کتابیں پڑھی ہوں گی جو داخل نصاب ہیں اتنا نہ سمجھے گا کہ مودودی صاحب لوگوں کے تصورات کا نام لے کر اسی احادیث کے مضمون پر طنز کر رہے ہیں جس کو ائمہ حدیث نے قابل اعتماد قرار دیا۔

مودودی صاحب کی طرف سے اجتہاد پر زور

ایک چیز جو جماعتی حیثیت سے ہم لوگوں کے مسلک کے بالکلیہ خلاف ہے وہ اجتہاد پر زور ہے یہ چیز لٹریچر کی ایسی کھلی خصوصیت ہے جس کے لیے کسی عبارت کے نقل کرنے کی بھی ضرورت نہیں اندھی تقلید کے خلاف مودودی صاحب کا قلم ہر جگہ بے لگام ہے۔ کوئی مضمون کسی بھی سلسلہ کا کہیں بھی ہو جوڑ بے جوڑ ان کو تقلید کے خلاف اس پر کچھ لکھنا ضروری ہے اندھی تقلید اور آنکھیں بند کر کے کسی کی تقلید کیخلاف جتنا ان کا زور قلم چلتا ہے۔ اتنا کفر والحاد کے مقابلہ میں بھی نہیں چلتا آپ دونوں قسم کے مضامین کو جب چاہے پڑھ لیجئے صرف تفہیمات اور تنقیحات دو ہی کتابوں کا مطالعہ اس ناکارہ کے خیال کی شہادۃ میں کافی ہے۔ میں اب تک سنتا رہتا تھا کہ کفر والحاد کے خلاف ان کے مضامین بہت زوردار ہوتے ہیں اور تقلید وتصوف میں بھی ان کی رائے اپنے مسلک کے خلاف ہے مگر میں یہ سمجھتا تھا کہ ان چیزوں میں وہ اپنی اختلافی رائے کا اظہار کرتے رہتے ہوں گے جیسا کہ ائمہ مجتہدین کے مقلدین ایک دوسرے کے خلاف مسلک کو اختلافی مسائل میں ذکر کرتے ہیں مگر لٹریچر کے دیکھنے سے کم از کم مجھے یہ اندازہ ہوا کہ کفر والحاد پر ان کو اتنا غصہ نہیں آتا جتنا تقلید وتصوف کے تصور سے ہی وہ غصہ سے بے قابو ہو جاتے ہیں نمونہ دیکھنا ہو تو صرف تنقیحات ہی کے مضامین اس نظر سے پڑھ لیجئے۔

بہرحال ہم لوگ جماعتی حیثیت سے زمانہ میں تقلید کو ضروری سمجھتے ہیں اور اسلاف نے جو اجتہاد کے لیے شرائط رکھی ہیں وہ آج کل کے علماء میں مفقود پاتے ہیں اس طرح شرعی تصوف کو تعلق مع اللہ اور حلاوت ایمان اور ایمانی صفات پیدا کرنے اور پیدا ہونے کے لیے اقرب الطریق سمجھتے ہیں اس لیے جو شخص یا جو جماعت ان دونوں چیزوں میں ہمارے خلاف ہے وہ یقیناً ہماری جماعت سے علیحدہ ہے دیوبندی مسلک میں یہ دونوں چیزیں بڑی اہم ہیں اس لیے یہ سمجھنا کہ مودودی جماعت اور دیوبندی جماعت میں مسلک کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے دھوکہ دینا ہے یا دھوکہ میں پڑنا ہے میں آپ ہی سے پوچھتا ہوں کہ کیا اس زمانہ کے علماء میں اجتہاد شرائط پائی جاتی ہیں میں جناب کی توجہ مودودی صاحب ہی کے الفاظ کی روشنی میں ادھر مبذول کراتا ہوں۔ وہ لکھتے ہیں کہ!

خواہش نفس اول تو معرفت حق ہی میں مانع ہوتی ہے اور اگر کوئی شخص حق کو پہچان بھی لے تو وہ

اس کو اپنے علم کے مطابق عمل کرنے سے روکتی ہے قدم،قدم پر مزاحمت کرتی ہے انسان کے نفس میں یہ ایسی زبردست قوت ہے جو اکثر اس کے عقل وفکر پر چھا جاتی ہے اور بسا اوقات اس کو جانتے بوجھتے غلط راستوں پر بھٹکا دیتی ہے معمولی آدمی تو درکنار بڑے بڑے لوگ بھی جو اپنے علم وفضل اور اپنی عقل وبصیرت اور فہم وفراست کے اعتبار سے یکتاء روزگار ہوتے ہیں اس رہزن کی شرارتوں سے بچنے میں کامیاب نہیں ہوسکتے۔ (تفہیمات صفحہ ۱۶۲)

اب آپ خود خیال فرمائیں کہ اس دور فساد میں جب کہ دین کی طرف بے پرواہی اور تساہل عام ہے تقویٰ اور اللہ کے خوف کا جو حال ہے وہ دو چار کو چھوڑ کر شاید صفر ہی کا درجہ رکھتا ہو علمی استعدادیں اور علوم میں غور وخوض کی جو کیفیت ہے وہ بھی آپ سے مخفی نہیں ایسے حالات میں اجتہاد کی اجازت دینا یقیناً اسلام کو ایک متحرک چیز بنا دینا ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں ہے۔

تعجب ہے کہ مودودی صاحب حضرت اقدس شاہ ولی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی کتابوں سے اجتہاد کی واقعیت میں تو عبارتیں کی عبارتیں نقل کرتے جاتے ہیں لیکن تصوف اور تقلید کی تائید میں موصوف کو کوئی عبارت شاہ صاحبؒ کی تصانیف میں نہیں ملتی۔

خطرناک نتائج

ان مضامین کو پڑھ کر میری عقل حیران رہ جاتی ہے کہ مودودی صاحب اور ان سے زیادہ عجیب آپ جیسے حضرات پر کہ آج کل کے حالات بھی آپ حضرات کے سامنے ہیں۔اللہ کا خوف، دیانت، تقویٰ، جتنا اس دور میں لوگوں میں ہے وہ بھی کوئی مخفی چیز نہیں علمی استعدادوں کا حال بھی کم از کم اہل مدارس سے تو مخفی نہیں پھر یہ آزادی قرآن وحدیث سے استنباط میں کن مصالح سے دی جارہی ہے۔

علماء راسخین کی جماعت تو اللہ کی ذات سے قوی امید ہے کہ اس گمراہی میں مبتلا نہ ہوگی (اللہ تعالیٰ شانہ اپنے لطف وکرم سے اس گمراہی کے سمندر میں غرق ہونے سے ان کی حفاظت فرمائے) وہ ان شاء اللہ کبھی بھی اس کی جرات نہ کریں گے کہ اسلاف کی تحقیق کے خلاف کسی روایت کو قبول کریں یا رد کریں اس لیے کہ جتنا بھی ان کے علوم میں رسوخ پیدا ہوتا جائے گا ان کو اسلاف کی دقت نظر اسلاف کے علوم کی گہرائی اور وسعت نظر اور احادیث کے بارے میں احتیاط کا جزم بڑھتا ہی چلا جائیگا خود مودودی صاحب کو علماء کی اس حرکت پر بہت غصہ ہے وہ لکھتے ہیں کہ: "افسوس کہ علماء (الا ماشاء اللہ) خود اسلام کی حقیقی روح سے خالی ہو چکے تھے ان میں اجتہاد کی قوت نہ تھی ان میں تفقہ نہ تھا ان پر تو اسلاف کی اندھی اور جامد تقلید کا مرض پوری طرح مسلط ہو چکا تھا جس کی وجہ سے وہ ہر چیز کو ان کتابوں میں تلاش کرتے تھے جو خدا کی

کتابیں نہ تھیں وہ ہر معاملہ میں ان انسانوں کی طرف رجوع کرتے تھے جو خدا کے نبی نہ تھے بد قسمتی (بلکہ خوش قسمتی) یہ ہے کہ علماء اسلام کو اب تک اپنی غلطی کا احساس نہیں ہوا قریب قریب ہر اسلامی ملک میں علماء کی جماعت اب بھی اسی روش پر قائم ہے اور اصرار و شدت کے ساتھ قائم ہے (تنقیحات)

کیا جناب کی بھی یہی رائے ہے کہ کنز و شامی میں قرآن و سنت رسول کیخلاف مسائل ہیں۔

نظام تعلیم کی اصلاح کرتے ہوئے مودودی صاحب لکھتے ہیں کہ علوم اسلامیہ کو بھی قدیم کتابوں سے جوں کا توں نہ لیجئے بلکہ ان میں سے متاخرین کی آمیزشوں کو الگ کر کے اسلام کے دائمی اصول اور حقیقی اعتقادات اور غیر متبدل قوانین لیجیے۔

قرآن اور سنت رسول کی تعلیم سب پر مقدم ہے مگر تفسیر و حدیث کے پرانے ذخیروں سے نہیں۔ان کے پڑھانے والے ایسے ہونے چاہئیں جو قرآن و سنت کے مغز کو پا چکے ہیں اسلامی قانون کی تعلیم بھی ضروری ہے مگر یہاں بھی پرانی کتابیں کام نہ دیں گی۔ (تنقیحات)

صدیوں سے ہماری مذہبی رہنمائی جس گروہ کے ہاتھ میں ہے اس نے اسلام کو ایک جامد و غیر متحرک چیز بنا دیا۔ (تنقیحات)

قرآن کیلئے کسی تفسیر کی حاجت نہیں ایک اعلیٰ درجہ کا پروفیسر کافی ہے جس نے قرآن کا بنظر غائر مطالعہ کیا ہو اور جو طرز جدید پر قرآن پڑھانے اور سمجھانے کی اہلیت رکھتا ہو۔ (تنقیحات)

چند ایسے فضلاء کی خدمات حاصل کی جائیں جو مذکورہ بالا علوم پر جدید کتابیں تالیف کریں خصوصیت کے ساتھ اصول فقہ احکام فقہ اسلامی معاشیات پر جدید کتابیں لکھنا نہایت ضروری ہے کیونکہ قدیم کتابیں اب درس تدریس کیلئے کار آمد نہیں ہیں، ارباب اجتہاد کیلئے تو بلاشبہ ان میں بہت اچھا مواد مل سکتا ہے مگر ان کو جوں کا توں لے کر موجودہ زمانہ کے طلبہ کو پڑھانا بالکل بے سود ہے۔ (تنقیحات)

اسلامی تحریک کی راہ میں دوسری رکاوٹ وہ جامد اور بے روح مذہبیت ہے جس کو آج کل اصل اسلام سمجھا جا رہا ہے اس غلط مذہبیت کا پہلا بنیادی نقص یہ ہے دوسرا بنیادی نقص اس مسخ شدہ مذہبیت میں یہ ہے کہ اس میں اجتہاد کا دروازہ بند ہے جس کی وجہ سے اسلام ایک زندہ تحریک کے بجائے محض عہد گزشتہ کی ایک تاریخی تحریک بن کر رہ گیا ہے اور اسلام کی تعلیم دینے والی درس گاہیں آثار قدیمہ کے محافظ خانوں میں تبدیل ہو گئیں۔ (ترجمان)

مولانا ذرا انصاف سے غور تو کیجئے آخر آپ حضرات دنیا کو کہاں لے جا رہے ہیں اس دور فساد میں جبکہ ہر شخص اغراض پرستی میں دیوانہ بنا ہوا ہے تو آپ ایسے دور میں احادیث کے مجموعہ کو نا قابل اعتماد

قرار دے کر اسلاف کے منصوصات سے دنیا کو آزاد کر کے ان کو اجتہاد کی ترغیبیں دے رہے ہیں سوچ تو لیجئے کہ پھر یہ آپ کا متحرک اسلام ہوائی جہاز بن کر کہاں پہنچے گا۔

اس کے ساتھ ایک نظر اس خطبہ پر بھی ڈال لیں جو مودودی صاحب نے دار العلوم ندوۃ العماء لکھنو کی انجمن اتحاد طلبہ کے جلسہ میں دیا تھا۔

اس سارے نظام تعلیم کو ادھیڑ کر از سر نو ایک دوسرا ہی نظام اس ساری اصلاحات کے ساتھ جن پر مودودی صاحب تعلیم و احادیث پر تنقید کے سلسلہ میں زور دے رہے ہیں خود مودودی صاحب کے الفاظ کی روشنی میں اپنے مسلک پر غور کیجئے وہ لکھتے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ اخبار آحاد سے جو تفصیلات معلوم ہوتی ہیں وہ بھی کچھ نہ کچھ مختلف ہیں اور ان کی بنا پر متعدد مذہب نکلتے ہیں مگر اول تو ان میں بمشکل پانچ سات مذاہب نکلنے کی گنجائش ہے اور پھر ان سے جتنے مذہب بھی نکلتے ہیں ان میں سے ہر ایک کو کسی بالاتر اقتدار کی سند حاصل ہے جس کی قوت سے مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت اس کا اتباع کر رہی ہے بخلاف اس اخبار آحاد کو بالکلیہ رد کرنے کے بعد بے شمار مذاہب کی گنجائش نکل آتی ہے اور ان میں سے کسی کو بھی کوئی ایسی سند حاصل نہیں ہوتی جو زیادہ نہیں دو ہی مسلمانوں کو کسی ایک جزئیہ میں ایک طریقہ پر جمع کر دے نتیجہ اس کا بالکل ظاہر ہے (تفہیمات)

خدارا کچھ تو انصاف سے غور کیجئے احادیث کو بالکلیہ ترک کرنے میں جس شدید مضرت کا مودودی صاحب خود اعتراف کر رہے ہیں احادیث کے جرح و تعدیل میں اس وسعت کے بعد جو مودودی صاحب اس زمانہ کے نونہالوں کو بخش رہے ہیں کون سی حدیث کو رد نہیں کیا جاسکتا مجموعہ رد کرنے کو مودودی صاحب خطرناک سمجھتے ہیں لیکن جب ہر ہر حدیث کو رد کیا جاسکتا ہے پھر مجموعہ کے رد نہ کرنے کی حقیقت تسلی آمیز الفاظ کے سوا کیا رہی۔ جب محدثین و مجتہدین اور اسلاف کے بالاتر اقتدار کی سند کو مودودی صاحب خود مٹا رہے ہیں پھر امکان کے درجہ میں بھی اس کا تصور باقی رہ سکتا ہے کہ اس دور فساد و ہوا پرستی میں اسلام میں لاکھوں کروڑوں مذاہب پیدا نہیں ہو جائیں گے؟ آپ یہ نہ فرمائیں کہ اس زمانہ میں متعارف غیر مقلدین میں کون سے ہزاروں مذہب پیدا ہو گئے اس لیے کہ وہ جماعت صرف مجتہدین کے تقلید سے انکار کرتی ہے محدثین کی بالادستی اور ان کے فیصلہ سے باہر نکلنے کا ارادہ نہیں کرتی اور آپ اپنی جماعت کو دونوں کے اقتدار و اتباع سے نکال رہے ہیں۔ مودودی صاحب نے اپنا آخری فیصلہ طبع چہارم ص ۳۰۰ میں نظر ثانی اور اصلاح کے بعد شائع فرمایا ہے یہ ہے کہ:

تفقہ مجتہد میں یہی خطاب کا امکان ہے اور اسناد حدیث میں بھی، پس میرے نزدیک لازم ہے کہ ایک ذی علم آدمی مجتہدین کے اجتہادات اور احادیث کی روایات دونوں میں نظر کر کے حکم شرعی کی تحقیق کرتا رہے وہ لوگ جو حکم شرعی کی خود تحقیق نہیں کر سکتے ان کے لیے یہ بھی صحیح ہے کہ کسی عالم پر اعتماد کریں اور یہ بھی صحیح ہے کہ جو مستند حدیث مل جائے اس پر عمل کریں۔

سابقہ مجتہدین اور محدثین میں تو خطا کا امکان ہر ہر قدم پر ہے لیکن اس خیر القرون کے معصومین عن الخطاء کو حق ہے کہ مجتہدین کے جس اجتہاد کو چاہے رد کر دیں اور محدثین کی کسی بھی تحقیق کو صرف امکان خطا کی بنا پر پس پشت ڈال دیں اور اس سے بڑھ کر یہ کہ جو خود تحقیق نہیں کر سکتا تو اس کو حدیث کا مستند ہونا کیسے معلوم ہوگا اور مستند ہونے کے بعد اس کا ماؤن یا منسوخ کرنا کیسے معلوم ہوگا اور اس کو آپ ہی سمجھ سکتے ہیں کہ مودودی صاحب کے اس آخری اور حتمی فیصلہ کے بعد جو انہوں نے مجتہدین اور محدثین میں امکان خطا کے بعد فرمایا ہے مودودی صاحب کو اگر کوئی شخص ترقی یافتہ غیر مقلد کہے تو آپ حضرات جو مدعی سست گواہ چست کے مصداق ہیں کیوں اس کی تردید کرتے پھرتے ہیں۔ (فتنہ مودودیت)

مولانا مودودی کے نظریات کی وضاحت

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: مولانا مودودی کی تمام ذاتی خوبیوں اور صلاحیتوں کا کھلے دل سے اعتراف کرتے ہوئے مجھے موصوف سے بہت سی باتوں میں اختلاف ہے۔ جزئیات تو بے شمار ہیں مگر چند کلیات حسب ذیل ہیں۔

اول:۔ مولانا مودودی کے قلم کی کاٹ اور شوخی ان کی سب سے بڑی خوبی سمجھی جاتی ہے۔ مگر اس ناکارہ کے نزدیک ان کی سب سے بڑی خامی شاید یہی ہے ان کا قلم مومن و کافر دونوں کے خلاف یکساں کاٹ کرتا ہے۔ اور وہ کسی فرق و امتیاز کا روادار نہیں۔ جس طرح وہ ایک لادین سوشلسٹ کے خلاف چلتا ہے ٹھیک اسی طرح ایک مومن مخلص اور خادم دین کے خلاف بھی وہ جس جرات کے ساتھ اپنے کسی معاصرہ پر تنقید کرتے ہیں (جس کا انہیں کسی درجہ میں حق ہے) اسی ''عبارت'' کے ساتھ وہ سلف صالحین کے کارناموں پر بھی تنقید کرتے ہیں۔ وہ جب تہذیب جدید اور الحاد و زندقہ کے خلاف قلم اٹھاتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ دارالعلوم دیوبند کا شیخ الحدیث گفتگو کر رہا ہے اور دوسرے ہی لمحے جب وہ اہل حق کے خلاف خامہ فرسائی کرتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ

مولانا نے مسٹر پرویز یا غلام احمد قادیانی کا قلم چھین لیا ہے۔

مولانا مودودی اور انبیاء کرام علیہم السلام

آپ جانتے ہیں کہ نبوت ورسالت کا مقام کتنا نازک ہے؟

ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر　　نفس گم کردہ می اید جنید و بایزید ایں جا

کسی نبی (علیہ السلام) کے بارے میں کوئی ایسی تعبیر روا نہیں، جو ان کے مقام رفیع کے شایان شان نہ ہو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ ہمارے سامنے ہے پورا ذخیرہ حدیث دیکھ جایئے ایک لفظ ایسا نہیں ملے گا جس میں کسی نبی کی شان میں کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ کمی کا شائبہ پایا جاتا ہو لیکن مولانا مودودی کا قلم حریم نبوت تک پہنچ کر بھی ادب نا آشنا رہتا ہے اور وہ بڑی بے تکلفی سے فرماتے ہیں۔

الف:۔ ''موسیٰ علیہ السلام کی مثال اس جلد باز فاتح کی سی ہے جو اپنے اقتدار کا استحکام کئے بغیر مارچ کرتا ہوا چلا جائے اور پیچھے جنگل کی آگ کی طرح مفتوحہ علاقہ میں بغاوت پھیل جائے''۔(رسالہ ترجمان القرآن)

ب:۔ ''حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے عہد کی اسرائیلی سوسائٹی کے عام رواج سے متاثر ہو کر اوریا سے طلاق کی درخواست کی تھی''۔(تفہیمات حصہ دوم ص ۴۲ طبع دوم)

ج:۔ ''حضرت داؤد علیہ السلام کے فعل میں خواہش نفس کا کچھ دخل تھا۔ اس کا حاکمانہ اقتدار کے نامناسب استعمال سے بھی کوئی تعلق تھا اور کوئی ایسا فعل تھا جو حق کے ساتھ حکومت کرنے والے کسی فرمانروا کو زیب نہ دیتا تھا''۔(تفہیم القرآن)

د:۔ نوح علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''بسا اوقات کسی نازک نفسیاتی موقع پر نبی جیسا اعلیٰ و اشرف انسان بھی تھوڑی دیر کے لئے اپنی بشری کمزوری سے مغلوب ہو جاتا ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ انہیں متنبہ فرماتا ہے کہ جس بیٹے نے حق کو چھوڑ کر باطل کا ساتھ دیا اس کو محض اس لئے اپنا سمجھنا کہ وہ تمہاری صلب سے پیدا ہوا ہے محض ایک جاہلیت کا جذبہ ہے تو وہ اپنے دل سے بے پرواہ ہو کر اس طرز فکر کی طرف پلٹ آتے ہیں جو اسلام کا مقتضا ہے''۔(تفہیم القرآن)

ہ:۔ سیدنا یوسف علیہ السلام کے ارشاد: اَجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ

(مجھے زمین مصر کے خزائن کا نگران مقرر کر دیجئے) کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

''یہ محض وزیر مالیات کے منصب کا مطالبہ نہیں تھا' جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں۔ بلکہ یہ ڈکٹیٹر

شپ کا مطالبہ تھا اور اس کے نتیجے میں سیدنا یوسف علیہ السلام کو جو پوزیشن حاصل ہوئی وہ قریب قریب وہی پوزیشن تھی جو اس وقت اٹلی میں مسولینی کو حاصل ہے"۔ (تفہیمات)

و:۔ "حضرت یونس علیہ السلام سے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کچھ کوتاہیاں ہوگئی تھیں۔ غالباً انہوں نے بے صبر ہو کر قبل از وقت اپنا مستقر بھی چھوڑ دیا تھا" (تفہیم القرآن)

ممکن ہے مولانا مودودی اور ان کے مداحوں کے نزدیک "جلد باز فاتح"۔ "خواہش نفس کی بناء پر"۔۔ "حاکمانہ اقتدار کا نامناسب استعمال"۔۔ "بشری کمزوریوں سے مغلوب"۔۔ "جذبہ جاہلیت کا شکار"۔ فریضہ رسالت کی ادا میں کچھ کوتاہیاں" "اور" ڈکٹیٹر شپ" جیسے الفاظ میں سوءا دب کا کوئی پہلو نہ پایا جاتا ہو۔ اس لئے وہ انبیاء علیہم السلام کے بارے میں ایسے الفاظ کا استعمال صحیح سمجھتے ہوں۔ لیکن اس کا فیصلہ دو طرح ہوسکتا ہے۔ ایک یہ کہ اسی قسم کے الفاظ اگر خود مولانا موصوف کے حق میں استعمال کئے جائیں تو ان کو یا ان کے کسی مداح کو ان سے ناگواری تو نہیں ہوگی؟ مثلاً اگر یہ کہا جائے کہ مولانا ڈکٹیٹر ہیں۔ اپنے دور کے ہٹلر ہیں۔ اور مسولینی ہیں۔ وہ خواہش نفس سے کام کرتے ہیں جذبہ جاہلیت سے مغلوب ہو جاتے ہیں حاکمانہ اقتدار کا نامناسب استعمال کر جاتے ہیں اور انہوں نے اپنے فریضہ کی ادائیگی میں کوتاہیاں کی ہیں وغیرہ وغیرہ تو میرا خیال ہے کہ مولانا کا کوئی عقیدت مندان "الزامات" کو برداشت نہیں کرے گا۔ اگر یہ الفاظ مولانا مودودی کی ذات سیادت مآب کے شایان شان نہیں بلکہ یہ مولانا کی تنقیص اور سوئے ادب ہے تو انصاف فرمایئے کہ کیا ایسے الفاظ انبیاء کرام علیہم السلام کی شان میں زیبا اور شائستہ ہیں؟ اسی نوعیت کا ایک فقرہ اور سن لیجئے۔

"یہاں اس بشری کمزوری کی حقیقت کو سمجھ لینا چاہئے جو آدم علیہ السلام سے ظہور میں آئی تھی۔ بس ایک فوری جذبے نے جو شیطانی تحریض کے زیر اثر ابھر آیا تھا ان پر ذہول طاری کر دیا اور ضبط نفس کی گرفت ڈھیلی ہوتے ہی وہ طاعت کے مقام بلند سے معصیت کی پستی میں جا گرے"۔ (تفہیم القرآن)

اس عبارت سے سیدنا آدم علیہ السلام کا اسم گرامی حذف کر کے اس کی جگہ اگر مولانا مودودی کا نام لکھ دیا جائے تو میرا اندازہ ہے کہ ان کے حلقہ میں کہرام مچ جائے گا اور پاکستان میں طوفان برپا ہو جائے گا اس سے ثابت ہے کہ یہ فقرہ شائستہ نہیں۔ بلکہ گستاخی اور سوءادب ہے۔

اسی کی ایک مثال امہات المومنین کے حق میں موصوف کا یہ فقرہ ہے۔

"وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں کچھ زیادہ جری ہوگئی تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ

وسلم سے زبان درازی کرنے لگی تھیں"۔ (ہفت روزہ ایشیا لاہور مورخہ ۱۹ نومبر ۱۹۷۶ء)

مولانا موصوف نے یہ فقرہ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وعلیہن وسلم کے بارے میں فرمایا ہے مگر میں اس کو مضاف سے زیادہ مضاف الیہ کے حق میں سوءادب سمجھتا ہوں۔

یہ تو ظاہر ہے کہ مولانا محترم کی اہلیہ محترمہ امہات المومنین سے بڑھ کر مہذب اور شائستہ نہیں نہ وہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مقدس ہیں۔ اب اگر ان کا کوئی عقیدت مند یہ کہہ ڈالے کہ مولانا کی اہلیہ مولانا کے سامنے زبان درازی کرتی ہیں تو مولانا اس فقرے میں اپنی خفت اور ہتک عزت محسوس فرمائیں گے۔ پس جو فقرہ خود مولانا کے حق میں گستاخی تصور کیا جاتا ہے میں نہیں سمجھتا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور امہات المومنین کے حق میں سوءادب کیوں نہ ہو؟

الغرض مولانا موصوف کے قلم سے انبیاء کرام علیہم السلام کے حق میں جو ادبی شہ پارے نکلے ہیں وہ سوءادب میں داخل ہیں یا نہیں؟ اس کا ایک معیار تو یہی ہے کہ اگر ایسے فقرے خود مولانا کے حق میں سوءادب میں شمار ہو کر ان کے عقیدت مندوں کی دل آزاری کا موجب ہو سکتے ہیں تو ان کو تسلیم کر لینا چاہئے کہ یہ انبیاء کرام علیہم السلام کے حق میں بھی سوءادب ہیں۔ اور جو لوگ نبوت و رسالت پر ایمان رکھتے ہیں ان کی دل آزاری کا سبب ہیں۔

دوسرا معیار یہ ہو سکتا ہے کہ آیا اردو میں جب یہ فقرے استعمال کئے جائیں تو اہل زبان ان کا کیا مفہوم سمجھتے ہیں اگر ان دونوں معیاروں پر جانچنے کے بعد یہ طے ہو جائے کہ واقعی ان کلمات میں سوء ادب ہے تو مولانا کو ان پر اصرار نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ ان سے توبہ کرنی چاہئے کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے حق میں ادنیٰ سوءادب بھی سلب ایمان کی علامت ہے۔

مولانا مودودی اور صحابہ کرام

انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد انسانیت کا سب سے مقدس گروہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہے۔ خصوصاً حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا منصب تو انبیاء کرام علیہم السلام اور امت کے درمیان برزخ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لئے "تجدید و احیائے دین"۔ "خلافت و ملوکیت" اور تفہیم القرآن وغیرہ میں خلیفہ مظلوم سیدنا عثمان ذوالنورین حضرت علی حضرت طلحہ حضرت زبیر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت معاویہ حضرت ابوموسیٰ اشعری حضرت عمرو بن العاص حضرت عقبہ اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں مولانا مودودی کے قلم سے جو

پکھ نکلا ہے اور جس کی صحت پر ان کو اصرار ہے میں اسے خالص رفض وتشیع سمجھتا ہوں اور مولانا کی ان تحریروں کے مطالعہ کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ وہ جس طرح بارگاہ نبوت کے ادب ناشناس ہیں اسی طرح مقام صحابیت کی رفعتوں سے بھی ناآشنا ہیں۔ کاش انہوں نے امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کا ایک ہی فقرہ یاد رکھا ہوتا۔

''ہیچ ولی بمرتبہ صحابی نرسد اویس قرنی باآں رفعت شان کہ بشرف صحبت خیر البشر علیہ وعلیٰ وآلہ الصلوٰت والتسلیمات نرسیدہ بمرتبہ ادنیٰ صحابی نرسد۔ شخصے از عبداللہ بن المبارک رضی اللہ عنہ پرسید۔ **ایھما افضل معاویۃ ام عمر بن عبدالعزیز؟** درجواب فرمود: **الغبار الذی دخل انف فرس معاویۃ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر من عمر بن عبدالعزیز کذا مرۃ**
(مکتوبات دفتر اول مکتوب ۲۰۷)

ترجمہ:۔ کوئی ولی کسی صحابی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ اویس قرنیؒ اپنی تمام تر بلندی شان کے باوجود چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف صحبت سے مشرف نہ ہو سکے اس لئے کسی ادنیٰ صحابی کے مرتبہ کو بھی نہ پہنچ سکے۔ کسی شخص نے امام عبداللہ بن مبارکؒ سے دریافت کیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ناک میں جو غبار داخل ہوا وہ بھی عمر بن عبدالعزیزؒ سے کئی گنا بہتر ہے''۔

یہاں یہ نکتہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت ورفاقت کا جو شرف حاصل ہوا ہے پوری امت کے اعمال حسنہ مل کر بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ذرا تصور کیجئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی دو رکعتیں جن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شرکت کی سعادت نصیب ہوئی کیا پوری امت کی نمازیں مل کر بھی ان کے دو رکعتوں کے ہم وزن ہو سکتی ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر جو کسی صحابی نے ایک سیر جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں دیئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے انہیں شرف قبول عطا ہوا بعد کی امت اگر پہاڑ برابر سونا بھی خیرات کر دے تو کیا یہ شرف اسے حاصل ہو سکتا ہے؟ باقی تمام حسنات کو اسی پر قیاس کر لیجئے۔

اس شرف مصاحبت سے بڑھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ مدرسہ نبوت کے ایسے طالب علم تھے جن کے معلم وہادی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ جن کا نصاب تعلیم ملاءاعلیٰ میں مرتب ہوا تھا۔ جن کی تعلیم وتربیت کی نگرانی براہ راست وحی آسمانی کر رہی تھی اور جن کا

امتحان علام الغیوب نے لیا اور جب ان کی تعلیم و تربیت کا ہر پہلو سے امتحان ہو چکا تو حق تعالیٰ شانہ نے انہیں "رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ" کی ڈگری عطا فرما کر آنے والی پوری انسانیت کی تعلیم و تربیت اور تلقین و ارشاد کا منصب ان کو تفویض کیا" اور کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ "کہ مسندان کے لئے آراستہ فرمائی۔ اگر آپ غور کریں گے تو معلوم ہوگا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد صرف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت ایسی ہے جن کی تعلیم و تربیت بھی وحی الٰہی کی نگرانی میں ہوئی اور ان کو سند فضیلت بھی خود خداوند قدوس نے عطا فرمائی۔

مولانا مودودی کے عقیدت کیش یہ کہہ کر دل بہلا لیتے ہیں کہ مولانا نے جو کچھ لکھا ہے تاریخ کے حوالوں سے لکھا ہے۔ اور یہ ان کے قلم کا شاہکار ہے کہ انہوں نے منتشر ٹکڑوں کو جوڑ کر ایک مربوط تاریخ مرتب کر ڈالی۔ میں ان کی خدمت میں بہ ادب گزارش کروں گا کہ ان کا یہ بہلاوا بہ چند وجوہ غلط ہے۔

اول:۔ مولانا کا یہ قلمی شاہکار نہ تاریخی صداقت ہے نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی کی صحیح تصویر ہے بلکہ یہ ایک "افسانہ" ہے جس میں مولانا کے ذہنی تصورات و نظریات نے رنگ آمیزی کی ہے۔ آج کل "افسانہ نگاری" کا ذوق عام ہے۔ عام طبائع تاریخی صداقتوں میں اتنی دلچسپی نہیں لیتیں جتنی کہ رنگین افسانوں میں۔ اس لئے مولانا کی جولانی طبع نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بھی "خلافت و ملوکیت" کے نام سے ایک افسانہ لکھ دیا۔ جس کا حقائق کی دنیا میں کوئی وجود نہیں۔ آج اگر کوئی صحابی دنیا میں موجود ہوتا تو شیخ سعدیؒ کی زبان میں مولانا کے قلم سے یہ شکایت ضرور کرتا۔

بخندید و گفت آں نہ شکل من است ولیکن قلم در کف دشمن است

اگر مولانا کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا پاس ادب ملحوظ ہوتا تو قرآن کریم کے صریح اعلان رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کے بعد وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بلند و بالا شخصیتوں کو افسانہ نگاری کا موضوع نہ بناتے۔

" دوم:۔ یورپ میں اسلام نابغہ شخصیتوں کو مسخ کرنے اور ان کی سیرت و کردار کا حلیہ بگاڑنے کا کام بڑی خوبصورتی اور پرکاری سے ہو رہا ہے اور یہودی مستشرقین کی کھیپ کی کھیپ اس کام پر لگی ہوئی ہے وہ بھی ٹھیک اسی طرح بزعم خود تاریخ کے منتشر ٹکڑوں کو جوڑ کر ایک فرضی تصویر تیار کرتے ہیں۔

اور دنیا کو باور کراتے ہیں کہ وہ پوری غیر جانبداری کے ساتھ اور کسی قسم کے تعصب کی آمیزش کے بغیر تاریخی حقائق دنیا کے سامنے لا رہے ہیں مگر اپنے اس لفظی ادعاء کے برعکس وہ جس طرح مسلمہ تاریخ حقائق کو چھپاتے ہیں جس طرح بالکل سیدھی بات کی الٹ تعبیر کرتے ہیں جس طرح بات کا بتنگڑ اور رائی کا پہاڑ بنا کر اسے پیش کرتے ہیں اور جس طرح اپنی بدفہمی یا خوش فہمی سے وہ اس میں رنگ آمیزی

اور حاشیہ آرائی کرتے ہیں اس سے ان کا تعصب اور اسلام سے ان کی عداوت چھپائے نہیں چھپتی۔

ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ کوئی ایسا شخص جو خدا اور رسول پر ایمان رکھتا ہو ٹھیک ٹھیک مستشرقین کے نقش پا کا تتبع کرے گا لیکن بدقسمتی سے مولانا مودودی کی کتاب خلافت وملوکیت کا بالکل یہی رنگ ڈھنگ ہے پڑھنے والا مسکین یہ سمجھتا ہے کہ مولانا تاریخی حقائق جمع کر رہے ہیں مگر وہ نہیں جانتا کہ وہ تاریخ سے کیا لے رہے ہیں کیا چھوڑ رہے ہیں اور کیا اپنی طرف سے اضافہ فرما رہے ہیں الغرض جس طرح ہزار دل فریبیوں کے باوجود مستشرقین عداوت اسلام کے روگ کو چھپانے سے قاصر رہتے ہیں اسی طرح مولانا مودودی بھی اپنے اس استشراقی شاہکار میں ہزار رکھ رکھاؤ کے باوصف عداوت صحابہ کو چھپا نہیں سکتے۔ اب اگر مولانا محترم یا ان کے عقیدتمندوں کی تاویلات صحیح ہیں تو مستشرقین کا کارنامہ ان سے زیادہ صحیح کہلانے کا مستحق ہے۔ اور اگر یہودی مستشرقین کا طرز عمل غلط ہے تو اسی دلیل سے مولانا مودودی کا رویہ بھی غلط ہے۔

سوم:۔ کہا جاتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انسان ہی تھے فرشتے نہیں تھے وہ معصوم عن الخطاء نہیں تھے۔ ان سے لغزشیں اور غلطیاں کیا بڑے بڑے گناہ ہوئے ہیں۔ یہ کہاں کا دین و ایمان ہے کہ ان کی غلطی کو غلطی نہ کہا جائے۔

میں پہلے تو یہ عرض کروں گا کہ مولانا مودودی کو تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی غلطیاں چھانٹنے کے لئے واقدی اور کلبی وغیرہ کا سہارا ڈھونڈنے کی ضرورت پڑی ہے لیکن خدائے علام الغیوب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہر ظاہر و باطن سے باخبر تھے۔ ان کے قلب کی ایک ایک کیفیت اور ذہن کے ایک ایک خیال سے واقف تھے۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ یہ انسان ہیں معصوم نہیں انہیں یہ بھی علم تھا کہ آئندہ ان سے کیا کیا لغزشیں صادر ہوں گی۔ ان تمام امور کا علم محیط رکھنے کے باوجود جب اللہ تعالیٰ نے ان کو "رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ" کا اعزاز عطا فرمایا تو ان کی غلطیاں بھی۔

ع ایں خطا از صد صواب اولیٰ تر است

کا مصداق ہیں۔ اس کے بعد مولانا مودودی کو ان اکابر کی خردہ گیری وعیب چینی کا کیا حق پہنچتا ہے؟ کیا یہ خدا تعالیٰ سے صریح مقابلہ نہیں کہ وہ تو ان تمام لغزشوں کے باوجود صحابہ کرام سے اپنی رضائے دائمی کا اعلان فرما رہے ہیں مگر مولانا مودودی ان اکابر سے راضی نامہ کرنے پر تیار نہیں؟

دوسری گزارش میں یہ کروں گا کہ چلئے! فرض کر لیجئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے غلطیاں ہوئی ہوں گی مگر سوال یہ ہے کہ آپ چودہ سو سال بعد ان اکابر کے جرائم کی دستاویز مرتب کر کے اپنے نامہ اعمال کی سیاہی میں اضافہ کے سوا اور کیا مقصد حاصل کرنا چاہتے ہیں اگر یہ اکابر دنیا میں موجود ہوتے

تب تو آپ انہیں ان کی غلطیوں کا نوٹس دے ڈالتے مگر جو قوم تیرہ چودہ سو سال پہلے گزر چکی ہے اس کے عیوب و نقائص کو غلط سلط حوالوں سے چن چن کر جمع کرنا اور اس ساری غلاظت کا ڈھیر قوم کے سامنے لگا دینا اس کا مقصد اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کے دل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جو حسن عقیدت ہے اسے مٹا دیا جائے اور اس کی جگہ قلوب پر صحابہ رضی اللہ عنہم سے بغض و نفرت کے نقوش ابھارے جائیں؟ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ آخر یہ کس عقل و دانش اور دین و ایمان کا تقاضہ ہے؟

چہارم:۔ خلافت و ملوکیت میں مولانا مودودی نے جس نازک موضوع پر قلم اٹھایا ہے اسے ہماری عقائد و کلام کی کتابوں میں "مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور یہ باب ایمان کا ایسا پل صراط ہے جو تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہے اس لئے سلف صالحین نے ہمیشہ یہاں پاس ادب ملحوظ رکھنے اور زبان و قلم کو لگام دینے کی وصیت کی ہے کیونکہ بعد کی نسلیں ہی نہیں بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے سے سطح بین لوگ بھی اسی وادی پرخار میں دامن ایمان تار تار کر چکے ہیں۔ اکابر امت ہمیشہ ان بددینوں کے پھیلائے ہوئے کانٹوں کو صاف کرتے آئے ہیں۔ لیکن مولانا مودودی سلف صالحین کو "وکیل صفائی" کہہ کر دھتکار دیتے ہیں۔ ان کے ارشادات کو "خواہ مخواہ کی سخن سازیاں" اور "غیر معقول تاویلات" قرار دے کر رد کرتے ہیں اور ان تمام کانٹوں کو جن میں الجھ کر روافض اور خوارج نے اپنا دین و ایمان غارت کیا تھا سمیٹ کر نئی نسل کے سامنے لا ڈالتے ہیں۔ انصاف فرمائیے کہ اسے اسلام کی خدمت کہا جائے یا اسے رافضیت و خارجیت میں نئی روح پھونکنے کی کوشش کا نام دیا جائے؟ اور مولانا مودودی اور ان کے معتقدین اس کارنامے کے بعد کیا یہ توقع رکھتے ہیں کہ ان کا حشر اہلسنت ہی میں ہوگا۔ رافضیوں اور خارجیوں میں نہیں ہوگا؟ میں ہزار سوچتا ہوں مگر اس معمہ کو حل نہیں کر پاتا کہ مولانا موصوف نے یہ کتاب نئی نسل کی رہنمائی کے لئے لکھی ہے یا انہیں صراط مستقیم سے برگشتہ کرنے کے لئے؟

پنجم:۔ سب سے بڑھ کر تکلیف دہ چیز یہ ہے کہ تیرہ چودہ سو سال کے واقعہ کی "تحقیقات" کے لئے مولانا "عدالت شرعیہ" قائم کرتے ہیں۔ جس کے صدر نشین وہ خود بنتے ہیں۔ اکابر صحابہ کو اس عدالت میں ملزم کی حیثیت سے لایا جاتا ہے واقدی و کلبی وغیرہ سے شہادتیں لی جاتی ہیں۔ صدر عدالت خود ہی جج بھی ہے اور خود ہی وکیل استغاثہ بھی اگر سلف صالحین اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی صفائی میں کچھ عرض معروض کرتے ہیں تو اسے وکیل صفائی کے خواہ مخواہ سخن سازی اور غیر معقول تاویلات کہہ کر رد کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح یکطرفہ کارروائی کے بعد مولانا اپنی تحقیقاتی رپورٹ

مرتب کرتے ہیں اور اسے ''خلافت وملوکیت'' کے نام سے قوم کی بارگاہ میں پیش کردیتے ہیں۔

اس امر سے قطع نظر کہ ان ''تحقیقات'' میں دیانت وامانت کے تقاضوں کو کس حد تک ملحوظ رکھا گیا ہے۔اس سے قطع نظر کہ شہادتوں کی جرح ونقد میں کہاں تک احتیاط برتی گئی ہے اور اس سے بھی قطع نظر کہ فاضل جج نے خود اپنے ذہنی تصورات کو واقعات کا رنگ دینے میں کس حد تک سلامتی فکر کا مظاہرہ کیا ہے مجھے بہ ادب یہ عرض کرنا ہے کہ آیا مولانا کی اس خود ساختہ عدالت کو اس کیس کی سماعت کا حق حاصل ہے؟ کیا یہ مقدمہ جس کی تیرہ چودہ سو سال بعد مولانا تحقیقاتی رپورٹ مرتب کرنے بیٹھے ہیں ان کے دائرہ اختیار میں آتا ہے؟ کیا ان کی یہ حیثیت ہے کہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگردوں کا مقدمہ نمٹانے بیٹھ جائیں؟

مجھے معلوم نہیں کہ مولانا کے مداحوں کی اس بارے میں کیا رائے ہے۔ مگر میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقدمہ کی سماعت ان سے اوپر کی عدالت ہی کرسکتی ہے اور وہ یا تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یا خود احکم الحاکمین ان کے سوا ایک مولانا مودودی نہیں امت کا کوئی فرد بھی اس کا مجاز نہیں کہ وہ قدوسیوں کے اس گروہ کے معاملہ میں مداخلت کرے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باہمی معاملات میں آج کے کسی بڑے سے بڑے شخص کا لب کشائی کرنا اس کی حیثیت اس سے زیادہ نہیں کہ کوئی بھنگی بازار میں عدالت جما کر بیٹھ جائے اور وہ ارکان مملکت کے بارے میں اپنے بے لاگ فیصلے لوگوں کو سنانے لگے۔ ایسے موقعوں پر ہی کہا گیا ہے ایاز! قدر خویش بشناس!

ششم:۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کو حق تعالیٰ شانہ نے امت کے مرشد ومربی اور محبوب ومتبوع کا منصب عطا فرمایا ہے۔قرآن وحدیث میں ان کے نقش قدم کی پیروی کرنے اور ان سے عقیدت ومحبت رکھنے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔اور ان کی برائی وعیب جوئی کو ناجائز وحرام بلکہ موجب لعنت فرمایا گیا ہے خود مولانا مودودی کو اعتراف ہے کہ۔

''صحابہ کرام کو برا بھلا کہنے والا میرے نزدیک صرف فاسق ہی نہیں بلکہ اس کا ایمان بھی مشتبہ ہے۔ **من ابغضھم فبغضی ابغضھم** (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھنے کی بنا پر ان سے بغض رکھا۔(ترجمان القرآن)

جن لوگوں نے مولانا کی کتاب ''خلافت وملوکیت'' پڑھی ہے وہ شہادت دیں گے کہ اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو صاف صاف برا بھلا کہا گیا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مصنف کا بغض ونفرت بالکل عیاں ہے۔ مثلاً ''قانون کی بالاتری کا خاتمہ'' کے زیر عنوان مولانا مودودی لکھتے ہیں۔

الف:۔ ”ایک اور نہایت مکروہ بدعت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں یہ شروع ہوئی کہ وہ خود اور ان کے حکم سے ان کے گورنر۔ خطبوں میں بر سر منبر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کی بوچھاڑ کرتے تھے۔ حتیٰ کہ مسجد نبوی میں منبر رسول پر عین روضہ نبوی کے سامنے حضور کے محبوب ترین عزیز کو گالیاں دی جاتی تھیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد اور ان کے قریب ترین رشتہ دار اپنے کانوں سے یہ گالیاں سنتے تھے۔ کسی کے مرنے کے بعد اس کو گالیاں دینا شریعت تو درکنار انسانی اخلاق کے بھی خلاف تھا اور خاص طور پر جمعہ کے خطبے کو اس گندگی سے آلودہ کرنا تو دین و اخلاق کے لحاظ سے سخت گھناؤنا فعل تھا۔“ (خلافت وملوکیت)

ب:۔ ”مال غنیمت کی تقسیم کے معاملہ میں بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح احکام کی خلاف ورزی کی۔ کتاب وسنت کی رو سے پورے مال غنیمت کا پانچواں حصہ بیت المال میں داخل ہونا چاہئے اور باقی چار حصے اس فوج میں تقسیم کئے جانے چاہئیں جو لڑائی میں شریک ہوئی ہو لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم نے حکم دیا کہ مال غنیمت میں سے چاندی سونا ان کے لئے الگ نکال لیا جائے پھر باقی مال شرعی قاعدے سے تقسیم کیا جائے“۔ (حوالہ بالا)

ج:۔ ”زیاد بن سمیہ کا استلحاق بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ان افعال میں سے ہے جن میں انہوں نے سیاسی اغراض کے لئے شریعت کے ایک مسلم قاعدے کی خلاف ورزی کی۔ یہ ایک صریح ناجائز فعل تھا“۔ (ص ۱۷۵)

د:۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے گورنروں کو قانون سے بالاتر قرار دیا اور ان کی زیادتیوں پر شرعی احکام کے مطابق کارروائی کرنے سے صاف صاف انکار کر دیا“۔ (ایضاً)

مولانا مودودی کی ان عبارتوں میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو بدنام کرنے کیلئے جو کچھ لکھا ہے وہ قطعاً خلاف واقعہ ہے اور علمائے کرام اس کی حقیقت واضح کر چکے ہیں مجھے یہاں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ جو لوگ مولانا مودودی کی بات پر ایمان لا کر مولانا کی اس افسانہ طرازی کو حقیقت سمجھیں گے وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور اس دور کے تمام اکابر صحابہ و تابعین سے محبت رکھیں گے یا بغض؟ ان کی اقتدا پر فخر کریں گے یا ان پر لعنت بھیجیں گے؟ اور خود مولانا موصوف نے ان عبارتوں میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا نہیں کہا تو کیا ان کی قصیدہ خوانی فرمائی ہے؟ اگر میں یہ گزارش کروں کہ خود انہی کی نقل کی ہوئی حدیث کے مطابق ”وہ فاسق ہی نہیں بلکہ ان کا ایمان بھی مشتبہ

ہے'' تو کیا یہ گستاخی بے جا ہوگی؟ مولانا مودودی سے مجھے توقع نہیں کہ وہ اپنی غلطی پر کبھی نادم ہوں گے مگر میں یہ گزارش کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس کا انجام نہایت ہی خطرناک ہے۔

کتابوں میں لکھا ہے کہ شیعوں کے ایک عالم محقق طوسی نے اپنی کتاب تجرید العقائد کے آخر میں صحابہ کرامؓ پر تبرا کیا تھا۔ مرنے لگا تو غلام احمد قادیانی کی طرح منہ کے راستے سے نجاست نکل رہی تھی۔ اس کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا ایں چیست؟ (یہ کیا ہے) (کوئی خوش عقیدہ عالم وہاں موجود تھے) بولے

''ایں ہماں رید است کہ در آخر تجرید خوردی

یہ وہی گندگی ہے جو تو نے تجرید کے آخر میں کھائی تھی۔

حق تعالیٰ شانہ ہمیں ان اکابر کے سوء ادب سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

مولانا مودودی اور سلف صالحین

جب اسلام کا سب سے مقدس ترین گروہ صحابہ کرام علیہم الرضوان بھی مولانا مودودی کی نگاہ بلند میں نہ جچتا ہو تو بعد کے سلف صالحین اکابر امت فقہاء و محدثین اور علماء و صوفیاء کی ان کی بارگاہ میں کیا قیمت ہو سکتی ہے؟ چنانچہ موصوف نے اکابر امت پر تنقید کرنے کو اپنے نیازمندوں کے لئے جزو ایمان ٹھہرا دیا۔ ''دستور جماعت اسلامی'' کی دفعہ ۳ میں کلمہ طیب کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔ ''رسول خدا کے سوا کسی انسان کو معیار حق نہ بنائے۔ کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھے، کسی کی ''ذہنی غلامی'' میں مبتلا نہ ہو۔ ہر ایک کو خدا کے بتائے ہوئے اسی معیار کامل پر جانچے اور پرکھے اور جو اس معیار کے لحاظ سے جس درجہ میں ہے اسی کو اسی درجہ پر رکھے''۔

''ذہنی غلامی'' کی اصطلاح مولانا نے ''تقلید'' کے معنی میں استعمال فرمائی ہے۔ یعنی کسی فرد یا گروہ کے علم و عمل اور دیانت و تقویٰ پر اس قدر وثوق و اعتماد کر لینا کہ اس کی ہر بات پر طلب دلیل کی حاجت نہ رہے۔ یہ مولانا کے نزدیک ''ذہنی غلامی'' ہے گویا ان کی جماعت کا کوئی فرد اگر رسول خدا کے سوا کسی جماعت گروہ یا فرد پر اعتماد کر بیٹھا اس کے طریقہ کو حق سمجھ لیا اور اس پر ''تنقید'' کا فریضہ ادا نہ کیا تو مولانا کے نزدیک خدانخواستہ وہ اسلام ہی سے خارج ہے۔ مولانا کے نزدیک اسلام میں داخل ہونے کی شرط اولین یہ ہے کہ ہر شخص خدا کے بتائے ہوئے معیار کامل کو سامنے رکھ کر پوری امت اسلامیہ پر تنقید کرے۔ پھر جب مولانا نے یہ فریضہ ادا کرنے کے لئے امت اسلامیہ پر تنقیدی نگاہ ڈالی تو انہیں یہ دیکھ کر بڑی مایوسی ہوئی کہ یہ امت صدر اول سے لے کر آج تک بانجھ چلی آتی ہے اور اس میں ایک بھی ''مرد کامل'' پیدا نہیں

ہوا۔اپنی مشہور کتاب ''تجدید واحیائے دین'' میں ''خلافت راشدہ'' کے زیرعنوان تحریر فرماتے ہیں۔

''خاتم النبیین سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سارا کام ۲۳ سال کی مدت میں پایہ تکمیل کو پہنچادیا۔آپ کے بعد ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما دوایسے کامل ''لیڈر'' اسلام کو میسر آئے جنہوں نے اسی جامعیت کے ساتھ آپ کے کام کو جاری رکھا۔ پھر زمام قیادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف منتقل ہوئی اور ابتداء چند سال تک وہ پورا نقشہ بدستور جمارہا جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قائم کیا تھا''۔ اس کے بعد ''جاہلیت کا حملہ'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔

''مگر ایک طرف حکومت اسلامی کی تیز رفتار وسعت کی وجہ سے کام روز بروز زیادہ سخت ہوتا جارہا تھا اور دوسری طرف حضرت عثمان جن پر اس کار عظیم کا بار رکھا گیا تھا ان تمام خصوصیات کے حامل نہ تھے جو ان کے جلیل القدر پیش رووں کو عطا ہوئی تھیں اس لئے ان کے زمانہ خلافت میں جاہلیت کو اسلامی نظام اجتماعی میں گھس آنے کا موقعہ مل گیا۔

حضرت عثمان نے اپنا سردے کر اس خطرے کا راستہ روکنے کی کوشش کی مگر وہ نہ رکا اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور انہوں نے اسلام کے سیاسی اقتدار کو جاہلیت کے تسلط سے بچانے کی انتہائی کوشش کی مگر ان کی جان کی قربانی بھی اس انقلاب معکوس کو نہ روک سکی۔آخر خلافت علیٰ منہاج النبوت کا دور ختم ہوگیا ملک عضوض نے اس کی جگہ لے لی اور اس طرح حکومت کی اساس اسلام کے بجائے پھر جاہلیت پر قائم ہوگئی۔

حکومت پر قبضہ کرنے کے بعد جاہلیت نے مرض سرطان کی طرح اجتماعی زندگی میں اپنے ریشے بتدریج پھیلانے شروع کردیئے کیونکہ اقتدار کی کنجی اب اسلام کے بجائے اس کے ہاتھ میں تھی اور اسلام زور حکومت سے محروم ہونے کے بعد اس کے اثر ونفوذ کو بڑھنے سے نہ روک سکتا تھا۔سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ جاہلیت بے نقاب ہوکر سامنے نہ آئی تھی بلکہ ''مسلمان'' بن کر آئی تھی۔کھلے دہریے یا مشرکین وکفار سامنے ہوتے تو شاید مقابلہ آسان ہوتا۔مگر وہاں تو آگے آگے توحید ورسالت کا اقرار صوم وصلوٰۃ پر عمل قرآن وحدیث سے استشہاد تھا اور اس کے پیچھے جاہلیت اپنا کام کررہی تھی''۔(ص ۳۶ تا ۳۷)

یہ نقشہ مولانا موصوف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بیس پچیس سال بعد کا کھینچ رہے ہیں۔جب بقول ان کے ''جاہلیت'' نے اسلام کا نقاب اوڑھ کر اقتدار کی کنجیاں اپنے ہاتھ میں لے لیں اور عالم اسلام میں اسلام کے بجائے جاہلیت کا سکہ چلنے لگا تو اسلام اور مسلمانوں پر کیا

گزری؟ اس کی داستان مولانا ہمیں یوں سناتے ہیں۔

جاہلی امارت کی مسند اور جاہلی سیاست کی رہنمائی پر ''مسلمان'' کا جلوہ افروز ہونا جاہلی تعلیم کے مدرسے میں ''مسلمان'' کا معلم ہونا جاہلیت کی سجادہ پر ''مسلمان'' کا مرشد بن کر بیٹھنا' وہ زبردست دھوکہ ہے جس کے فریب میں آنے سے کم ہی لوگ بچ سکتے ہیں۔

اس معکوس انقلاب کا سب سے زیادہ خطرناک پہلو یہی تھا کہ اسلام کا نقاب اوڑھ کر تینوں قسم کی جاہلیتوں نے اپنی جڑیں پھیلانی شروع کر دیں اور ان کے اثرات روز بروز زیادہ پھیلتے چلے گئے۔

(۱) جاہلیت خالصہ نے حکومت اور دولت پر تسلط جمایا نام خلافت کا تھا اور اصل میں وہی بادشاہی تھی جس کو اسلام مٹانے کے لئے آیا تھا بادشاہوں کو الٰہ کہنے کی ہمت کسی میں باقی نہ تھی اس لئے "السلطان ظل الله" کا بہانہ تلاش کیا گیا اور اس بہانے سے وہی مطاع مطلق کی حیثیت پادشاہوں نے اختیار کی جو الٰہ کی ہوتی ہے۔

(۲) جاہلیت مشرکانہ نے عوام پر حملہ کیا اور توحید کے راستہ سے ہٹا کر ان کو ضلالت کی بے شمار راہوں میں بھٹکا دیا۔ ایک صریح بت پرستی تو نہ ہو سکتی تھی باقی کوئی قسم شرک کی ایسی نہ رہی جس نے ''مسلمانوں'' میں رواج نہ پایا۔

(۵) جاہلیت راہبانہ نے علماء مشائخ زہاد و پاکباز لوگوں پر حملہ کیا اور ان میں وہ خرابیاں پھیلانی شروع کر دیں جن کی طرف میں پہلے اشارہ کر آیا ہوں۔ اس جاہلیت کے اثر سے اشراقی فلسفہ راہبانہ اخلاقیات اور زندگی کے ہر پہلو میں مایوسانہ نقطہ نظر مسلم سوسائٹی میں پھیلا اور اس نے نہ صرف ادبیات اور علوم کو متاثر کیا بلکہ فی الواقع سوسائٹی کے اچھے عناصر کو ''مارفیا کا انجکشن'' دے کر سست کر دیا۔ بادشاہی کے جاہلی نظام کو مضبوط کیا اسلامی علوم وفنون میں جمود اور تنگ خیالی پیدا کی۔ اور ساری دینداری کو چند خاص مذہبی اعمال میں محدود کر کے رکھ دیا۔

مولانا کی اس ساری داستاں سرائی کو ایک بار پھر پڑھئے اور دل پر ہاتھ رکھ کر بتایئے کہ جب صحابہ وتابعین کی موجودگی میں جاہلیت نے اسلام کو پچھاڑ دیا اور اقتدار کی کنجیاں تب سے اب تک اسلام کو واپس نہیں مل سکیں تو امت مسلمہ سے زیادہ ناکام کوئی امت ہو سکتی ہے؟ آج کے دہریئے کمیونسٹ اور لادین عناصر جو اسلام کا مذاق اڑاتے ہیں کیا وہ ہی سب کچھ خود مولانا مودودی نہیں فرما رہے؟

اس کے بعد مولانا ''مجددین کی ضرورت'' کے زیر عنوان ہمیں بتاتے ہیں کہ:

''انہی تینوں اقسام کی جاہلیت کے ہجوم سے اسلام کو نکالنا اور پھر سے چمکا دینا وہ کام تھا جس

کے لئے دین کو مجددین کی ضرورت پیش آئی"۔

اور پھر صفحہ ۴۸ سے ۵۰ تک "کار تجدید" کے عنوان سے مولانا ان شعبوں کی تفصیل بتاتے ہیں جن میں تجدید کا کام ہونا چاہئے وہ انہی کے الفاظ میں حسب ذیل نو شعبے ہیں

(۱) اپنے ماحول کی صحیح تشخیص (۲) اصلاح کی تجویز (۳) خود اپنے حدود کا تعین

(۴) ذہنی انقلاب (۵) عملی اصلاح کی کوشش (۶) اجتہاد فی الدین

(۷) دفاعی جدوجہد (۸) احیائے نظام اسلامی (۹) عالمگیر انقلاب کی کوشش۔

ان نو شعبوں کی تشریح کے بعد وہ بتاتے ہیں کہ:۔

"ان شعبوں پر غائر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی تین مدات تو ایسی ہیں جو ہر اس شخص کے لئے ناگزیر ہیں جو تجدید کی خدمت انجام دے لیکن باقی چھ مدیں ایسی ہیں جن کا جامع ہونا مجدد ہونے کے لئے شرط نہیں بلکہ جس نے ایک یا دو تین یا چار شعبوں میں کوئی نمایاں کارنامہ انجام دیا ہو وہ بھی مجدد قرار دیا جا سکتا ہے۔ البتہ اس قسم کا مجدد جزوی ہوگا۔ کامل مجدد نہ ہوگا۔ کامل مجدد صرف وہ شخص ہو سکتا ہے جو ان تمام شعبوں میں پورا کام انجام دے کر وراثت نبوت کا حق ادا کردے"۔

سوال یہ ہے کہ اسلام کی جاہلیت کے نرغے سے نکالنے کے لئے اس امت میں کوئی کامل مجدد بھی ہوا یا نہیں؟ اور کسی بندہ خدا کو بھی "وراثت نبوت کا حق" ادا کرنے کی توفیق ملی یا نہیں؟ اس کا جواب مولانا مودودی نفی میں دیتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ:۔

"تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اب تک کوئی کامل مجدد پیدا نہیں ہوا ہے۔ قریب تھا کہ عمر بن عبدالعزیز اس منصب پر فائز ہو جاتے مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ ان کے بعد جتنے مجدد پیدا ہوئے ان میں سے ہر ایک نے کسی خاص شعبے میں یا چند شعبوں ہی میں کام کیا۔ مجدد کامل کا مقام ابھی تک خالی ہے۔ مگر عقل چاہتی ہے فطرت مطالبہ کرتی ہے اور دنیا کے حالات کی رفتار متقاضی ہے کہ ایسا "لیڈر" پیدا ہو خواہ اس دور میں پیدا ہو یا زمانے کی ہزاروں گردشوں کے بعد پیدا ہو۔ اسی کا نام "الامام المہدی" ہوگا۔

یہ ہے وہ خلاصہ جو میں نے ابتداء میں عرض کیا تھا کہ مولانا مودودی کی تنقیدی نظر میں آج تک کوئی مرد کامل اس امت میں پیدا نہیں ہوا۔ ظاہر ہے کہ آپ کسی شخص پر اعتماد تو جبھی کریں گے جب کہ اسے کسی درجے میں بھی "معیاری آدمی" سمجھیں گے جب مولانا کے نزدیک امت میں کوئی معیاری آدمی ہوا ہی نہیں تو وہ پوری امت کو تنقید سے بالاتر کیوں سمجھیں گے اور اس پر اعتماد کیوں کریں گے؟

البتہ مولانا مودودی اور ان کے رفقاء کی ہمت لائق داد ہے۔ مولانا ہمیں بتاتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ابتدائی دور سے لے کر اسلام پر جاہلیت کا قبضہ چلا آتا ہے۔ پادشاہ الٰہ بنے بیٹھے ہیں۔ عوام مشرکانہ جاہلیت کے دام میں گرفتار ہیں علماء مشائخ لوگوں کو ''مارفیا'' کے انجکشن دے رہے ہیں۔ اسلام جاہلیت کے چنگل میں پھڑ پھڑا رہا ہے مگر کوئی صحابی کوئی تابعی کوئی امام کوئی محدث کوئی مجدد ایسا نہیں اٹھتا جو آگے بڑھ کر جاہلیت سے اقتدار کی کنجیاں چھین لے۔ گویا چودہ سو سال کی پوری امت وراثت نبوت کا حق ادا کرنے سے محروم ہے وہ یا تو خود جاہلیت کے گماشتہ کی حیثیت سے کام کر رہی ہے یا جاہلیت کے فریب اور دھوکے میں مبتلا ہے۔ اس امت میں مجدد بھی آتے ہیں تو بس جزوی قسم کے کام کر کے چلے جاتے ہیں ان میں کرنے کا اصل کام ایک بھی نہیں کرتا۔ بلکہ مولانا کے بقول پوری امت ''وراثت نبوت کا حق ادا کرنے'' سے محروم رہتی ہے۔ بتایئے! اس سے بڑھ کر اس امت کے اپاہج اور بانجھ ہونے کی کوئی اور تعبیر ہو سکتی ہے؟ مولانا نے اس امت کی جو تصویر کھینچی ہے میں دوسروں کی بات نہیں کرتا کم از کم اپنے اسلاف کے بارے میں مولانا کا مرتب کردہ نقشہ دیکھ کر شرم کے مارے سر جھک جاتا ہے میں مولانا مودودی اور ان کے رفقاء کی حوصلہ مندی کی داد دیتا ہوں کہ ان ساری باتوں کے باوجود اس اپاہج امت میں اپنے آپ کو شمار کرتے ہوئے انہیں ذرا جھجک اور شرم محسوس نہیں ہوتی۔

مولانا نے امت مرحومہ کے بارے میں جن خیالات کا اظہار کیا ہے ان پر مفصل بحث کا موقعہ نہیں۔ مختصراً اتنا عرض کروں گا کہ اگر اس کہانی کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو یہ امت ''خیر امت'' نہیں رہتی۔ بلکہ نعوذ باللہ شر امت بن جاتی ہے۔ اس لئے مولانا کی یہ ساری کہانی ایک تخیلاتی کہانی ہے جو رافضی طرز فکر سے مستعار لی گئی ہے۔ اسلاف امت کو بدنام کرنے اور نئی نسل کا ذہنی رابطہ ان سے کاٹنے کے سوا اس کا کوئی مقصد اور کوئی نتیجہ نہیں۔ جو شخص مولانا مودودی کے تصورات وافکار پر ایمان بالغیب رکھتا ہو وہ ایسے صحیح سمجھتا ہے تو سمجھا کرے۔ لیکن جو شخص اسلام کی ابدیت' قرآن وسنت کی نصوص قطعیہ اور نبوت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صداقت پر ایمان رکھتا ہو وہ ایک لمحہ کے لئے بھی مولانا کی اس ژولیدہ فکری پر ایمان نہیں لا سکتا۔

میں یہ نہیں کہتا کہ گذشتہ صدیوں کی پوری امت فرشتہ صفت رہی۔ اور کسی فرد سے کبھی کوئی غلطی نہیں ہوئی نہ میں کجکلاہ بادشاہوں کجرو عوام یا کج طینت علمائے سوء اور دوکاندار صوفیوں کی وکالت کرنا چاہتا ہوں میں جس چیز کے خلاف احتجاج کر رہا ہوں وہ مولانا کی یہ منطق ہے کہ یہ امت مجموعی طور پر

اسلام کے بجائے جاہلیت کی نمائندہ بن گئی تھی اسلام اس کے نزدیک محض ثانوی چیز بن گیا تھا اور چند گنے چنے افراد ہی اپنی انفرادی زندگی میں اسلامی تعلیمات کے حامل تھے۔ مولانا کے بقول۔

''جو مقصد اصل انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا تھا اس کے لئے یہ دونوں چیزیں ناکافی تھیں نہ یہ بات کافی تھی کہ اقتدار جاہلیت کے ہاتھ میں ہو اور اسلام محض ایک ثانوی قوت کی حیثیت سے کام کرے اور نہ یہی بات کافی تھی کہ چند افراد یہاں اور چند وہاں محدود انفرادی زندگیوں میں اسلام کے حامل بنے رہیں اور وسیع تر اجتماعی زندگی میں اسلام اور جاہلیت کے مختلف النوع مرکبات پھیلے رہیں۔ لہٰذا دین کو ہر دور میں ایسے طاقت ور اشخاص گروہوں اور اداروں کی ضرورت تھی اور ہے جو زندگی کی بگڑی ہوئی رفتار کو بدل کر پھر سے اسلام کی طرف پھیر دیں''۔ (تجدید واحیائے دین)

مولانا صراحت کے ساتھ کہہ رہے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ربع صدی بعد میں پوری کی پوری امت انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کے اصلی مقصد کو فراموش کر بیٹھی تھی اور یہ ایک ایسا جرم ہے جو پوری امت اور اس کے تمام اکابر کو بدترین مجرم کی حیثیت دیتا ہے اس لئے دو باتوں میں سے ایک بہرحال غلط ہے یا تو مولانا مودودی انبیاء کرام علیہم السلام کے اصل مشن کو نہیں سمجھے یا انہوں نے اس امت کے بارے میں صحت فکر سے کام نہیں لیا اور نئی نسل کے سامنے صحابہ کرام تابعین عظام اور اکابر امت کو مجرم کی حیثیت سے پیش کر کے نہ صرف امت مرحومہ سے بلکہ خود اپنی سلامتی فکر سے بھی بے انصافی کی ہے۔ نئی نسل کو اسلاف امت سے بدظن کرنا کوئی ایسا بڑا کارنامہ نہیں جس کے لئے ہمیں مولانا مودودی کے قلم کی احتیاج ہوتی۔ یہ کام شیعہ روافض وغیرہ تو شروع ہی سے کرتے آ رہے تھے۔ جدید دور میں قادیانی' چکڑالوی' پرویزی' کیمونسٹ اور سارے ملاحدہ یہی کچھ کر رہے ہیں۔ جس کو کسی نئے فکر کی بنیاد ڈالنی ہو وہ سب سے پہلے اسلاف امت ہی سے ٹکراتا ہے۔ بدقسمتی سے یہی خدمت مولانا مودودی کے تیز رو قلم نے انجام دی ہے۔

مولانا مودودی اور مجددین امت

(۴) پوری امت کو اپاہج اور ناکارہ باور کرانے کے بعد امت کے جلیل القدر قائدین کے کارناموں میں کیڑے نکالنے بھی ضروری تھا۔ تاکہ نئی نسل کے دل ودماغ میں کسی بزرگ کی عقیدت واحترام کا داغ دھبہ باقی نہ رہے اور خدانخواستہ مولانا کا کوئی نیازمند اسلاف امت میں سے کسی کی ''ذہنی غلامی'' کا شکار نہ ہو جائے چنانچہ مولانا نے یہ فریضہ بھی بڑی بلند آہنگی سے انجام دیا۔ امت اسلامیہ میں چند ہی افراد ایسے تھے جن کا تجدیدی کارنامہ مولانا کے نزدیک لائق ذکر تھا۔ یعنی خلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیز ائمہ اربعہ (امام

ابوحنیفہؒ امام مالکؒ امام شافعیؒ امام احمد بن حنبلؒ) امام غزالیؒ امام ابن تیمیہؒ امام ربانی مجدد الف ثانی امام الہند شاہ ولی اللہ دہلویؒ امیر المومنین سید احمد بریلوی اور مولانا محمد اسماعیل شہید قدس اللہ اسرارہم۔

ہم سیدنا عمر بن عبدالعزیز کے بارے میں تو مولانا کا ارشاد پہلے گزر چکا ہے کہ ”قریب تھا کہ عمر بن عبدالعزیز اس منصب پر فائز ہو جاتے مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے“۔

ائمہ اربعہؒ کا کارنامہ ان کے نزدیک صرف یہ ہے کہ انہوں نے اصول دین سے اسلام کے قوانین کو تفصیلی شکل میں مرتب کر دیا لیکن مولانا کے بقول انبیاء علیہم السلام کے مشن کے لئے انہوں نے کچھ نہیں کیا۔ گویا کرنے کا جو اصلی کام تھا اس کو انہوں نے ہاتھ بھی نہیں لگایا۔

امام غزالیؒ کے بارے میں ارشاد ہے کہ: ”امام غزالیؒ کے تجدیدی کام میں علمی وفکری حیثیت سے چند نقائص بھی تھے اور وہ تین عنوانات پر تقسیم کئے جا سکتے ہیں۔ ایک قسم ان نقائص کی جو حدیث کے علم میں کمزور ہونے کی وجہ سے ان کے کام میں پیدا ہوئے دوسری قسم ان نقائص کی جو ان کے ذہن پر عقلیات کے غلبہ کی وجہ سے تھے اور تیسری قسم ان نقائص کی جو تصوف کی طرف ضرورت سے زیادہ مائل ہونے کی وجہ سے تھے“۔ (تجدید و احیائے دین)

امام غزالیؒ کے بعد شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا نام آتا ہے۔ ان کے تجدیدی کام کا اختتام یہاں ہوتا ہے۔

”تاہم یہ واقعہ ہے کہ وہ کوئی ایسی سیاسی تحریک نہ اٹھا سکے جس سے نظام حکومت میں انقلاب برپا ہوتا اور اقتدار کی کنجیاں جاہلیت کے قبضہ سے نکل کر اسلام کے ہاتھ میں آ جاتیں“۔

ابن تیمیہؒ کے بعد مجدد الف ثانیؒ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سید احمد شہیدؒ اور مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ کے تجدیدی کارناموں کی تفصیل ذکر کرنے کے بعد ارشاد ہوتا ہے۔

”پہلی چیز جو مجھ کو حضرت مجدد الف ثانیؒ کے وقت سے شاہ صاحب اور ان کے خلفاء تک کے تجدیدی کام میں کھٹکی ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے تصوف کے بارے میں مسلمانوں کی بیماری کا پورا اندازہ نہیں لگایا اور نادانستہ ان کو پھر وہی غذا دیدی جس سے مکمل پرہیز کرانے کی ضرورت تھی۔ حاشا کہ مجھے فی نفسہ اس تصوف پر اعتراض نہیں ہے جو ان حضرات نے پیش کیا وہ بجائے خود اپنی روح کے اعتبار سے اسلام کا اصل تصوف ہے اور اس کی نوعیت احسان سے کچھ مختلف نہیں لیکن جس چیز کو میں لائق پرہیز کہہ رہا ہوں وہ متصوفانہ رموز و اشارات اور متصوفانہ زبان کا استعمال اور متصوفانہ طریقے سے مشابہت رکھنے والے طریقوں کو جاری رکھنا ہے۔“

مولانا کو تصوف کے نام اس کی اصطلاحات اور اس کے طور وطریق سے چڑ ہے۔ وہ ان اکابر

کے تصوف کو ''غیر اسلامی'' کہنے کی جرات تو کر نہیں سکتے مگر ان کے تصوف کا مذاق اڑاتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ''پس جس طرح پانی جیسی حلال چیز بھی اس وقت ممنوع ہو جاتی ہے جب وہ مریض کے لئے نقصان دہ ہو اسی طرح یہ قالب بھی مباح ہونے کے باوجود اسی بناء پر قطعی چھوڑ دینے کے قابل ہو گیا ہے اس لباس میں مسلمانوں کو ''افیون کا چسکا لگایا گیا ہے اور اس کے قریب جاتے ہی ان مزمن مریضوں کو پھر وہی ''چینا بیگم'' یاد آ جاتی ہے جو صدیوں تک ان کو تھپک تھپک کر سلاتی رہی ہے''۔

''مسلمانوں کے اس مرض سے نہ حضرت مجدد ناواقف تھے نہ شاہ صاحب دونوں کے کلام میں اس پر تنقید موجود ہے مگر غالباً اس مرض کی شدت کا انہیں پورا اندازہ نہ تھا یہی وجہ ہے کہ دونوں بزرگوں نے ان بیماروں کو پھر وہی غذا دے دی جو اس مرض میں مہلک ثابت ہو چکی تھی اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ دونوں کا حلقہ پھر اسے پرانے مرض سے متاثر ہوتا چلا گیا''

''اگرچہ مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ کر ٹھیک وہی روش اختیار کی جو ابن تیمیہؒ کی تھی لیکن شاہ ولی اللہ صاحب کے لٹریچر میں تو یہ سامان موجود تھا جس کا کچھ اثر شاہ اسماعیل شہید کی تحریروں میں بھی باقی رہا اور پیری مریدی کا سلسلہ بھی سید صاحب کی تحریک میں چل رہا تھا اس لئے ''مرض صوفیت'' کے جراثیم سے یہ تحریک پاک نہ رہ سکی۔''

یہ امت محمدیہ کے وہ اکابر ہیں جن کو پوری امت کے چیدہ اور منتخب افراد کی حیثیت میں مولانا نے پیش کیا ہے ان کے بارے میں مولانا نے جو تنقید کی ہے کوئی احمق ہی ہوگا جو مولانا کی تنقید کو حق بجانب سمجھنے کے بعد ان اکابر پر اعتماد کرے اور ان کی روش کو لائق تقلید سمجھے۔ مولانا نے ''تجدید'' کے جن نو شعبوں کا تذکرہ کیا ہے اسے ایک بار پھر پلٹ کر دیکھ لیجئے۔ ان میں سب سے پہلے نمبر پر مولانا نے ''اپنے ماحول کی صحیح تشخیص'' کو ذکر کیا تھا اور حافظ ابن تیمیہ کو مستثنیٰ کرنے کے بعد امام غزالیؒ سے شاہ اسماعیل شہیدؒ تک تمام اکابر کے بارے میں ان کی رائے یہ ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کے مرض کا صحیح اندازہ ہی نہیں لگایا بلکہ انہیں پھر ''مارفیا کے انجکشن'' دیتے رہے۔ ان دونوں باتوں کو ایک ساتھ ملاحظہ کیجئے تو معلوم ہوگا کہ یہ حضرات مجدد تو کیا ہوتے اس کی پہلی شرط کو پورا کرنے کی صلاحیت سے بھی محروم تھے کیونکہ یہ تمام اکابر خود صوفی تھے اور مولانا کے نزدیک ''صوفیت'' ہی مسلمانوں کی اصل بیماری ہے۔ گویا یہ حضرات تو خود ہی صوفیت کے مریض تھے اور ''چینا بیگم'' سے شغل فرماتے تھے وہ امت مسیحائی کیا کرتے۔ جب اس امت کے ان چیدہ و برگزیدہ افراد کا یہ حال ہے جنہیں دنیا مجدد اسلام مانتی ہے اور جن کی عظمت کے سامنے خود مولانا کے قلم کا سر بھی خم ہے تو امت کے باقی علماء و صلحاء کا کیا حال ہوگا؟ اس کا اندازہ مولانا مودودی کے

نقطہ نظر سے خود ہی کر لیجئے۔ ع قیاس کن زگلستان من بہار مرا

مولانا مودودی اور اسلامی علوم

(۵) جب پوری امت کے اکابر مولانا مودودی اور ان کے نیازمندوں کے اعتماد واحترام سے محروم ہوئے تو ان کے ذریعہ اور واسطہ سے جو اسلامی علوم ہم تک پہنچے ان پر اعتماد کیسے ممکن تھا؟ چنانچہ مولانا نے علوم اسلامی میں سے ایک ایک کا نام لے کر اس پر بے اعتمادی کا اظہار فرمایا۔ اپنے نیازمندوں کے ذہن میں یہ بات خوب اچھی طرح راسخ کر دی کہ تمام اسلامی علوم میں نئے اجتہاد کی ضرورت ہے۔

مولانا مودودی اور علم تفسیر

علم تفسیر کے بارے میں وہ لکھتے ہیں: "قرآن کے لئے کسی تفسیر کی حاجت نہیں۔ ایک اعلیٰ درجہ کا پروفیسر کافی ہے جس نے قرآن کا بہ نظر غائر مطالعہ کیا ہو اور جو جدید طرز پر قرآن پڑھانے اور سمجھانے کی اہلیت رکھتا ہو وہ اپنے لیکچروں سے انٹرمیڈیٹ میں طلبہ کے اندر قرآن فہمی کی ضروری استعداد پیدا کرے گا پھر بی اے میں ان کو پورا قرآن اس طرح پڑھا دے گا کہ وہ عربیت میں بھی کافی ترقی کر جائیں گے اور اسلام کی روح سے بھی بخوبی واقف ہو جائیں گے" (تنقیحات)

مولانا مودودی علم حدیث

علم حدیث کے بارے میں تفہیمات میں صفحہ ۲۸۷ سے صفحہ ۲۹۸ تک "مسلک اعتدال" کے عنوان سے مولانا کا ایک مضمون ہے اس میں موصوف نے جن خیالات کا اظہار فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی حدیث کا "صحیح" ہونا حضرات محدثین کی تصریح پر موقوف نہیں بلکہ دراصل مزاج شناسی رسول پر موقوف ہے۔ مشہور منکر حدیث مسٹر غلام احمد پرویز نے ایک موقعہ پر لکھا تھا کہ حدیث کے بارے میں میری رائے بھی اس سے زیادہ سخت نہیں جو مولانا نے ظاہر فرمائی ہے۔ مولانا کی رائے کا خلاصہ انہی کے الفاظ میں یہ ہے۔

"محدثین رحمہم اللہ کی خدمات مسلم یہ بھی مسلم کی نقد حدیث کے لئے جو مواد انہوں نے فراہم کیا ہے وہ صدر اول کے اخبار و آثار کی تحقیق میں بہت کارآمد ہے کلام اس میں نہیں بلکہ صرف اس امر میں ہے کہ کلیۃً ان پر اعتماد کرنا کہاں تک درست ہے؟ وہ بہرحال تھے تو انسان ہی انسانی علم کے لئے جو حدیں فطرۃ اللہ نے مقرر کر رکھی ہیں ان سے آگے تو وہ نہیں جا سکتے تھے۔ انسانی کاموں میں

جو نقص فطری طور پر رہ جاتا ہے اس سے تو ان کے کام محفوظ نہ تھے۔ پھر آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ جس کو وہ صحیح قرار دیتے ہیں وہ حقیقت میں بھی صحیح ہے؟

چونکہ مولانا کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خاص عقیدت ہے اس لئے وہ صحابہ کرام پر جرح کا کوئی نہ کوئی موقع تلاش کر لیتے ہیں۔ احادیث کا مدار چونکہ راویوں پر ہے اور حدیث کے سب سے پہلے راوی چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے اس لئے حدیث کے سلسلہ سند کو مشکوک کرنے کے لئے دیگر راویان حدیث کے علاوہ خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر خاک اڑانا ضروری تھا۔ چنانچہ مولانا لکھتے ہیں:۔ ''اول تو راۃ کی سیرت اور ان کے حافظہ اور ان کی دوسری باطنی خصوصیات کے متعلق بالکل صحیح علم حاصل ہونا مشکل دوسرے خود وہ لوگ جو ان راویوں کے متعلق رائے قائم کرنے والے تھے انسانی کمزوریوں سے مبرا نہ تھے''۔

اس ضمن میں آگے لکھتے ہیں۔ ''ان سب سے بڑھ کر عجیب بات یہ ہے کہ بسا اوقات صحابہ رضی اللہ عنہم پر بھی بشری کمزوریوں کا غلبہ ہو جاتا تھا اور وہ ایک دوسرے پر چوٹیں کر جایا کرتے تھے''۔ (ص ۲۹۴)

چونکہ مولانا کے نزدیک علم حدیث لائق اعتبار نہیں جب تک کہ وہ ان کی مزاج شناسی رسول پر پورا نہ اترے اس لئے وہ صحیح مستند اور پوری امت کی مسلمہ احادیث تک کو بلا تکلف ٹھکرا دیتے ہیں۔ اس کی متعدد مثالیں میرے سامنے ہیں مگر طوالت کے خوف سے ان کو قلم انداز کرتا ہوں۔

مولانا مودودی اور علم فقہ

علم تفسیر وحدیث کے بعد علوم اسلامیہ میں سب سے اہم اور عظیم الشان علم فقہ ہے اس سے تو مولانا کو اس حد تک نفرت ہے کہ بعض اوقات وہ اس پر دوزخ کی وعیدیں تک سنا دیتے ہیں۔ ''حقوق الزوجین'' میں ایک بحث کے ضمن میں لکھتے ہیں۔

''قیامت کے روز حق تعالیٰ کے سامنے ان گناہگاروں کے ساتھ ساتھ ان کے دینی پیشوا بھی پکڑے ہوئے آئیں گے اور اللہ تعالیٰ ان سے پوچھے گا کہ کیا ہم نے تم کو علم وعقل سے اس لئے سرفراز کیا تھا کہ تم اس سے کام نہ لو کیا ہماری کتاب اور ہمارے نبی کی سنت تمہارے پاس اس لئے تھی کہ تم اس کو لئے بیٹھے رہو اور مسلمان گمراہی میں مبتلا ہوتے رہیں۔

ہم نے اپنے دین کو یسر بنایا تھا۔ تم کو کیا حق تھا کہ اسے عسر بنا دو۔ ہم نے قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا حکم دیا تھا تم پر یہ کس نے فرض کیا کہ ان دونوں سے بڑھ کر اپنے اسلاف کی پیروی

کرو۔ (گویا مولانا نے پہلے یہ طے کر رکھا ہے کہ امت اسلامیہ کے سلف صالحین قرآن وحدیث کی پیروی نہیں کرتے تھے بلکہ ان کے فتوے قرآن وحدیث کے خلاف ہوتے تھے۔ استغفر اللہ)

ہم نے ہر مشکل کا علاج قرآن میں رکھا تھا۔ تم سے کس نے کہا کہ قرآن کو ہاتھ نہ لگاؤ اور اپنے لئے انسانوں کی لکھی ہوئی کتابوں کو کافی سمجھو۔ اس باز پرس کے جواب میں امید نہیں کہ کسی عالم دین کو کنز الدقائق' ہدایہ اور عالمگیری کے مصنفین کے دامنوں میں پناہ مل سکے گی۔ البتہ جہلاء کو جواب دہی کرنے کا یہ موقعہ ضرور مل جائے گا کہ۔

رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ۔ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا (الاحزاب)

ان دونوں آیتوں کا ترجمہ مولانا مودودی نے تفہیم القرآن میں کیا ہے "اے رب ہمارے ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی اطاعت کی اور انہوں نے ہمیں راہ راست سے بے راہ کر دیا۔ اے رب! ان کو دوہرا عذاب دے اور ان پر سخت لعنت کر" (تفہیم القرآن جلد۴ص ۱۳۴ طبع ششم جون ۱۹۷۳ء) (حقوق الزوجین)

مولانا کی یہ پوری عبارت اسلاف امت اور فقہائے امت کے بارے میں ان کی قلبی کیفیت کا آئینہ ہے اس کے ایک ایک لفظ سے بغض ونفرت کی وہ کیفیت ٹپک رہی ہے جو کسی مسلمان کو ادنیٰ مسلمان سے نہیں ہوسکتی چہ جائیکہ اسلاف امت سے؟ قرآن کریم کی جو دو آیتیں مولانا نے اس مقام پر لکھی ہیں وہ کفار کے بارے میں ہیں کہ وہ قیامت کے دن خدا کے حضور یہ کہیں گے کہ یا اللہ! ہم کو انبیاء علیہم السلام کی دعوت پر لبیک کہنے سے ہمارے سرداروں اور بڑوں نے روکا تھا ہم ان کے زیر اثر تھے اس لئے اصل قصور ان کا ہے انہیں دوہرا عذاب دیجئے۔ اور ان کو سخت لعنت کا مورد بنایئے۔

اکابر امت کے بارے میں میں مولانا کی یہ تحریر پڑھتا ہوں تو مجھے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ مولانا یہ عبارت لکھتے وقت غنودگی کی حالت میں تھے یا وہ خارجیوں کی طرح اسلاف امت کو واقعۃً خارج اسلام ہی سمجھتے ہیں۔ کنز الدقائق' ہدایہ اور عالمگیری کے مصنفین تو (اپنی جلالت قدر کے باوجود) محض ناقل ہیں۔ ان کا جرم تو بس اتنا ہے کہ انہوں نے یہ مسائل اپنی اپنی کتابوں میں نقل کر دیئے ہیں۔ ورنہ یہ مسائل خود ان کے نہیں۔ بلکہ ائمہ اجتہاد (امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف' امام محمد رحمہم اللہ) کے ہیں جو انہوں نے قرآن وسنت سے نکالے ہیں۔ کیا مولانا کے نزدیک یہی اکابر "کافروں کے سردار" ہیں جن کو دوہرا عذاب دینے اور ان پر سخت لعنت کرنے کا قرآن کریم نے ذکر کیا ہے۔

صد حیف کہ آج کا ایک لکھا پڑھا آدمی جو بدقسمتی سے منصف اجتہاد کی بلندیوں سے ناآشنا ہے اور جس کے لئے ائمہ سلف کی عبارت کا صحیح سمجھنا اور اسے اپنی زبان میں منتقل کرنا بھی مشکل ہے وہ امت کے ائمہ اجتہاد کو ''کافروں کے سرداروں'' میں شامل کر دیتا ہے کیوں؟ محض اس لئے کہ اسے اپنی رائے کی تائید میں ائمہ اجتہاد کا کوئی فتویٰ نہیں ملتا۔ انصاف کیجئے کیا عقل و دانش کی رو سے صرف اتنی بات اس بات کا جواز پیدا کر دیتی ہے کہ اکابر امت کو اتنی بڑی گالی دے ڈالی جائے؟

میں قبل ازیں بتا چکا ہوں کہ اس علم نما جہل کے دور میں دین پر ثابت قدم رہنے کے لئے اسلاف امت اور ائمہ اجتہاد کی انگلی پکڑ کر چلنا لازم ہے یہ سہارا نہ ہو تو آج کا علم آدمی کے دین و ایمان کی حفاظت کے لئے کافی نہیں کیونکہ اگر اسلاف امت پر اعتماد نہ کیا جائے تو شیطان بہت جلد آدمی کے نفس امارہ کو علم کے ٹٹو پر سوار کر کے ہوا و ہوس کی وادیوں میں بھٹکا دیتا ہے اور کسی کو پرویز کسی کو چکڑالوی اور کسی کو غلام احمد قادیانی بنا دیتا ہے۔ لیکن صد حیف! کہ مولانا مودودی اسلاف امت کی اتباع کو جو تریاق ایمان ہے ہر گناہ سے بڑا گناہ ٹھہراتے ہیں۔ اور ''ذہنی غلامی'' کہہ کر اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

''میرے نزدیک صاحب علم آدمی کے لئے تقلید ناجائز اور گناہ بلکہ اس سے بھی کچھ شدید تر چیز ہے۔ مگر یہ یاد رہے کہ اپنی تحقیق کی بنا پر کسی ایک سکول کے طریقے اور اصول کی اتباع کرنا اور چیز ہے اور تقلید کی قسم کھا بیٹھنا بالکل دوسری چیز ہے اور یہی آخری چیز ہے جسے میں صحیح نہیں سمجھتا''۔ (رسائل و مسائل)

مولانا کی یہ رائے بھی خود رائی ہے اور اس غلط رائے کا اصل منشا یہ غلطی ہے کہ مولانا ہر حرف خواں کو صاحب علم سمجھتے ہیں اور ہر صاحب علم کو مجتہد کا منصب تفویض کرتے ہیں حالانکہ یہ دونوں باتیں غلط ہیں مولانا نے اگر ذرا بھی غور و تامل سے کام لیا ہوتا تو انہیں نظر آتا کہ اجتہاد کا مقام بہت بلند ہے یہی وجہ ہے کہ چوتھی صدی کے بعد مجدد الف ثانیؒ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تک پوری امت تقلید پر متفق چلی آتی ہے کیا یہ سارے اکابر مولانا کے نزدیک ''صاحب علم آدمی'' نہیں تھے؟ اور کیا وہ ائمہ اجتہاد کی تقلید کر کے مولانا کے بقول ''ناجائز گناہ بلکہ اس سے کچھ شدید تر چیز کے مرتکب تھے؟

اصل بات وہی ہے جس کو میں عرض کرتا آرہا ہوں کہ مولانا کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر بعد کی صدیوں تک کے اکابر امت میں سے کسی پر اعتماد نہیں۔ اس لئے ان کے واسطے سے جو علوم نبوت ہم تک پہنچے ہیں مولانا ان پر بھی اعتماد کرنے کو تیار نہیں۔

علم فقہ کے بعد دین کا ایک اہم ترین شعبہ جس کو پورے دین کی روح کہنا بے جا نہ ہو گا علم

تصوف ہے۔ جس کو حدیث جبرئیل علیہ السلام میں ''احسان'' کے لفظ سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تین فرائض نبوت بیان کئے گئے ہیں

(۱) آیات کی تلاوت (۲) کتاب وحکمت کی تعلیم (۳) تزکیہ۔ یہ تینوں فرائض اپنی جگہ اہم ترین مقاصد ہیں۔ مگر ان میں بھی الاہم فالاہم کی ترتیب ہے۔ چنانچہ تلاوت آیات تمہید ہے تعلیم کتاب وحکمت کی اور تعلیم کتاب وحکمت تمہید ہے تزکیہ کی۔ گویا نبوت کا کام تلاوت آیات سے شروع اور تزکیہ پر ختم ہوتا ہے۔ اس لئے مقاصد نبوت میں سب سے بڑا سب سے عالی سب سے اہم اور غایت الغایات مقصد تزکیہ ہے۔ جسے دوسرے الفاظ میں تعمیر سیرت یا انسان سازی کہا جاتا ہے۔ بلاشبہ تلاوت آیات بھی ایک اہم مقصد ہے۔ کوئی شک نہیں کہ کتاب وحکمت کی تعلیم بھی بہت بڑا عالی شان منصب ہے۔ لیکن یہ دونوں چیزیں اپنی جگہ اہم مقصد ہونے کے باوجود تزکیہ کے لئے تمہید اور مقدمہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ شاید یہی نکتہ ہے کہ قرآن کریم میں ان کا سہ گانہ فرائض نبوت کا ذکر کرتے ہوئے تلاوت آیات کو ہمیشہ مقدم رکھا گیا ہے۔ جبکہ تزکیہ کو ایک جگہ تعلیم کتاب وحکمت سے موخر کیا ہے۔ اس کے علاوہ ہر جگہ اسے مقدم کیا گیا ہے۔ یا اشارہ ہے کہ تلاوت آیات کے بغیر نبوت کے کام کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا اور یہ کہ علوم نبوت کا اول وآخر اور مبدا وغایت تزکیہ ہے۔ واللہ اعلم۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی بیک وقت ان تمام فرائض کی متکفل تھی۔ آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خود قرآن کریم کے الفاظ بھی پڑھاتے تھے۔ اس کے مفہوم ومعانی اور احکام ومسائل کی تعلیم بھی دیتے تھے اور ان کا تزکیہ اور اصلاح وتربیت فرماتے تھے۔

آپ کے بعد جب یہ وراثت نبوت امت کے سپرد ہوئی تو ان تینوں شعبوں پر الگ الگ کام ہونے لگا۔ اگرچہ اکابر امت میں بہت سی ہستیاں ایسی بھی ہوئیں جو بیک وقت تینوں کی جامع تھیں۔ مگر عام طور پر تلاوت آیات کا شعبہ ایک مستقل جماعت نے سنبھالا۔ تعلیم کتاب وحکمت کے مختلف النوع شعبوں کے الگ الگ رجال کار پیدا ہوئے اور ایک جماعت اصلاح وتربیت اور تزکیہ نفوس کی خدمت میں لگ گئی جن اکابر امت نے اپنے آپ کو اس تیسرے شعبے کے لئے وقف کر دیا وہ صوفیاء کرام اور پیران طریقت کے نام سے معروف ہوئے اور ان کا شعبہ کا نام ''سلوک وتصوف'' ٹھہرا۔

اس مختصر سی وضاحت سے معلوم ہوا ہو گا کہ تصوف شریعت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الف الف صلوٰۃ والسلام) سے کوئی الگ چیز نہیں اور نہ صوفیاء کرام ہی کسی اور جہان کی مخلوق ہیں۔ جن کے نام سے بدکا جائے بلکہ تصوف وراثت نبوت کا ایک مستقل شعبہ اور وظائف نبوت میں سے ایک مستقل وظیفہ ہے

اور صوفیاء کرام اس وراثت نبوت کے امین اور اس عظیم الشان شعبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم اور آپ کے جانشین ہیں اور یہ شعبہ اس قدر اہم اور اتنا نازک ہے کہ نہ اس کے بغیر مقاصد نبوت کی تکمیل ہوتی ہے اور نہ یہ امت ہی اپنے اس فریضہ سے عہدہ برآ ہوتی ہے جو اس کے ذمہ عائد کیا گیا ہے۔

حضرات صوفیاء کرام پوری امت کی جانب سے تشکر و امتنان اور جزائے خیر کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس نازک ترین فریضہ کو سنبھالا اور نہایت خاموشی اور یکسوئی کے ساتھ افراد امت کی اصلاح و تربیت تزکیہ نفوس اور انسان سازی کا کام کیا اگر یہ نہ ہوتا تو یہ امت وراثت نبوت کے اس شعبہ سے محروم عالم نما جاہلوں کی بھیڑ ہوتی۔

امت کو اگر میدان جہاد میں سربکف جانبازوں کی ضرورت ہے اگر مکاتب و مدارس اور دانش کدوں میں لائق اساتذہ کی ضرورت ہے اگر ایوان عدالت میں عدل پرور قاضیوں اور ججوں کی ضرورت ہوتی ہے اگر سائنس اور ٹیکنالوجی کے شعبہ میں تحقیق کرنے والوں کی ضرورت ہے اگر ہر شعبہ زندگی کو زندہ و توانا رکھنے کے لئے الگ الگ متخصصین کی ضرورت ہے تو یقیناً انسان سازی کے کارخانوں میں انسانوں کو انسان بنانے والوں کی ضرورت ہے انسان سازی کے یہ کارخانے خانقاہیں ہیں۔ اور جو حضرات انسان سازی کا کام کر رہے ہیں انہیں صوفیاء کہا جاتا ہے۔ میری طرح مولانا مودودی نے چونکہ اس کوچہ میں گھوم پھر کر نہیں دیکھا ادھر بدقسمتی سے زمانے کی فضا کچھ ایسی ہے کہ دنیا کو انسان کے گرد و پیش پھیلی ہوئی چیزوں کی ضرورت تو نظر آتی ہے مگر خود "انسان" کی انسانیت کو ایک بے ضرورت چیز سمجھ لیا گیا ہے۔ اس لئے عام ذہن یہ بن گیا ہے کہ صوفیاء کرام اور ان کی خانقاہیں دنیا کی سب سے زیادہ بے ضرورت چیز ہیں۔ آخر اس ترقی کے دور میں انہوں نے انسان سازی کی فیکٹریاں کیوں کھول رکھی ہیں؟ زمانے کی اس فضا سے متاثر ہو کر مولانا مودودی بھی صوفیائے کرام سے بے حد ناراض ہیں اور وہ علم تصوف کا ایسا مذاق اڑاتے ہیں جس کی توقع کم از کم کسی عالم دین سے نہیں کی جا سکتی وہ سمجھتے ہیں کہ جس نے قرآن و حدیث کے نقوش پڑھ لئے اس کی اصلاح آپ سے آپ ہو جاتی ہے اور اسے کسی کے جوتوں میں جا کر بیٹھنے کی ضرورت نہیں حالانکہ اگر حرف خوانی کا نام علم ہوتا اور اگر اسی سے اصلاح و تزکیہ ہو جایا کرتا تو امام غزالیؒ کو نظامیہ چھوڑ کر مارے مارے پھرنے اور المنقذ من الضلال" میں اپنی سرگزشت لکھنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ اگر علم صرف "خواندان" کا نام ہوتا تو آج کے مغربی مستشرقین مولانا سے زیادہ وہ عالم کہلانے کے مستحق ہوتے۔

مولانا مودودی اور علم تصوف

(۶) چونکہ مولانا مودودی کی نظر میں پوری امت نالائق اعتماد اور اس کے ذریعہ حاصل

ہونے والے سارے علوم محل نقد ونظر تھے اس لئے مولانا کو دین فہمی کے لئے صرف اپنے علم وفہم اور اپنی صلاحیتوں پر انحصار کرنا پڑا: وہ لکھتے ہیں۔

''میں اپنا دین معلوم کرنے کے لئے چھوٹے یا بڑے علماء کی طرف دیکھنے کا محتاج نہیں ہوں بلکہ خود خدا کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت سے معلوم کرسکتا ہوں کہ دین کے اصول کیا ہیں اور یہ بھی تحقیق کرسکتا ہوں کہ اس ملک میں جو لوگ دین کے علمبردار سمجھے جاتے ہیں وہ کسی خاص مسئلہ میں صحیح مسلک اختیار کررہے ہیں یا غلط؟ اس لئے میں اپنی جگہ پر مجبور ہوں کہ جو کچھ قرآن وسنت سے حق پاؤں اسے حق سمجھوں بھی اور اس کا اظہار بھی کردوں''۔ (روئداد اجتماع جماعت اسلامی)

دین فہمی یا خود رائی

''میں نے دین کو حال یا ماضی کے اشخاص سے سمجھنے کے بجائے ہمیشہ قرآن وسنت ہی سے سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ اس لئے میں نے کبھی یہ معلوم کرنے کے لئے کہ خدا کا دین مجھ سے اور ہر مومن سے کیا چاہتا ہے یہ دیکھنے کی کوشش نہیں کی کہ فلاں اور فلاں بزرگ کیا کہتے ہیں اور کیا کرتے ہیں بلکہ صرف یہ دیکھنے کی کوشش کرتا ہوں کہ قرآن مجید کیا کہتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کہا''۔ (روئداد جماعت اسلامی)

بغیر واسطہ اسلاف کے دین فہمی کی کوشش ہی دراصل ان تمام فتنوں کی جڑ ہے جو آج ہمارے گردوپیش میں منڈلا رہے ہیں ہمیں بتایا یہ جاتا ہے کہ ہم قرآن وسنت سے دنیا دین معلوم کررہے ہیں لیکن ہوتا یہ ہے کہ برعکس اس کے اسلاف امت سے بے نیاز ہوکر لوگ قرآن وسنت کو ''معیار حق'' بنانے کے بجائے دراصل اپنے فکر وفہم کو ''معیار حق'' قرار دیتے ہیں۔ مثلاً مسٹر غلام احمد پرویز کا یہ دعویٰ ہے کہ ان کے تمام نظریات کی بنیاد کتاب وسنت پر ہے (پرویز صاحب حدیث کو نہیں مانتے مگر ''سنت'' کو ماننے کا دعویٰ وہ بھی کرتے ہیں'' قادیانی امت کا دعویٰ ہے کہ وہ جو کچھ کہتی ہے قرآن وسنت سے کہتی ہے اور ٹھیک یہی دعویٰ مولانا مودودی کا ہے کہ وہ جو کچھ لیتے ہیں بلاواسطہ قرآن وسنت سے لیتے ہیں۔ یہ تین فریق جو اپنے نظریات کے کتاب وسنت پر مبنی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ لفظی طور پر قرآن وسنت کے ماننے سے ان میں سے کسی کو انکار نہیں۔ بحث یہ ہے کہ قرآن وسنت کے نام سے ہمارے سامنے جو کچھ پیش کیا جاتا ہے وہ صحیح ہے یا غلط؟ اس کے جانچنے کا معیار ہمارے پاس کیا ہے؟ ہم کس کسوٹی پر پرکھ کر یہ کہہ سکتے ہیں کہ مولانا مودودی کے نظریات صحیح ہیں۔

اور مسٹر پرویز اور قادیانی امت کے نظریات غلط ہیں؟ یہ کسوٹی اور یہ معیار اسلاف امت کا فہم ہے۔ یعنی قرآن وسنت کا جو مفہوم سلف صالحین اور اکابر امت نے سمجھا وہ صحیح ہے۔

اور جو اس کے خلاف ہو وہ غلط ہے۔ اس کے برعکس قادیانی پرویز اور خود مولانا مودودی اس معیار کے قائل نہیں وہ اس پیمانے کو توڑ دینا چاہتے ہیں اور دین فہمی میں حال یا ماضی کے اشخاص کے زیر بار احسان نہیں رہنا چاہتے۔ بلکہ براہ راست قرآن وسنت سے انہیں جو کچھ سمجھ آئے اسے "دین" سمجھنے پر بضد ہیں کتاب وسنت سے براہ راست جو کچھ انہوں نے سمجھا ہے وہ ان کے نزدیک حق ہے اور جو اس کے خلاف ہو وہ باطل ہے۔ گویا حق وباطل کا اصل معیار قرآن وسنت نہ ہوا بلکہ قرآن وسنت کا وہ فہم ہوا جس کا ہر ایک کو دعویٰ ہے۔

یہ ہے وہ اصل نکتہ جس پر مولانا مودودی سے مجھے اختلاف ہے میرے نزدیک "معیار حق" قرآن وسنت کا وہ فہم ہے جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانے سے آج تک نسلاً بعد نسل متوارث چلا آتا ہے اور مولانا مودودی کے نزدیک حال یا ماضی کے اشخاص کو درمیان میں واسطہ بنانا ہی غلط ہے۔ اس لئے ان کے نزدیک "معیار حق" خود ان کا ذاتی فہم ہے جو براہ راست انہیں قرآن وسنت میں حاصل ہے۔

اسلام یا سیاسی تحریک

سلف صالحین کے بجائے خود اپنی ذاتی رائے اور ذاتی علم وفہم پر اعتماد کا نتیجہ یہ ہونا چاہئے تھا کہ سلف صالحین کے نزدیک دین کا جو تصور تھا مولانا کا دینی تصور اس سے مختلف ہوتا۔ سلف صالحین قرآن حکیم کو جس نقطہ نظر سے دیکھتے تھے مولانا کا زاویہ نظر اس سے الگ ہوتا۔ ان اکابر کی نظر میں دین کا جو خاکہ جو نقشہ اور جو نظام تھا مولانا کے ذہن میں دین کا خاکہ اس سے جدا ہوتا ایسا ہونا ایک ناگزیر امر تھا اور یہی ہوا۔

مولانا مودودی کے نزدیک دین اسلام ایک سیاسی تحریک کا نام ہے جو زمین پر خدا تعالیٰ کا اقتدار اعلیٰ قائم کرنے کے لئے برپا کی گئی۔ مولانا لکھتے ہیں۔

"اسلامی تحریک میں ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ تنہا لیڈر ہیں جن کی زندگی میں ہم کو اس تحریک کی ابتدائی دعوت سے لے کر اسلامی اسٹیٹ کے قیام تک اور قیام کے بعد اس اسٹیٹ کی شکل ودستور تک ایک ایک مرحلے اور ایک ایک پہلو کی پوری پوری تفصیلات اور نہایت مستند تفصیلات ملتی ہیں"۔

''اس دوران میں تحریک کے ''لیڈر'' نے اپنی تحریک کے اصول کا اور ہر اس چیز کا جس کے لئے یہ تحریک اٹھی تھی پورا پورا مظاہرہ کیا ہے''۔

''مگر جس لیڈر کو اللہ نے رہنمائی کے لئے مقرر کیا تھا اس نے دنیا کے اور خود اپنے ملک کے ان بہت سے مسائل میں سے کسی ایک مسئلہ کی طرف بھی توجہ نہ دی (اسی فلسفہ کی روشنی میں مولانا انگریز کے خلاف آزادی کی تحریک میں حصہ نہیں لیتے تھے بلکہ حصہ لینے کو بھی غلط سمجھتے تھے) بلکہ دعوت اس چیز کی طرف دی کہ خدا کے سوا تمام الٰہوں کو چھوڑ دو اور صرف اسی اللہ کی بندگی قبول کرو''۔ (اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوتی ہے ص۲۳ص۲۴ص۳۲)

اسلام کو ایک سیاسی تحریک کی حیثیت سے پیش کرنا اور انبیاء کرام علیہم السلام کو اس تحریک کے ''لیڈر'' قرار دینا دین کا وہ تصور ہے جس سے اس کی روح مسخ ہو کر رہ جاتی ہے اور اس کا پورا نظام کچھ کا کچھ بن جاتا ہے۔ مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور ارشاد گرامی ہے جس کو ہر عام و خاص جانتا ہے کہ اسلام کی بناء پانچ چیزوں پر ہے۔ (۱) کلمہ شہادت کا اقرار (۲) نماز قائم کرنا (۳) زکوٰۃ دینا (۴) بیت اللہ کا حج کرنا (۵) ماہ رمضان کے روزے رکھنا۔

اسلام کے پانچ بنیادی ارکان خود مقصود بالذات ہیں اور دین کا سارا نظام انہی پانچ کے گرد گھومتا ہے۔ حتیٰ کہ جہاد ہے تو ان پانچ کے لئے ہجرت ہے تو ان پانچ کی خاطر اور سیاست و حکومت ہے تو ان پانچ ارکان کے لئے دین کے باقی تمام اعمال واخلاق گویا انہی پانچ سے نکلتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں جو عظمت ان ارکان خمسہ کی ہے وہ کسی اور عمل کی نہیں۔ لیکن مولانا کے دینی خاکہ میں اصل الاصول زمین پر اسلام کی سیاست و حکمرانی قائم کرنا ہے اور دین کا سارا نظام عقائد' عبادات' اخلاق' معاملات' معاشرت حتیٰ کہ یہ ارکان خمسہ بھی اسی محور کے گرد گھومتے ہیں۔ مختصر الفاظ میں یوں کہا جائے کہ پورا دین خدا تعالیٰ کا نازل کردہ ایک سیاسی نظام ہے' جس کا مقصد حکومت الٰہیہ قائم کرنا ہے' یہ دین کی روح ہے اور باقی سب اس کے مختلف مظاہر یا اس کی ٹریننگ ہے۔ مولانا لکھتے ہیں۔

''سب سے پہلے یہ بات ذہن نشین کر لیجئے کہ اسلام محض چند منتشر خیالات اور منتشر طریق ہائے عمل کا مجموعہ نہیں ہے جس میں ادھر ادھر سے مختلف چیزیں ملا کر جمع کر دی گئی ہوں بلکہ یہ ایک باضابطہ نظام ہے جس کی بنیاد چند مضبوط اصولوں پر رکھی گئی ہے اس کے بڑے بڑے ارکان سے لے کر چھوٹے چھوٹے جزئیات تک ہر چیز اس کے بنیادی اصولوں کے ساتھ ایک منطقی ربط رکھتی ہے۔ انسانی زندگی کے تمام مختلف شعبوں کے متعلق اس نے جتنے قاعدے اور ضابطے مقرر کئے ان

سب کی روح اور ان کا جوہر اس کے اصول اولیہ ہی سے ماخوذ ہے ان اصول اولیہ سے پوری اسلامی زندگی اپنی مختلف شاخوں کے ساتھ بالکل اسی طرح نکلتی ہے جس طرح درخت میں آپ دیکھتے ہیں کہ بیج سے جڑیں۔ جڑوں سے تنہ اور تنہ سے شاخیں اور شاخوں سے پتیاں پھوٹتی ہیں اور خوب پھیل جانے کے باوجود اس کی ایک ایک پتی اپنی جڑ کے ساتھ مربوط رہتی ہے۔ پس آپ اسلامی زندگی کے جس شعبے کو سمجھنا چاہیں آپ کے لئے ناگزیر ہے کہ اس کی جڑ کی طرف رجوع کریں کیونکہ اس کے بغیر آپ اس کی روح کو نہیں پاسکتے'' (اسلامی ریاست)

دین کی اس جڑ اور روح کی نشاندہی کرتے ہوئے مولانا لکھتے ہیں۔

''انبیاء علیہم السلام نے انسانی زندگی کے لئے جو نظام مرتب کیا ہے اس کا مرکز ومحور اس کی روح اور اس کا جوہر یہی عقیدہ ہے اور اسی پر اسلام کے نظریہ سیاسی کی بنیاد بھی قائم ہے۔ اسلامی سیاست کا سنگ بنیاد یہ قاعدہ ہے کہ حکم دینے اور قانون بنانے کے اختیارات تمام انسانوں سے فرداً فرداً اور مجتمعاً سلب کر لئے جائیں اور کسی شخص کا یہ حق تسلیم نہ کیا جائے کہ وہ حکم دے اور دوسرے اس کی اطاعت کریں وہ قانون بنائے اور دوسرے اس کی پابندی کریں۔ یہ اختیار صرف اللہ کو ہے''۔

مولانا کے نزدیک سیاسی اقتدار قائم کرنا ہی اصل عبادت ہے اور نماز روزہ وغیرہ عبادات کی حیثیت محض فوجی مشقوں کی ہے وہ لکھتے ہیں:۔

''یہ ہے اس عبادت کی حقیقت جس کے متعلق لوگوں نے سمجھ رکھا ہے کہ وہ محض نماز روزہ اور تسبیح و تہلیل کا نام ہے اور دنیا کے معاملات سے اسے کوئی سروکار نہیں حالانکہ دراصل صوم وصلوٰۃ اور حج وزکوٰۃ اور ذکر وتسبیح انسان کو اس بڑی عبادت کے لئے مستعد کرنے والی تمرنیات ہیں''۔ (تفہیمات)

یہاں یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ دین اسلام کے مختلف شعبے ہیں جن کو عقائد عبادات اخلاق معاشرت معاملات اور سیاست کے بڑے بڑے عنوانات پر تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے سیاست بھی بلاشبہ دین کا ایک حصہ ہے۔ شریعت نے اس کے احکام وقوانین بھی دیئے ہیں مگر پورے دین کو ایک سیاسی تحریک بنا دینا اور اس کے سارے شعبوں کو اسی محور پر گھمانے کی کوشش کرنا اور عقائد وعبادات تک کو اسی سیاست کے خادم کی حیثیت دے ڈالنا اتنی خطرناک غلطی ہے جسے میں نرم سے نرم الفاظ میں ''فکری کجروی'' سے تعبیر کرنے سے مجبور ہوں۔ مولانا کی فکری کجروی ہی کا نتیجہ ہے کہ جن عبادات اور جن اخلاق کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے زیادہ اہمیت دی تھی جن کے بے شمار فضائل بیان فرمائے تھے اور جن پر جنت کی بشارتیں سنائی تھیں وہ

مولانا کی نظر میں نہ صرف ایک ثانوی مقصد بن کر رہ جاتے ہیں بلکہ مولانا ان عبارات کا اس طرح تمسخر اڑاتے ہیں کہ روح ایمان کانپ جاتی ہے ذرا سینے پر ہاتھ رکھ کر پڑھئے!

''خواص نے اس کے برعکس دوسرا راستہ اختیار کیا۔ وہ تسبیح و مصلیٰ لے کر حجروں میں بیٹھ گئے۔ خدا کے بندے گمراہی میں مبتلا ہیں۔ دنیا میں ظلم پھیل رہا ہے۔ حق کی روشنی پر باطل کی ظلمت چھا رہی ہے۔ خدا کی زمین پر ظالموں اور باغیوں کا قبضہ ہو رہا ہے۔ الٰہی قوانین کے بجائے شیطانی قوانین کی بندگی خدا کے بندوں سے کروائی جا رہی ہے۔ مگر یہ ہیں کہ نفل پر نفل پڑھ رہے ہیں۔ تسبیح کے دانوں کو گردش دے رہے ہیں۔ ہوحق کے نعرے لگا رہے ہیں قرآن پڑھتے ہیں محض ثواب تلاوت کی خاطر حدیث پڑھتے ہیں مگر صرف تبرکاً سیرت پاک اور اسوہ صحابہ رضی اللہ عنہم پر وعظ فرماتے ہیں مگر قصہ گوئی کا لطف اٹھانے کے سوا کچھ مقصود نہیں۔ دعوت الی الخیر اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور جہاد فی سبیل اللہ کا سبق نہ ان کو قرآن میں ملتا ہے نہ حدیث میں نہ سیرت پاک میں نہ اسوہ صحابہ میں کیا یہ عبادت ہے؟'' (تفہیمات)

میں یہاں اس پر بحث نہیں کرتا کہ علمائے امت نے کب دعوت الی الخیر امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور جہاد فی سبیل اللہ کے فریضہ سے کوتاہی کی ہے؟ میں اس بحث کو بھی چھوڑتا ہوں کہ مولانا اور ان کے نیازمندوں نے آج تک غلط سلط لٹریچر پھیلانے اور قوم کے نوجوانوں کو چند نعروں کے سلوگن دینے کے سوا وہ کون سا تیر مارا ہے جس سے ''خواص'' محروم رہے ہیں؟ میں اس بحث سے بھی قطع نظر کرتا ہوں کہ جب علمائے امت انگریزی طاغوت کے خلاف سینہ سپر ہو کر مصروف جہاد تھے اور قید و بند اور دار و رسن کی تاریخ خامہ و قرطاس سے نہیں بلکہ جہد و عمل سے لکھ رہے تھے۔ تب مولانا اور ان کے رفقاء ''حکومت الٰہیہ'' کے خلائی سفر پر تھے اور ان کو ایک دن کے لئے بھی طاغوت کے خلاف میدان جہاد میں اترنے کی توفیق نہیں ہوئی۔ بلکہ ان مجاہدین کے خلاف فتوے صادر فرماتے رہے۔ میں ان ساری باتوں کو یہاں چھوڑتا ہوں۔ میں یہاں صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر تقسیم کار کے طور پر اللہ کے کچھ بندے ذکر و تسبیح کی مشق کرانے میں لگے ہوئے ہوں کچھ قرآن کریم کی تلاوت و تعلیم کی خدمت میں انجام دے رہے ہوں۔ کچھ دینی علوم کے تحفظ کا فریضہ بجا لا رہے ہوں کچھ بقول آپ کے تسبیح و مصلیٰ لے کر حجروں میں بیٹھ گئے ہوں اور نفل پر نفل پڑھ کر امت محمدیہ کی دعاؤں سے مدد کر رہے ہوں۔

کیا آپ کے سیاسی اسلام میں یہ سب اس لئے گردن زدنی ہیں کہ وہ باہر سڑکوں پر نکل کر

''اسلامی نظام' اسلامی نظام'' کے نعرے کیوں نہیں لگاتے؟ میں بہ ادب پوچھنا چاہتا ہوں کہ آخر آپ ان کی کس بات کا مذاق اڑا رہے ہیں؟ کیا آپ کے نزدیک تسبیح و مصلیٰ نفل پر نفل تلاوت قرآن حدیث پاک کا درس وتدریس سیرت پاک اور اسوہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا وعظ یہ ساری چیزیں ایسی بے قیمت ہیں کہ آپ ان کا مذاق اڑانے لگیں؟

کیا آپ نے اپنے رسالہ ''ترجمان القرآن'' پڑھنے پر بھی کسی کا مذاق اڑایا ہے؟ کیا تلاوت قرآن کی اہمیت آپ کے رسالے کی تلاوت جتنی بھی نہیں؟ اسلامی عبادات کا مذاق اڑانے کے بارے میں فقہائے امت کی تصریحات واضح ہیں اور یہ حرکت اسی شخص سے صادر ہوسکتی ہے جس کا دل ایمان کے نور اور عبادت کی عظمت سے خالی ہو لیکن مولانا کے نزدیک اسلام ایک سیاسی تحریک کا نام ہے (لا دین الالسیاسۃ) اس لئے وہ کسی بڑی سے بڑی عبادت کو اس وقت تک کوئی اہمیت نہیں دیتے جب تک کہ وہ سیاسی تحریک کے لئے مفید نہ ہو۔ اس لئے وہ بات بات پر عبادات کا مذاق اڑاتے ہیں۔ ''تجدید واحیائے دین'' میں امام مہدی کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

''مسلمانوں میں جو لوگ ''الامام المہدی'' کے قائل ہیں وہ بھی ان متجددین سے جو اس کے قائل نہیں اپنی غلط فہمیوں میں کچھ پیچھے نہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ امام مہدی کوئی اگلے وقتوں کے مولویانہ یا صوفیانہ وضع قطع کے آدمی ہوں گے۔ تسبیح ہاتھ میں لئے یکا یک کسی مدرسے یا خانقاہ کے حجرے میں برآمد ہوں گے۔ آتے ہی انا المہدی کا اعلان کریں گے۔ علماء اور مشائخ کتابیں لئے پہنچ جائیں گے اور لکھی ہوئی علامتوں سے ان کے جسم کی شناخت وغیرہ کا مقابلہ کر کے انہیں شناخت کرلیں گے پھر بیعت ہوگی اور اعلان جہاد کر دیا جائے گا۔ چلے کھینچے ہوئے درویش اور پرانے طرز کے ''بقیۃ السلف'' ان کے جھنڈے تلے جمع ہوں گے تلوار تو محض شرط پوری کرنے کے لئے برائے نام چلانی پڑے گی۔ اصل میں سارا کام برکت اور روحانی تصرف سے ہوگا۔ پھونکوں اور وظیفوں کے زور سے میدان جیتے جائیں گے۔ جس کافر پر نظر ماردیں گے تڑپ کر بے ہوش ہو جائے گا اور محض بددعاء کی تاثیر سے ٹینکوں اور ہوائی جہازوں میں کیڑے پڑ جائیں گے''۔

میں کسی طرح یقین نہیں کر پاتا کہ ایسی سوقیانہ افسانہ طرازی کسی عالم دین کے قلم سے بھی نکل سکتی ہے مگر مولانا کو اہل اللہ کی شکل وصورت سے جو نفرت ہے اور ان کے اعمال واشغال سے جو بغض وعداوت ہے اس نے انہیں ایسے غیر سنجیدہ مذاق پر مجبور کر دیا ہے۔

کسی احمق نے ان سے کہا ہے کہ ''اصل میں سارا کام برکت اور تصرف سے ہوگا''؟ لیکن کیا

مولانا کہہ سکتے ہیں کہ سارا کام بغیر برکت اور تصرف کے ہو جائے گا؟ جس طرح انہوں نے ''الامام المہدی'' کی وضع قطع اور ان کی برکت و تصرف کا مذاق اڑایا ہے کیا یہی طرز فکر کوئی شخص نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اختیار کرے اور اسی طرح معاذ اللہ آپ کی وضع وقطع اور آپ کی برکت وتصرف کا مذاق اڑانے لگے تو مولانا مودودی اسے کیا جواب دیں گے؟ کیا مولانا انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات اور اولیاء اللہ کی کرامت کے بھی منکر ہیں؟

جنگ بدر کا جو میدان لشکر جرار کے مقابلے میں دو گھوڑوں آٹھ تلواروں اور تین سو تیرہ جانبازوں کے ذریعہ جیتا گیا تھا کیا وہ برکت وتصرف کے بغیر ہی جیت لیا گیا تھا؟ ''العریش'' میں خدا کا پیغمبر فداہ ابی و امی و روحی وجسدی صلی اللہ علیہ وسلم

جو ساری رات بلبلاتا رہا اور جس نے بے خودی اور ناز کی کیفیت میں خدا تعالیٰ کی بارگاہ صمدیت میں یہ تک کہہ دیا تھا۔ اللھم ان تھلک ھٰذہ العصباۃ فلن تعبدبعدالیوم (اے اللہ! اگر یہ مٹھی بھر جماعت ہلاک ہوگئی تو آج کے بعد تیری عبادت نہیں ہوگی)۔ کیا خدا کی نصرت اس ''برکت اور تصرف'' کے بغیر نازل ہوگئی تھی؟ اور ''شاھت الوجوہ'' کہہ کر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکریوں کی مٹھی پھینکی تھی جس کو قرآن کریم نے وَمَارَمَیْتَ اِذْرَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی (وہ مٹھی جب آپ نے پھینکی تھی تو دراصل آپ نے نہیں بلکہ اللہ نے پھینکی تھی)

کیا مولانا کے نزدیک یہ ''برکت وتصرف'' نہیں تھا؟ اگر مولانا ''الامام المہدی'' کی ''برکت وتصرف'' کا مذاق اڑاتے ہیں تو کیا کوئی دوسرا ملحد ذرا آگے بڑھ کر ''یوم الفرقان'' (جنگ بدر کا دن' جسے قرآن کریم نے فیصلے کا دن فرمایا ہے) اسی طرح افسانہ طرازی قرار دے کر اس کا مذاق نہیں اڑا سکتا؟ صد حیف! دین اور اہل دین کا اس سوقیانہ انداز میں مذاق اڑانے والے ''مفکر اسلام'' بنے بیٹھے ہیں ع ''تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو!''

امام مہدی جدید ترین لیڈر

اب ذرا ''الامام المہدی'' کے بارے میں مولانا کی رائے بھی سن لیجئے!

ارشاد ہوتا ہے:۔ ''میرا اندازہ یہ ہے کہ آنے والے اپنے زمانے میں بالکل ''جدید ترین طرز کا لیڈر'' ہوگا۔ وقت کے تمام علوم جدیدہ پر اس کو مجتہدانہ بصیرت حاصل ہوگی''۔ زندگی کے سارے مسائل مہمہ کو وہ خوب سمجھتا ہوگا عقلی وذہنی ریاست' سیاسی تدبر اور جنگی مہارت کے اعتبار سے وہ تمام

دنیا پر اپنا سکہ جما دے گا اور اپنے عہد تمام جدیدوں سے بڑھ کر جدید ثابت ہوگا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی جدتوں کے خلاف مولوی اور صوفی صاحبان ہی سب سے پہلے شورش برپا کریں گے"۔

یہاں اس امر سے بحث نہیں کہ ایک منصوص چیز جو ابھی پردہ مستقبل میں ہے اس کے بارے میں مولانا کو اپنی اٹکل اور اندازے سے پیش گوئی کرنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟ کیا وہ "الامام المہدی" کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کو کافی نہیں سمجھتے؟ اور یہ کہ مستقبل کے بارے میں کوئی پیش گوئی یا تو کشف والہام سے کی جاتی ہے یا فراست صحیحہ سے یا کچھ لوگ علم نجوم کے ذریعہ الٹی سیدھی ہانکتے ہیں۔ مولانا نے "الامام المہدی" کے بارے میں جو "اندازہ" لگایا ہے اس کی بنیاد آخر کس چیز پر ہے؟

اور میں مولانا کے اس اندیشہ کے بارے میں بحث نہیں کرتا کہ امام مہدی کی "جدتوں" کے خلاف غریب مولوی اور صوفی صاحبان ہی سب سے پہلے کیوں شورش برپا کریں گے۔ کیا مولانا کے خیال میں "الامام المہدی" کی یہ "جدتیں" دین کے مسائل میں ہوں گی یا دنیا کے انتظام میں؟ اگر دین کے مسائل میں ہوں گی تو وہ مجدد ہوں گے یا خود مولانا کی اصطلاح کے مطابق متجدد؟ اور اگر مولانا کی مفروضہ "جدتیں" دنیا کے انتظامی امور میں ہوں گی تو مولانا کو کیسے اندیشہ ہوا کہ غریب مولوی اور صوفی اس کی مخالفت کریں گے؟

ان تمام امور سے قطع نظر جو بات میں مولانا سے یہاں دریافت کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ بقول ان کے "الامام المہدی" کو برکت وتصرف کی تو ضرورت نہ ہوگی۔ نہ وہاں تسبیح وسجادہ کا گزر ہوگا نہ ذکر وتہلیل کا قصہ چلے گا بلکہ بقول مولانا کے الامام المہدی ایک ماڈرن قسم کے لیڈر ہوں گے علوم جدیدہ میں ان کو مجتہدانہ بصیرت ہوگی۔ زندگی کے مسائل مہمہ کو خوب خوب سمجھتے ہوں گے سیاست و ریاست اور جنگی تدبیروں میں ان کی دھوم مچی ہوگی۔ اس طرح وہ ساری دنیا پر اپنا سکہ جما دیں گے۔

سوال یہ ہے کہ مولانا کی ذات گرامی میں آخر کس چیز کی کمی ہے۔ یہ ساری باتیں جو مولانا نے "الامام المہدی" کے لئے لکھی ہیں ایک ایک کر کے ماشاء اللہ خود مولانا میں بھی پائی جاتی ہیں۔ وہ خدا کے فضل سے جدید ترین طرز کے لیڈر بھی ہیں۔ تمام علوم جدیدہ میں ان کو مجتہدانہ بصیرت بھی حاصل ہے۔ زندگی کے سارے مسائل مہمہ پر نہ صرف ان کی نظر ہے بلکہ ایک ایک مسئلے پر ان کے قلم نے لکھ لکھ کر کاغذوں کا ڈھیر لگا دیا ہے اور سیاسی تدبر کی ساری باتیں بھی انہوں نے ذہن سے

کاغذ پر منتقل کردی ہیں آخر کیا بات ہے کہ "الامام المہدی" کے بارے میں ذکر کردہ ساری صفات کے ساتھ متصف ہونے کے باوجود ان کی تحریک کاغذی گھوڑے دوڑانے سے آگے نہیں بڑھ سکی اور ساری دنیا پر کیا نصف صدی کی لگاتار خامہ فرسائی کے نتیجہ میں ایک پاکستان پر بھی ان کا سکہ نہ جم سکا اور پاکستان کیا ایک چھوٹی سی بستی میں (بلکہ اپنے منصورہ میں) بھی وہ آج تک حکومت الٰہیہ قائم نہ کرسکے۔ آخر الامام المہدی بقول مولانا کے کوئی مافوق الفطرت ہستی تو نہیں ہوں گے۔ اب اگر برکت وتصرف ذکر ودعا تسبیح ومصلی اور حق تعالیٰ سے مانگنا اور لینا یہ ساری صفات ان کی زندگی سے خارج کردی جائیں تو آخر وہ اپنی "جدتوں" کے کرشمے سے ساری دنیا پر اپنا سکہ کیسے جمادیں گے؟ کیا مولانا نے مستقبل کے بارے میں انکل پچو تخمینے لگاتے وقت اس سوال پر بھی غور فرمایا ہے؟

دراصل مولانا کو "الامام المہدی" کی آڑ میں اہل اللہ کی وضع قطع' خانقاہ ومدرسہ' برکت اور روحانی تصرف کا مذاق اڑانا تھا اور بس ورنہ مولانا اپنی قیاس آرائی کی عقلی ومنطقی توجیہ سے شاید خود بھی قاصر ہیں۔

کاش! جب مولانا "الامام المہدی" کی آڑ میں محض اپنے اندازوں اور قیاسوں کی بنا پر شعائر دین کا مذاق اڑار ہے تھے کوئی شخص ان کے کان میں شیخ سعدیؒ کا شعر کہہ دیتا۔

؎ نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن   کہ جاہا سپر باید انداختن

مولانا مودودی اور قرآن کریم

(۸) شریعت اسلامیہ کا ماخذ چار چیزیں ہیں جنہیں "اصول اربعہ" کہا جاتا ہے یعنی قرآن کریم' حدیث نبوی' اجماع امت اور مجتہدین امت کا اجتہاد واستنباط۔ اسلاف امت سے بے نیاز ہو کر جب مولانا مودودی نے اسلام کا "آزادانہ مطالعہ" کیا تو ان چاروں مآخذ کے بارے میں ان کا رویہ بڑا عبرت آمیز تھا۔ قرآن کریم کے بارے میں تو موصوف نے یہ فرمایا کہ رفتہ رفتہ اس کی اصل تعلیم ہی بھول بھلا گئی تھی اور اپنے زمانہ نزول کے بعد یہ کتاب نعوذ باللہ بے معنی ہو کر رہ گئی تھی۔ چنانچہ اپنے رسالہ "قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں" میں وہ لکھتے ہیں کہ "الٰہ رب دین' عبادت یہ چار لفظ قرآن کی اصطلاحی زبان میں بنیادی اہمیت رکھتے ہیں" اور بنیادی اہمیت کی وجہ یہ ہے کہ

"قرآن کی تعلیم کو سمجھنے کے لئے ان چار اصطلاحوں کا صحیح اور مکمل مفہوم سمجھنا بالکل ناگزیر ہے۔ اگر کوئی شخص یہ جانتا ہو کہ الٰہ اور رب کا مطلب کیا ہے؟ عبادت کی کیا تعریف ہے اور دین کے کہتے ہیں تو دراصل اس کے لئے پورا قرآن بے معنی ہو جائے گا۔ وہ نہ توحید کو جان سکے گا نہ

شرک کو سمجھ سکے گا نہ عبادت کو اللہ کے لئے مخصوص کر سکے گا اور نہ دین ہی اللہ کے لئے خالص کر سکے گا۔ اسی طرح اگر کسی کے ذہن میں ان اصطلاحوں کا مفہوم غیر واضح اور نامکمل ہو تو اس کے لئے قرآن کی پوری تعلیم غیر واضح ہوگی اور قرآن پر ایمان رکھنے کے باوجود اس کا عقیدہ اور عمل دونوں نامکمل رہ جائیں گے۔ (ص ۹'۱۰)

مختصراً ان چار بنیادی اصطلاحوں کی جو اہمیت مولانا نے ذکر کی ہے وہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو ان چار اصطلاحوں کا مفہوم ٹھیک ٹھیک معلوم نہ ہو تو دراصل اس کے لئے پورا قرآن بے معنی ہو جائے گا"۔

اس کے بعد مولانا ہمیں بتاتے ہیں کہ عرب میں جب قرآن پیش کیا گیا اس وقت ہر شخص جانتا تھا کہ ان الفاظ کا اطلاق کس مفہوم پر ہوتا ہے اور صرف مسلمان ہی نہیں کافر تک قرآن کی ان اصطلاحات کے عالم تھے لیکن۔

"لیکن بعد کی صدیوں میں رفتہ رفتہ ان سب الفاظ کے وہ اصل معنی جو نزول قرآن کے وقت سمجھے جاتے تھے بدلتے چلے گئے یہاں تک کہ ہر ایک اپنی پوری وسعتوں سے ہٹ کر نہایت محدود بلکہ مبہم مفہومات کے لئے خاص ہو گیا۔ اس کی ایک وجہ تو خالص عربیت کے ذوق کی کمی تھی اور دوسری وجہ یہ تھی کہ اسلام کی سوسائٹی میں جو لوگ پیدا ہوئے تھے ان کے لئے الٰہ اور رب اور دین اور عبادت کے وہ معانی باقی نہ رہے تھے جو نزول قرآن کے وقت غیر مسلم سوسائٹی میں رائج تھے۔ انہی دونوں وجوہ سے دور اخیر کی کتب لغت و تفسیر میں اکثر قرآنی الفاظ کی تشریح اصل معانی لغوی کے بجائے ان معانی سے کی جانے لگی جو بعد میں مسلمان سمجھتے تھے"۔ (ص ۱۲)

اور ان چار بنیادی اصطلاحوں سے امت کی غفلت و جہالت کا نتیجہ کیا ہوا؟

"پس یہ حقیقت ہے کہ محض ان چار بنیادی اصطلاحوں کے مفہوم پر پردہ پڑ جانے کی بدولت قرآن کی تین چوتھائی سے زیادہ تعلیم بلکہ حقیقی روح نگاہوں سے مستور ہو گئی"۔

ممکن ہے مولانا کے نیازمندوں کے نزدیک ان کی یہ تحقیق ایک لائق قدر علمی انکشاف کہلانے کی مستحق ہو مگر میں اسے قرآن کریم کے حق میں گستاخی اور امت اسلامیہ کے حق میں سوء ظن بلکہ تہمت سمجھنے اور کہنے پر مجبور ہوں۔ اس کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ زمانہ نزول قرآن کے غیر مسلم تک قرآن کی ان چار اصطلاحوں کا مطلب سمجھتے تھے لیکن بعد کی پوری امت مسلمہ قرآن سے جاہل رہی اور قرآن کریم معاذ اللہ ایک بے معنی اور مہمل کتاب کی حیثیت سے پڑھا جاتا رہا۔ خدانخواستہ مولانا مودودی عالم وجود میں قدم نہ رکھتے اور قرآن کریم کی ان چار اصطلاحوں کی گرہ نہ

کھولتے تو کوئی بندہ خدا' خدا کی بات ہی نہ سمجھ پاتا۔

مولانا کا یہ نظریہ نہ صرف پوری امت کی تضلیل وتذلیل ہے بلکہ قرآن کریم کے بارے میں ایک ایسے مایوسانہ نقطہ نظر کا اظہار ہے جس سے ایمان بالقرآن کی بنیادیں متزلزل ہو جاتی ہیں۔کیا خدا کی آخری کتاب کے بارے میں تصور کیا جاسکتا ہے کہ ایک مختصر سے عرصہ کے بعد اس کی تعلیم اور اس کی حقیقی روح دنیا سے گم ہو جائے' قرآن ایک بے معنی کتاب کی حیثیت سے لوگوں کے ہاتھ میں رہ جائے اور اس کی حقیقت تعلیم ایک بھولی بسری کہانی بن کر رہ جائے؟ مجھے مولانا کا پاس ادب ملحوظ نہ ہوتا تو میں اس نظریہ کو خالص جہل بلکہ جنون سے تعبیر کرتا۔

قرآن کریم کی تعلیم کا آفتاب قیامت تک چمکنے کے لئے طلوع ہوا ہے لیل ونہار کی لاکھوں گردشیں' تہذیب ومعاشرت کی ہزاروں بوقلمونیاں اور زمانے کے سینکڑوں انقلاب بھی اس آفتاب صداقت کو دھندلانے میں کامیاب نہیں ہوسکتے اس لئے مولانا کا یہ نظریہ قطعاً غلط اور گمراہ کن ہے۔

مولانا کی اس غلطی کا منشاء تین چیزیں ہیں:۔

اول:۔ یہ کہ انہوں نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ قرآن کریم کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔ارشاد ربانی ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ

ترجمہ:۔ بے شک ہم نے ہی یہ "الذکر" نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

اور اس حفاظت سے قرآن کریم کے صرف الفاظ ونقوش کی حفاظت مراد نہیں بلکہ اس کے مفہوم و معنی اس کی دعوت وتعلیم اور اس کے پیش کردہ عقائد واعمال کی حفاظت مراد ہے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہنا صحیح ہوگا کہ وہ تمام اسباب وذرائع جن کی عالم اسباب میں حفاظت کر یہ کہنا صحیح ہوگا کہ وہ تمام اسباب وذرائع جن کی عالم کی عالم اسباب میں حفاظت قرآن کے لئے کسی درجہ میں بھی ضرورت تھی آیت کریمہ میں ان سب کی حفاظت کا وعدہ کیا گیا ہے۔ "الذکر" کی حفاظت کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ اس کے حروف والفاظ بھی باقی رہیں گے۔اس کے مفہوم ومعانی بھی قائم ودائم رہیں گے اور اس کی تعلیم بھی اعتقاداً وعملاً وحالاً وقالاً ہر اعتبار سے باقی رہے گی۔اس لئے مولانا کا یہ کہنا کہ رفتہ رفتہ یہ کتاب امت کے لئے ایک بے معنی اور مہمل کتاب بن کر رہ گئی تھی دراصل حفاظت قرآن کا انکار ہے۔

دوسرے مولانا نے اس پر بھی غور نہیں کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کی تعلیم غیر متبدل شکل میں قیامت تک دائم وقائم رہے اور اس کا سلسلہ ایک لمحہ کے لئے بھی ٹوٹنے نہ پائے۔ کیونکہ اگر ایک لمحہ کے لئے بھی کسی مسئلہ میں تعلیم نبوت اٹھ جائے تو نبی اور

امت کے درمیان ایک ایسا خلا پیدا ہو جاتا ہے جس کو پاٹنا ممکن نہیں اور اس منطق سے دین اسلام کی ایک ایک چیز مشکوک ہو کر رہ جاتی ہے لیکن مولانا بتاتے ہیں کہ کچھ عرصہ بعد قرآن کی تین چوتھائی سے زیادہ تعلیم گم ہو گئی مولانا کا یہ نظریہ بالواسطہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت اور دین اسلام کی حقانیت کے دوام و بقاء کا انکار ہے۔

تیسرے مولانا نے یہ نہیں سوچا کہ جس نظریہ کو بڑے خوبصورت الفاظ میں پیش کر رہے ہیں دور قدیم کے ملاحدہ و باطنیہ سے لے کر دور جدید کے باطل پرستوں تک سب نے اسی نظریہ کا سہارا لیا ہے اور اسی کے ذریعہ دین میں تحریف و تاویل کا راستہ اختیار کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم کے انکار کی تین صورتیں ہیں۔

اول:۔ یہ کہ قرآن کریم کے الفاظ و آیات کے منزل من اللہ ہونے کا انکار کر دیا جائے۔

دوم:۔ یہ کہ اسے منزل من اللہ تو مانا جائے مگر ساتھ ہی یہ بھی کہا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کا مطلب نہیں سمجھے تھے بلکہ ہم نے اسے سمجھا ہے۔

سوم:۔ یہ کہ قرآن کریم کے بارے میں یہ دعویٰ کیا جائے کہ اس کا جو مفہوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے سمجھا تھا وہ بعد کی صدیوں میں محفوظ نہیں رہا۔ اس لئے آج امت کے سامنے تفسیر و حدیث کی شکل میں قرآن کریم کا جو مفہوم محفوظ ہے اور جسے مشرق سے مغرب تک اور جنوب سے شمال تک پوری امت صحیح سمجھتی ہے یہ قرآن کا اصل منشاء اور صحیح مفہوم وہ ہے جسے ہم پیش کر رہے ہیں۔

انکار قرآن کی پہلی دو صورتیں تو اتنی واضح کفر تھیں کہ کوئی بڑے سے بڑا زندیق بھی اسلامی معاشرے میں ان کا بوجھ اٹھانے کی سکت نہیں رکھتا تھا اس لئے ملاحدہ کو یہ جرات تو نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ اپنے مخفی کفر کا برملا اعلان کر دیں اور قرآن کریم کی آیات و الفاظ کا صاف صاف انکار کر ڈالیں۔ ان میں اتنی اخلاقی جرات بھی نہیں تھی کہ قرآن کریم کا جو مفہوم تواتر کے ساتھ نسلاً بعد نسل امت میں منقول چلا آتا ہے اس کے بارے میں یہ تسلیم کرالیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن کے اسی مفہوم کے قائل تھے اور اسی کو منشائے خدا سمجھتے تھے مگر ہم اس کے قائل نہیں۔ اگر ملاحدہ ان دونوں میں سے کوئی ایک راستہ اختیار کرتے تو ان کے الحاد کی رگ ہی کٹ جاتی اور ان کا کفر عریاں رقص کرنے لگتا۔ اس لئے وہ انکار قرآن کا تیسرا راستہ اختیار کرتے ہیں کہ بعد کی صدیوں میں قرآن کا صحیح مطلب محفوظ نہیں رہا اور نعوذ باللہ ''مولویوں'' نے

قرآن کو نئے معنی پہنا دیئے۔ گویا جس طرح رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھا کر چور خود گھر والے کا ہاتھ پکڑ کر "چور چور" کا شور مچا دیتا ہے ناواقف لوگ اسی کی مرمت شروع کر دیتے ہیں اور چور وہاں سے کھسکنے میں کامیاب ہو جاتا ہے اسی طرح ان ملاحدہ نے اکابر امت پر قرآن کریم کے مفہوم کو بدلنے کا الزام دھر کر گذشتہ صدیوں کے ائمہ ہدیٰ کو پٹوا دیا اور خود معصوم بن بیٹھے۔ مسٹر غلام احمد پرویز اور قادیانیوں کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ پرویز کا کہنا ہے کہ قرآن کریم میں جہاں جہاں "اللہ و رسول" کی اطاعت کا ذکر آیا ہے اس سے مراد ہے کہ مرکز ملت کی اطاعت۔ "اللہ و رسول" کا جو مطلب ملا سمجھتا ہے یہ عجمی ذہن کی پیداوار ہے۔ نعوذ باللہ۔

یا قادیانی کہتے ہیں کہ "خاتم النبیین" کے معنی "مولوی صاحبان" نے نہیں سمجھے۔ یہ آیت نبوت بند کرنے کے لئے نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر کے ساتھ جاری کرنے کے لئے ہے۔

یا یہ کہ قرآن کریم کی آیت "بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ" میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع جسمانی مراد نہیں بلکہ اس سے مراد ہے عزت کی موت۔ اور مولوی صاحبان جو معنیٰ کرتے ہیں وہ بعد کی صدیوں میں بنا لئے گئے۔ اور جب ان ملاحدہ کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور صحابہ و تابعین اور ائمہ ہدیٰ کی تصریحات پیش کی جائیں تو ان کا جواب ہوتا ہے کہ یہ سب بعد کے لوگوں کی تصنیف ہے۔ دراصل ان تمام ملاحدہ کو قرآن کریم کا انکار ہی مقصود ہے مگر صاف صاف انکار کی جرات نہ پا کر وہ لوگوں کو یہ باور کراتے ہیں کہ قرآن کریم کے یہ مسلمہ معنی بعد کی صدیوں میں لوگوں نے بنائے ہیں۔ جب قرآن کریم کے متواتر معنی کا انکار کر دیا جائے تو نتیجہ وہی انکار قرآن ہے۔

بدقسمتی سے ٹھیک یہی راستہ شعوری یا غیر شعوری طور پر مولانا مودودی نے اپنایا وہ ہمیں بتاتے ہیں کہ قرآن کے ان چار الفاظ کے جو معنی صدیوں سے مسلمان سمجھتے چلے آ رہے ہیں یہ عجمی ذہن کی پیداوار ہے جن کو عربیت کا ذوق نہیں تھا اور ان چار الفاظ کے اصل معنی گم ہو جانے کی وجہ سے پورا قرآن بے معنی ہو کر رہ گیا۔ مولانا کا یہ نظریہ سن کر مسٹر پرویز اور قادیانی صاحبان ضرور کہتے ہوں گے۔

ماد مجنوں ہم سبق بودیم در دیوان عشق　　　او بصحرا رفت و مادر کوچہ بار رسوا شدیم

اور لطف یہ ہے کہ مولانا خود عجمی نژاد ہونے کے باوصف ذوق عربیت کی کمی کی تہمت ان ائمہ عربیت پر لگا رہے ہیں جو لغت عرب کے حافظ نہیں "دائرۃ المعارف" تھے اور جو ایک ایک لفظ کے سینکڑوں معنی ہر ایک کے محل استعمال اور بیسیوں شواہد کے ساتھ پیش کر سکتے تھے۔ ان کے سامنے تاج العروس اور لسان العرب نہیں تھی۔ جس کی ورق گردانی کر کے وہ الفاظ کے معانی تلاش کرتے

ہوں بلکہ ان کا اپنا حافظہ بجائے خود تاج العروس اور لسان العرب تھا۔ ان اکابر کے بارے میں کس سادگی سے فرمایا جاتا ہے کہ قرآن کے فلاں فلاں الفاظ کا مفہوم ان کی نظر سے اوجھل ہو گیا تھا اور قرآن ان کے لئے ایک بے معنی کتاب بن کر رہ گیا تھا۔ **لاحول ولا قوۃ الا باللہ** بہرحال مولانا نے قرآن کریم کے بارے میں جو نظریہ پیش کیا ہے میں اسے انکار قرآن ہی کی ایک صورت اور الحاد وزندقہ کی اصل بنیاد سمجھتا ہوں۔

مولانا مودودی اور سنت نبوی

(۹) قرآن کریم کے بعد حدیث نبوی اور سنت رسول کا درجہ ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) مولانا کے نظریات اس کے بارے میں بھی ایسے مبہم اور لچک دار ہیں جن کی بناء پر وہ حدیث وسنت کو آسانی سے اپنی رائے میں ڈھال سکتے ہیں۔ تفصیل کی گنجائش نہیں یہاں مختصراً چند امور کی طرف اشارہ کرتا ہوں۔

اول:۔ علمائے امت کے نزدیک حدیث اور سنت دونوں ہم معنی لفظ ہیں لیکن مسٹر غلام احمد پرویز اور ڈاکٹر فضل الرحمان وغیرہ سنت اور حدیث کے درمیان فرق کرتے ہیں۔ مولانا مودودی صاحب کا نظریہ بھی یہی ہے کہ سنت اور حدیث دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔ رہا یہ کہ ان دونوں کے درمیان فرق کیا ہے اس کی پوری توضیح شاید مولانا خود بھی نہ کر سکیں۔ (رسائل ومسائل)

دوم:۔ مولانا کو فنا فی الرسول'' اور ''مزاج'' شناس رسول'' ہونے کا دعویٰ ہے۔ اس لئے روایات حدیث کے صحیح ہونے نہ ہونے کا فیصلہ بھی خود انہی پر منحصر ہے۔ وہ لکھتے ہیں:۔

''جس شخص کو اللہ تعالیٰ تفقہ کی نعمت سے سرفراز فرماتا ہے اس کے اندر قرآن اور سیرت رسول کے غائر مطالعہ سے ایک خاص ذوق پیدا ہو جاتا ہے جس کی کیفیت بالکل ایسی ہے جیسے ایک پرانے جوہری کی بصیرت کہ وہ جواہر کی نازک سے نازک خصوصیات تک کو پرکھ لیتی ہے اس کی نظر بہ حیثیت مجموعی شریعت حقہ کے پورے سسٹم پر ہوتی ہے اور وہ اس سسٹم کی طبیعت کو پہچان جاتا ہے اس کے بعد جب جزئیات اس کے سامنے آتے ہیں تو اس کا ذوق اسے بتا دیتا ہے کہ کونسی چیز اسلام کے مزاج اور اس کی طبیعت سے مناسبت رکھتی ہے اور کونسی نہیں رکھتی۔

روایات پر جب وہ نظر ڈالتا ہے تو ان میں بھی یہی کسوٹی رد وقبول کا معیار بن جاتی ہے۔ اسلام کا مزاج عین ذات نبوی کا مزاج ہے۔ جو شخص اسلام کے مزاج کو سمجھتا ہے اور جس نے کثرت کے ساتھ کتاب اللہ وسنت رسول اللہ کا گہرا مطالعہ کیا ہوتا ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا مزاج شناس ہو جاتا ہے کہ روایات کو دیکھ کر خود بخود اس کی بصیرت اسے بتا دیتی ہے کہ ان میں سے کونسا قول یا کونسا

فعل میرے سرکار کا ہو سکتا ہے اور کونسی چیز سنت نبوی سے اقرب ہے۔ یہی نہیں بلکہ جن مسائل میں اس کو قرآن و سنت سے کوئی چیز نہیں ملتی ان میں بھی وہ کہہ سکتا ہے کہ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے فلاں مسئلہ پیش آتا تو آپ اس کا فیصلہ یوں فرماتے یہ اس لئے کہ اس کی روح محمدی میں گم اور اس کی نظر بصیرت نبوی کے ساتھ متحد ہو جاتی ہے۔ اس کا دماغ اسلام کے سانچے میں ڈھل جاتا ہے اور وہ اسی طرح دیکھتا ہے اور سوچتا ہے جس طرح اسلام چاہتا ہے کہ دیکھا اور سوچا جائے۔

اس مقام پر پہنچ جانے کے بعد انسان اسناد کا بہت زیادہ محتاج نہیں رہتا۔ وہ اسناد سے مدد ضرور لیتا ہے مگر اس کے فیصلے کا مدار اس پر نہیں ہوتا وہ بسا اوقات ایک غریب ضعیف منقطع السند مطعون فیہ حدیث کو بھی لیتا ہے اس لئے کہ اس کی نظر افتادہ پتھر کے اندر ہیرے کی جوت دیکھ لیتی ہے اور بسا اوقات وہ ایک غیر معلل، غیر شاذ، متصل السند مقبول حدیث سے بھی ''اعراض'' کر جاتا ہے اس لئے کہ اس جام زریں میں جو بادہ معنی بھری ہوئی ہے اور اسے طبیعت اسلام اور مزاج نبوی کے مناسب نظر نہیں آتی''۔ (تفہیمات)

سوم:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو اہل علم نے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے ایک قسم سنن ہدیٰ کہلاتی ہے جو امور دینیہ سے متعلق ہے اور جن کی پیروی امت کے لئے لازم ہے۔ دوسرا حصہ سنن عادیہ کا ہے یعنی وہ کام جو آپ نے کسی تشریعی حکم کے طور پر نہیں بلکہ عام انسانی عادت کے تحت کئے۔ ان کی پیروی اگرچہ لازم نہیں تاہم امور عادیہ میں بھی آپ کی پیروی جس حد تک ممکن ہو سرمایہ سعادت ہے او راگر ہم کسی امر میں آپ کی پیروی نہ کر سکیں تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ لائق اقتداء نہیں۔ بلکہ اس کی وجہ سے ہماری استعداد کا نقص ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امت کے محبوب و مطاع ہیں اور محبوب کی ایک ایک ادا محبوب ہوا کرتی ہے۔ اس لئے آپ کی اداؤں کو اپنے اعمال میں ڈھالنا تقاضائے محبت ہے۔ اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سراپا خیر تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ہر خیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی میں جمع کر دی تھی اور ہر شر اور برائی سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو پاک رکھا تھا۔ اس لئے آپ کی سنت کی پیروی ہر خیر کے حصول اور ہر شر سے حفاظت کی ضمانت ہے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں۔

''چونکہ اصل سعادت یہی ہے کہ تمام حرکات و سکنات میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کیا جائے اس لئے سمجھ لو کہ تمام افعال کی دو قسمیں ہیں۔ اول عبادات جیسے نماز روزہ حج زکوٰۃ وغیرہ دوم عادات مثلاً کھانا پینا سونا اٹھنا بیٹھنا وغیرہ اور مسلمانوں پر لازم ہے کہ دونوں قسم

کے افعال میں آپ کی اقتداء کریں۔۔۔" (تبلیغ دین)

امور عادیہ میں اتباع سنت کی ضرورت کے شرعی و عقلی دلائل بیان کرنے کے بعد امام غزالیؒ فرماتے ہیں۔ "جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے وہ امور عادیہ میں سنت کی ترغیب کے لئے بیان کیا ہے اور جن اعمال کو عبادات سے تعلق ہے اور ان کا اجرا و ثواب بیان کیا گیا ہے ان میں بلاعذر اتباع چھوڑ دینے کی تو سوائے کفر خفی کے یا حماقت جلی کے اور کوئی وجہ ہی سمجھ میں نہیں آتی"۔

اس کے برعکس مولانا مودودی نے معاشرتی و تمدنی امور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا مذاق نہایت بھونڈے الفاظ میں اڑایا ہے۔ مولانا لکھتے ہیں کہ اکثر دیندار غلطی سے اتباع رسول اور سلف صالح کی پیروی کا مفہوم یہ لیتے ہیں کہ:۔

"جیسا لباس وہ پہنتے تھے ویسا ہی ہم پہنیں جس قسم کے کھانے وہ کھاتے تھے اسی قسم کے کھانے ہم بھی کھائیں جیسا طرز معاشرت ان کے گھروں میں تھا بعینہ وہ ہی طرز معاشرت ہمارے گھروں میں بھی ہو"۔

مولانا کے نزدیک اتباع سنت کا یہ مفہوم صحیح نہیں بلکہ۔ "اتباع کا یہ تصور جو دور انحطاط کی کئی صدیوں سے (اس فقرے میں وہی ملحدانہ نظریہ کارفرما ہے کہ بعد کی صدیوں میں اتباع سنت کا "اصل مفہوم" محفوظ نہیں رہا) دیندار مسلمانوں کے دماغوں پر مسلط رہا ہے۔ درحقیقت روح اسلام کے بالکل منافی ہے۔ اسلام کی یہ تعلیم ہرگز نہیں ہے کہ ہم "جیتے جاگتے آثار قدیمہ" بن کر رہیں اور اپنی زندگی کو "قدیم تمدن کا ایک تاریخی ڈرامہ" بنائے رکھیں"۔ (تنقیحات)

بلاشبہ جدید تمدن نے جو سہولتیں بہم پہنچائی ہیں ان سے استفادہ گناہ نہیں اور حد جواز کے اندر رہتے ہوئے آپ تمدن و معاشرت کے نئے طریقوں کو ضرور اپنا سکتے ہیں۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس آپ کی وضع قطع اور آپ کی طرز معاشرت کو "آثار قدیمہ" اور قدیم تمدن کا ایک تاریخی ڈرامہ" جیسے مکروہ الفاظ سے یاد کرنا نہ صرف آئین محبت کے خلاف ہے بلکہ تقاضائے ایمان و شرافت سے بھی بعید ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ جس شخص کے دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذرا بھی عظمت ہو وہ آپ کی وضع قطع اور آپ کے طرز معاشرت کی اس طرح پھبتی اڑا سکتا ہے۔

مولانا مودودی کا یہ فلسفہ بھی انوکھا ہے کہ۔ "(اسلام) ہم کو قالب نہیں دیتا بلکہ روح دیتا ہے اور چاہتا ہے کہ زمان و مکان کے تغیرات سے جتنے بھی مختلف قالب قیامت تک پیدا ہوں ان سب میں ہم یہی روح بھرتے چلے جائیں"۔ (تنقیحات)

گویا مولانا کے نزدیک اسلامی قالب کی پابندی ضروری نہیں۔ ہر چیز کا قالب وہ خود تیار کیا کریں گے البتہ اس میں ''اسلامی روح'' بھر کر اسے مشرف بہ اسلام کریں گے۔ مجھے معلوم نہیں کہ مولانا کے ہاں وہ کونسی فیکٹری ہے جس میں ''اسلامی روح'' تیار ہوتی ہے اور جس کی ایک چٹکی کسی قالب میں ڈال دینے سے وہ قالب اسلامی بن جاتا ہے؟ اس منطق سے مولانا نے سینما کی بھی دو قسمیں کر ڈالی ہیں۔ اسلامی اور غیر اسلامی سینما کے قالب میں اگر اسلامی روح پھونک دی جائے تو وہ ''اسلامی سینما'' بن جاتا ہے۔ یہ ہے مولانا مودودی کا فہم اسلام اور سنت نبوی کی ان کی نظر میں قدر و قیمت۔

چہارم:۔ میں ''سنت و بدعت'' کی بحث میں عرض کر چکا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کا نام ''سنت'' ہے اور آپ کے طریقہ کے خلاف کو ''بدعت'' کہا جاتا ہے۔ مگر مولانا مودودی چونکہ صرف ''اسلامی روح'' کے قائل ہیں۔ اس لئے ان کے نزدیک ''اسلامی قالب'' پر بھی بدعت کا اطلاق ہوتا ہے۔ گویا ان کے فلسفہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ''سنت دائمہ'' بدعت بن جاتی ہے۔ مولانا لکھتے ہیں:

''میں اسوہ اور سنت اور بدعت وغیرہ اصطلاحات کے ان مفہومات کو غلط بلکہ دین میں تحریف کا موجب سمجھتا ہوں جو بالعموم آپ حضرات کے ہاں رائج ہیں (یہاں وہی ملحدانہ نظر سے کارفرما ہے کہ لوگوں نے اصطلاحات شرعیہ کا مطلب ہی نہیں سمجھا) آپ کا یہ خیال کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جتنی بڑی ڈاڑھی رکھتے تھے اتنی ہی بڑی ڈاڑھی رکھنا سنت رسول یا اسوہ کامل ہے یہ معنی رکھتا ہے کہ آپ عادات رسول کو وہ سنت سمجھتے ہیں۔ جس کے جاری اور قائم کرنے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام مبعوث کئے جاتے رہے ہیں۔ مگر میرے نزدیک صرف یہی نہیں کہ یہ سنت کی صحیح تعریف نہیں۔ بلکہ میں یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ اس قسم کی چیزوں کو سنت قرار دینا اور پھر ان کے اتباع پر زور دینا ایک سخت قسم کی ''بدعت'' ایک خطرناک تحریف دین ہے۔ جس سے نہایت برے نتائج پہلے بھی ظاہر ہوتے رہے ہیں اور آئندہ بھی ظاہر ہونے کا خطرہ ہے۔'' (رسائل و مسائل)

یہاں مولانا کو دو غلط فہمیاں ہوئی ہیں۔ ایک یہ کہ انہوں نے ڈاڑھی رکھنے کو ''عادات رسول'' کہہ کر اس کے سنت ہونے سے انکار کیا ہے۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فطرت اور انبیاء کرام علیہم السلام کی متفق علیہ سنت فرمایا ہے۔ امت کو اس کی اقتداء کا صاف صاف حکم فرمایا ہے اور اس کی علت بھی ذکر فرما دی ہے۔ یعنی کفار کی مخالفت اس لئے اس کو سنن عادیہ میں شمار کرنا اور اس کے سنت کہنے کو دین

کی تحریف تک کہہ ڈالنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں بیہودہ جسارت ہے۔ فقہائے امت نے منشائے نبوی کو ٹھیک ٹھیک سمجھ کر اسے سنن واجبہ میں شمار کیا ہے۔

دوسری غلطی مولانا مودودی کو یہ ہوئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈاڑھی کے بڑھانے کا حکم تو ضرور دیا ہے۔ مگر اس کی کوئی مقدار مقرر نہیں فرمائی' اس لئے بقول ان کے ڈاڑھی کی کوئی خاص مقدار سنت نہیں۔ حالانکہ یہ بات از خود غلط ہے اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈاڑھی کے بڑھانے کا حکم دیا ہے اس کے کاٹنے کا کہیں حکم نہیں فرمایا نہ اس کی اجازت دی ہے۔

اس کا مقتضیٰ تو یہ تھا کہ اس کا کاٹنا کسی حد پر بھی جائز نہ ہوتا مگر بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے اس عمل سے کہ وہ ایک قبضہ سے زائد بال کٹوا دیا کرتے تھے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کم از کم حد یہ مقرر فرمائی تھی۔ اگر اس سے کم بھی جائز ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی ضرور اجازت دیتے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہائے امت میں سے کسی نے بھی ایک مشت سے کم ڈاڑھی رکھنے کو جائز نہیں رکھا۔ شیخ ابن ہمامؒ شرح ہدایہ میں لکھتے ہیں۔

لیکن ایک مشت سے کم ڈاڑھی کے بال کاٹنا' جیسا کہ مغرب کے بعض لوگوں اور عورت نما مردوں کا معمول ہے اس کی کسی نے اجازت نہیں دی۔ (فتح القدیر)

صد حیف کہ ایسی سنت متواترہ کو مولانا مودودی محض خود رائی سے نہ صرف مسترد کر دیتے ہیں بلکہ الٹا اسے ''تحریف دین'' تک کہہ ڈالتے ہیں اور ''ڈاڑھی کا طول کتنا ہے'' کے طنزیہ فقرے سے اس کا مذاق اڑاتے ہیں (رسائل و مسائل)

جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کے مقابلہ میں اتنا جری ہو گیا وہ عالم دین کہلانے کا مستحق ہے؟

مولانا مودودی اور اجماع امت

پنجم:۔ میں اس سے پہلے عرض کر چکا ہوں کہ حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت بھی سنت نبوی کا ایک حصہ ہے اور یہ بھی امت کے لئے واجب الاتباع ہے یہاں اس سلسلہ میں ایک اہم ترین نکتہ عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ اجماع امت کی اصل بنیاد خلفائے راشدین کے فیصلے ہیں۔ کتاب وسنت کے منصوص احکام کے علاوہ جن مسائل پر امت کا اجماع ہوا ہے ان کا بیشتر حصہ وہ ہے جن کے بارے میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے فیصلہ کیا اور فقہائے صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان سے اتفاق کیا۔ اس طرح صدر اول ہی میں امت اس پر متفق ہو گئی۔

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے بعد شاذ و نادر ہی کسی کے مسئلہ پر امت کا اجماع ہوا ہے شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں۔ ''ومعنی اجماع کے برزبان علماء شنیدہ باشی ایں نیست کہ ہمہ مجتہدان لایشذ فرد در عصر واحدہ برمسئلہ اتفاق کنند زیرا کہ ایں صورتے است غیر واقع بل غیر ممکن عادی۔ بلکہ معنی اجماع حکم خلیفہ است بچیزے بعد مشاورہ ذوی الرائے یا بغیر آں ونفاذ آں حکم تا آنکہ شائع شد و در عالم ممکن گشت''۔

''قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین من بعدی'' (ازالۃ الخلفاء)

اور اجماع کا لفظ جو تم نے علماء کی زبان سے سنا ہوگا اس کا مطلب یہ نہیں کہ ایک زمانے کے سارے مجتہد بایں طور پر ایک فرد بھی باہر نہ رہے کسی مسئلہ پر اتفاق کرلیں کیونکہ یہ صورت نہ صرف یہ کہ واقع نہیں بلکہ عادۃً ممکن بھی نہیں بلکہ اجماع کے معنی یہ ہیں کہ خلیفہ ذورائے لوگوں سے مشورہ کرکے یا بغیر مشورے کے کسی چیز کا حکم کرے اور وہ حکم نافذ ہوجائے۔ یہاں تک کہ وہ شائع ہو جائے اور دنیا میں اس کے پاؤں جم جائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لازم پکڑو میری سنت کو اور میرے بعد میرے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت کو۔

مگر ارشاد نبوی کے برعکس مولانا مودودی کی رائے یہ ہے کہ۔

''خلفائے راشدین کے فیصلے بھی اسلام میں قانون قرار نہیں پائے۔ جو انہوں نے قاضی کی حیثیت سے کئے تھے''۔ (ترجمان القرآن)

قرآن کریم سنت نبوی: خلفائے راشدین کی سنت (جو اجماع امت کی اصل بنیاد ہے) کے بارے میں مولانا مودودی کے ان نظریات سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اصول دین اور شریعت اسلامیہ کے مآخذ کے بارے میں ان کا ذہن کس قدر الجھا ہوا ہے باقی رہا اجتہاد! تو مولانا اپنے سوا کسی کے اجتہاد کو لائق اعتماد نہیں جانتے۔ اس لئے ان کی دین فہمی کا سارا مدار خود ان کی عقل وفہم اور صلاحیت اجتہاد پر ہے۔

ان چند نکات سے مولانا مودودی کے دینی تفکر اور ان کے زاویہ نظر کو سمجھا جاسکتا ہے۔ ورنہ جیسا کہ پہلے عرض کرچکا ہوں کہ ان کی غلط فہمیوں یا خوش فہمیوں کی فہرست طویل ہے۔ میرے نزدیک مولانا مودودی کا شمار ان اہل حق میں نہیں جو سلف صالحین کا تتبع اور مسلک اہل سنت کی پیروی کرتے ہیں بلکہ انہوں نے اپنی عقل وفہم سے دین کا جو تصور قائم کیا ہے وہ اسی کو حق سمجھتے ہیں خواہ وہ سلف صالحین سے کتنا ہی مختلف کیوں نہ ہو۔

مودودی صاحب میں مفسر قرآن کی شرائط نہیں

سوال...... قرآن مجید کی تفسیر لکھنے میں کون سی باتوں کا ہونا لازمی ہے؟ ا: مودودی صاحب میں کون سی باتیں موجود ہیں۔ جواب...... تفسیر لکھنے کے لئے پندرہ علوم میں مہارت تامہ کا ہونا ضروری ہے۔ (۱) لغت (۲) نحو (۳) صرف (۴) اشتقاق (۵) معانی (۶) بیان (۷) بدیع (۸) علم القراءت (۹) اصول الدین (۱۰) اصول فقہ (۱۱) اسباب النزول والقصص (۱۲) ناسخ ومنسوخ (۱۳) فقہ (۱۴) احادیث (۱۵) علم الموہبۃ۔

مودودی صاحب کو ان علوم میں مہارت تو کیا ہوتی' انہیں تو محض عربی زبان پر بھی پوری قدرت نہیں۔ ان کی کتابوں کے عربی ترجمے مولانا مسعود عالم ندوی نے کئے ہیں۔ اگر ان کو کسی علم سے واقفیت ہے تو وہ محض ان کے مطالعہ تک محدود ہے انہوں نے کوئی علم کسی مستند دینی درسگاہ سے حاصل نہیں کیا' ماہر اساتذہ کی زیر نگرانی تحصیل علم کے بغیر صرف مطالعہ سے کوئی فن حاصل نہیں کیا جا سکتا' کوئی شخص دنیا بھر کی کتب طب کا مطالعہ کرلے تو بھی اسے ڈاکٹری کی سند نہیں دی جا سکتی۔ (۲) (احسن الفتاویٰ ص ۴۹۹ـ۵۰۲ ج ا)

مولانا مودودی اور ایک آیت کی تفسیر

سوال...... **ولا تصل علیٰ احدمنھم** کی تفسیر میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحبؒ نے لکھا ہے کہ اس سے یہ مسئلہ نکلا کہ فساق وفجار اور مشہور بالفسق کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ اب حل طلب یہ ہے کہ

ا۔ بے نمازی انسان کی نماز جنازہ پڑھی جائے یا نہیں؟

۲۔ آیت بالا کن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی؟

۳۔ مودودی صاحب کی تفسیر صحیح ہے یا نہیں؟

۴۔ ڈرانے کی نیت سے نماز جنازہ کے پڑھنے پڑھانے سے انکار کیسا ہے؟

۵۔ نمازی بنانے کے لئے کیا طریقہ اختیار کیا جائے؟

جواب...... ا۔ نماز فرض عین ہے' بے نمازی گنہگار ہے' مگر نماز جنازہ اس کی بھی ضروری ہے۔

۲۔ آیت منافقین کے سردار عبداللہ بن سلول کے بارے میں نازل ہوئی' ان کے انتقال پر حضورؐ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی تب یہ آیت شریفہ نازل ہوئی' اس کے بعد آپ نے کسی منافق

کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔

۳۔مودودی صاحب کی تفسیر تفہیم القرآن میں بہت سی چیزیں اہل سنت والجماعت کے خلاف ہیں۔عوام کو اس کا پڑھنا یا سننا گمراہی کا موجب بن سکتا ہے اس لئے اس سے پرہیز لازم ہے۔

۴۔جب یہ مسئلہ غلط ہے تو اس کی دھمکی دینا بھی غلط ہے۔

۵۔اہل اللہ کی صحبت اختیار کی جائے' ہر مکان اور مسجد میں اہل اللہ کی کتابیں سنائی جائیں۔ اکابر کی خدمت میں جا کر کچھ وقت اپنی تربیت کے لئے گزارا جائے' اپنے احوال کی اطلاع کر کے ہدایات حاصل کی جائیں' اور ان پر عمل کی فکر کی جائے' ان شاء اللہ صحیح ماحول بنے گا' دین کا عام چرچا ہوگا۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۴۱۔۱۴۵ ج ۱۵)

جناب مودودی صاحب کا حضرت داؤد علیہ السلام کے قصے میں اوریاء کی بیوی کا واقعہ ذکر کرنا

سوال:۔مودودی صاحب لکھتے ہیں کہ: "مگر اس کی اصلیت صرف اس قدر تھی کہ حضرت داؤد نے اپنے عہد کی اسرائیلی سوسائٹی کے عام رواج سے متاثر ہو کر اوریاء سے طلاق کی درخواست کی تھی۔۔الخ" اس عبارت پر اعتراض یہ ہے کہ کیا خدا کا نبی بڑی سوسائٹی سے متاثر ہو سکتا ہے؟ دوسری عرض یہ ہے کہ مفسرین حضرات نے اس واقعے کو نقل کیا ہے' لیکن کیا کسی مفسر نے یہ لکھا ہے کہ ہمارے نزدیک باقی تمام تأویلات سے یہ تأویل ہی مرجح ہے؟

۲:۔عصمت' انبیاء علیہم السلام کے لوازم ذات سے ہے یا نہیں؟

۳:۔کیا انبیاء علیہم السلام کو نبوت سے قبل بھی وہی عصمت حاصل ہوتی ہے جو کہ نبی ہونے کے بعد ہوا کرتی ہے؟

جواب:۔اصل یہ ہے کہ محقق مفسرین نے حضرت داؤد علیہ السلام کے اس واقعے میں اوریاء کی بیوی کے قصے کو اختیار نہیں کیا۔حافظ ابن کثیرؒ تحریر فرماتے ہیں کہ:

اکثرها مأخوذ من الاسرائیلیات' ولم یثبت فیها عن المعصوم حدیث یجب اتباعه' لکن روی ابن أبی حاتم ههنا حدیثاً لایصح سنده' لأنه من روایة یزید الرقاشی عن أنسؓ' و یزید و ان کان من الصالحین لکنه ضعیف الحدیث عند الأئمة. تفسیر ابن کثیر ج :۳ ص ۳۵۷ سورة ص.

اور یاء کا یہ قصہ درحقیقت بائبل کی کتاب سموئیل سے ماخوذ ہے جس کے مصنف کا آج تک پتہ ہی نہیں چل سکا لہٰذا بہت سے محققین نے صحیح اسے قرار دیا ہے کہ دراصل حضرت داؤد علیہ السلام نے ظالم کے بجائے مظلوم سے خطاب فرمایا، جس سے طرف داری متوہم ہوتی تھی اور اسے خلاف عدل سمجھ کر استغفار فرمایا۔ (بیان القرآن ج:۱۰ ص:۸)۔ بیان القرآن ج:۱۰ ص:۶ (طبع سعید) نیز تفصیل کے لئے دیکھئے: معارف القرآن حضرت کاندھلویؒ ج:۶ ص:۲۱ تا ۳۱ (طبع مکتبہ عثمانیہ لاہور)

امام رازیؒ نے اسی قسم کی اور توجیہات بھی نقل کی ہیں۔ (تفسیر کبیر ج:۱ ص:۱۸۹)۔ دیکھئے: تفسیر کبیر ج:۱۶ ص:۱۹۰ تا ۱۹۹۔

لہٰذا آیت کی بے غبار اور محقق تفاسیر تو وہی ہیں جو امام رازیؒ یا حضرت تھانویؒ اور علامہ آلوسیؒ وغیرہ نے نقل کی ہیں۔

البتہ بعض مفسرین نے اس کو بھی اختیار کیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں کسی شخص سے اس کی بیوی کو طلاق دینے کی درخواست کرنا مروّت کے خلاف نہ سمجھا جاتا تھا، اور قانونی قباحت تو اس میں آج بھی نہیں ہے، اس لئے حضرت داؤد علیہ السلام نے اور یاء سے اسی قسم کا مطالبہ کیا تھا۔

فقیل: انه علیه السلام رأی امرأة رجل فساله أن یطلقها فاستحی أن یرده ففعل فتزوجها وهی أم سلیمان، وکان ذلک جائزاً فی شریعته معتادا فیما بین أمته غیر مخل بالمروءة . (روح المعانی ج :۲۳ ص :۱۸۵) (۳)(۳) (طبع مکتبه رشیدیه لاهور)

لہٰذا یہ تفسیر جو سوال میں نقل کی گئی ہے بے اصل تو نہیں، مگر اول تو مرجوح ہے، دوسرے ''سوسائٹی کے رواج سے متاثر ہونے'' کا لفظ قدرے خلاف احتیاط ہے، اس کے بجائے ''سوسائٹی کے عام رواج کے مطابق'' کا لفظ ہوتا تو مناسب تھا، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ نبی کسی برے کام میں سوسائٹی کے رواج سے متاثر ہو گیا، کیونکہ یہ کام نہ ناجائز تھا اور نہ خلاف مروت۔ ہاں! نبوت کے مقام بلند کے پیش نظر حضرت داؤد علیہ السلام نے اسے برا سمجھ کر اس پر استغفار فرمایا۔

۲:۔ عصمت، انبیاء علیہم السلام کے لئے لازم ہے، اور ان سے کسی وقت بھی یہ صفت جدا نہیں ہوتی، ان کی لغزشوں کا ذکر قرآن کریم وغیرہ میں آیا ہے، وہ سب خلاف اولیٰ باتیں تھیں، جو شرعاً معصیت نہیں، مگر انبیاء علیہم السلام کو ان کی جلالت قدر کی وجہ سے ان پر بھی تنبیہ کی گئی۔

۳:۔ صحیح یہ ہے کہ نبوت سے قبل بھی انبیاء علیہم السلام سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا۔ فتاویٰ عثمانی ج۱ ص۲۱۶۔

تفسیر بالرائے جو اصول عربیہ کے خلاف ہو

سوال.....قرآن پاک کی تفسیر بالرائے کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ اسی تفسیر پر وہ مفسر بضد ہو تو اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب.....ائمہ تفسیر نے صحت تفسیر کے لئے جن امور کو لازم کیا ہے' ان کی پابندی کرتے ہوئے کلام اللہ کی تشریح کو تفسیر کہا جاتا ہے اور ان اصولوں کو نظر انداز کرتے ہوئے مضامین کی تشریح کو اصطلاح علماء میں تفسیر بالرائے اور تحریف قرآن کہتے ہیں اور تفسیر بالرائے پر مصر ضال اور مضل ہے۔ (خیر الفتاویٰ ص ۲۴۴ ج ۱)

آیت' رکوع اور سورۃ کی وجہ تسمیہ

سوال.....آیت کو آیت' رکوع کو رکوع اور سورۃ کو سورۃ کیوں کہتے ہیں؟

جواب.....لغت میں آیت علامت کو کہتے ہیں' اور آیت قرآنی بھی چونکہ اپنے مابعد کو ماقبل سے جدا کرنے کی علامت ہے' اس لئے اس کو آیت کہتے ہیں اور رکوع لغت میں ''اطمینان'' کے معنی میں ہے۔ اور قاری وہاں پہنچ کر کیوں کہ قرأت کے سفر سے مطمئن ہو جاتا ہے' اور تراویح وغیرہ میں وہاں پر رکوع کرتا ہے' اس لئے اس کو رکوع کہتے ہیں۔ سورۃ' سور البلد سے مشتق ہے' قرآن پاک کے ایک حصہ کو محیط ہونے کے باعث سورۃ کہتے ہیں (احسن الفتاویٰ ص ۴۸۸ ج ۱)

سورۃ واقعہ میں دوسرے رکوع کی ابتدا

سوال.....سورہ واقعہ کا دوسرا رکوع کہاں سے شروع ہوا ہے۔

ثلة من الاولين سے یا واصحاب الشمال سے؟

جواب..... مصاحف رکوعیہ میں ثلة سے شروع ہوا ہے' مگر مضمون کے اعتبار سے واصحاب الشمال سے مناسب ہے اور میرا بھی یہی معمول ہے اور چونکہ یہ رکوعات کسی ائمہ فن سے منقول نہیں اس لئے اتنا اجتہاد ان میں جائز ہے' چنانچہ بعض مصاحف میں یہ رکوعات نہیں لکھے گئے' اس لئے ان کو اجماعی بھی نہ کہا جائے گا اور اگر وجوب کو بھی مان لیا جائے تو کتابت میں وجوب ہوگا۔ رکعت ختم کرنے میں نہیں۔ غیر رکوع پر رکعت ختم کرنا بلا نکیر تمام امت کا معمول ہے' پس اس کے جواز میں کچھ شبہ نہیں۔ (امداد الفتاوی ص ۵۰۰ ج ۴)

مکی اور مدنی سورتوں میں فرق

سوال:۔قرآن کریم کی بعض سورتوں کو مکی اور بعض کو مدنی کہا جاتا ہے ان میں کیا فرق ہے؟

الجواب:۔قرآن کریم کی سورتیں دو قسم کی ہیں۔مکی اور مدنی' لیکن ان کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ارشاد منقول نہیں' اور اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کے زمانہ اقدس میں صحابہ کرامؓ وحی کے زمان ومکان وغیرہ کا مشاہدہ کرتے تھے لہٰذا ان کو مکی اور مدنی کی پہچان کی ضرورت نہیں پڑی۔لیکن جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہوا اور صحابہ کرامؓ کو ناسخ ومنسوخ کی معرفت کی ضرورت پڑی تو اس کے بعد صحابہ کرامؓ کو مکی اور مدنی سورتوں کا جاننا ضروری ہوا تا کہ ناسخ ومنسوخ کی معرفت میں آسانی ہو۔یہی وجہ ہے کہ مکی اور مدنی سورتوں کی پہچان کے بارے میں صرف صحابہ کرامؓ اور تابعین کے اقوال دستیاب ہو سکتے ہیں۔

شیخ محمد عبدالعظیم زرقانیؒ فرماتے ہیں۔

لاسبیل الیٰ معرفة المکی والمدنی الابما ورد عن الصحابةؓ والتابعینؒ فی ذٰلک لانه' لم یروعن النبیؐ بیان المکی والمدنی و ذٰلک لان المسلمین فی زمانه لم یکونوا فی حاجة الیٰ ھٰذا البیان کیف وھم یشاھدون الوحی والتنزیل ویشھدون مکانه' وزمانه و اسباب النزول عیاناً الخ

(مناھل العرفان ج ۱ ص ۱۸۹ الطریق الموصلة الیٰ معرفة المکی والمدنی)

تاہم بعد ازاں مفسرین نے مضامین اور حالات وواقعات کی روشنی میں مکی اور مدنی سورتوں کی تقسیم کی ہے جس میں ہر ایک سورۃ کی مختلف خصوصیات شمار کی گئی ہیں' بعض کے نزدیک جو سورتیں ہجرت سے پہلے نازل ہوئی ہیں انہیں مکی کہا جاتا ہے اور جو سورتیں ہجرت کے بعد نازل ہوئیں انہیں مدنی کہا جاتا ہے اس میں مکان کا اعتبار نہیں ہے۔چاہے جہاں بھی نازل ہوئی ہوں۔ یہ اصطلاح سب سے زیادہ مشہور ہے۔

اصطلاح نمبر۲: جو سورتیں مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں مکی کہلاتی ہیں نزول چاہے ہجرت سے پہلے ہو یا بعد میں' اور جو سورتیں مدینہ طیبہ میں نازل ہوئیں وہ مدنی کہلاتی ہیں اس صورت میں مکی اور مدنی سورتوں کے درمیان واسطہ ثابت ہوتا ہے اور وہ مکہ ومدینہ سے باہر والی سورتیں ہیں۔

اصطلاح نمبر۳: جن سورتوں میں خطاب اہل مکہ کے ساتھ ہوا ہو وہ مکی ہیں اور جن میں خطاب مدینہ والوں سے ہو وہ مدنی ہیں۔(البرہان فی علوم القرآن ج۱ ص ۱۸۷ تا ۱۹۰) النوع التاسع معرفة المکی والمدنی)

مکی اور مدنی سورتوں کی پہچان

سوال:۔مکی اور مدنی سورتوں کی پہچان اور ان کی علامات کیا ہیں؟

جواب:۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں کوئی روایت مروی نہیں تاہم بعد میں مفسرین حضرات نے اپنی اپنی علمی استطاعت کے مطابق علامات بتائی ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:۔

مکی سورتوں کی علامات

(۱) جن سورتوں میں لفظ کلا کا ذکر ہو وہ مکی ہوں گی۔

(۲) جس سورۃ میں آیت سجدہ ہو وہ مکی ہوگی۔

(۳) جس سورۃ میں انبیاء کرام امم سابقہ کے قصے اور واقعات کا ذکر ہو وہ مکی ہوگی سوائے سورۃ البقرہ کے۔

(۴) جس سورۃ میں حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کے واقعہ کا ذکر ہو وہ مکی ہوگی سوائے سورۃ بقرہ کے

(۵) جس سورۃ میں یایھا الناس کے ساتھ خطاب ہو مکی ہوگی۔

(۶) جس سورۃ کی ابتداء حروف تہجی سے ہو مکی ہوگی سوائے سورۃ بقرہ آل عمران کے۔

مدنی سورتوں کی علامات

(۱) جس سورۃ میں حدود اور فرائض کا بیان ہو وہ مدنی کہلاتی ہے۔

(۲) جس سورۃ میں جہاد اور احکام جہاد کا ذکر ہو وہ مدنی کہلاتی ہے۔

(۳) جس سورۃ میں منافقین کا ذکر ہو وہ مدنی ہوگی سوائے سورۃ العنکبوت کے۔

(۴) جس سورۃ میں یایھا الذین امنوا کے ساتھ خطاب ہو وہ مدنی کہلاتی ہے۔

(البرھان فی علوم القرآن (بدرالدین زرکشیؒ) ج ۱ ص ۱۸۸ تا ۱۹۱ النوع التاسع معرفۃ المکی والمدنی، مناھل العرفان (محمد عبدالعظیم الزرقانیؒ) ج ۱ ص ۱۹۰ الطریق الموصلۃ الیٰ معرفۃ المکی والمدنی (فتاویٰ حقانیہ ج ۲ ص ۱۳۳، ۱۳۴)

قرآن میں رکوع اور پارے کس نے ترتیب دیئے؟

سوال......قرآن کریم میں رکوع کس نے لگائے اور ان کا معیار کیا ہے؟ اسی طرح قرآن کریم کے تیس پارے کس نے کب اور کیسے شروع کئے؟

جواب ......رکوع اور پاروں کا ثبوت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ملتا، مشائخ بخارا نے

قرآن کریم میں پانچ سو چالیس رکوع لگائے' تاکہ تراویح میں ہر رکعت میں ایک رکوع پڑھا جائے تو ستائیس رمضان تک ایک ختم ہو جائے' جیسے کہ متقدمین نے ہر دس آیات کے بعد تعاشیر کی علامت لگائیں' جس سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ تراویح کی ہر رکعت میں اتنی مقدار پڑھنے سے پورے مہینے میں قرآن کریم ختم ہو جائے گا۔ کیونکہ پورے ماہ میں رکعات تراویح کی تعداد چھ سو ہے اور کل آیات چھ ہزار سے کچھ زائد ہیں۔ رکوع کی مقدار کے بارے میں کوئی واضح چیز نظر سے نہیں گزری' یوں معلوم ہوتا ہے کہ کسی مشہور قاری نے تراویح میں قرآن کریم ختم کیا اور جتنی مقدار تلاوت کرنے کے بعد رکوع کرتے گئے' اتنی مقدار پر تلامذہ نے رکوع کی علامت لگا دی'' ''ممکن ہے ایسا ہی ہوا ہو' اشکال ذرا یہ ہے کہ بہت مقامات پر پہلی رکعت میں قرأت کم اور دوسری میں زیادہ قرأت ہوگی جو کہ مکروہ ہے''۔ (م' ع)

پاروں کی تعداد کے بارے میں بعض حضرات کا خیال ہے کہ ان کی تعیین قصداً نہیں کی گئی' بلکہ حضرت عثمانؓ نے جب قرآن کریم کو نقل کیا تو اتفاقاً تیس برابر پاروں میں تقسیم ہو گیا' مگر اس خیال کا ثبوت کہیں نظروں سے نہیں گزرا' بندے کے خیال میں ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ختم قرآن سے متعلق روایات مختلف ہیں' تین روز' سات روز' اور ایک ماہ' ایک مہینے میں ختم کے پیش نظر اس کے تیس پارے متعین کر دیئے گئے جس طرح ایک ہفتہ میں ختم کرنے والوں کے لئے سات منزلیں بنا دی گئیں۔ (احسن الفتاویٰ ص ۴۹۰۔۴۹۲ ج ۱)

تعداد حروف قرآن کریم

سوال:۔ قرآن کریم کے حروف کی صحیح تعداد کیا ہے؟

جواب:۔ جس طرح قرآن کریم کی آیات میں اختلاف ہے اسی طرح حروف کی تعداد میں بھی علماء کی آراء مختلف ہیں' چند مشہور اقوال تحریر کیے جاتے ہیں:۔

(۱) امام قرطبی رحمہ اللہ اپنی مشہور تفسیر ''احکام القرآن'' میں سلام ابو محمد الحمانیؒ سے نقل کرتے ہیں کہ حجاج بن یوسف ثقفی کے زمانے میں اس کے حکم سے قرآن کریم کے حروف کو شمار کیا گیا تو کل تعداد ۳۴۰۷۴۰ ہوئی۔ (احکام القرآن للقرطبی ج ۱ ص ۶۴ باب ما جاء فی ترتیب سورۃ القرآن وایاتہ وشکلہ)

(۲) عطاء بن یسار سے منقول ہے کہ قرآن کریم کے حروف کی تعداد ۳۲۳۰۱۵ ہے۔

(البرھان فی علوم القرآن ج ۱ ص ۲۴۹ فصل فی عدد سور القرآن و آیاته و کلماته و حروفه)

(۳) علامہ شمس الحق افغانی رحمہ اللہ نے ابن الجوزیؒ سے نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حساب کے مطابق قرآن مجید کے تمام حروف ۳۲۲۶۷۱ ہیں۔

(علوم القرآن ص ۷۰ تعداد حروف)

تعداد آیات قرآن کریم

سوال:۔ قرآن کریم کی آیات کریمہ کی تعداد کتنی ہے؟

جواب:۔ قرآن کریم کی آیات کریمہ کی ابتداء اور انتہاء میں اختلاف کی وجہ سے ان کی تعداد کے بارے میں بھی علماء کے درمیان اختلاف ہے تاہم اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ قرآن کریم کی آیات چھ ہزار سے زائد ہیں۔ یہاں چند مشہور علماء کرام کے اقوال نقل کئے جاتے ہیں:۔

(۱) علامہ شمس الحق افغانیؒ نے ابن جوزیؒ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ بشمار ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے آیات قرآن کریم کی کل تعداد ۶۶۶۶ ہے۔

(علوم القرآن ص ۷۰ تعداد آیات)

(۲) اہل مدینہ سے اس بارے میں دو قول منقول ہیں پہلے قول کے مطابق کل آیات مبارکہ ۶۲۱۷ ہیں جو حضرت نافعؒ کی طرف منسوب ہے اور دوسرے قول کے مطابق ۶۲۱۴ ہیں۔

(۳) اہل مکہ کی رائے کے مطابق کل آیات ۶۲۲۰ ہیں جو کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔

(۴) اہل کوفہ کے نزدیک کل آیات ۶۲۳۳ ہیں۔

(۵) اہل بصرہ سے دو قول منقول ہیں جن کے مطابق کل آیات ۶۲۰۵ یا ۶۲۱۹ ہیں۔

(۶) اہل شام سے ۶۲۲۵ اور ۶۲۲۶ کی روایات بھی مروی ہیں۔

(البرهان فی علوم القرآن لبدرالدین زرکشیؒ ج ۱ ص ۲۴۹ فصل فی عدد سورالقرآن و آیاته وکلماته و حروفه مناهل العرفان از محمد عبدالعظیم زرقانیؒ ج ۱ ص ۳۳۶ تحت قوله عدد آیات القرآن)

فتاویٰ حقانیہ ج ۲ ص ۱۳۱، ۱۳۲

حرکات ونقاط قرآن میں کب سے ہیں؟

سوال..... قرآن کریم میں اعراب اور نقطے عہد رسالت اور عہد خلفاء راشدین میں تھے یا نہیں؟ اگر نہیں تھے تو یہ بدعت ہے یا نہیں؟ جواب..... وہ زمانے جن کے بہتر ہونے کی شہادت خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دی، اسی زمانے میں حفاظت قرآن پاک کے لئے یہ سب کچھ کیا گیا،

تا کہ غلط نہ پڑھیں اور تحریف نہ ہو جائے۔ یہ بدعت نہیں' بدعت کہتے ہیں ''دین میں نئی بات پیدا کرنے کو'' اور یہ تمام دین کی حفاظت کے لئے کیا گیا۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۹ ج ۱۷)

قرآن پاک کو حضورؐ کی تصنیف لکھنا

سوال..... زید کے ملٹری کے امتحانات چل رہے ہیں' ان میں ممتحن اس طرح سوالات کرتے ہیں کہ پہلے سوال تحریر کر دیا' اس کے بعد چند جوابات تحریر کر دیئے' مثلاً سوال ہے کہ قرآن کا مصنف کون ہے؟ اس کے ساتھ جوابات لکھتے ہیں (۱) حضور پاکؐ نے (۲) حضرت ابوبکر صدیقؓ نے' (۳) حضرت عمرؓ نے' (۴) ان میں سے کوئی نہیں' زید خوب جانتا ہے کہ جواب (۴) بالکل صحیح ہے' مگر ممتحن کے نزدیک جواب (۱) صحیح ہے' اب اگر زید (۱) جواب دیتا ہے تو ایک نمبر ملتا ہے اور اگر نہیں لکھتا' یا جواب (۴) لکھتا ہے تو ایک نمبر فوت ہو جاتا ہے' ایسی صورت میں جواب (۱) دینا ایمان سے خارج کرتا ہے؟ ایک نمبر کم ہونے سے زید کافی لڑکوں سے پیچھے ہو جائے گا۔

جواب..... قرآن پاک کے متعلق الفاظ مذکورہ لکھنا کفر و انکار کو اختیار کرنا ہے' جس کی قطعاً ممانعت ہے' ہرگز اجازت نہیں..... (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ) ''زید یوں لکھ سکتا ہے کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی ہے'' (م'ع)

علم قرأت اور قرّاء کرام

قرأت سبعہ کا تواتر

سوال..... قرأت سبعہ متواتر ہیں یا مشہور؟

جواب..... بعض قرأتیں تو متواتر ہیں کہ جن کے ناقل اس قدر کثرت سے موجود ہیں کہ ان کا کذب پر جمع ہونا عقلاً محال ہے اور یہ کثرت ہر زمانہ میں رہتی ہے اور بعض قرأتیں مشہور ہیں کہ جن کی سندیں صحیح رسم الخط عثمانی اور قواعد عربیہ کے موافق ہیں اور قاریوں میں مشہور مگر تواتر کے مرتبہ کو نہیں پہنچیں اور کسی قاری نے بھی ان کو غلط اور شاذ نہیں کہا۔ (مجموعہ فتاویٰ ص ۱۱۷)

قرأت شاطبی وتیسیر

سوال..... قرأت شاطبی اور قرأت تیسیر قرأت سبعہ متواترہ کو حاوی ہیں یا نہیں؟

جواب...... امام شاطبی اور صاحب تیسیر نے اپنی کتابوں میں متواترات کا التزام نہیں کیا بلکہ ان کی کتابوں میں بہت سی قرأتیں مشہور بھی مندرج ہیں اور ائمہ قرأت نے قرأت مشہورہ کا ان کتابوں میں انحصار کرنے والوں کا شدت سے رد کیا ہے۔ (مجموعہ فتاویٰ ص ۱۱۸)

روایات عشرہ کا مرتبہ

سوال...... اگر کوئی عالم یا حافظ قرأت عشرہ میں سے کوئی ایک قرأت کرتا ہے اس کو خاطی کہنا درست ہے یا نہیں؟ جواب...... درست نہیں ہے' کیونکہ جب قرأت عشرہ مشہورہ ثابت السند' اور صحیح الروایت ہیں تو اب خطا اور غلطی کی نسبت کرنے کا کیا مطلب ہے؟ ورنہ صحابہ اور تابعین کا تخطیہ اور تغلیط لازم آئے گی۔ (مجموعہ فتاویٰ ص ۱۱۸)

ایک قرأت کو دوسری قرأت کے ساتھ ملانا

سوال...... ایک قرأت دوسری قرأت کے ساتھ' جیسے قرأت حفص کو قرأت ابن عامر کے ساتھ ایک آیت یا ایک سورۃ میں ملا کر پڑھنا کیسا ہے؟

جواب...... ابن صلاحؒ اور نووی فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے قرأت سبعہ یا قرأت عشرہ میں سے کوئی ایک قرأت شروع کی تو پوری مجلس میں اسی قرأت کے ساتھ پڑھنا چاہئے' لیکن اگر ایک جملہ پورا کرنے کے بعد دوسرا جملہ دوسری قرأت میں شروع کر دیا تو یہ بھی جائز ہے' اور بعض ائمہ نے اس اختلاط کو بالکل ناجائز لکھا ہے۔ اور ابن جزریؒ فرماتے ہیں کہ اگر اختلاط سے کلام قواعد عربیہ سے نکل جائے اور مہمل بن جائے تو یہ صورت ناجائز ہے جیسا کہ ''فتلقیٰ آدم من ربہ کلمت'' میں آدم پر رفع پڑھنا غیر تفسیر ابن کثیر کی قرأت کی رو سے اور کلمات پر ابن کثیر کی قرأت کی رو سے جائز نہ ہوگا اور اگر تلاوت کا مقصد کسی خاص راوی اور قاری کی روایت کا بیان کرنا ہے تو اس میں خلط کرنا جائز نہیں کیونکہ اس صورت میں کذب لازم آئے گا ہاں اگر محض برائے تلاوت ہے تو مطلقاً جائز ہے کیونکہ یہ بھی قرآن ہی ہے۔ (مجموعہ فتاویٰ ص ۱۱۷)

قرأت صحیحہ وغیر صحیحہ کی پہچان

سوال...... قرأت صحیحہ کونسی ہیں؟ اور شاذ' باطل اور ضعیف کون سی ہیں؟

جواب...... نشر ابن جزری میں مکتوب ہے' جو قرأت قواعد عربیہ کے موافق ہو یا مصاحف عثمانیہ میں سے کسی ایک مصحف کے مطابق ہو اور اس کی سند صحیح ہو وہی قرأت صحیح ہے' جس کا انکار صحیح

نہیں ہے' خواہ قرأت سبعہ سے منقول ہوں یا عشرہ سے' اگر تین شرطوں میں کسی ایک میں نقصان ہو تو وہی قرأت ضعیفہ' شاذہ اور باطلہ ہو جائے گی۔ (مجموعہ فتاویٰ ص ۱۱۷)

سبعہ احرف کی تشریح

سوال..... حدیث میں وارد ہوا ہے کہ "یہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے" آج کل جو قرأت معروف ہیں وہ دس تک ہیں تو تین قرأتیں زیادہ کیسے ہو گئیں؟

جواب..... حدیث میں سبعہ احرف سے مراد معروف سات قراء تیں نہیں' بلکہ اختلاف قرأت کی سات قسم مراد ہیں' ۱۔ صیغ اسماء' ۲۔ صیغ افعال' ۳۔ اختلاف اعراب' ۴۔ کمی بیشی' ۵۔ تقدیم و تاخیر' ۶۔ الفاظ مترادفہ ۷۔ صفات حروف۔ ابتداء میں لوگ اسلوب قرآنی سے ناواقف تھے۔ مختلف علاقوں اور قبیلوں کے علاوہ بوڑھے' بدوی اور ناخواندہ لوگوں کو ایک اسلوب پر چلانے میں حرج تھا' اس لئے حضورؐ کی خواہش کے مطابق اللہ تعالیٰ نے سات اقسام کے الفاظ کی اجازت عطا فرمائی۔ ان سات قسموں میں ہر شخص کو یہ اختیار نہ تھا کہ وہ اپنی مرضی سے قرآن کریم میں ردوبدل کرے بلکہ یہ مختلف قرأتیں اللہ کی طرف سے متعین تھیں' بعد میں جب لوگ اسلوب سے واقف ہو گئے تو جبرئیل علیہ السلام سے حضور اکرمؐ کے آخری دور قرآن کے وقت بہت سی قرأتیں منسوخ ہو گئیں' اس کے بعد جو قرأتیں باقی رہیں ان کی رعایت رکھتے ہوئے حضرت عثمان غنیؓ نے جمع قرآن کے وقت رسم الخط ایسا اختیار فرمایا جس میں سب قرأتوں کے مطابق پڑھنے کی گنجائش ہو' ملک کو ملک ملک اور مالک تینوں طرح پڑھ سکتے ہیں۔ نیز نقطوں اور اعراب وغیرہ کو ترک کر کے اسی رسم الخط میں مزید وسعت پیدا کی گئی۔ مثلاً ننشرھا پر نقطے نہ لگائے جائیں تو اسے ننشر اور ننشز دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں۔ بعض قرأتیں اس رسم الخط میں نہ سما سکیں تو ان کو دوسرے مصحف میں مستقلاً لکھوا دیا۔ اس قسم کے سات مصاحف لکھوا کر مختلف اطراف میں بھیجے۔ اور ان کے ساتھ سکھانے کے لئے بھی بھیجے' اس زمانے میں مذکورہ بالا اقسام کے اندر قرأتوں کی بہت بڑی تعداد تھی' مگر بعد میں ان میں سے دس کی زیادہ شہرت ہو گئی' بقیہ کو وہ شہرت نہ ہوئی' پھر ان دس میں سے بھی سات زیادہ مشہور ہو گئیں' اس لئے سبع قرأت اور عشرہ قرأت کا عرف ہو گیا۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ معروف قرأت کو سبعہ احرف کا مصداق سمجھنا صحیح نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ص ۴۹۴۔ ۴۹۶ ج ۱)

قرأت سبعہ بھی منقول ہیں محدث نہیں

سوال..... ہمارا عقیدہ ہے کہ قرآن پاک میں ایک شوشہ کا فرق نہیں ہوا' جیسا اور جو نبی کریمؐ

پر نازل ہوا' وہی آج بھی بین الدفتین موجود ہے' قرأت سبعہ کی روایات میں زبر' زیر' پیش' حتی کہ الفاظ کا فرق! کیا اس سے عقیدہ پر زد نہیں پڑتی؟

جواب...... قرأت سبعہ کی قرأتیں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں' اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہیں' ان کی خود ایجاد نہیں۔ (فتاوی محمودیہ ص ۲۰ ج ۱)

سات قرأتوں کے مطابق تلاوت قرآن کا حکم

سوال...... قرآن مجید پڑھنے کے کتنے طریقے ہیں؟ رمضان میں ایک قاری صاحب کی قرأت سے مستفید ہوا' قرأت کا طریقہ انتہائی جدا تھا۔ مثلاً کھڑی زبر کو وہ زیر کے طریقے سے کھینچتے تھے۔ مثلاً: ''**مٰلک یوم الدین**'' کو ''**ملک یوم الدین**'' پڑھتے تھے' اور شاید ''**ملک یوم الدین**'' بھی پڑھتے ہیں' مثلاً: ''**مغضوب علیھم**'' کو بھی اسی طرح پڑھتے تھے یعنی ''**علیھم**'' معلوم کرنے پر فرمایا کہ تقریباً ۷ یا ۱۰ طریقے ہیں۔ تلاوت کلام اللہ کے' غالباً اس طریقے کی تلاوت حضرت قاری فتح محمد صاحب پانی پتی مدظلہم بھی اکثر فرماتے ہیں۔

جواب...... قرآن کریم کا سات حروف پر نازل ہونا بخاری ومسلم وغیرہ کی صحیح احادیث سے ثابت ہے (دیکھئے ص: ۱۹۴ کا فتویٰ اور اس کا حاشیہ) جو معنیً متواتر ہیں۔ ان سات حروف کے مطابق قرآن کریم کی تلاوت کے متعدد طریقے ہیں اور ان سب پر تلاوت قرآن جائز ہے۔ ''**مٰلک یوم الدین**'' میں ایک قرأت ''**ملک یوم الدین**'' بھی ہے۔ ''**ملک یوم الدین**'' کوئی قرأت نہیں' اسی طرح ''**علیھم**'' کے بجائے ''**علیھُم**'' پڑھنا بھی بعض قرأتوں میں درست ہے۔ اس مسئلے کی مکمل تحقیق کے لئے احقر کی کتاب ''علوم القرآن'' کی طرف رجوع فرمائیں۔ واللہ سبحانہ اعلم (فتاویٰ عثمانی جلد ۱ ص ۱۹۱)

لاتامنا میں ادغام صریح ہے

سوال...... سورۃ یوسف میں قول باری لاتامنا کا دیار ہند میں ادغام صریح' اور تشدید کے ساتھ مشہور ہے اور بعض بغیر ادغام یعنی دونوں نون علیحدہ علیحدہ پڑھتے ہیں دونوں میں صحیح کون سی ہیں؟

جواب...... اس میں اظہار وادغام کی حیثیت سے چند احتمال ہیں۔ اول اظہار صریح' یعنی ادغام بالکل نہ کیا جائے' اور اس صورت میں نون اول کو مضموم پڑھا جائے' لیکن قراء سبعہ اور عشرہ میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں' کیونکہ رسم الخط کے مخالف ہونے کے ساتھ یہ قرأت ثقیل بھی ہے'

البتہ اربعہ عشرہ کے قرأ میں سے اعمش اور طلحہ اظہار صریح کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

دوسرا احتمال: بغیر ادغام ہر دونون جدا جدا پڑھے جائیں اس طرح کہ نون اول کی حرکت کو اس قدر اخفا کے ساتھ پڑھا جائے کہ حرف ساکن کا شبہ ہونے لگے' اسی اخفا کو علامہ سیوطیؒ نے الروم اور صاحب تیسیر نے اشمام سے تعبیر کیا' اور اشمام کی حقیقت اسی اخفا کو لکھا ہے۔

تیسرا احتمال:۔ نون اول کو نون ثانی میں ادغام کر کے ضمہ کے اشمام کے ساتھ پڑھیں' اور اس اشمام کی حقیقت یہ ہے کہ دونوں ہونٹوں کو باہم ملائیں اس طرح کہ کوئی آواز یا حرکت نہ پیدا ہو' صرف لبوں سے اتنا اشارہ ہو جائے گویا لبوں سے ضمہ' نون کا اشارہ کر رہے ہیں اور کوئی حرکت نہ پیدا ہو۔

چوتھا احتمال:۔ نون اول کو نون ثانی میں مدغم کر کے بعض ادغام صریح کے ساتھ اشمام اور اشارہ ضمہ کے بغیر پڑھیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر کوئی شخص لاتامنا ادغام صریح کے ساتھ بغیر اشمام اور بغیر روم کے پڑھتا ہے تو مستحق ملامت نہ ہوگا۔ (مجموعہ فتاویٰ ص ۱۱۸۔۱۲۰)

ینقلب کی باء پر جزم کیوں؟

سوال...... سورۃ ملک میں لفظ ینقلب کی با پر جزم کیوں ہے؟ جبکہ عامل جازم کوئی نہیں ہے۔

جواب...... یہ جواب امر ہے' جو امر کی طرح مجزوم ہوتا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۳۲ ج ۱۱)

آیت فلیدع نادیہ پر وقف کرنا جائز ہے

سوال...... سورۃ اقراء میں آیت ۴ افلیدع نادیہ جب ایک طالب علم اس آیت کو پڑھ رہا تھا' تو یہاں وقف کر رہا تھا دوسرے سننے والے نے اعتراض کیا کہ یہاں پر وصلاً پڑھنا چاہئے۔

جواب...... فلیدع نادیہ۔ پر گول آیت ہے اور گول آیت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وقف کیا ہے' اور آپ کے وقف کرنے اور بتانے ہی سے آیات کا پتہ چلا ہے' گول آیت پر ٹھہرنا جائز ہے' اس پر اعتراض کرنا بہت ہی بری بات ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص سانس لمبا ہونے کی وجہ سے کئی آیات ایک سانس میں پڑھے تو بھی جائز ہے' غرض کہ ٹھہرنا نہ ٹھہرنا دونوں جائز ہیں اور ٹھہرنے نہ ٹھہرنے پر اعتراض سنت پر اعتراض ہے۔ (خیر الفتاویٰ ص ۲۴۹ ج ۱)

ویتقہ کے قاف پر سکون کیوں ہے؟

سوال...... کلام پاک میں ویتقہ قاف کے سکون کے ساتھ ہے' بیضاوی نے لکھا ہے کہ کتف

اور فخذ کے قاعدے کے موافق یہاں بھی قاف ساکن ہے اور یہ بعید معلوم ہوتا ہے کہ فعل کے وزن کا قیاس اسم کے وزن پر کیا جائے؟

جواب...... اس کی بنا اس پر ہے کہ تقہ کی تشبیہ ''جو کہ جز وکلمہ ہے'' فخذ کے ساتھ ہے ایسا نہیں کہ مجموعہ فعل کی تشبیہ اسم کے ساتھ ہے اور یہ تشبیہ صرف قرأت اور تلفظ کی تسہیل میں ہے نفس کلمہ کی تعلیل میں تشبیہ نہیں اور اس میں مضائقہ نہیں کہ فعل کا قیاس اسم پر ایسے امر میں کیا جائے کہ اس کا تلفظ اور قرأت میں اثر ظاہر ہوتا ہے اس واسطے کہ حروف ادا کرنے میں عسرت ہونا اسم اور فعل دونوں میں برابر ہے اور تخفیف کا لحاظ دونوں میں مشترک ہے اور جب علت مشترک ہے تو ضروری ہے کہ اثر بھی مشترک ہو اور اسمیت اور فعلیت کا فرق اس امر کے لئے مانع نہیں ہوسکتا اس واسطے کہ یہ فرق اسمیت اور فعلیت کا کلمہ کے معنی اور اس کے توابع سے ہے اور تخفیف کی بنا تلفظ اور قرأت پر ہے۔ (فتاویٰ عزیزی ص ۱۱۳ ج ۲)

اعراب فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ

سوال...... فاصدق واکن من الصالحین لفظ اکن معطوف ہے اصدق پر تو معطوف علیہ ''یعنی اصدق ہے اور اکن ''معطوف'' مجزوم ہے ایسا کیوں؟ جبکہ معطوف معطوف علیہ کا اعراب موافق ہوتا ہے۔ جواب...... فاصدق یہ لفظاً منصوب ہے۔ لولا اخرتنی یعنی تمنا کا جواب ہونے کی وجہ سے اور تمنا کے بعد جواب شرط مقدر ہونے کی وجہ سے محلاً مجزوم ہے۔ اور لفظ اکن منصوب بھی ہے اور مجزوم بھی یعنی اس میں دونوں صورتیں جائز ہیں اور قرأت متواترہ میں محلاً اعراب ہی کا اعتبار کیا گیا ہے۔ (امداد الفتاویٰ ص ۴۹ ج ۵)

علیٰ حبہ کی ضمیر کا مرجع

سوال...... و آتی المال علیٰ حبہ میں حضرت والا نے حبہ کی ضمیر کا مرجع اللہ کو قرار دیا ہے حالانکہ المال بھی مرجع بن سکتا ہے کیونکہ لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اپنا محبوب مال راہ خدا میں صرف کرے تو اجر عظیم ہے وجہ ترجیح سمجھ میں نہیں آئی کہ دونوں لفظ مرجع بن سکتے تھے مگر حضرت والا نے قریب کو ترک فرما کر بعید کو اختیار فرمایا نیز فی حبہ کے بجائے علیٰ حبہ سے بھی امر آخر کی ترجیح معلوم ہوتی ہے۔

جواب...... وجہ ترجیح یہ ہے کہ اگر کسی مال خرچ کرنے والے کو مال کی محبت بالکل نہ ہو مگر

خالص نیت سے (یہ مراد ہے محبت حق سے) خرچ کرے تو بالا جماع یہ خرچ کرنا موجب تعریف ہے اور مال کو مرجع بنانے میں تعریف کا مستحق نہ ہونا لازم آتا ہے اور آیت **لن تنالوا** میں **مما تحبون** سے یہ مراد ہے کہ جو چیزیں عمدہ ہونے کی وجہ سے تم کو مرغوب ہوں وہ خرچ کریں اور علی اور فی کا فرق سمجھنا یہ ادیب کا کام ہے۔ مجھ کو اس میں زیادہ خلل نہیں البتہ اتنا روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ علی کبھی بمعنی لام بھی آتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے **تنکح المرأة علیٰ** ای خصال اور دوسری حدیث میں یہ ہی مضمون ان الفاظ سے ہے۔ **تنکح المرأة لاربع** یہ میرے مدعا میں صریح ہے اسی طرح علیٰ حبہ بمعنی لحبہ کے کہنا صحیح ہوگا پس اس کی کوئی دلیل نہیں کہ یہاں علی بمعنی مع ہے جس سے مال کا مرجع ہونا راجح ہو سکے۔ (امداد الفتاویٰ ص ۳۶ ج ۵)

وقف امر پر ہے یا سلام پر؟

سوال ..... سورۃ قدر میں امر پر ٹھہرے یا سلام پر؟ یا دونوں پر؟

جواب ..... دونوں جگہ میں اختیار ہے جہاں چاہے وقف کرے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۳۲ ج ۱۸)

علم تجوید سیکھنا کیسا ہے؟

سوال ..... علم تجوید فرض عین ہے یا کفایہ اور کہاں تک مستحب ہے؟

جواب ..... علم تجوید جس سے حروف کی تصحیح ہو جائے اور قرآن شریف کے معنی نہ بگڑیں فرض عین ہے مگر عاجز معذور ہے اور اس سے زیادہ علم قرأۃ فرض کفایہ ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۳۱۷)

کیا لہجہ سیکھنا حرام ہے؟

سوال ..... کیا لہجہ سیکھنا اور اسکے مطابق پڑھنا غلط ہے ایک صاحب کہتے ہیں کہ حرام ہے۔

جواب ..... کسی چیز کو حرام کہنا جب تک اس کے حرام ہونے کی دلیل نہ ہو جائز نہیں اور جو چیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سے ثابت ہو اس کو حرام کہنا تو انتہائی جسارت ہے بعض لوگ جو حقیقتاً قواعد تجوید سے واقف نہیں قواعد موسیقی کے مطابق سر ملا کر پڑھتے ہیں جس سے بعض حروف کو زیادہ دراز کرتے ہیں حالانکہ وہ مد نہیں بعض کو جلدی پڑھتے ہیں حالانکہ وہ مد ہے اور اسی طرح دیگر تغیرات ہوتے ہیں جیسا کہ راگ گانے میں ہوتا ہے اس طرح پڑھنا یقیناً ناجائز ہے اس سے معنی میں کافی تغیر پیدا ہوتا ہے اور الفاظ بھی مسخ ہوتے ہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۸ ج ۱)

شان نزول

سورۂ فاتحہ کا شان نزول وغیرہ

سوال...... سورۂ فاتحہ قرآن مجید کی سورۃ ہے کہ نہیں؟ اگر ہے تو کون سے پارے کی سورۃ ہے؟ نیز یہ کہ سورۂ فاتحہ پڑھنے سے نماز میں تو کوئی قصور واقع نہیں ہوتا' نیز شان نزول بھی تحریر فرمائیں۔

جواب...... سورۂ فاتحہ بالیقین قرآن شریف کی سورۃ ہے' مصحف عثمانی میں سب سے اول سورۂ فاتحہ ہے' اس کے بعد سورۂ بقرہ ہے' بچوں کی تعلیم میں سہولت کی خاطر پارہ عم میں خلاف ترتیب سورتیں لکھی گئی ہیں' سورہ فاتحہ نماز میں امام اور منفرد کے لئے پڑھنا واجب ہے' اگر بھولے سے واجب چھوٹ جائے تو سجدہ سہو لازم آتا ہے' عمداً ترک واجب سے اعادہ واجب ہوتا ہے' شان نزول اور مزید معلومات' لباب المنقول' الدر المنثور' مفاتیح الغیب وغیرہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۹ ج ۱۴)

سورۂ فاتحہ کا شان نزول درمنثور میں اس طرح سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہؓ سے فرمایا کہ جب میں تنہا ہوتا ہوں تو ایک آواز سنائی دیتی ہے مجھے اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں کوئی اثر تو نہیں ہوگیا' حضرت خدیجہؓ نے فرمایا معاذ اللہ۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ایسا نہیں کرے گا۔ بخدا آپ امین ہیں' صلہ رحمی کرنے والے ہیں' صدقہ دینے والے ہیں آپؐ کی عدم موجودگی میں حضرت خدیجہؓ نے اس کا تذکرہ حضرت ابوبکرؓ سے کیا اور کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر ورقہ کے پاس جائیں' جو ایک بہت بڑے عیسائی عالم تھے۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ آپ کو لے کر ورقہ کے پاس گئے تو آپ نے اپنا حال بیان کیا کہ میں جب تنہا ہوتا ہوں' تو مجھے آواز آتی ہے کہ کوئی پکارنے والا پکار رہا ہے یا محمد! یا محمد!

میں اس آواز سے ڈر کر بھاگنے لگتا ہوں۔ ورقہ نے کہا اب اگر وہ آواز سنائی دے تو بھاگنا نہیں' بلکہ ثابت قدم رہنا' اور پکارنے والا جو کچھ کہے اس کو سننا کہ وہ کیا کہتا ہے؟ اور پھر مجھے آکر بتانا' چنانچہ پھر اس کے بعد جب آپ تنہا ہوئے تو پھر آواز آئی اے محمد! کہہ **بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العلمین** یہاں تک کہ پوری سورۃ پڑھ کر سنائی' پھر اس نے کہا' کہو لا الٰہ الا اللہ پھر ورقہ کو اس کی اطلاع دی گئی۔ تو اس نے کہا مبارک ہو۔ اور پھر مبارک ہو شہادت دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نوید اور بشارت کے مظہر ہیں۔ اور آپ پر حضرت موسیٰ کی طرح وحی نازل ہوئی ہے۔ اور آپ نبی مرسل ہیں۔ (درمنثور ج ۱ ص ۲ از محمد ناصر عفی عنہ)

معوذتین کا شان نزول

سوال:معوذتین جو آخری سورتیں ہیں اُن کا شان نزول کیا ہے؟ کیا اس کے متعلق جادو کا قصہ صحیح ہے؟

جواب......لبید بن اعصم اور اس کی لڑکیوں نے یہودیوں کے وعدۂ انعام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک لے کر گیارہ گرہیں لگا کر کنوئیں میں دبا دیئے، جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ تکلیف ظاہر ہوئی یہ دونوں سورتیں نازل ہوئیں، اور آپ کو وہ مقام بتلایا گیا جہاں بال مدفون تھے، آپ نے ان کو نکال کر یہ دونوں سورتیں پڑھیں جس سے وہ گرہیں کھل گئیں اور آپؐ کو آرام ہو گیا، اس سحر کا اتنا اثر نہیں تھا کہ آپ بالکل بے ہوش ہو جاتے ہوں یا وظائف و عبادات میں فرق آتا ہو۔ (خیر الفتاوی ص ۲۳۱ ج ۱)

لاتقربوا الصلوٰۃ کا شان نزول

سوال......لاتقربوا الصلوٰۃ کا شان نزول کیا ہے؟

جواب......درمنثور میں وہی شراب نوشی کا مشہور واقعہ سبب نزول نقل کیا ہے نیز نوم یعنی نعاس بھی سبب نزول منقول ہے، مفسر کو اس قول کو بھی لینے کی گنجائش ہے۔

سوال......ابوداؤد ترمذی میں جو واقعہ حضرت علیؓ کی شراب نوشی کا درج ہے وہ کہاں تک صحیح ہے؟

جواب......دونوں کتاب میں رجال کو دیکھ لیا جاوے۔

بقیۃ السوال......اور بخاری میں یہ حدیث کیوں نہیں پائی جاتی؟

جواب......بخاری میں یہ حدیث نہ ہونا موجب جرح نہیں، ورنہ بہت سی حدیثیں مسلم کی بھی مجروح ہو جاویں گی اور سمجھ میں نہیں آتا کہ حدیث کی نفی کی کیا ضرورت ہے جبکہ اس وقت حلال تھی۔ (امداد الفتاویٰ ص ۲۵ ج ۵)

یآیھا الرسول بلغ کا شان نزول

سوال......تفسیر کبیر، تفسیر واحدی میں ہے کہ حجۃ الوداع سے واپسی پر غدیر خم پہنچنے کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ آپ پہلے اس فریضہ کی انجام دہی میں مشغول ہو گئے۔ مگر اب زیادہ اہتمام ہو گیا اور فوراً سواری سے اتر کر خطبہ دینا شروع کیا۔ جس کے آخر میں یہ حدیث تھی، **من کنت مولاہ فعلی مولاہ**۔ اس خطبہ سے فارغ ہوتے ہی آیت کریمہ **الیوم اکملت لکم** الخ نازل ہوئی۔ مفسرین مذکور نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت علیؓ کے بارے میں نازل ہوئی، صحابہ کرام

نے حضرت علیؓ کو مولا ہونے کی بشارت دی' اور حضرت حسان نے حضرت علیؓ کی شان میں ایک قصیدہ لکھ کر حدیث نبویؐ میں پیش کیا' جس کا ایک مصرعہ یہ تھا ع۔ **و جعله اماماً و هادیاً۔**

اس صورت میں آیت مذکور کو پہلی آیت کا شان نزول کہنا صحیح ہے یا نہیں اور آیت سے حضرت علیؓ کے لئے امامت ثابت ہوئی ہے یا ولایت؟ اور دوسری آیت کا نزول غدیر خم ہے یا کوئی اور جگہ؟ پہلی صورت میں اکمال دین اور اتمام نعمت سے حضرت علیؓ کے مولا ہونے کو ثابت کرنا ہے یا کسی اور چیز کو؟ اور اس سے مولائیت مراد ہو جس کا دوسرا نام ولایت ہے تو اس کے اظہار سے اکمال دین و اتمام نعمت کس طرح ہوا؟ اور قصیدہ میں حضرت علیؓ کے منصب امامت و ولایت کے عطا ہونے کی طرف اشارہ کیا' اور آنحضرت نے زجر و توبیخ کے بجائے ان کی تعریف کی' اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ کا منشاء بھی وہی تھا جس کو حضرت حسان نے بیان کیا' اس کا بھی جواب تحریر فرمائیں۔

جواب...... آیت کریمہ **الیوم اکملت لکم** الخ۔ کا شان نزول موضع غدیر خم نہیں ہے اور اس جگہ نازل ہونے کی روایت نا قابل اعتبار ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ حجۃ الوداع میں بروز عرفہ' میدان عرفات میں جمعہ کے دن نازل ہوئی اور آیت کی مراد شرعی احکام ہے اور مناسک حج تام کر کے تکمیل کرنا ہے' اور آیت کریمہ کو حضرت علیؓ کی امامت سے کوئی تعلق نہیں' اور آیت **یا یھاالرسول بلغ** الخ۔ کا شان نزول یہ ہے کہ تبلیغ دین کی وجہ سے کفار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلمؐ کو تکلیف پہنچائی' تو آپ کو حد درجہ ملال ہوا' تو تسلی کے لئے یہ آیت نازل ہوئی جس میں حکم ہے کہ رنج و غم سے آزاد ہو کر تبلیغ فرماتے رہئے۔ آپ کا خدا محافظ ہے' اور اس آیت میں محض تبلیغ احکام کا حکم عام ہے' امامت علیؓ وغیرہ کا کوئی تعلق اس سے نہیں' اور بعض مفسرین ثعلبی وغیرہ نے شان نزول میں اس کا تعلق حضرت علیؓ کی امامت و ولایت کے بارہ میں اس کا ذکر کیا ہے وہ محدثین کے نزدیک قابل اعتبار نہیں۔

البتہ **من کنت مولاہ** کا قصہ اگرچہ صحیح ہے لیکن اس سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا کہ لفظ مولیٰ ناصر' محب' مقتدی وغیرہ معنی کے لئے استعمال ہوتا ہے' اتنی بات عقلمند کے لئے کافی ہے' اور اگر اس قصہ میں یا آیات مذکورہ میں کوئی اشارہ حضرت علیؓ کی خلافت کا ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ظاہریہ کے بعد مہاجرین و انصار میں اختلاف کے وقت حضرت علیؓ ان حجتوں کو پیش کرتے' مگر پیش نہ کرنا علامت ہے اس بات کی کہ آیت میں امامت کی طرف کوئی اشارہ نہیں۔

(فتاویٰ عبدالحئی ص ۱۲۶)

آیت واذا قری القرآن کا شان نزول

سوال...... اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟ اور اس کی تفسیر کیا ہے؟ بعض علماء اہل حدیث فرماتے ہیں کہ یہ آیت سورۂ فاتحہ کے بارے میں نہیں اتری اور علماء حنفی یہ کہتے ہیں کہ آیت سورۂ فاتحہ کے منع میں اتری ہے' آپ واضح طور سے آیت کا شان نزول لکھیں۔

جواب...... اولاً بعض حضرات صحابہ کرام امام کے پیچھے قرأت کیا کرتے تھے۔ ان کو منع کرنے کے لئے یہ آیت نازل ہوئی۔ ابوبکر حصاص رازی نے تفسیر احکام القرآن میں ایسا ہی نقل کیا ہے ابن کثیر میں بھی ابن عباسؓ اور عبداللہ بن مغفلؓ سے یہ روایت موجود ہے' التعلیق الحسن میں اس پر اجماع نقل کیا ہے' و **اخرج البیهقی عن الامام احمد قال اجمع الناس علی ان هذه الآیة فی الصلوة**. اور یہ اپنے عموم کے اعتبار سے فاتحہ اور غیر فاتحہ سب کو شامل ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۴۳ ج ۱۰)

ومن الناس من یعجبک کا شان نزول

سوال...... اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب...... یہ آیات اخنس بن شریق کے بارے میں نازل ہوئی جو کہ بڑا فصیح و بلیغ تھا' وہ حضورؐ کی خدمت اقدس میں آ کر قسمیں کھا کر اسلام کا جھوٹا دعویٰ کرتا تھا۔ اور مجلس سے اٹھ جاتا تو فساد ایذا رسانی خلق میں لگ جاتا۔ (خیر الفتاویٰ ص ۲۳۴ ج ۱)

آیت ولو علم اللہ فیھم کا شان نزول

سوال...... آیت میں ہے ''اللہ تعالیٰ ان کو سمجھاتا اور سناتا وہ پھر بھی نہ سنتے اور سمجھتے اور بھاگ جاتے' یہ عقل میں نہیں آتا اس سے قلب میں یہ اثر ہوتا ہے کہ گویا اللہ تعالیٰ کا یہ کہنا کہ ان کو کیا سنانا میرا سنانا بیکار ہے۔ اگر میں ان کو سناتا تو وہ پھر بھی نہ سنتے اور منہ پھیر کر بھاگ جاتے' اس آیت کے صحیح مطلب سے آگاہ فرمائیں۔

جواب...... آیت کے شان نزول میں یہ مذکور ہے کہ مشرکین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا کہ اگر آپؐ سچے پیغمبر ہیں تو قصی کو زندہ کیجئے' قصی عربوں کا جداعلیٰ بڑا اچھا آدمی تھا' اگر وہ زندہ ہو کر آپ کی تصدیق کرے اور ہم اس کی تصدیق سنیں تو ایمان لے آئیں گے اس کے جواب میں آیت نازل ہوئی کہ اگر اللہ تعالیٰ جانتا کہ ان کے دل میں خیر ہے تو ان کو قصی کی زبانی تمہاری نبوت کی تصدیق سنا دیتا' مگر چونکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ان کے دل میں خیر نہ تھی اور اللہ

تعالیٰ جانتا تھا کہ ان کا یہ مطالبہ خلوص پر مبنی نہیں ہے اگر قصی زندہ ہو کر حضور کی تصدیق کرے اور یہ لوگ قصی کو زندہ دیکھ لیں اور اس کی زبان سے تصدیق نبوت سن لیں' تب بھی ایمان نہ لائیں گے اس لئے حضرت حق نے ان کا مطالبہ پورا نہ کیا' اس کے علاوہ اور بھی توجیہ ہے مگر مسلمانوں کے اطمینان قلب کے لئے یہ کافی ہے۔ (کفایت المفتی ص ۸۸ ج ۲)

تطبیقات اور رفع تعارض

حضرت آدم علیہ السلام سے متعلق دو آیتوں میں تعارض کا جواب

سوال......ان دو آیتوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے۔ **ولقد عهدنا الٰی آدم من قبل فنسی.** (۲) **وقال مانها كما ربكما عن هذه** الخ۔ آیت نمبر ایک سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدمؑ بھول گئے تھے اور آیت نمبر دو سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدمؑ کو دونوں باتیں یاد تھیں' ان دونوں میں سے بھولے ایک بھی نہیں تھے' خدا کو جھوٹا سمجھا اور شیطان کو سچا اور دوست مان کر درخت ممنوعہ چکھ لیا۔ یعنی یہ حکم کہ درخت کے قریب نہ جاؤ اور یہ کہ شیطان تمہارا دشمن ہے۔

جواب......حضرت آدمؑ کو جس وقت شیطان نے درخت کھانے کی ترغیب دی تو اس وقت یہ دونوں باتیں یاد تھیں' ممانعت بھی' عداوت شیطان بھی' لہٰذا اس کے کہنے کو قبول نہیں فرمایا جس پر شیطان نے اپنی خیر خواہی کو بیان کیا' اور قسم کھائی' مگر اس کی قسم کی بھی تصدیق نہیں فرمائی' یہاں تک کہ زمانہ دراز گزر گیا' اور ممانعت کو بھول گئے' مگر اتنی بات یاد رہی کہ ملائکہ کو بہت سی فضیلتیں حاصل ہیں مثلاً عبادت میں ہر وقت مشغولی ضعف وتھکان کا نہ ہونا وغیرہ اس لئے درخت کے کھانے کا طبیعت میں میلان پیدا ہوا اور اس کو چکھ لیا' چکھنے کے واقعہ کو آیت نمبر ایک میں بیان کیا ہے اور ابتداً ترغیب اور قسم کے واقعہ کو آیت نمبر دو میں بیان کیا ہے دونوں کے درمیان ایک لمبا زمانہ ہے' ایک ہی وقت کے متعلق دونوں باتیں ہوتیں تو تعارض ہوتا۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۳۰۲ ج ۸)

حضرت آدمؑ کی لغزش اور دو آیتوں میں تعارض

سوال......قرآن کریم میں ہے کہ ابلیس کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یقیناً میرے مخلص بندوں پر تجھ کو قابو نہیں'' اور خود ابلیس کا بھی یہ اقرار ہے۔ **الا عبادک منهم المخلصین**'' حضرت آدمؑ کے مخلص ہونے میں شک نہیں' لیکن ابلیس نے پھر بھی ان کو بہکایا' اس سے من وجہ قابو بھی ثابت ہے یہ تعارض رفع فرمائیں۔

جواب...... آیت اس بارے میں صریح ہے کہ شیطان کا مقربین و مخلصین پر قابو اور غلبہ نہیں ہوتا' بہکانے کی کوشش کرنے کی نفی نہیں اور **لاغوینھم اجمعین الاعبادک** میں استثناء دراصل **لاغوینھم** سے نہیں بلکہ اس کے مطاوع سے ہے تقدیر عبارت کی یوں ہے' **لاغوینھم اجمعین فیکون من الغاوین الا عبادک** مگر چونکہ مطاوع مذکور نہیں گو مراد ہے اس لئے مستثنیٰ کا اعراب نصب لایا گیا ہے۔

حضرت آدمؑ سے جو لغزش ہوئی وہ ابلیس کے قابو پانے سے نہیں ہوئی بلکہ سہواً ہوئی اور شیطان کی طرف اس کی نسبت اس کوشش کے اظہار کے لئے کی گئی کہ اس نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا' مگر آدمؑ پر قابو نہ پاسکا' لیکن حضرت آدمؑ سے نسیاناً وہ فعل سرزد ہو گیا' جو شیطان چاہتا تھا۔ (کفایت المفتی ص ۱۹۱ ج ۲)

آدم علیہ السلام کے بیٹوں میں نزاع کا سبب

سوال:۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں کے درمیان جھگڑے کا سبب کیا تھا اور ان میں بہن بھائی کا امتیاز کیا تھا؟

جواب:۔ اس نزاع اور جھگڑے کے سبب کے بارے میں اکثر مفسرین کا خیال یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے ہاں جب بھی بچہ پیدا ہوتا تو ایک لڑکے اور ایک لڑکی کا جوڑا ہوتا' چونکہ آدم علیہ السلام دنیا میں پہلے انسان تھے اور اللہ تعالیٰ کو ان کی نسل باقی رکھنا منظور تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے ضابطہ یہ مقرر کیا تھا کہ ہر جوڑے کا آپس میں نکاح ناجائز ہوتا اور دوسرے جوڑے کے ساتھ جائز ہوتا تھا اور ان کے لئے ضرورت کی بناء پر افتراق بطون بمنزلہ افتراق نسب کے تھا۔ تو اسی طرح حضرت آدمؑ کے ایک بیٹے قابیل کے ساتھ جو لڑکی پیدا ہوئی اس کا نام اقلیما تھا اور وہ حسین بھی تھی اور ان کے بعد دوسرے بطن سے جو بیٹا پیدا ہوا اس کا نام ہابیل اور اس کی بہن کا نام لبودا تھا۔ اب اصول کے مطابق جب نکاح کا وقت آیا اور اقلیما کا نکاح ہابیل سے ہونے لگا تو قابیل نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ چونکہ یہ میرے ساتھ پیدا ہوئی لہذا میرا حق ہے اور یہ لبودا سے حسین بھی ہے۔ اس پر حضرت آدم علیہ السلام نے قابیل کو سمجھایا مگر وہ نہ مانا تو پھر آدم علیہ السلام نے قابیل اور ہابیل دونوں کو نذر کا حکم دیا کہ جس کی نذر قبول ہوگئی فیصلہ اس کے حق میں ہوگا۔ اب ہابیل کی نذر قبول ہو گئی جس پر قابیل کا غصہ مزید بڑھا اور آخر کار اس نے ہابیل کو قتل کر دیا۔

لما نقل الطبریؒ: عن ابن عباسؓ و عن مرة و عن ابن مسعود و ناس من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم كان لايولد لأدم

مولود الاولد مع جارية فكان يزوج غلام هٰذاالبطن جارية هٰذاالبطن الأخر' و يزوج جاريته هٰذاالبطن غلام هٰذا البطن الأخر حتىٰ ولدله' ابنان يقال لهما قابيل و هابيل و كان قابيل صاحب ذرع و كان هابيل صاحب ضرع وكان قابيل اكبرهما وكان له' اخت احسن من اخت هابيل و ان هابيل طلب ان ينكح اخت قابيل فابى عليه وقال هى اختى ولدت معى وهى احسن من اختك وانا احق ان اتزوجها فامره ابوه ان يزوجها هابيل فابى وانهما قرباقرباناً الى الله ايهما احق بالجارية الخ . (طبرى ج ۴ ص ۱۸۸ سورة المائدة)

وقال ابن كثيرؒ قال السيدى فيما ذكر عن ابن عباس و ابن مسعود و ناس من اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم انه' كان لايولد لآدم مولود الاولد معه جارية فكان يزوج غلام هٰذا البطن جارية هٰذا البطن الآخر و يزوج جارية هٰذا البطن غلام هٰذا البطن الآخر حتىٰ ولدله ابنان يقال لهما هابيل و قابيل و كان قابيل صاحب ذرع وكان هابيل صاحب ضرع وكان قابيل اكبرهما و كان له' اخت احسن من اخت هابيل و ان هابيل طلب ان ينكح اخت قابيل فابى عليه وقال هى اختى ولدت معى وهى احسن من اختك و انا احق ان اتزوج بها فامره ابوه ان يزوجها هابيل فابى وانهما قرباقرباناً الىٰ الله عزوجل ايهما احق بالجارية الخ (تفسير ابن كثير ج ۲ ص ۴۱ سورة المائده' تحت الآية واتل عليهم نبأ ابنى آدم...) و مثله' فى التفسير المظهرى للقاضى ثناء الله پانى پتیؒ ج ۲ ص ۷۸ سورة المائدة) فتاویٰ حقانیہ ج۲ص۱۴۰

ماضل صاحبکم اور ووجدک ضآلاً میں تعارض کا جواب

سوال...... اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ فرمایا ماضل صاحبکم و ماغویٰ اور ایک جگہ ارشاد ہے ووجدک ضآلا فهدیٰ۔ اس میں تطبیق کی کیا صورت ہے؟

جواب...... ضلال کے معنی ہیں راستہ سے ہٹنا اس کی دو قسمیں ہیں ایک راستہ سے ہٹنا علم سے پہلے اور یہ کوئی عیب نہیں آیت ثانیہ میں اسی کا اثبات ہے اور دوسری قسم راستہ سے پھرنا علم کے بعد اگر یہ جان بوجھ

کرہوتو عیب ہے اور پہلی آیت میں اسی کی نفی ہے پس کچھ تعارض نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ص ۶۹ ج ۵)

آیت الف سنۃ اور خمسین الف سنۃ کے درمیان تطبیق

سوال...... قرآن پاک میں قیامت کے دن کو ایک ہزار سال برابر بتایا گیا ہے اور دوسری جگہ پچاس ہزار سال کے برابر' دونوں میں کیا تفاوت ہے؟

جواب...... تطبیق دونوں آیتوں میں یہ ہے کہ مختلف لوگوں کے مختلف احوال کے اعتبار سے روز قیامت کے طول میں فرق ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ ص ۱۵ ج ۵)

خداوند کریم نے ایک جگہ ارشاد فرمایا کہ کیا تم لوگوں کے پاس قوم نوحؑ اور عادؑ وثمودؑ کی خبر نہیں آئی"

دو آیتوں میں تعارض کا جواب

سوال...... یعنی آئی" اور دوسری جگہ ارشاد ہے کہ نوح علیہ السلام کے متعلق خبر یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جس کو نہ تم جانتے تھے اور نہ تمہاری قوم تو پہلی آیت میں اثبات اور دوسری میں نفی کے کیا معنی؟

جواب: تعارض اس لئے نہیں کہ مثبت درجہ احتمال کا ہے اور عبرت کے لئے وہ بھی کافی ہے اور منفی درجہ تفصیل کا ہے اور وہ موقوف علیہ عبرت کا نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ص ۲۹ ج ۵)

لیعلم ان قدابلغوا- کی ضمیر کا مرجع

سوال...... ابلغوا کی ضمیر جناب نے فرشتوں کی طرف پھیری ہے اور دیگر مترجمین نے رسولوں کی طرف؟ جواب...... کیا یہ دونوں وجہیں صحیح نہیں ہوسکتیں؟ (امداد الفتاویٰ ص ۶۱ ج ۵) "یقیناً دونوں وجہ صحیح ہیں"۔ (م'ع)

زکھاؔ و تزکیٰ میں تعارض کا جواب

سوال...... آیت قد افلح من زکھا اور قد افلح من تزکیٰ میں تعارض کا شبہ ہو رہا ہے کہ اول میں تزکی پر افلاح کا عدم توقف' اور ثانی میں توقف معلوم ہوتا ہے؟

جواب...... تزکی مطاوع ہے تزکیہ کا جب آیت اولی میں تزکیہ موقوف علیہ ہے فلاح کا تو تزکی بھی اسکا موقوف علیہ ہوا' تو تزکی پر عدم توقف کا حکم بھی غلط ہے اور دونوں آیتوں کا حاصل ایک ہی ہے۔

بقیہ السوال...... نیز ثانی آیت سے تزکی کے مکلف پر ہونے کا شبہ ہوتا ہے' جو غیر اختیاری ہے۔ تزکی بواسطہ تزکیہ کے اختیاری ہے' اور کثرت سے افعال اختیاریہ ایسے ہیں کہ وہ بالذات غیر

اختیاری ہیں، مگر بواسطہ اختیاری ہیں، جیسے ابصار ''دکھلانا'' بواسطہ فتح العین وجعلہ محاذیاً للمرئی اختیاری ہے، گو بالذات غیر اختیاری ہے۔ (امداد الفتاوی ص ۲۷ ج ۵)

شبہات واشکالات کے جوابات

تکلیف مالا یطاق پر ایک شبہ کا جواب

سوال...... امم سابقہ سے بھی خطاء ونسیان معاف تھا۔ آیت **لایکلف الله نفساً** سے یہ ہی مفہوم ہوتا ہے اور حدیث **رفع عن امتی الخطاء والنسیان** سے اس امت کی تخصیص معلوم ہوتی ہے۔

جواب...... میری تفسیر میں اس سے تعرض ہے اس کا ضروری حصہ نقل کرتا ہوں ''تو یہ بھی ممکن ہے کہ جتنے مراتب خطاء ونسیان کے اور اسی طرح وساوس وخطرات کے معاف کئے گئے ہیں ان میں بعض اختیاری ہوں چنانچہ تامل سے یہی معلوم ہوتا ہے اس لئے ان کا مکلّف بنانے میں کوئی اشکال نہ تھا۔ اور حدیثوں میں **عن امتی** کی قید سے امم سابقہ کا بعض مراتب میں مکلّف ہونا بھی مفہوم ہوتا ہے ورنہ محض تکلیف مالا یطاق کی نفی تو نفساً سے عام معلوم ہوتی ہے، سب امم کو''۔ (امداد الفتاوی ص ۲۳ ج ۵)

قرآن مجید کے شفاء جسمانی ہونے پر ایک شبہ کا جواب

سوال...... احمدی لوگوں کا اعتقاد ہے کہ کوئی قرآنی آیت برائے شفاء جسمانی نہیں اتری، یہ تعویذ جو کہ مولوی لکھ رہے ہیں یہ شرک ہے اور قرآن میں لفظ شفاء سے مراد شفاء جسمانی نہیں روحانی ہے کیا یہ دلیل صحیح ہے؟

جواب...... قرآن میں لفظ شفاء عام ہے، اس کو خاص کرنے کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔ صحیحین میں صحابہؓ کا سورہ فاتحہ سے سانپ کے ڈسے ہوئے کو جھاڑنا پھونکنا ثابت ہے نیز صحیحین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معوذتین کو پڑھ کر دم کرنا مذکور ہے۔ (امداد الاحکام ص ۱۵۳ ج ۱)

انک لعلیٰ خلق عظیم پر ایک شبہ کا جواب

سوال...... حضرت عائشہؓ کا فرمان ہے کہ آپؐ کے اخلاق قرآن کریم کے طبعاً مطابق تھے اور علم کلام میں یہ اصول محقق ہے کہ ہر خلاف طبیعت عبادت افضل ہے اس عبادت سے جو موافق طبیعت ہو، جیسا کہ نوع انسانی افضل ہے نوع ملائکہ سے کیونکہ ملائکہ کی عبادت موافق طبیعت ہے، اس توجیہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا ناقص ہونا لازم آتا ہے۔

جواب......فرمان عائشہؓ کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ کو قرآن کریم پر عمل کرنے میں ملکۂ راسخہ حاصل ہے' جو کہ ثمرہ ہے اہتمام مجاہدہ کا' اور یہ ''ملکۂ راسخہ'' عین طبعی نہیں بلکہ مثل طبعی کے ہے' پس طبعی ہونے سے جو سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہاں جاری نہ ہوگا۔ اس لئے کہ یہ مرتبہ ''یعنی ملکہ راسخہ'' مشقت اختیار کرنے سے حاصل ہوتا ہے' جو کہ مدار ہے کثرت اجر کا۔ ملاحظہ ہو باری تعالیٰ کا قول: **فاذافرغت فانصب** اور آیت **مآانزلنا علیک القرآن لتشقی** کا سبب نزول' نیز حدیث **الی ان اشتکت قد ماہ** (امدادالفتاویٰ ص ۱۱ ج ۵)

لتکون لمن خلفک آیۃً پر ایک اشکال کا جواب

سوال......سورۃ یونس میں فرعون کی لاش کو پچھلے لوگوں کیلئے نشان قدرت الٰہی قرار دیا گیا ہے' خیر القرون اور سلف کی کتابوں میں اس کی تفسیر لشکر سے پیچھے آنے والوں سے کی ہے' حالانکہ چودھویں صدی میں اس کی صحیح تفسیر ثابت ہوئی کہ فرعون کی لاش دریائے نیل کے کنارے سے کسی صندوق سے نکل آئی ہے' جو بالکل محفوظ تھی' اور قیامت تک محفوظ رہے گی' جس کا ذکر سفرنامہ حضرت حسن نظامی دہلویؒ میں ہے' سلف کی تفسیر میں یا حدیث سے زمانہ موجودہ کے مطابق اس کی تفسیر بیان نہیں ہوئی اس کی کیا وجہ؟

جواب...... حسن نظامی صاحب کے سفرنامہ میں فرعون کی لاش کے متعلق جو واقعہ مذکور ہے اس کو قرآن کی تفسیر بنانا بچند وجوہ غلط ہے۔

۱۔ اس لئے کہ مصر کے اندر فرعون کی لاش کے سوا دیگر سلاطین کی لاشیں بھی محفوظ برآمد ہوئی ہیں' تو فرعون کی اس بارے میں کوئی خصوصیت نہ رہی' کہ اسی کو خاص نشانی قدرت قرار دیا جائے۔

۲۔ لاش کا ادویہ کے ذریعہ محفوظ رکھنا ہر زمانہ میں ممکن ہے' چنانچہ لندن میں وکٹوریہ کی لاش اسی طرح محفوظ ہے' تو یہ ایسی کوئی نشانی نہیں جس کو خدائی نشانی کہا جائے۔

۳۔ فرعون کسی ایک شخص کا نام نہیں' بلکہ مصر کے ہر بادشاہ کا لقب فرعون ہوتا تھا' تو ایسی صورت میں صرف تابوت پر فرعون لکھا ہوا ہونے سے یہ کیوں کر یقین کرلیا جائے کہ یہ وہی فرعون ہے' جس کا قصہ قرآن میں ہے۔

۴۔ علاوہ ازیں اس کا کیا بھروسہ ہے کہ مصر کے عجائب خانہ میں یہ لاش قیامت تک محفوظ رہے گی' اب اگر ہم نے تفسیر بدل دی' اور یہ مطلب بیان کیا کہ ''تیری لاش تیرے پیچھے آنے والوں کے لئے عبرت ونشانی ہوگی'' اور اس کے بعد کسی عیسائی بادشاہ نے فرعون کی لاش کو جلا دیا یا کسی وقت

وہ مصالحہ لاش پر سے اتر کر بے کار ہو گیا اور لاش خاک خوردہ ہو گئی' تو اس تفسیر کو پھر بدلنا پڑے گا' اس لئے ہمارے سلف واکابر نے ایسی بات نہیں کی' جو بھروسہ کی نہ ہو' ہاں اگر قرآن میں اس کا صراحتاً دعویٰ ہوتا تو پھر یہ تفسیر بھروسہ کی ہو جاتی' بلکہ اس کی وہی تفسیر ہے جو مفسرین نے بیان کی ہے کہ آج ہم تیری لاش کو' پانی میں تہ نشین ہونے سے نجات دیں گے' تا کہ ان کے لئے عبرت ہو جو تیرے بعد موجود ہیں۔ کیونکہ فرعون نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا' اگر اس کی لاش تہ نشین ہو جاتی تو شاید اس زمانے کے بعض لوگوں کو اس کی ہیبت کی وجہ سے اس کے غرق ہونے میں شبہ ہوتا' اس لئے اس کی لاش کو پانی کے اوپر ترا کر سب کو اس کا یقین دلا دیا' اور جن لوگوں نے اس کو خدائی کا دعویٰ کرتے ہوئے دیکھا تھا ان کو اس کی تباہی دیکھ کر پوری عبرت ہوئی۔ (امداد الاحکام ص ۱۸۹-۱۹۰ ج ۱)

ضربت علیھم الذلة پر ایک اشکال کا جواب

سوال......قرآن کریم کی آیت سے تو بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ قوم یہود ہمیشہ ذلیل وخوار رہے گی' اور فقر وفاقہ میں مبتلا رہے گی اور قیامت تک ان کی حکومت قائم نہ ہوگی۔ حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ قوم یہود مالدار چلی آ رہی ہے' اور ان کی حکومت بھی اسرائیل کے نام سے قائم ہو چکی ہے بلکہ ایک مرتبہ عرب ان سے شکست بھی کھا چکے ہیں۔

جواب......قرآن کریم کی مختلف آیات سے ان کے متعلق چار چیزیں معلوم ہوتی ہیں۔

(۱) ذلت (۲) مسکنت (۳) دوسری قوموں کا معتوب رہنا' اور ان کے ہاتھوں مختلف مصائب کا شکار ہوتے رہنا' (۴) مغلوبیت۔

۱۔ ذلت سے مراد حکم قتل ہے' **الا بحبل من الله** سے مراد راہب نابالغ بچے اور عورت کو قتل نہ کیا جانا مراد ہے۔ اور **حبل من الناس** سے مراد مستامن اور اہل ذمہ کا استثناء ہے۔

۲۔ مسکنت کے معنی فقر وفاقہ کے نہیں' بلکہ پستی کے معنی مراد ہیں۔ جیسے دعا **اللھم احینی مسکینا** میں مسکنت کے معنی یہی ہیں اور پستی کی دو قسمیں ہیں اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے تواضع یہ نعمت ہے اور دعا میں یہی مراد ہے دوسری قسم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی وجہ سے ذلت میں ابتلاء یہ عذاب ہے' یہود پر دوسری قسم کی پستی مسلط کر دی گئی۔

وہ خود بھی اپنے آپ کو ذلیل سمجھتے ہیں' اور ساری دنیا ان کو ذلیل سمجھتی ہے۔

۳۔ یہود قوم پر ہمیشہ ایسی طاقتیں مسلط رہیں گی جو ان کو طرح طرح کی پریشانیوں میں مبتلا رکھیں گی۔

۴۔ مسلمان اور نصاریٰ قیامت تک یہودیوں پر غالب رہیں گے۔ حضرت عیسیٰ کے متبعین میں

مسلمان اور عیسائی دونوں داخل ہیں' نصاریٰ میں اتباع ناقص ہے اور مسلمانوں میں اتباع کامل۔ اور آیت دونوں قسم کے اتباع کو شامل ہے اس تفصیل کے بعد کوئی اشکال باقی نہیں رہتا' اس لئے کہ قرآن میں یہودیوں کی حکومت کی نفی نہیں کی گئی' بلکہ مسلمانوں اور نصاریٰ کی مجموعہ حکومتوں کے مقابلے میں یہودیوں کی مغلوبیت کی پیشین گوئی کی گئی ہے۔ جس کے صدق میں کوئی شبہ نہیں' اسی طرح ان کے فقرو فاقہ کی پیشین گوئی نہیں' بلکہ مغلوب اور معذب رہنے کی پیشین گوئی ہے' یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اتباع سے کامل اتباع مراد ہے اور نصاریٰ سب کے سب اور مسلمانوں کی اکثریت اتباع کامل سے محروم ہے' پس اگر خدانخواستہ کسی وقت یہود کی حکومت مسلمانوں اور نصاریٰ کی مجموعہ حکومتوں کے مقابلے میں بھی غالب ہو جائے تو بھی فیصلہ قرآنی کے خلاف نہ ہوگا۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ یہود پر قیامت تک کسی نہ کسی قوم کی طرف سے کوئی نہ کوئی آفت آتی رہے گی۔ (احسن الفتاوی ۴۹۶۔۴۹۹ ج ۱)

ان الذین آمنوا والذین ھادوا پر اشکال کا جواب

سوال...... مومن ہونے کے لئے ایمان باللہ اور ایمان بالرسول دونوں ضروری ہیں۔ لیکن آیت ان الذین آمنوا والذین ھادوا والنصاریٰ والصابئین الخ میں ایمان بالرسول کا کہیں تک ذکر نہیں اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایمان بالرسول ضروری نہیں' اگر ضروری ہے تو عدم ذکر کی وجہ تحریر فرمائیے۔ جواب...... عدم ذکر' ذکر عدم کو مستلزم نہیں' نیز موقعہ اور مقام کے لحاظ سے کہیں کسی چیز کو بیان کیا' کہیں کسی کو' اسی طرح یہاں بھی بعض کے بیان پر اکتفا کیا' جس کی حکمت یہ بیان کی جا سکتی ہے کہ یہ جتنے فرقے اس آیت میں بیان کئے گئے وہ سب ایمان بالرسول رکھتے تھے' یہود و نصاریٰ کا حال تو ظاہر ہے' صابئین کے متعلق بھی ایک قول یہی ہے' نیز جس طرح عدم ذکر سے ایمان بالکتاب و بالملائکہ و بالقدر کی ضرورت کی نفی کرنا صحیح نہیں' اسی طرح ایمان بالرسول کی ضرورت کی نفی کرنا بھی درست نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۱ ج ۱)

لو اردنآ ان نتخذلھواً پر ایک اشکال کا جواب

سوال...... آیت لو اردنآ ان نتخذ لھواً لاتخذناہ من لدنا اس سے اتخاذ پر قدرت مفہوم ہوتی ہے۔ جواب...... میرے نزدیک تو اس سے امکان ارادہ لازم نہیں آتا' بلکہ ارادہ مقصود لہو کے امتناع پر استدلال مستلزم ہے اتخاذ کو' اور لازم محال ہے' پس ملزوم بھی محال ہے اور اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔ لو اراد اللہ ان یتخذ ولداً لاصطفیٰ مما یخلق ما یشآء سبحنہ یہاں احتمال

بھی نہیں اتخاذ ولد کے مقدور ہونے کا' سبحانہ میں اسی طرف اشارہ ہے۔ (امداد الفتاویٰ ص۲۹ ج۵)

کلما نضجت جلودھم پر ایک اشکال کا جواب

سوال..... اس آیت میں بیان ہے کہ جس جلد سے گناہ صادر ہوتے ہیں جب وہ گل جائے گی تو اس کے عوض دوسری جلد تیار ہوگی کہ اس سے گناہ صادر نہ ہوا ہوگا' تو وہ جلد کیوں عذاب میں مبتلا کی جائے گی۔

جواب..... حدیث میں ہے کہ کافر کا بدن آخرت میں جبل احد کے مانند بڑھا کر کر دیا جائے گا' اور اس کے گوشت اور جلد کے درمیان اس قدر دن کی راہ کا فاصلہ ہوگا۔ تو جس کو مذکور خدشہ ہے وہ اس بارے میں کیا کہے گا' کہ ان زائد اجزا سے گناہ صادر نہ ہوا ہوگا۔ تو وہ کیوں عذاب میں مبتلا کئے جائیں گے۔ اس کو اسی طرح سمجھنا چاہئے کہ مثلاً کسی چور نے اس وقت چوری کی کہ وہ لاغر تھا اور پھر جب وہ فربہ ہوا تو اس وقت گرفتار ہو کر ہاتھ کاٹا گیا' تو وہ چور کہے کہ میرے ان اجزا کو کیوں سزا دی گئی کہ چوری کرنے کے بعد ہوئے' ایسا ہی بیچارہ یہ شخص ہے جس کو یہ خدشہ ہوا ہے جانتا ہے کہ انسان سے مراد صرف جسم ہے اور اس نے تعذیب و تنعیم کا حال نہ سمجھا..... (فتاویٰ عزیزی ص۷۹۔۸۲ ج۲)

وانآان شآء الله لمهتدون پر ایک اشکال کا جواب

سوال..... اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اگر بنی اسرائیل انشاء اللہ نہ کہتے تو ہرگز اس طرح کی گائے کا پتہ ان لوگوں کو نہ ہوتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ انشاء اللہ کہنے سے ضرور مراد پوری ہوتی ہے حالانکہ حضرت موسیٰ نے حضرت خضر کے سامنے انشاء اللہ کہہ کر صبر کرنے کا وعدہ کیا تھا مگر پھر بھی صبر نہ کر سکے۔

جواب..... حضرت موسیٰ نے انشاء اللہ بمقابلہ اپنے معلم حضرت خضر کے کہا تھا تو اس واسطے اس کا اثر مرتب نہ ہوا۔ نیز حضرت موسیٰ نے ابتداً ستجدنی ان شآء الله صابرا نہیں کہا تھا کہ اس کی تاثیر ظاہر ہوتی' بلکہ حضرت خضر کے تاکیدی کلام انک لن تستطیع معی صبرا کے رد میں فرمایا' اس وجہ سے اس کی برکت کا اثر نہ ہوا اور وہ مضمون حدیث اس صورت میں ہے کہ جس کلام میں انشاء اللہ مذکور ہو وہ معارض اس کلام کا نہ ہو کہ وہ قطعی الصدق نہ ہو' مثلاً کوئی کہے انشاء اللہ قیامت نہ ہوگی تو اس صورت میں انشاء اللہ لغو ہوگا' اور لغو کا کچھ اثر نہیں۔ (فتاوی عزیزی ص۸۸ ج۲)

آیت ولو شئنا لاتینا پر ایک اشکال کا جواب

سوال..... مشیت باری تعالیٰ جب ابتدائیوں ہی تھی کہ بعض سعید ہوں اور بعض شقی تو شیطان کو متہم

کرنا کیسے صحیح ہوا؟ کیونکہ شقاوت وسعادت دونوں صفتیں خداہی نے جن وانس کے متعلق فرمائی ہیں۔

جواب...... مبنی تمام تر اشکال کا صرف ایک مقدمہ ہے وہ یہ کہ مشیت وارادہ الٰہیہ کا تعلق کسی فعل کے ساتھ موجب نفی اختیار ہے' اور مدار مواخذہ کا یہی اختیار ہے اس کا جواب تحقیقی یہ ہے کہ متعلق تعلق ارادہ موجب نفی اختیار نہیں بلکہ جب اس طرح سے تعلق ہوا کہ حق تعالیٰ ارادہ کریں کہ فلاں عبد سے فلاں فعل بالاختیار صادر ہو تو اس صورت میں جیسا وقوع فعل ضروری ہے تعلق الارادۃ بہ اسی طرح اختیار عبد کا تحقق بھی ضروری ہے تعلق الارادۃ بہ۔ اور جواب الزامی یہ ہے کہ حق تعالیٰ کا ارادہ خود حق تعالیٰ کے افعال اختیاریہ سے بھی تو متعلق ہے' تو اگر مطلق تعلق مستلزم نفی اختیار ہو تو نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کا غیر مختار ہونا لازم آ جائے گا۔ وھو محال (امداد الفتاوی ص۱۲ ج ۵)

شجرۂ طور کے متعلق ایک اشکال کا جواب

سوال...... حضرت موسیٰ کو وادی ایمن کی طرف سے درخت میں سے آواز آئی کہ اے موسیٰ! ادھر آ' میں خداوند ہوں' اس میں تردد یہ ہے کہ درخت میں ذات باری تعالیٰ نے حلول فرما کر یہ آواز دی اور درخت ادنیٰ مخلوقات میں سے ہے اور جو یہ خیال کرے کہ ذات باری نے درخت میں جلوہ نہیں فرمایا بلکہ درخت کو حکم فرمایا کہ جس کی وجہ سے وہ بولنے لگا' تو یہ فرمانا غلط ہو جائے گا۔ "انی انا اللہ رب العلمین" اور ظاہری وحقیقی معنی کو چھوڑ کر تاویل پر کیسے اعتبار ہوگا؟

جواب...... کلام مذکور درخت کی جہت سے اور درخت میں سے اگر آیا ہو تو اس سے ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ وہ شجر متکلم ہو' اگر کوئی شخص دیوار کے پیچھے سے یا پردہ کی آڑ سے آواز دے تو ظاہر ہے کہ آواز ان اشیاء میں سے ہو کر نکلے گی مگر کوئی عاقل یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ دیوار اور کپڑا متکلم ہے' متکلم تو وہی ہے کہ جس سے کلام صادر ہوا ہے پس اسی طرح یہاں بھی متکلم جناب باری تعالیٰ ہے اور درخت کی جانب سے صرف آواز آ رہی ہے اس سے حلول کا شبہ یا یہ شبہ کہ وہ شجرہ مدعی الوہیت ہوا سراسر نادانی ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۸۸۔۱۸۹)

ان المتقین فی ظلال پر ایک اشکال کا جواب

سوال...... جنت میں متقی لوگ سائے میں رہیں گے' جب جنت میں سورج نہیں تو سایہ کس شے کا ہوگا؟

جواب...... جب وہاں سورج نہیں تو سایہ ہی ہوگا' جیسا طلوع شمس سے پہلے اور تاریکی ہونا لازم نہیں جیسا طلوع شمس سے پہلے۔ (امداد الفتاوی ص۱۳ ج ۵)

واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ پر ایک اشکال کا جواب

سوال...... واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ کے مخاطب یہود ہیں جبکہ وہ شرہ (لالچ) وحب ریاست کی وجہ سے ایمان ہی نہیں لائے تو پھر صوم وصلوٰۃ کے مخاطب کیوں کر ہوئے؟

جواب......اس لئے کہ صوم وصلوۃ ان کی شریعت میں بھی مشروع تھا اگر مع اس کے حقوق کے اس کو ادا کرتے تو یہ اثر اس میں بھی ہوتا' نیز اس سے بھی قطع نظر شرہ وحب ریاست ایسا مانع نہ تھا کہ قدرت ہی منتفی تھی' بلکہ سہولت منتفی تھی' ترتیب معالجہ کی یہ ہوگی کہ اول قدرت کی بنا پر ایمان لاویں' پھر صوم وصلوۃ ادا کریں' اس سے وہ مانع ضعیف ہو کر ایمان پر دوام سہل ہو جائے گا۔(امدادالفتاویٰ ص ۳ ج ۵)

لاینال عهدی الظلمین پر ایک اشکال کا جواب

سوال...... بیان القرآن' قال لاینال عهدی الظّلمین حاشیہ تحتانی یسار الکلام احتج بعض اهل البدع بالآیة علی عصمة الائمة بعض اہل بدعت نے ائمہ کی عصمت پر اس آیت سے استدلال کیا ہے جواب کا حاصل یہ ہے کہ امامت انبیاء کو حق تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب فرمایا ہے' اور امامت متنازع فیہ بوجہ شوریٰ کے مخلوق کی طرف منسوب ہے' وجہ اشکال یہ ہے کہ اہل بدعت اس امامت کو بھی منصوص عن اللہ مانتے ہیں اور اسی وجہ سے خلفاء ثلثہ کی امامت کے منکر ہیں کہ انہیں لوگوں نے امام بنایا اور حضرت علیؓ کو حق تعالیٰ نے بذریعۂ وحی امام بنایا تھا۔

جواب...... آپ نے جواب میں غور نہیں کیا میں نے پوری عبارت جواب کی دیکھی' جواب کا حاصل منع ہے اور منع کے لئے سند کی ضرورت نہیں اور اگر تبرع کے طور پر پیش کر دی جائے تو اس میں قدح مضر منع نہیں حاصل اس منع کا احتمال ہوتا ہے اور احتمال باوجود ہدم سند کے بھی باقی ہے۔ خلاصہ جواب کا یہ ہے کہ چونکہ احتمال ہے کہ امامت سے مراد نبوت ہو' اس لئے عصمت کا غیر نبی کے لئے ہونا لازم نہیں آتا' آگے اس احتمال کی ایک سند ہے کہ اسناد الی اللہ مرجح ہے اس احتمال کا۔ پس اول تو اگر یہ مرجح بالکل منعدم ہو جائے تب بھی مضر نہیں' دوسرے اس کا ابھی انعدام بھی نہیں ہوا' جب تک شیعہ اپنے دعویٰ امامت علیؓ الی اللہ پر دلیل نہ لائیں۔(فتاوی مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)۔

انه فکر و قدر الآیة پر ایک اشکال کا جواب

سوال...... انه فکر و قدر. فقتل کیف قدر ترجمہ اس شخص نے سوچا' پھر ایک بات تجویز کی' سو اس پر خدا کی مار ہو' کیسی بات تجویز کی اس پر اعتراض یہ ہے کہ باری تعالیٰ کا کلام تو

مخلوق کے کلام کی طرح ہو گیا جس طرح ایک انسان دوسرے کو عاجز ہو کر یہ کوسنا دیتا ہے "تیرا ناس ہو جائے تو مر جائے" اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بھی بندہ کو کوسا' حالانکہ باری تعالیٰ تو عجز سے پاک ہے اللہ کی صفات تو قہار و جبار بھی ہے۔

جواب...... یہ مسئلہ تحریر سے سمجھنا سمجھانا مشکل ہے' اس لئے خود آ کر زبانی دریافت کریں تاکہ جواب باعث اطمینان ہو سکے اور آئندہ آپ کو ترجمہ دیکھنا جائز نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۵ ج ۱۵)

کیا تبت یدآ ابی لهب کوسنا ہے؟

سوال...... سورۂ لہب کے اندر اللہ تعالیٰ نے ابولہب کو کوسا ہے اور کوستا وہ ہے جس کو سزا پر قدرت نہ ہو جب اللہ تعالیٰ کو سزا دینے پر قدرت ہے تو کوسنے کی کیوں ضرورت پیش آئی؟

جواب...... یہ کوسنا نہیں ہے بلکہ ابولہب کے اس جملے "**تبالک سائر الیوم الهذا جمعتنا**" کا جواب ہے ابولہب نے حضورؐ کی تبلیغ کے جواب میں کہا تھا کہ تو ہلاک ہو" معاذ اللہ" کیا تو نے اسی لئے ہمیں جمع کیا تھا اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے دیا کہ **تبت یدآ ابی لهب** کہ ابولہب ہی ہلاک ہوا اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے کر دکھایا کہ اس کو اور اس کی بیوی کو کس طرح ہلاک کیا۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۴ ج ۱)

سورۂ فاتحہ کون سے پارے میں داخل ہے؟

سوال...... سورۂ فاتحہ تیس پاروں میں سے زائد الگ ہے یا پہلے پارے میں داخل ہے؟ یا کسی اور پارے میں؟ اگر وہ پہلے پارے میں داخل ہے تو اس کا نام الحمد کیوں نہیں رکھا گیا؟ اور اگر کسی اور پارے میں داخل ہے تو اس کو قرآن کے شروع میں کیوں رکھا گیا؟

جواب...... سورۂ فاتحہ متن کے درجہ میں ہے' اور قرآن اس کی شرح کے درجہ میں پس اس اعتبار سے سورۂ فاتحہ نہ قرآن سے خارج ہے اور نہ کسی متعین پارے میں داخل' بلکہ مشترک ہے تمام پاروں کے درمیان۔ (احسن الفتاوی ص ۴۸۶ ج ۱)

حضرت عیسیٰؑ کی فضیلت کلمة و روح منه سے

سوال...... قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک تو کلمہ کہا گیا' اس معنیٰ کر کہ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو "کن" کہہ کر پیدا فرمایا' اور "کن" اللہ تعالیٰ کا کلمہ تخلیقی ہے' دوسرے یہ کہ "روح منہ" فرمایا' اس سے دو باتیں مفہوم ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ روح بدن کا ایک حصہ ہے تو اللہ تعالیٰ کے

شایانِ شان بدن فرض کر کے اس سے روح کو اگر مانا جائے تو شاید آدمؑ کی صلب میں تمام ارواح کو ڈالا اور پھر آپؑ کی صلب سے تمام ارواح پیدا کیں' لیکن حضرت عیسیٰؑ کی روح الگ تھی جو صلب آدمؑ سے نہیں نکالی گئی' اس معنی کر کہا جائے گا کہ آپ ابن آدم نہیں بلکہ اللہ کے کلمہ سے پیدا شدہ ہیں اللہ کی روح سے ہیں یا روح ہیں' بہرصورت اس میں حضرت عیسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ سے خاص گہرا جز کا سا لگاؤ ہے' اور تمام مخلوق پر فضیلت ابن آدم بتائی اور حضرت عیسیٰ ابن آدم نہیں اس لئے اس طرح تو حضرت آدم پر بھی فضیلت ثابت ہوئی' غرض کہ آیت مذکورہ سے حضرت عیسیٰؑ کی افضلیت پر طرح طرح سے استدلال کیا جا سکتا ہے؟

جواب......اگر یہ تقریر عیسائی معترض کی ہے تو معلوم ہوتا ہے ''کہ وہ'' قرآن وحدیث کو بھی مانتا ہے پھر اس نے مجتہدانہ استنباط سے اشکال کیا ہے تو اس کو چاہئے کہ قرآن کریم کی جو تشریح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی اور آپؐ کے تمام رسولوں سے افضل الرسول ہونے کی جو روایات موجود ہیں ان سب کے ہوتے ہوئے ہرگز اجتہاد سے کام نہ لے' کیونکہ نص صریح کے مقابلے میں اجتہاد کی گنجائش نہیں' یہ بات کون سی روایت میں ہے کہ صلب آدم میں ارواح ڈالتے اور نکالتے وقت حضرت عیسیٰؑ کی روح علیحدہ محافظ خانے میں رکھی گئی تھی؟۔

معراج میں جب حضورؐ تشریف لے گئے تو وہاں بیت المقدس میں تمام انبیاء کو نماز کس نے پڑھائی؟ اور حدیث میں ہے **آدم و من دونه تحت لوائی**۔ نیز بغیر باپ کے پیدا ہونے پر اشکال کیا گیا تھا تو اس کا جواب یہ دیا گیا تھا کہ عیسیٰؑ کو بغیر باپ کے صرف ماں سے پیدا کیا گیا' مگر آدمؑ بغیر ماں باپ کے پیدا کئے گئے۔ نیز حضرت عیسیٰؑ نے جو بشارت دی **مبشرا برسول یأتی من بعد اسمه احمد** اور نبی کریم کے مناقب وفضائل معلوم ہونے پر درخواست کی کہ یا اللہ مجھے ان کی امت میں بنا دے' مگر چونکہ وہ نبی تھے امتی کا درجہ نبی سے کم ہوتا ہے اس لئے ان کو یہ اعزاز بخشا گیا کہ زندہ آسمان پر اٹھا لیا گیا اور آخری زمانے میں بطور مہمان آسمان سے نازل ہوں گے کہ ان کی خواہش بھی ایک معنی کر پوری ہو جائے گی اور ان کی نبوت بھی برقرار رہے گی اور جس حدیث میں ان کے نازل ہونے کی بشارت ہے اس میں یہ بھی ہے کہ ان کے آنے کے باوجود امامت کی فضیلت اسی امت کو حاصل ہوگی۔ اس سب کے علاوہ غور طلب بات یہ ہے کہ جس عیسیٰؑ کا تذکرہ قرآن کریم میں ہے عیسائی تو اس کے قائل ہی نہیں بلکہ وہ تو عیسیٰ کو ''الٰہ'' مانتے ہیں۔ ''ابن اللہ'' مانتے ہیں۔ ایسے عیسیٰ کا تذکرہ تو قرآن کریم میں کہیں نہیں بلکہ اس کی مکمل تردید موجود ہے' جس عیسیٰ کو ''الٰہ'' اور ''ابن اللہ'' کہا

جاتا ہے اس کا جب وجود ہی نہیں تو اس کی فضیلت کا کیا سوال "کہ قرآن کریم سے اس پر استدلال کیا جائے" ان عیسائیوں کا تو ایمان ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نہیں اور جس عیسیٰ پر ایمان ہے اس کا وجود نہ کبھی ہوا ہے نہ کبھی ہوگا۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۳۶۔۳۹ ج ۱)

حضرت زکریاؑ کی بیوی حضرت مریمؑ کی خالہ تھیں یا نہیں؟

سوال...... جناب کی تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زکریاؑ کی بیوی حضرت مریم کی خالہ تھیں اور تفسیر بیضاوی سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت مریم کی بہن تھیں۔

جواب...... تفسیر مظہری میں باسناد یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت زکریاؑ نے کہا میں سب سے زیادہ حق دار ہوں میرے نکاح میں ان کی خالہ اشباع بنت فاقودا ہیں اور در منثور میں اخت یعنی بہن ہونے کا قول بھی نقل کیا ہے اور چونکہ حکم شرعی اس کے ساتھ متعلق نہیں اس لئے کسی قول کے قائل ہونے میں مضائقہ نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ص ۵۰ ج ۵)

آیت قرآنی کو استشہاداً اور تلاوۃً لکھنے کا فرق

سوال...... قاضی ثناء اللہ صاحبؒ رسم عثمانی کی اکثر جگہ پابندی نہیں کرتے ایسا کیوں؟

جواب...... میرے خیال میں حضرت قاضی صاحبؒ کا اجتہاد یہ ہے کہ قرآن مجید جب تلاوت کے لئے لکھا جائے اس میں تو رسم مصحف عثمانی کا اتباع واجب ہے۔ ورنہ واجب نہیں جیسے کوئی شخص اپنے خط میں آیت بطور استشہاد لکھے اس میں اتباع کے وجوب کا دعویٰ غالباً دشوار اور بے دلیل ہے اس لئے قاضی صاحبؒ پر کوئی شبہ نہیں ہوسکتا۔

تتمۃ السوال:۔ جن قرآنی جملوں کو بطور استشہاد لاتے ہیں اکثر حروف رابطہ عاطفہ وغیرہ کو ترک کر دیتے ہیں۔ مثلاً فتحریر رقبة کو تحریر رقبة بغیر فا کے و کان اللہ کو کان اللہ بغیر واؤ کے لکھا ہے اور یہ عمل خصوصاً واؤ کے بارہ میں ہزاروں جگہ موجود ہے اہل ادا کے نزدیک حرف ربط کا قطع درست نہیں۔

جواب...... اس میں میرا بھی یہی خیال ہے لیکن اس میں کلام ہے کہ یہ خلاف اولیٰ ہے یا ناجائز ہے۔ اس وقت بخاری کی ایک حدیث میرے سامنے ہے جس میں ابن عباسؓ سے ایک شخص نے کئی آیتیں پیش کر کے تعارض کا شبہ کیا ہے اور انہوں نے جواب دیا ہے اس میں سائل نے آیت **فاقبل بعضهم علی بعض** کو مع فا کے نقل کیا ہے اور ابن عباسؓ نے جواب میں بدون فا کے مگر اس میں تو تاویل بھی ممکن ہے لیکن اسی میں آیت **واللہ ربنا ما کنا مشرکین** کو سوال و جواب دونوں میں

''ربنا'' سے شروع کیا ہے جو حرف ربط سے بھی زیادہ ہے' اور ایک روایت سامنے ہے **عن ابن عباس نزلت هذه الآية ماكان لنبي ان يغل (بدون الواؤ) (للترمذی و ابوداؤد)**

تتمة السوال...... کبھی قرآنی فقرہ نقل کرتے ہیں لیکن درمیان سے کوئی لفظ یا جملہ چھوٹ جاتا ہے اور بعض جگہ جو آیت نقل کرتے ہیں وہ قرآن پاک میں اس طرح نہیں ہوتی۔ مثلاً سورۂ نساء میں لکھتے ہیں **فكان هذه الآية متصلةً بقوله تعالىٰ لاتزكوآ انفسكم بل الله يزكي من يشآء و مابينهما** حالانکہ اس جگہ قرآن کا فقرہ یہ ہے **الم تر الى الذين يزكون انفسهم بل الله يزكي من يشآء** اور لاتزکوا اس سورت میں کسی جگہ نہیں البتہ سورۂ نجم میں آیا ہے بعض جگہ احادیث کے نقل کرنے میں بھی ایسا ہوگیا ہے۔

جواب...... یہ واجب الاعتناء ہے (یعنی اس سے بچنا ضروری ہے) (امداد الفتاوی ص ۶۲ ج ۵)

تحویل قبلہ میں اہل قبلہ کا گھومنا کس طرح ہوا؟

سوال...... مفسرین لکھتے ہیں کہ عین حالت نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تحویل قبلہ فرمائی' مدینہ سے بیت المقدس شمال میں ہے' اور بیت اللہ جنوب میں ہے' تو تحویل قبلہ کے معنی یہ ہوئے کہ جسم مبارک کو پورا گھومنا پڑا ہوگا اور اس لئے مقتدی بجائے پشت میں رہنے کے بالکل سامنے کی جانب آگئے ہوں گے۔ اسی حالت میں نماز کیونکر ادا ہوئی؟

جواب...... سامنے تو جب آتے جب مقتدی حضورؐ کے گھومتے وقت اپنی جگہ کھڑے رہتے' جب حضورؐ نے گھومنا شروع کیا سب نے ساتھ ساتھ اس طرح گھومنا شروع کیا کہ آپ آگے ہی رہے اور سب پیچھے رہے اور یہ اس وقت ہے جب کسی روایت سے ثابت ہو کہ نماز کے درمیان تحویل کا حکم ہوا اور اگر نماز سے قبل تحویل کا حکم ہوگیا تھا تو کچھ بھی اشکال نہیں' بخاری اور کرمانی کی روایت میں ہے کہ پہلی نماز جو بیت اللہ کی طرف رخ کر کے پڑھی گئی وہ عصر کی نماز ہے' البتہ اہل قبا کو نماز کے درمیان خبر ہوئی اس پر یہ سوال و جواب متوجہ ہوگا' اور اس ہیئت کی تائید کلمہ استداروا سے ہوئی ہے' جو بخاری میں ہے۔ اس تحویل کا نقشہ حسب ذیل ہے۔

شمال بیت المقدس　　　امام برمقام اول　　　برمقام اول

یہ مقتدی امام کے پیچھے پیچھے گھومتے رہے۔

برمقام ثانی　　　امام برمقام اول　　　جنوب بیت اللہ
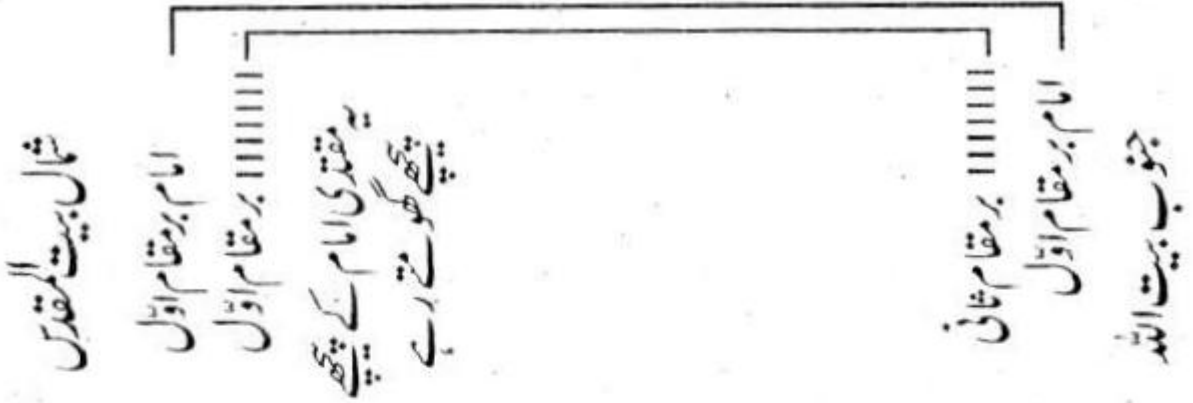
کیا مغفرت فتح سے مربوط ہے؟

سوال...... سورۂ فتح میں انا فتحنا لک کو لیغفرلک کے ساتھ مربوط کیا ہے' کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت اس فتح کی وجہ سے ہوئی؟

جواب...... اس ربط کو امام رازی نے مفاتیح الغیب ص۳۹۲ ج ۷ میں چار طریقہ سے بیان کیا ہے' ان میں سے ایک یہ ہے کہ فتح کو صرف مغفرت ہی کا سبب نہیں بنایا' بلکہ فتح سبب ہے مجموعی امور مغفرت' اتمام نعمت' ہدایت' نصرت کا گویا ارشاد یوں ہے۔ لیغفرلک اللہ و یتم نعمتہ الخ تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمادیں' ہدایت دے دیں اور نصرت واعانت فرمائیں اور اس میں شک نہیں کہ امور مذکور کا اتمام فتح ہی سے ہوا۔ اس لئے کہ نعمت اس کے ذریعہ مکمل ہوگئی اور نصرت کا اس کے بعد اظہار عام ہوگیا۔ (فتاوی محمودیہ ص۳۲ ج ا)

فاضل بریلوی کے ایک ملفوظ میں آیت قرآنی کی تحریف

سوال...... مولانا بریلوی کے ملفوظات حصہ چہارم میں یہ سوال و جواب مرقوم ہے۔ غرض' اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ختم اللہ لاغلبن انا و رسلی تو بعض رسول کیوں شہید ہوئے؟ ارشاد۔ رسولوں میں سے کون شہید کیا گیا' البتہ بعض انبیاء شہید کئے گئے۔ اس پر ایک شخص کہتا ہے کہ قرآن میں کتب ہے' ختم نہیں' نیز بعض آیتوں سے رسولوں کا شہید ہونا ثابت ہوتا ہے۔ یہ ان آیتوں کا انکار ہے' کیا یہ دونوں غلطیاں تحریف قرآن نہیں؟

جواب...... پورے قرآن پر ایمان لانا فرض ہے کسی جز کا انکار کفر ہے' ایک لفظ یا ایک حکم کی

جگہ دوسرا لفظ یا دوسرا حکم بدلنے کا حق ان کو بھی نہیں تھا جن پر یہ نازل ہوا' یہ تو اصولی چیز ہے میرے پاس اس وقت ملفوظات مسئولہ موجود نہیں آپ نے جو کچھ لکھا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ''عرض'' کے تحت جو کچھ مذکور ہے وہ سائل کا سوال ہے اس میں ''کتب کی جگہ'' ختم ہے' اگر سائل حافظ نہیں اس کو غلط یاد رہا یا سبقت لسانی سے بلا قصد ختم نکل گیا تو اس پر کفر کا فتویٰ نہیں اگر کوئی شخص قصداً کتب کی جگہ ختم پڑھے اور اس کو اللہ کی جانب منسوب کرے فتویٰ اس پر ہوگا۔ سائل سے اگر الفاظ قرآنی غلط ادا ہوئے تو جواب سے پہلے مجیب کی ذمہ داری ہے کہ اس کو متنبہ کرے' غلط سننے کے باوجود اس پر متنبہ کر کے اس کو صحیح نہ کرنا بلکہ اسی طرح جواب دینا ہرگز جائز نہیں' کیونکہ یہ ایک قسم کی تائید ہے اگر مجیب نے غلطی کو سنا ہی نہیں ایسے ہی جواب دیدیا یا مجیب کو بھی یاد نہیں تھا وہ یہ سمجھے کہ آیت اسی طرح ہے تو مجیب پر بھی تحریف یا تبدیل کا فتویٰ نہیں لگے گا اگر دیدہ دانستہ غلط پڑھنے پر اصلاح سے سکوت کر کے سوال کا جواب دیا جائے تو گویا سائل کی تصدیق کر دی تو اس صورت میں حکم سخت ہے۔ الاّ یہ کہ قولاً یا تحریراً رجوع کر لیا ہو۔ اب رہی دوسری بات تو مجیب نے جو کچھ جواب دیا ہے وہ ضرور ان آیات کے خلاف ہے جن میں رسولوں کے مقتول ہونے کا تذکرہ ہے۔ اس کے حکم سے مفر کی کوئی صورت نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۱ ج ۱۱)

نفخ صور کتنی مرتبہ ہے؟

سوال...... ایک سوال کے جواب میں تفسیر ابن کثیر سے آپ نقل فرماتے ہیں کہ نفخ صور تین مرتبہ ہوگا۔ حالانکہ شاہ عبدالقادرؒ موضح القرآن آیت **فصعق من فی السموت** کے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں کہ نفخ صور ایک مرتبہ ہے سارے عالم کے فنا کا دوسرا ہے زندہ ہونے کا تیسرا ہے بیہوشی کا چوتھا ہے خبردار ہونے کا اس کے بعد اللہ کے سامنے ہو جائیں گے۔ آپ تصحیح فرما دیجئے' میری سمجھ میں یہ آتا ہے کہ فصعق کے معنی بے ہوشی کے لئے ہیں۔ اگر مرنے کے ہیں جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ نے فتح الرحمٰن میں لکھا ہے تو چار کا عدد پورا نہیں ہوتا۔ آپ ارشاد فرمائیں کہ تفسیر ابن کثیر میں تین مرتبہ لکھا ہے تو اول کب ہوگا دوم کب ہوگا سوم کب ہوگا؟

جواب...... تفسیر ابن کثیر ص ۳۷۷ ج ۳ سورہ نحل **یوم ینفخ فی الصور ففزع الآیۃ** کے ذیل میں نفخ صور کی حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے **یوم ینفخ فی الصور** کہ یہ اول ''**نفخہ فزع**'' ہے جس سے گھبراہٹ طاری ہوگی' پھر اس کے بعد ''**نفخہ صعق**'' ہے جو عالم کے فنا کے لئے ہوگا' پھر اس کے بعد ''نفخہ قیام'' ہوگا' کہ اس کے بعد جملہ مخلوقات قبروں سے نکل

کررب العلمین کے سامنے حاضر ہو جائیں گے۔ چوتھے نفخہ کا اس میں کہیں بھی ذکر نہیں امام رازی سے تفسیر کبیر میں سورہ زمر فزع اور صعق کے متعلق دونوں نقل کئے ہیں۔ ایک قول پر نفخ صور دو مرتبہ ثابت ہوتا ہے ایک قول پر تین مرتبہ یہاں موضح القرآن میں بھی چار مرتبہ کا ذکر نہیں' تفسیر ابن جریر میں حدیث مرفوع ہے ابوہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صور تین مرتبہ پھونکا جائے گا' پہلا **نفخہ فزع** دوسرا **نفخہ صعق**' تیسرا **نفخہ رب العلمین** کے سامنے حاضری کے لئے۔ اکلیل حاشیہ مدارک ص ۱۱۷ ج ۶ میں چار مرتبہ صور کے متعلق لکھا ہے کہ وہ ثقہ لوگوں سے منقول نہیں' پانچ مرتبہ کا قول بھی لکھ کر تردید کی ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۳۹۔۴۲ ج ۱۲)

جنت کی چار نہریں اور ان کا سلسلہ

سوال...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سیحون جیحون' فرات اور نیل ہر ایک بہشتی نہریں ہیں' ان کا پانی بہشت کی نہروں کے مشابہ ہے خاکسار کے ذہن میں یہ بات آ رہی ہے کہ اگر ہم کوئی مشین ایجاد کر کے اس کے مرکز پر پہنچنا چاہیں' تو پہنچنا چاہئے جیسے گنگا' جمنا کے مرکز ہمالیہ پر ہم پہنچ جاتے ہیں۔

جواب...... ان نہروں کا سلسلہ تو بہت دراز ہے ایک دوسری حدیث پر غور کر کے اس کا رابطہ جنت سے معلوم کریں۔ **قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما بین بیتی و منبری روضة من ریاض الجنة و منبری علی حوضی** مشکوٰۃ ص ۶۸ ااس کے لئے نہ راکٹ پر اڑنے کی ضرورت پیش آئے گی نہ کسی سواری' کی اس کے بعد نہروں کا ربط خود بخود معلوم ہو جائے گا اور آپ مشقت کی زحمت سے بچ جائیں گے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۵۵ ج ۱۲)

سید' عبد' مولیٰ کے معانی

سوال...... ایک وفد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا **انت سیدنا و افضلنا** آپؐ نے فرمایا **السید ھو اللہ** تو اس سے سید کہنے کی ممانعت ثابت ہو رہی ہے پھر دوسری جگہ ارشاد ہے کہ مالک رقبہ' غلام کو عبدی نہ کہے اور غلام مالک کو رب نہ کہے بلکہ سید کہے اور سید خادم ہے یہاں کہنے کی اجازت ہے آخر یہ تضاد کیوں؟ قرآن شریف میں ہے **انت مولانا اور اللہ ولی الذین امنوا** تو کیا دوسرے کو مولانا کہنا درست ہے؟ کیا یہ حدیث درست ہے؟ من لا مولاہ فعلی مولاہ جب کہ مومنین کا ولی اللہ ہی ہے تو پھر حضرت علی کو کیسے فرمایا گیا؟ علی اور علی میں کیا فرق ہے؟ یہ نام کیسے جائز رکھا گیا؟ ویسے تو منع کرتے ہیں کہ رازق اور خالق نہ کہو' عبدالرزاق اور عبدالخالق کہو؟

جواب...... سید کے ایک معنی ایسے بھی ہیں جن کے اعتبار سے سید صرف اللہ ہے' اسی اعتبار

سے فرمایا السید ہو اللہ' ایک معنی کے اعتبار سے دوسروں پر بھی اس کا اطلاق درست ہے۔ اسی طرح عبد کے معنی ایسے بھی ہیں جن کے اعتبار سے اس کی اضافت غیر اللہ کی طرف نہ کی جائے ایک معنی کے اعتبار سے غیر اللہ کی طرف بھی اضافت جائز ہے۔ جیسے عبدالمطلب عبد کی جمع عباد آتی ہے۔ قرآن پاک میں ہے **وانکحوا الایامی منکم والصٰلحین من عبادکم الایة.** لفظ مولی کے معنی بھی متعدد ہیں' ایک معنی کے اعتبار سے مولی صرف اللہ ہے جیسے **اللہ مولانا ولا مولا لکم** دوسرے معنی کے اعتبار سے غیر اللہ کو بھی مولی کہنا درست ہے۔

من لا مولاہ فعلی مولاہ کے الفاظ تو کسی حدیث میں دیکھنا یاد نہیں البتہ ایک دوسری روایت ہے **من کنت مولاہ فعلی مولاہ.** العلی اللہ کا نام ہے مگر لفظ علی مشترک ہے غیر اللہ کے لئے بھی مستعمل ہے۔ اگر یہ نام ناجائز ہوتا تو حضرت علیؓ کا نام ضرور بدل دیا جاتا' جس طرح کہ دوسرے ایسے نام تبدیل کر دئے گئے جو لفظ اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے' اس کا اطلاق غیر اللہ پر ممنوع ہے (فتاویٰ محمودیہ ص ۶۲۔۶۳ ج ۱۲)

قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ طوفان نوح عام تھا

سوال...... طوفان نوح عام تھا یا خاص۔ جواب...... باری تعالیٰ کا ارشاد **وجعلنا ذریته هم الباقین وقوله لا تذر علی الارض من الکفرین دیاراً. وقوله قلنا احمل فیها من کل زوجین اثنین.** سے طوفان نوحؑ کا عام ہونا معلوم ہوتا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں ترمذی کی روایت بھی اس کی مؤید ہے' اس لئے جمہور کا یہی مسلک ہے' بعض نے خصوص کا قول بھی روایت کیا ہے اور آیات میں حصر اضافی اور ارض معہود کی تاویل کی ہے مگر اس کے قائل بہت قلیل ہیں اگر عموم عذاب سے بعثت عامہ کا شبہ کیا جائے حالانکہ بعثت عامہ آنحضرتؐ کے لئے خاص ہے تو اس کے یہ جواب دئے جا سکتے ہیں۔

۱۔ علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ نوحؑ کی بعثت صرف توحید وغیرہ اصول دین کے ساتھ ہوئی اور تمام انبیاء علیہم السلام اصول دین میں متحد ہیں تو سزا توحید کی مخالفت کی وجہ سے عام ہوئی۔

۲۔ نبی کی بعثت اگرچہ خاص ہو' مگر ہر قوم پر اس کی نبوت کی تصدیق ضروری ہے' اگرچہ اطاعت کرنا ضروری نہیں لہذا تکذیب اور انکار نبوت کی وجہ سے عذاب عام ہوا۔

۳۔ اس وقت دنیا کی آبادی ہی محدود تھی' اور جو آبادی تھی نوح علیہ السلام کی قوم میں سے تھی' اسی لئے عذاب سب پر نازل ہوا اور عموم کے معنی یہ ہیں کہ اقوام کثیرہ کی طرف بعثت ہو ورنہ

حضرت آدمؑ پر بھی عموم بعثت کا اشکال ہوگا۔ (احسن الفتاوی ص۵۰۳ ج۱)

اسجدوالآدم کا خطاب کیا شیطان کو بھی تھا؟

سوال...... جب ابلیس مطابق آیت **خلقتنی من نار** قوم جن سے ہوا تو **واذقلنا للملئکة اسجدوا** کا مخاطب ہوکر کیسے خاطی بنا؟ جواب...... اس آیت کی متعدد تفسیریں ہیں اور ابلیس کے بارے میں مختلف اقوال ہیں ایک قول یہ ہے کہ وہ قوم جن سے ہے پھر خاطی کیوں ہوا؟ جواب یہ ہے کہ سجدے کا حکم جنات کو بھی تھا اور ملائکہ کی تخصیص خطاب میں شرافت کی وجہ سے تھی کہ بڑوں کو خطاب کی صورت میں چھوٹے تبعاً خود بخود داخل ہو جاتے ہیں۔ جیسے **اقیموا الصلوة و آتوا الزکوة** وغیرہ مذکر کے صیغے ہیں۔ حالانکہ حکم عورتوں کو بھی ہے۔

اور اگر وہ ملائکہ میں سے ہے تو اس کا واسجدوا کا مخاطب ہونا ظاہر ہے۔

چہرہ کا پردہ قرآن کریم سے‘ اور خالدہ خانم ادیب کا اعتراض

سوال......"خالدہ ادیب خانم نے جو ایک مشہور ترکی خاتون ہیں‘ ترکی میں مشرق ومغرب کی کشمکش کے عنوان سے" اپنے خطبے میں یہ بات صاف طور پر کہی کہ کلام الٰہی کے اعتبار سے عورتوں کو اپنے سر‘ سینے اور زینت کو چھپانے کا حکم ہے‘ چہروں کے چھپانے کا کہیں حکم نہیں ہے‘ اور نہ عورتوں سے کہا گیا کہ وہ گھروں میں بیٹھی رہیں‘ اور خدمت عامہ انجام نہ دیں‘ اگر مسلمان اس پردے کو باقی رکھنا چاہتے ہیں تو انہیں اختیار ہے‘ مگر وہ یہ بات ہرگز نہیں کہہ سکتے ہیں کہ اس کی بناء مذہب کے احکام پر ہے۔

جواب......سر‘ سینہ‘ زینت‘ اور تمام بدن کے چھپانے کا حکم تسلیم کرنے کے بعد چہروں کے چھپانے کے حکم میں تامل کرنا بہت ہی حیرت انگیز ہے‘ غور کا مقام ہے کہ **قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم** کا حکم کس لئے ہے؟ اس سے چہروں کا پردہ مقصود نہیں تو اور کیا ہے؟ اور **یاایھاالنبی قل لازواجک الخ** کا کیا مطلب ہے‘ یعنی اے پیغمبرؐ! اپنی بیبیوں اور صاحبزادیوں سے اور دوسرے مسلمانوں کی بیبیوں سے کہہ دیجئے کہ نیچی کر لیا کریں اپنی نظریں اور اپنے اوپر تھوڑی سی اپنی چادریں اوڑھیں لیں‘ حضورؐ کے ساتھ مسجد نبوی میں نماز پڑھنا کس قدر موجب فضیلت ہے‘ لیکن ارشاد ہے کہ عورت کا گھر میں نماز پڑھنا گھر کے صحن میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اور گھر کے اندر کوٹھڑی میں نماز پڑھنا گھر میں نماز پڑھنے سے افضل ہے خالدہ ادیب خانم نے افسانہ نگاری یا دیگر طرق مروجہ سے ملک وقوم کی خدمت کر کے ممکن ہے کہ

ادبی دنیا میں شہرت پیدا کی ہو لیکن مذہبی اصول وفروع پر عبور کے لئے صرف اتنا کافی نہیں بلکہ اس کا ساحل بہت بعید ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۳۹ ج ۱۲)

بعض الفاظ کا ترجمہ

خیط کا ترجمہ خط سے کرنا

سوال...... قولہ تعالیٰ یتبین لکم الخیط الابیض میں خیط کا ترجمہ خط سے کیا گیا ہے' اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی۔ جواب...... یہ خط کا ترجمہ حقیقی مدلول سے نہیں ہے' مجازی مدلول سے ہے۔ خیط سے مراد سیاہی سفیدی کی دھاری ہے' اس کو محاورہ میں سیاہی یا سفیدی کا خط کہتے ہیں' چونکہ یہ لفظ دھاگے' اور دھاری سے فصیح تھا اس لئے اس کو اختیار کیا گیا۔ (امداد الفتاویٰ ص ۴۴ ج ۵)

اکتتبھا کا ترجمہ

سوال...... جناب نے پارہ نمبر ۱۸ میں اکتتبھا کا ترجمہ "لکھوالیا ہے" کیا ہے' لیکن دیگر مترجم قرآن شریف میں "لکھ لیا ہے" دیکھا ہے' کیا اکتتاب متعدی اور لازم دونوں طرح آتا ہے؟

جواب...... دونوں ترجمے درست ہیں۔ (امداد الفتاویٰ ص ۴۵ ج ۵)

وتری الجبال میں تحسبھا سے پہلے واؤ کا ترجمہ

سوال...... وتری الجبال تحسبھا جامدۃ کے ترجمہ میں تری الجبال کے بعد واؤ بڑھانے سے مطلب تو بہت صاف ہو جاتا ہے لیکن اس کی ترکیب کیا ہوگی؟ یہ واؤ عطف کے لئے ہوگا یا حال کے لئے؟

جواب...... تری الجبال کی جو تفسیر میں نے "بیان القرآن" میں کی ہے اس میں ترکیب بدلنے کی ضرورت نہیں' تحسبھا جامدۃ اور وھی تمر مر السحاب کو حال ہی کہا جائے گا اور تحسبھا کے ترجمہ میں اظہار واؤ محض سلامت مطلب کے لئے ہے۔ (امداد الفتاویٰ ص ۱۶ ج ۵)

ما کانوا بہ یشرکون میں ما مصدریہ ہے یا موصولہ

سوال...... مولوی محمد اسحاق نے بیان القرآن سورۂ روم آیت ام انزلنا علیھم الخ بما کانوا بہ یشرکون میں میرا ترجمہ دکھلایا' جس میں ما کو مصدریہ لیا گیا ہے اور بہ کا ترجمہ چھوٹ گیا ہے اور شبہ کیا گیا کہ اگر بہ کا ترجمہ لیا جائے تو ضمیر مجرور ما کی طرف عائد ہوگی۔ اور یہ مانع ہے ما

کے مصدر یہ ہونے سے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ما موصولہ ہے اس پر یہ سوچ ہوئی کہ اگر ما موصولہ ہوا تو ما سے کیا مراد ہوگی؟ اس کی تحقیق کے لئے تفاسیر کی طرف رجوع کیا جلالین میں یہ تفسیر کی ہے **فهويتكلم تكلم دلالة بما كانوا به يشركون اى يامرهم بالاشراك** مگر اس میں بھی بہ سے تعرض نہیں اس کے حاشیہ میں یہ تفسیر کی ہے **قوله بما كانوا الباء للتعدية فما مصدرية بدليل قوله اى يامرهم بالاشراك لكن يبعده الضمير فهو قوله بما كانوا به فانه عائد على ماوالمصدرية لايعود عليها الضمير فالاحسن كما قال غيره انها موصولة اى بالامر الذى كانوا بسببه يشركون اه.**

انہوں نے جلالین پر اشکال کر کے ما کو موصولہ لیا اور اس کو بالامر کے ساتھ مفسر کیا لیکن اس کا بعید ہونا ظاہر ہے پھر حاشیۂ کشاف میں دیکھا اس میں یہ تفسیر کی ہے **وما فى بما كانوا مصدرية اى بكونهم بالله يشركون** انہوں نے ما کو مصدریہ لے کر اس اشکال کا یہ جواب دیا کہ ضمیر مجرور ما کی طرف راجع نہیں بلکہ اللہ کی طرف ہے اس میں استبعاد بھی نہیں اور اشکال بھی نہیں ترجمہ میں اتنا بڑھا دینا چاہئے کہ ''خدا کے ساتھ''۔ (امداد الفتاویٰ ص ۴۵۔۴۶ ج ۵)

ایک آیت کے ترجمہ میں ترمیم

سوال...... سورہ روم تفسیر بیان القرآن میں یہ عبارت ہے ''سات سمندر (روشنائی کی جگہ) اور ہو جائیں'' بجائے اس عبارت کے اس طرح عبارت ہونا چاہئے'' سات سمندر روشنائی کی جگہ) اور اس میں شامل ہو جاویں''۔ (امداد الفتاویٰ ص ۴۸ ج ۵)

بعض آیات کی مراد معنی ومطلب اور تفسیر

توبۂ نصوحاً سے کیا مراد ہے؟

سوال...... قرآن مجید میں توبۂ نصوحاً سے کیا مراد ہے؟

جواب...... توبۂ نصوحاً یعنی صمیم قلب کی خالص اور سچی توبہ یعنی یہ پکا ارادہ کر لینا کہ اب یہ گناہ نہیں کرے گا' توبہ کے لئے چار شرطیں ہیں اگر ان میں سے ایک بھی کم ہوگی تو توبہ ٹھیک نہیں ہوگی اول زمانہ گذشتہ کے گناہوں پر دل سے نادم ہونا کہ اے کاش یہ گناہ نہ کئے ہوتے' دوسرے معصیت کا فی الفور ترک کر دینا' تیسرے اس کا پختہ ارادہ کرنا کہ پھر آئندہ کبھی ایسا نہ کروں گا' چوتھے یہ کہ یہ سب اللہ کے خوف سے ہو' کسی اور وجہ سے نہ ہو' دل میں گناہ کا عزم' اور زبان سے

توبہ تو بہ یہ توبہ نہیں' بلکہ خدا کے ساتھ ایک قسم کا مذاق ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۶ ج ۱)

وجعلوا بینه و بین الجنة میں جنۃ سے کیا مراد ہے؟

سوال..... قرآن میں ہے وجعلوا بینه' و بین الجنة نسباً مدارک التنزیل میں لکھا ہے کہ جنۃ سے مراد ملائکہ ہیں؟ جواب..... اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ومامنآ الاله' مقام معلوم راجح یہ ہے کہ یہ قول ملائکہ کا ہے دوسری جگہ ہے ومانتنزل الا بامر ربک یعنی ہم نہیں نازل ہوئے' مگر آپ کے پروردگار کے حکم سے اور بالاتفاق ثابت ہے کہ یہ قول حضرت جبرئیل علیہ السلام کا ہے اور یہ امر کہ جنۃ سے مراد ملائکہ ہیں نہایت بعید ہے اور ایک تفسیر کبیر ابو مسلم اصفہانی کی ہے۔ اس میں ایسی آیات میں ربط اور مناسبت ثابت کی ہے اور ان آیات کو غیر معانی ماثورہ پر حمل کیا ہے۔ (فتاویٰ عزیزی ص ۱۱۶ ج ۲)

قرآن میں اللہ تعالیٰ کے استواء علی العرش سے کیا مراد ہے؟

سوال..... صفات باری مثلاً استواء علی العرش' ید اللہ' وجہ اللہ' کے بارے میں علماء حق کا کیا مسلک ہے؟

جواب..... اس بارے میں چند مسلک ہیں ایک مسلک تاویل یعنی استواء معنی میں استیلاء اور غلبہ کے ہے اور ید بمعنی قدرت اور بمعنی ذات وغیرہ اور یہی مسلک تاویل علماء متاخرین متکلمین کا مختار ہے۔

دوسرا مسلک معنی اور کیفیت میں تشابہ کا ہے' یعنی ان صفات کے معنی' اور کیفیت کا علم کسی کو نہیں۔ تیسرا مسلک یہ ہے کہ معنی تو معلوم ہیں مگر کیفیت مجہول اور یہی تیسرا مسلک حق ہے صحابہ و تابعین' ائمہ مجتہدین ومحدثین' وفقہاء اصولیین کا یہی مسلک ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۱۰۱)

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ میں امانت سے کیا مراد ہے؟

سوال..... قول باری انا عرضنا الامانة میں امانت سے کیا مراد ہے؟

جواب..... امانت سے مراد یا تکلیف اور ثواب وعقاب کا اہل ہونا ہے اور یا مراد طاعت ہے کہ بالاختیار طبیعت کے مقتضا کے خلاف کی جائے اور یا مراد شرع کے وہ حدود واحکام ہیں کہ جب تک شارع ظاہر نہ کرے غیر کو معلوم نہیں ہوسکتے ہیں جیسے وضو' روزہ جنابت کا غسل ایسا ہی متقدمین مفسرین سے منقول ہے اور یا امانت سے مراد متصف ہونا ہے تمام اسماء حسنیٰ کے ساتھ اور یہ شیخ اکبر نے فتوحات میں اختیار کیا ہے اور مراد خلافت اور ریاست ہے اور یہ جیلی وغیرہ عرفاء نے اختیار کیا ہے۔ (فتاویٰ عزیزی ص ۱۱۷ ج ۲)

وقت شام سے کیا مراد ہے؟

سوال.....قرآن شریف میں متعدد جگہ اللہ تعالیٰ نے صبح وشام اپنی تسبیح وتحمید کا حکم دیا ہے' تو شام سے کون سا وقت مراد ہے؟

جواب.....عصر کے بعد غروب سے پہلے کا وقت مراد ہے (فتاویٰ محمودیہ ص ۳۴ ج ۱۶)

قرناً آخرین سے کیا مراد ہے؟

سوال.....قول باری ثم انشأنامن بعدھم قرناً آخرین میں قرناً سے کیا مراد ہے؟

جواب.....مفسرین میں اختلاف ہے کہ مراد اس قرن سے کون لوگ ہیں' تو ایک قول یہ ہے کہ اس سے ہود علیہ السلام کی قوم مراد ہے' کیونکہ تقریباً قرآن کے دس مقام میں حضرت نوحؑ کے بعد حضرت ہودؑ کے قصے کا ذکر ہے' مگر یہ قول مردود ہے اس طور پر کہ جو عذاب اس قصہ میں مذکور ہے وہ عذاب قوم ہودؑ پر نہ ہوا تھا' وہ عذاب یہ ہے۔ فاخذتھم الصیحۃ بالحق یعنی پہنچی ان کو آواز کہ وہ آواز حق طور پر پہنچائی گئی تھی اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس قرن سے مراد قوم صالحؑ ہے اس واسطے کہ سخت آواز کے عذاب میں وہی لوگ مبتلا کئے گئے تھے۔ فقیر کے نزدیک اخیر قول ترجیح کے قابل ہے۔ (فتاویٰ عزیزی ص ۷۵۔۷۶ ج ۲)

آیت میں شاہداً سے کیا مراد ہے؟

سوال.....جناب سرور کائنات کی شان میں اللہ تعالیٰ ''شاہد'' فرماتا ہے آیا وہ کیسے شاہد ہیں عینی یا سماعی' چونکہ سننے والے سے غالباً دیکھنے والا بہتر ہے' جب دیکھنے والے گواہ ہوئے تو کیا ساری مخلوقات کی کارکردگی آپ حشر تک دیکھیں گے؟

جواب.....شاہد اگر بمعنی گواہ ہی لیا جائے اور گواہی بھی عینی لی جائے تب بھی اس کی کوئی دلیل نہیں کہ یہ شہادت تمام امت کے اعتبار سے ہے' ممکن ہے کہ یہ شہادت خاص ان کے ہی حق میں ہو جن کے حال کا مشاہدہ آپ نے اپنی حیات میں فرمایا ہے۔ (امداد الفتاوی ص ۱۳ ج ۵)

تضع کل ذات حمل حملھا کی مراد

سوال.....اگر حاملہ عورت کا انتقال ہو جائے تو اس کا حشر کس حالت میں ہوگا حالت حمل ہی میں یا وضع حمل کے بعد؟

جواب...... اس باب میں کوئی دلیل صریح نہیں ہے لیکن ظاہر آیت **تضع کل ذات حمل** وحدیث **کما تموتون تحشرون** اس بات کی جانب مشعر ہے کہ زن حاملہ کا حشر حالت حمل ہی میں ہوگا اور پھر ہول قیامت سے بچہ جنے گی۔ (امداد الفتاوی ص ۵۴۴ ج ۴)

سورۂ نمل میں ''کتاب مبین'' سے کیا مراد ہے؟

سوال...... کتاب مبین قرآن پاک کے لئے آیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کا سارا علم حضورؐ کو دیا' پھر جب قرآن مجید زمین وآسمان کے مغیبات کو اپنے اندر سما سکتا ہے' تو جسے قرآن کا علم دیا جائے اسے ان چیزوں کے جاننے میں کیا مانع ہے' نتیجہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غیب داں تھے۔

جواب...... ''کتاب مبین'' سے مراد قرآن مجید نہیں بلکہ لوح محفوظ ہے۔ لہٰذا آپ کو جو شبہ لاحق ہوا ہے' اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ (خیر الفتاوی ص ۲۳۲ ج ۱)

مزاجھا کافوراً کے معنی

سوال...... تفسیر جلالین میں ہے' **کان مزاجھا ای ما تمزج به کافوراً** اور صاحب کمالین لکھتے ہیں **''یرید انه اسم کالامام لما یوتم به''** اور یہ عبارت تفاسیر مروجہ کیخلاف ہے تو اسکی کیا توجیہ ہوگی؟

تفسیر ولغت کی کتابوں میں **مایمزج به** کے معنی میں لیا ہے تفسیر کواشی میں ہے **مزاجھا ما تمزج به** غرائب القرآن میں ہے۔ **مزاج الشراب ما تمزج به** اور اس وزن کے الفاظ کے معنی اسی طرح کئے جاتے ہیں۔ (مجموعہ فتاویٰ ص ۱۲۰)

انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء کے معنی

سوال...... باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے وہی ہیں اس کے بندوں سے جن کو علم ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ اس زمانہ میں بہت سے علماء کو کوئی خوف نہیں اور بے باکانہ طریقہ پر جو چاہتے ہیں کر گزرتے ہیں تو آیت کے معنی کیا ہیں؟

جواب...... عالم بے عمل باری تعالیٰ کی نظروں میں مقبول نہیں اور درحقیقت وہ علماء ہی کی جماعت میں شامل نہیں' اگرچہ بظاہر صاحب علم ہو' فقیہ ابواللیث کی کتاب تنبیہ میں ہے کہ جاہل بے عمل کے لئے ایک مرتبہ ہلاکت ہے اور عالم بے عمل کے لئے سات مرتبہ ہلاکت ہے۔ البتہ باعمل علماء جو درحقیقت شارع کی نظر میں زمرہ علماء میں شامل ہیں وہ حق تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور ایسے ہی علماء آیت کریمہ کے مصداق ہیں۔ (مجموعہ فتاویٰ ص ۱۲۱)

آیت لو انزلنا ھٰذا القرآن کے معنیٰ

سوال...... ارشاد باری ہے کہ یہ قرآن پہاڑ پر نازل کیا جاتا تو پہاڑ خوف سے پھٹ جاتا اس میں اشکال یہ ہے کہ پہاڑ بے حس ہے اور انسان احساس وشعور رکھتا ہے۔ جس کے اندر خوف بھرا ہوا ہے اس کو جنبش تک نہ ہو سو یہ اللہ تعالیٰ نے کیسے فرمادیا؟

جواب...... آیت **لو انزلنا ھٰذا القرآن علیٰ جبل لرأیته خاشعاً متصدعاً من خشیة الله** کے معنی یہ ہیں کہ اگر یہ حکم پہاڑ پر نازل ہوتا اور اس کو مکلف بنایا جاتا تب اس کا یہ حال ہوتا کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔ پس انسان باوجودیکہ احساس وادراک میں اس سے بہت زیادہ ہے مگر اس پر اصلاً اثر نہیں ہوتا' یہاں پر یہ اشکال بے محل ہے کہ باوجود احساس وشعور کے اثر کیوں نہیں ہوتا' اس لئے کہ انسان پر غفلت کے پردے نہ ہوتے تو وہ بے شک پہاڑ سے بھی زیادہ خوف کھاتا اور جب غفلت کم ہو جاتی ہے تو انسان کی حالت بھی قابو میں نہیں رہتی ہے چنانچہ بہت سے اکابر کے حالات اس قسم کے مشہور ہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۸۸۔۸۹ ج ۱)

انما انا بشر مثلکم کے معنی

سوال...... ایک عالم آیت کے معنی یوں بیان کرتا ہے "کہہ دو تحقیق نہیں ہوں میں بشر مانند تمہارے" انما کے صحیح معنی کیا ہیں؟ مذکورہ ترجمہ کرنے والے کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کا کیا حکم ہے؟

جواب...... یہ ترجمہ غلط ہے اور قرآن پاک کے مفہوم کی تحریف ہے "انما" کلمہ حصر ہے' جس کا حاصل یہ ہے کہ جس جملہ پر یہ داخل ہو اس میں خبر کا مبتدا کے لئے ثبوت لازم ہے' جیسے **انما ھو الله واحد** میں ہو کی ضمیر کا مرجع اللہ ہے اور معنی یہ ہوئے ضروری طور پر اللہ تنہا معبود ہے ایسے ہی آیت کریمہ کا ترجمہ یہ ہے ضروری طور پر میں بشر ہوں مثل تمہارے یعنی بشریت میں تمہاری طرح ماں باپ سے پیدا ہوں' کھاتا' پیتا' سوتا جاگتا' بولتا' چلتا ہوں اس لفظ میں ماً نفی کے معنی نہیں دیتا۔ ورنہ **انما ھو الله واحد** کے معنی یہ ہو جائیں گے تحقیق نہیں وہ ایک معبود اور یہ کفر کو مستلزم ہے' پس جو شخص انما میں نفی کے معنی کرتا ہے وہ قرآن مجید کی تحریف کرتا ہے اس کی امامت بھی درست نہیں۔ (کفایت المفتی ص ۸۹ ج ۲)

مالا یخلق میں ما کا معنیٰ ومراد

سوال:۔ سورۃ اعراف آیت نمبر ۱۹۱ میں ارشاد ربانی ہے۔

ایشر کون مالا یخلق شیئاً وھم یخلقون

یہاں لفظ ما سے مراد کون ہیں؟ اور لفظ ما ذوی العقول کے لیے استعمال ہوتا ہے یا غیر ذوی العقول کے لیے؟

جواب:۔اس آیت کریمہ میں لفظ ما سے مراد ابلیس اور بت ہیں اور لفظ ما اکثر غیر ذوی العقول کے لیے استعمال ہوتا ہے تاہم بعض اوقات ذوی العقول کے لئے بھی اس کا استعمال ہوتا ہے۔

لماقال البغویؒ:ایشرکون ما ای ابلیس والاصنام. (معالم التنزیل ص ۲۲۲ ج ۲ سورۃ الاعراف)

وقال البیضاویؒ: ما ای الاصنام (تفسیر بیضاوی ج ۳ ص ۳۸ سورۃ الاعراف) و مثله فی تفسیر المظهری ج ۳ ص ۴۴۴ تحت الآیة ان الذین تدعون من دون الله (الاعراف) (فتاویٰ حقانیہ ج ۲ ص ۱۴۲)

انی متوفیک کے معنی

سوال...... **یعیسیٰ انی متوفیک** اس میں **متوفیک** کے کیا معنی ہیں؟

جواب...... آیت شریفہ کے معنی یہ ہیں کہ اے عیسیٰ ”میں ہی تم کو وفات دینے والا ہوں یہود تم کو قتل نہیں کر سکتے جب وفات کا وقت آئے گا تو میں تم کو قبض کروں گا اور تم کو اپنی طرف اٹھاؤں گا' اور کفار کی تہمت سے پاک کروں گا“۔(کفایت المفتی ص ۹۱ ج ۲)

مرج البحرین یلتقیٰن کی تفسیر

سوال...... **مرج البحرین یلتقیٰن بینهما برزخ لایبغیٰن یخرج منهما اللؤلؤ والمرجان** ایک مولوی صاحب نے آیات مذکور کی تشریح میں کہا کہ اول سے مراد حضرت علیؓ ہیں اور حضرت فاطمۃ الزہراءؓ ہیں اور آیت ثانی کا تعلق حضرات حسنینؓ سے ہے کیا یہ صحیح ہے؟

جواب...... یہ مطلب لغت اور محاورہ کے لحاظ سے نہیں' بلکہ تخیل ہے جو کسی طرح حجت نہیں ہوسکتا ہے۔(کفایت المفتی ص ۹۱ ج ۲)

وما کان الله معذبهم و هم یستغفرون کے معنی

سوال......استغفار سے کیا مراد ہے؟ توبہ واستغفار ایک ہی چیز ہے یا غیر؟ اور جولوگ کہ گناہوں سے توبہ نہیں کرتے اور کبائر وصغائر میں مبتلا ہیں وہ اگر استغفار کریں تو کس طور سے کریں اور قرآن شریف میں استغفار کفار کی وارد ہے۔ **وما کان الله معذبهم و هم یستغفرون**“ آیا توبہ کفر سے مراد ہے یا کچھ اور ہے؟

جواب......توبہ واستغفار ایک ہی شئے ہے توبہ کے معنی رجوع کرنا اپنی تقصیر سے اور استغفار کے معنی بخشش چاہنا اپنی تقصیر سے یہ بھی رجوع ہی ہے۔

پس ندامت فعل کے ساتھ استغفر اللہ کہنا یا کوئی اور کلمہ کہنا جس کے معنی یہ ہوں یا دل میں نادم وشرمندہ ہونا یہ سب توبہ واستغفار ہے' پس جس لفظ اور جس عبارت وزبان سے چاہے کہے مگر اپنے فعل پر شرمندگی' اور پھر اس کو نہ کرنے کا پختہ ارادہ ہو تو یہی توبہ اور یہی استغفار اور اس کا یہی ثواب ہے اور آیت میں جو کفار کا استغفار کرنا وارد ہے اس کی تاویل میں چند اقوال ہیں ایک قول یہ ہے کہ کفار قریش طواف کرتے ہوئے غفرانک غفرانک کہا کرتے تھے پس ان کا مطلب استغفار کرنا ان امور سے تھا جن کو وہ برا جانتے تھے۔ اگر اپنے کفر سے مغفرت چاہتے تو مسلمان ہی ہو جاتے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۷۸ ج ۱)

آیت فطرة الله التي فطر الناس کے معنی

سوال......قرآن میں حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ''اس قابلیت کا اتباع کرو جس قابلیت پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اللہ کی خلقت میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی۔ جب اللہ تعالیٰ کی فطرت میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی تو فطرت کے خلاف عصاء موسیٰ کے اژدہا ہونے' اور باکرہ کے بچہ پیدا ہونے اور ناقہ کے معجزات کا کیسے ظہور ہوا؟

جواب......آیت کی مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پیدائش میں کوئی تغیر نہیں کرسکتا' مگر خدائے تعالیٰ اپنی خلق کو جس طرح چاہے متغیر کرسکتا ہے اور معجزہ بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے بر سبیل خرق عادت ہوتا ہے کوئی مستقل طور پر اس کے کرنے پر قادر نہیں' نبی کو بھی اس کے ظاہر کرنے پر بالکلیہ قدرت نہیں ہوتی لہٰذا عصا کا اژدھا ہونا' پہاڑ سے ناقہ کا پیدا ہونا وغیرہ یہ سب خدائے تعالیٰ ہی کی طرف سے بدلا ہوا ہے' پس اس پر کچھ اشکال نہیں' دیکھو حق تعالیٰ بیضہ پیدا کرتا ہے اگر اس کو توڑ کر دیکھیں تو اس میں زردی وسفیدی ہوتی ہے پھر وہی اس کو خون بنا کر اس میں سے بچہ پیدا کرتا ہے ایسے ہی نطفہ سے آدمی بلکہ بہت سے تغیرات پر آدمی بھی قادر باذن اللہ ہوتا ہے جیسے کسی شئے کو جلا کر راکھ بنا لیتے ہیں وغیرہ یہ تمام تبدیلیاں اللہ تعالیٰ کی اجازت سے ظاہر ہو رہی ہیں' پس ان تبدیلیوں کا انکار وہی شخص کرسکتا ہے جس کو کچھ بھی فہم نہ ہو اور آیت شریفہ میں ہرگز یہ معنی مراد نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۸۷)

آیت انما یعمر مساجد الله کے معنی

سوال......باری تعالیٰ فرماتے ہیں انما یعمر مساجد الله من امن بالله والیوم

الآخر واقام الصلوة وآتی الزکوٰة ولم یخش الا الله الآیة وہی آباد کرتا ہے مسجدیں اللہ کی جو یقین لایا اللہ پر اور قائم کیا نماز کو اور دیتا رہا زکوٰۃ اور نہ ڈرا سوائے اللہ کے کسی سے۔

جس کا مفہوم یہ ہے کہ اصل آباد کرنے والے وہ لوگ ہیں جو اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ ایسا شخص آج کی دنیا میں کوئی موجود نہیں' جو اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرتا ہو کیوں کہ اکثر اوقات انسان درندوں اور زہریلی اشیاء سے ڈرتا ہے۔ تو اس آیت کا کیا مطلب ہوگا؟

جواب...... غیر اللہ سے نہ ڈرنے کا مطلب یہ ہے کہ دینی معاملات میں اور احکام میں غیر اللہ سے نہیں ڈرتے۔ بہر حال درندوں اور زہریلی اشیاء سے ڈرنے اور خوف کرنے کا کوئی ذکر نہیں اور نہ وہ مضر ہے۔ (فتاوی عبدالحئی ص ۲۷۲)

وحرم ذلک علی المؤمنین کے معنی

سوال...... الزانی لاینکح الا زانیۃً اومشرکۃً والزانیة لاینکحھا الا زان او مشرک و حرم ذلک علی المومنین کے کیا معنی ہیں؟ اور یہ بھی فرمایئے کہ اس کا حکم باقی ہے یا منسوخ ہوگیا؟

جواب......اگر حرمت بمعنی عدم صحت لی جائے تو اس کا ایک جزو باقی ہے کیونکہ نکاح مشرک ومشرکہ سے بالاجماع باطل ہے اور دوسرا جزو منسوخ ہے دوسرے دلائل سے اور اگر حرمت کو عام لیا جائے عدم صحت اور معصیت کو تو دوسرا جز بھی باقی ہے بس جزو اول حرام ہے بمعنی غیر منعقد اور دوسرا جزو حرام ہے بمعنی معصیت اور تقریر اس جزو کی یہ ہوگی کہ زانیہ من حیث زانیہ سے نکاح کرنا معصیت ہے' یعنی جو نکاح کے بعد بھی زانیہ رہے' اور زنا کرنا نہ چھوڑے اور شوہر اس حالت کو گوارا رکھے تو وہ دیوثیت کے سبب عاصی ہوگا۔ (امداد الفتاوی ص ۲۱'۲۲ ج ۵)

اکلھا دائم کے معنی

سوال...... جنت اور اس کے پھل دائمی ہیں' پھر حضرت آدمؑ نے جنت میں پھل کھائے تو وہ کیوں فنا ہوگئے' اور حضرت آدمؑ جنت سے گیہوں کا درخت لے کر آئے' مگر وہ بھی فنا ہوگیا' پھر جنت اور اس کے پھل دائمی ہیں اس کے کیا معنی؟

جواب......دائمی ہونے کے معنی نوع کے اعتبار سے ہے' ذات کے اعتبار سے نہیں' وھذا ظاھر جداً لمن مارس الفنون الشرعیة ودارس العلوم السمعیة (امداد الفتاوی ص ۴۹ ج ۵)

یقیمون الصلوة کے معنی ذکر الٰہی سے کرنا

سوال..... زید ایک مجمع میں جس میں ہندو مسلم سب موجود ہیں' تفسیر بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ صلوۃ سے مراد عام طور پر ذکر الٰہی ہے اس سے نماز اسلامی مراد نہیں' نماز ہر مذہب کی عبادت کو کہتے ہیں یہ قول اس کا درست ہے یا نہیں؟

جواب..... آیت **یقیمون الصلوة** میں صلوۃ سے مطلق ذکر الٰہی مراد لینا قرآن کی تحریف "اور نصوص حدیث واجماع امت کی تکذیب ہے بالخصوص ہر مذہب کی عبادت کو نماز کہنا تو کفر صریح ہے"۔ **اعاذنا الله و سائر المسلمین منه** (امداد المفتیین ص ۲۲۴)

لطیفاً کے معنیٰ

سوال..... **لطیفاً خبیراً** کے معنیٰ راز داں کی سند چاہیے؟

جواب..... **فی القاموس العالم بخفایا الامور ودقائقه** (امداد الفتاویٰ ص ۴۶ ج ۵)

الخیل المسومة کے معنیٰ

سوال..... **الخیل المسومة** کے ترجمہ میں نمبر یعنی نشان' نمبر کے معنی عدد کے ہیں اور اس کے علاوہ انگریزی لفظ؟

جواب..... میں نے اس کو نشان کے معنی میں بھی مستعمل سمجھا تھا' چنانچہ اس کی تفسیر بھی نشانی کے ساتھ کی تھی مگر زبان دانوں سے مکرر تحقیق کرنے سے میرا وہ خیال غلط نکلا اس لئے ترجمہ میں صرف "نشان" کا لفظ ہونا چاہیے باقی انگریزی ہونا سو اب تو اردو بھی ہو گیا' البتہ اگر نہ ہو تو اولیٰ ہے۔ (امداد الفتاویٰ ص ۴۶ ج ۵)

حضرت سلیمانؑ کا اپنے گھوڑوں کو قتل کرنے کے واقعہ کی تحقیق

سوال:۔ بعض مفسرین حضرات سلیمانؑ کا یہ واقعہ ذکر کرتے ہیں کہ آپؑ اپنے گھوڑوں کی دیکھ بھال میں مصروف تھے کہ آپ سے عصر کی نماز قضاء ہو گئی جس کی وجہ سے انہوں نے اپنے گھوڑوں کو قتل کرنا شروع کر دیا جس پر اللہ تعالیٰ نے سورج کو روک دیا اور آپ نے نماز پڑھ لی۔ اب سوال یہ ہے کہ ان گھوڑوں کا اس میں کیا قصور تھا' اور کیا واقعی سورج روک لیا گیا تھا؟

جواب:۔ گھوڑوں کے قتل کے بارے میں مفسرین کی دو رائے ہیں۔ ایک رائے یہ ہے کہ

حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے جہاد کے لیے پرورش کئے گئے تیز و سبک رفتار گھوڑے پیش کئے گئے تو ان گھوڑوں کا معائنہ کرتے ہوئے عصر کی نماز میں تاخیر ہو گئی تو آپؑ نے کہا کہ کوئی مضائقہ نہیں، دونوں کا کرنا عبادت ہے، کیونکہ جہاد بھی تو ذکر اللہ میں داخل ہے۔ تو جہاد کے اسی جوش و جذبے سے سرشار ہو کر ان گھوڑوں کے واپس لانے کا کہا اور غایت محبت و اکرام سے ان کی گردنیں اور پنڈلیاں پونچھنے اور صاف کرنے لگے۔ اور مفسرین کی دوسری رائے یہ ہے کہ مال کی محبت کی وجہ سے انہوں نے نماز میں غفلت محسوس کی تو شدت غیرت اور غلبہ حب الٰہی میں تلوار لے کر ان کو قتل کر دیا تاکہ یہ نماز میں تاخیر کا کفارہ ہو جائے۔ شاید ان کی شریعت میں گھوڑوں کی قربانی جائز تھی اور اسی بناء پر آپ نے ان گھوڑوں کو قتل کر دیا۔ اور مشہور یہی ہے کہ سورج واپس ہوا اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے نماز پڑھ لی تھی۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں ''اصل واقعہ یہ ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے سامنے اصیل اور تیز و سبک رفتار گھوڑے جہاد کے لئے پرورش کئے گئے پیش کئے گئے تو ان کے معائنے میں عصر کی نماز میں دیر لگی۔ لیکن پھر بھی سلیمانؑ یہ کہنے لگے اگر ایک طرف یاد خدا سے بظاہر علیحدگی رہی تو دوسری جانب جہاد کے گھوڑوں کی محبت اور دیکھ بھال بھی تو اللہ ہی کی یاد سے وابستہ ہے، جب جہاد کا مقصد اعلاء کلمۃ اللہ ہے تو اس کے معدات و مبادی کا تفقد کیسے ذکر اللہ کے تحت میں داخل نہ ہوگا تو اسی جہاد کے جوش و افراط میں حکم دیا کہ ان گھوڑوں کو پھر واپس لاؤ چنانچہ واپس لائے گئے اور غایت محبت و اکرام سے ان کی گردنیں اور پنڈلیاں پونچھنے اور صاف کرنے لگے۔ بعض مفسرین نے یہ تفسیر کی ہے کہ مال کی محبت نے مجھ کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کر دیا، تو شدت غیرت اور غلبہ حب الٰہی میں تلوار لے کر ان کی گردنیں اور پنڈلیاں کاٹنا شروع کر دیں تاکہ وہ فی الجملہ کفارہ اس غفلت کا ہو جائے۔ شاید ان کی شریعت میں قربانی گھوڑے کی جائز ہوگی''۔ (تفسیر عثمانی ص ۶۰۶ پ ۲۳ سورۃ صٓ)

۱؎ قال العلامة ثناء الله البانی بتیؒ: ''ردّوها علیّ'' بتقدیر القول عطف علیٰ قال انی اجبت وقال ردوها ای الصافنات علی فردوها علیه ... مسحاً ای یمسح السیف مسحاً....عن ابی بن کعبؓ عن النبی صلی الله علیه وسلم قال قطع سوقها واعناقها بالسیف و کان ذلک باذن الله تعالیٰ توبة عما غفل من ذکره و تقرباً الیه و طلباً لمرضاته....قال بعض المفسرین انه ذبحها و تصدق بلحومها و کان لحوم الخیل حلالاً کما

هو فی شریعتنا عند الجمهور خلافاً لابی حنیفه فانه قال یکره....قال البغوی حکی عن علی کرم الله وجهه فی قوله ردوها علیه.....ردوها ای الشمس علی فردوها علیه حتیٰ صل العصر فی وقتها... وقال الزهری و ابن کیسان یمسح سوقها واعناقها بیده یکشف الغبار عنها حباً لها و شفقة علیها الخ (تفسیر مظہری ج ۸ ص ۱۷۶ سورۃ ص ٓ) ومثلہ فی معالم التنزیل (تفسیر بغوی) ج ۴ ص ۳۸ سورۃ ص فتاویٰ حقانیہ ج ۲ ص ۱۸۳

وطاً کے معنی

سوال...... بیان القرآن سورہ مزمل کے حاشیہ میں ہے وطاً مواطاة القلب واللسان معالم میں ہے قرأ ابن عامر و ابو عمر وطآءً بکسر الواو و ممدوداً لمعنی المواطاة، وقرأ الآخرون بفتح الواو و سکون التاء۔ پس معلوم ہوا کہ مواطاۃ جس کے معنی ہیں وہ کسرہ اور مد کے ساتھ ہے جو حفص کی قرأت نہیں، پس اس مقام پر حفص کی قرأت پر ترک کرنے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوئی، کیونکہ تفسیر حفص کی قرأت پر مبنی ہے شاید جلالین کی عبارت سے دھوکہ ہوا ہو کیونکہ اس میں بغیر قرأت بیان کئے مواطاة القلب کے معنی لکھ دیئے ہیں۔

جواب...... کیا عجب ہے کہ جلالین سے دھوکا ہوا ہو، جیسا سوال میں لکھا ہے، فتح واؤ کی قرأت میں کہ حفص کی بھی یہی قرأت ہے یہ ترجمہ ہونا چاہئے کہ رات کا اٹھنا خوب مؤثر ہے (نفس کے) کچلنے میں۔ (امداد الفتاویٰ ص ۴۳ ج ۵)

لفظ ناشئۃً کے معنی

سوال...... بیان القرآن میں ہے البتہ لفظ ناشئة سے ظاہراً افضلیت آخر کی معلوم ہوتی ہے، قاموس میں ہے وهی (ای ناشئة) مصدرية علی فاعلة او اول النهار والليل، او اول ساعات الليل او کل ساعة قام لها قائم بالليل، او القومة بعد النومة۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ناشئۃ شامل ہے اول شب، آخر شب کو یہی وجہ ہے کہ سلف نے مختلف تفسیریں کی ہیں چنانچہ ابن عباسؓ سے طبریؒ نے روایت کی ہے۔ ان الليل كله ناشئة اور مجاہدؒ سے روایت ہے کل شئی بعد العشاء فهو ناشئة پس فہم ناقص میں لفظ ناشئۃ سے وجہ افضلیت کی سمجھ میں نہیں آئی۔

جواب...... غالباً بعض اقوال پر اس استدلال کو مبنی کیا ہے۔ القومة بعد النومة مثلها

فی الکشاف عن عائشة جزماً (امداد الفتاویٰ ص۴۴ ج۵)

تلاوت مقدم اور نزول مؤخر کے معنی

سوال...... جلالین کے حاشیہ پر حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آیت سیقول الخ تلاوت پہلے اور نزول بعد کو ہوا ہے اس کی کیا صورت ہے؟ قرآن کی ترتیب حضرات صحابہ کرامؓ کے عہد میں ہوئی یا بعد کو؟ کیونکہ قراء بعض تابعی معلوم ہوتے ہیں امام شعرانی شریعت اولیٰ سے کیا مراد لیتے ہیں؟

جواب...... جلالین کے حاشیہ کی عبارت تو سامنے نہیں اور سرسری طور پر دیکھی تو ملی نہیں، لیکن اگر وہ عبارت صحیح ہے تو مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ قبل از نزول باقاعدہ یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر جاری ہوگئی ہو اور وہ بھی ایک قسم کی وحی ہے کہ مانیطق عن الھوی ان ھوالا وحی یوحیٰ مصرح ہے لیکن اس طرح کی وحی کو قرآن یا نزول قرآن نہیں کہہ سکتے، اس لئے یہ صحیح ہوگیا کہ قرأت مقدم ہوگئی اور نزول بعد میں۔

۲۔ ترتیب مصحف جو امام کے نام سے موسوم ہے حضرت عثمان غنیؓ کے عہد میں اجماع صحابہؓ کے ساتھ ہوئی ہے بعض تابعین بھی اس کی خدمت میں شریک ہوں تو کیا بعد ہے؟

۳۔ شریعت اولیٰ کا لفظ جو امام شعرانیؒ سے نقل ہے، اگر پوری عبارت نقل فرماتے یا حوالہ یا صفحہ تحریر کرتے تو کوئی تحقیقی بات لکھی جاتی اس طرح کیا عرض کیا جائے اور خیال یہ آتا ہے کہ شرائع انبیاء سابقین مراد ہوں گے۔ (امداد المفتیین ص۲۲۲)

اولٰئک یؤتون اجرھم مرتین کا مطلب

سوال...... حدیث شریف میں ہے کہ تین شخص ایسے ہیں کہ ان کو دو چند اجر دیا جاتا ہے ان میں سے ایک وہ ہے جو اپنے نبی پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا، بعض محققین نے کہا ہے کہ اس سے مراد صرف نصاریٰ ہیں، کیا یہ درست ہے؟

جواب...... میں نے اولٰئک یؤتون اجرھم مرتین کی تفسیر میں لکھا ہے کہ میرے نزدیک عام ہے خواہ یہود ہوں، خواہ نصاریٰ، اس لئے کہ آنحضرتؐ پر ایمان لانا مستلزم ہے، حضرت عیسیٰ پر ایمان لانے کو، مثلاً جب یہود آنحضرتؐ پر ایمان لاتے ہیں تو اس ایمان سے ثابت ہوجاتا ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ پر بھی ایمان لائے اور اس ایمان سے ان کا سابق کفر جو حضرت عیسیٰ کے بارے میں تھا محو ہوجاتا ہے، مثلاً نصاریٰ میں سے کوئی شخص آنحضرتؐ پر ایمان لایا، اور اس کے قبل

وہ آنحضرتؐ کے بارے میں برابر کفر کرتا رہا' تو اس کے حق میں بلاشبہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کو دو مرتبہ اجر دیا جائے گا اور اس کے قبل جو اپنے نبی پر ایمان لایا تھا اس کا اعتبار ہوگا' حالانکہ اس وقت ہمارے پیغمبرؐ کے حق میں کفر وانکار کرتا رہا۔ (فتاویٰ عزیزی ص ۱۴۹ ج ۲)

لیستخلفنهم فی الارض کا مطلب

سوال...... سورۂ نور میں استخلاف فی الارض کا وعدہ ہے' یہ وعدہ امت محمدیہؐ کے ساتھ ہے یا کوئی بھی امت ہو جو احکام خداوندی کو پورا پورا بجالاتے ہیں ان کے ساتھ رہا ہے؟

جواب...... اس آیت میں جو مخصوص وعدہ ہے' وہ اکثر مفسرین کے قول کے موافق شیخینؓ کے زمانے میں پورا ہو چکا' جیسا کہ خطاب میں ''منکم'' کا لفظ اس پر شاہد ہے اور **کما استخلف الذین من قبلهم** سے اشارہ ہے اس طرف کہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو بھی استخلاف فی الارض جبارین کے مقابلہ میں حاصل ہوا تھا۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۶' ۱۷ ج ۶)

لئن شکرتم لازیدنکم کا مطلب

سوال...... قرآن پاک کی اس آیت کا کیا مطلب ہے؟ آدمی کو جب تکلیف ہوتی ہے تو وہ بھی ایک نعمت خداوندی ہے اس پر اگر شکر کرے گا تو زیادتی ہوگی' حالانکہ انسان یہ نہیں چاہتا کہ میں ہر وقت تکلیف میں مبتلا رہوں۔

جواب...... اصل نعمت اجر وثواب ہے' تکلیف' رنج' مرض' مشقت پر صبر بھی اس کا ذریعہ ہے' راحت وعافیت پر شکر بھی اس کا ذریعہ ہے' ایک ذریعہ کو چھوڑ کر دوسرا ذریعہ اختیار کرنا ایسا ہی ہے جیسے ایک مقصد تک پہنچنے کے دو راستے ہوں ایک آسان دوسرا دشوار' دشوار کو چھوڑ کر آسان اختیار کرنا مذموم نہیں لہٰذا تکلیف کا علاج بھی مشروع' بلکہ مسنون ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۴۸ ج ۱۵)

ہر چیز کے تسبیح پڑھنے کا مطلب

سوال...... قرآن پاک میں ہے **یسبح لله ما فی السموٰات وما فی الارض**۔ کہ زمین و آسمان کی ہر چیز تسبیح پڑھتی ہے کیا بول وبراز بھی مگر تسبیح کی نسبت ان کی طرف کرنا اچھا معلوم نہیں ہوتا۔

جواب...... سور بھی تسبیح کرتا ہے یا نہیں؟ اس کی طرف تسبیح کرنے کے متعلق کیا خیال ہے؟

(فتاویٰ محمودیہ ص ۴۸ ج ۱۵)

قرآن کریم کو بلا تلاوت کے چومنا

سوال...... ایک شخص پڑھنا لکھنا نہیں جانتا' بعد میں آ کر قرآن کو چومتا ہے سر اور آنکھوں سے لگا کر چلا جاتا ہے اور کہتا ہے کہ پڑھنے والے تجھ کو پڑھ کر ثواب حاصل کرتے ہیں میں ان پڑھ ہوں اس طرح ثواب حاصل کرتا ہوں کیا یہ فعل درست ہے؟

جواب...... بعض حضرات صحابہؓ سے ثابت ہے کہ وہ قرآن کریم کی تلاوت کے وقت اس کو چومتے تھے' یہ احترام ہے مگر محض چومنے پر کفایت کرنا اور تلاوت سے اعراض کرنا غلط ہے بڑی ناقدری ہے' زیادہ سے زیادہ تلاوت کرنے اور اس کے سمجھنے کی کوشش کرنا لازم ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۴۸ ج ۱۵)

ونحشرہ یوم القیٰمة اعمیٰ کا مطلب

سوال...... آیت میں اندھا ہونے سے ظاہری اندھا ہونا مراد ہے یا باطنی؟

جواب...... مراد ظاہری نابینائی ہے اس لئے کہ اگر کہا جائے کہ اعمٰی سے مراد بصیرت میں حیرت ''متحیر'' ہونا ہے تو یہ سیاق کلام کے خلاف ہے۔ اس واسطے کہ **وقد کنت بصیرا** اس کے ساتھ چسپاں نہیں ہوتا ہے' البتہ بعض آیات سے کفار کا دیکھنے والا سننے والا ہونا معلوم ہوتا ہے مثلاً **اسمع بھم و ابصر یوم یاتوننا** اور **ورای المجرمون النار** اور **سمعوا لھا تغیظا وزفیرا** ابن عباسؓ سے پوچھا گیا تو یہ لوگ اندھے' گونگے اور بہرے کیسے ہوں گے؟ تو جواب دیا کہ یہ ایسی چیز نہ دیکھیں گے نہ سنیں گے کہ اس سے ان کو خوشی ہو اور کوئی عذر بیان نہ کرسکیں گے اور تحقیقی جواب یہ ہے کہ ابتداء حشر میں ان لوگوں کی صورت اندھے اور گونگے اور بہرے کی صورت کے مانند ہوگی کہ کوئی امر حق نہ دیکھیں گے نہ سنیں گے نہ کہیں گے اور پھر جب اللہ تعالیٰ کے قہر کی تجلی کے حضور میں جائیں گے اور پردہ کامل طور پر اٹھ جائے گا تو ان کے حواس کی تجلی میں کامل قوت آئے گی'' اور اس تجلی کا ذکر اس آیت میں ہے۔ **یوم یقوم الناس لرب العلمین** تو جب قہری تجلی کے حضور میں جائیں گے تو اس وقت دیکھنے سننے لگیں گے۔ (فتاویٰ عزیزی ص ۱۰۹-۱۱۱ ج ۲)

ولقد کرمنا بنی ادم کا مطلب

سوال...... ایک کافر و مشرک' بلکہ عام مومن بالغ ہو جانے کے بعد'' پیدائشی اعتبار سے'' اور آدم علیہ السلام کی ذریت ہونے کے اعتبار سے' ملائکہ سے افضل ہے یا نہیں؟ اور آیت **ولقد کرمنا بنی آدم** میں داخل ہے یا نہیں؟

جواب...... کافر ومشرک بلکہ عامہ مومن سے بھی ملائکہ افضل ہیں' کیونکہ اگر عبادت وعبدیت سے قطع نظر کر کے دیکھا جائے تو ان کی اصل خلقت نور سے ہے اور انسانوں کی خلقت عناصر ارضیہ سے ہے اور اگر عبادت وعبدیت پر نظر کی جائے تو عام ایمان والوں میں معاصی ورذائل موجود ہیں ملائکہ میں نہیں لہٰذا وہی افضل ہوئے۔ البتہ عوام ملائکہ سے خواص اولیاء اللہ اور خواص ملائکہ سے گروہ انبیاء افضل ہے۔ اور آیت کی یہی مراد ہے' کیونکہ جب کسی قوم میں سے ایک شخص کو تمام مخلوقات پر فائق کر دیا جائے تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ قوم تمام مخلوقات سے افضل ہوگئی' اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس قوم کا ہر فرد تمام باقی مخلوقات کے ہر فرد سے افضل ہے۔ (امداد المفتیین ص ۲۲۳)

ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشآء والمنکر کا مطلب

سوال...... اس آیت کا کیا مطلب ہے کہ نماز منع کرتی ہے تب تو کوئی اشکال نہیں' اگر یہ ہے کہ روک دیتی ہے کیا اس سے مقبول نماز مراد ہے؟

جواب...... اگر پورے خشوع سے' اس کے اوپر ثواب کے تصور سے' اور تاثیرات کا استحضار کر کے پڑھی جائے تو روک بھی دیتی ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد ۱۵ ص ۲۹) (۲) ''اور یا کم از کم اتنے وقت تو روک ہی دیتی ہے جس میں نماز پڑھی جاتی ہے''۔ م ع۔

اسماء الٰہی میں الحاد کا مطلب

سوال...... اسماء الٰہی میں الحاد کرنے کے کیا معنی ہیں' کیا ملحد دائرۂ اسلام سے خارج ہے؟

جواب...... ملحد کہتے ہیں سیدھے راستے سے ہٹنے والے کو' جو شخص شریعت اور اسلام کا سیدھا راستہ چھوڑ کر کسی دوسری طرف چلے تو وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ بت پرست کہتے تھے کہ ''لات'' بت لفظ اللہ سے بنا ہے اور ''عزیٰ'' بت لفظ عزیز سے بنا ہے اور ''منات'' لفظ منان سے' قرآن کریم نے کہا کہ یہ اسماء الٰہی میں الحاد ہے کیونکہ یہ اللہ کے ناموں کو بگاڑنا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۸ ج ۱)

انا ارسلنک شاھداً کا صحیح ترجمہ ومطلب

سوال...... آیت انا ارسلنک شاھداً و مبشراً و نذیراً ...... کا صحیح ترجمہ تحریر فرمائیں۔

جواب...... آیت کا صحیح ترجمہ یہ ہے ''اے نبی! ہم نے تجھ کو بھیجا بتلانے والا اور خوش خبری سنانے والا ڈرانے والا اور بلانے والا اللہ کی طرف اس کے حکم سے اور چمکتا ہوا چراغ۔

حاصل یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی توحید سکھاتے اور اس کا راستہ بتاتے ہیں جو کچھ کہتے ہیں دل سے اور عمل سے اس پر گواہ ہیں محشر میں بھی امت کی نسبت گواہی دیں گے کہ خدا کا پیغام کس نے کس قدر قبول کیا۔ (خیر الفتاویٰ ص ۲۲۴ ج ۱)

حروف مقطعات ایک راز ہیں

سوال......ایک عالم صاحب کہتے ہیں کہ حروف مقطعات کا علم اللہ اور اس کے رسول کو ہے ان کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

دوسرا کہتا ہے کہ اس کا علم علاوہ اللہ کے کسی "حتیٰ کہ رسول" کو بھی نہیں اور قائل پہلے قول کا کافر ہے اور اعتقاد میں کفر عائد نہ ہو تو ایسے معتقد کا گنہگار ہونا یقینی ہے۔

جواب......حروف مقطعات کے متعلق سلف صالحین سے متعدد اقوال ہیں کتاب وسنت کی روشنی میں قوی قول یہ ہے کہ ان کے معنی کا علم ذات باری کے ساتھ مخصوص ہے اسی مذہب کی رعایت کرتے ہوئے جلالین میں الم کے آگے الله اعلم بمراده بذلك فرمایا گیا ہے۔

دوسرا قول ہے کہ یہ حروف اللہ اور اس کے رسولؐ کے درمیان راز ہیں، یعنی آنحضرتؐ کو بھی اس کا علم دیا گیا تھا، مگر چونکہ وہ ایک راز تھا اس لئے امت پر ظاہر نہیں فرمایا۔

تیسرا قول یہ ہے کہ ان کی مراد معلوم ہے اور امام شافعی کا یہ مذہب مشہور ہے کہ متشابہات کے معانی راسخین فی العلم جانتے ہیں سوال میں مذکور قائل اول کی تکفیر تو کجا، تفسیق بھی نہیں کی جا سکتی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ قول راجح کے خلاف ہے۔ (کفایت المفتی ص ۱۰۷ ج ۲)

غرائب قرآن کا مطلب

سوال......اتقان میں ہے اعربوا القرآن والتمسوا غرائبه اور مشکوٰۃ میں اتبعوا کا بھی لفظ ہے۔ قرآن کو اعراب لگاؤ، اور اس کے غرائب کو تلاش کرو اس عبارت میں سوائے اس اصطلاح کے جو اہل حدیث کی ہے کوئی اور معنی مراد ہیں یا کیا؟

جواب......اس میں غرائب سے مراد وہ لفظ ہے جس کے معنی ظاہر نہ ہوں، مگر لفظ اتبعوا غرائبه میں غرائب کا لفظ عام ہے نکات و معانی غیر معروف اور الفاظ غیر معلوم سب کو شامل ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۷۳۔۱۷۵)

آیت کل شئی ھالک الا وجھہ

سوال...... آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت اور دوزخ' اور عرش کو اٹھانے والے فرشتے بھی فنا ہو جائیں گے لیکن ان کے فنا ہونے کی کیا صورت ہوگی؟

اور کتنے عرصہ تک ان پر عدم طاری رہے گا؟

جواب...... اگر اشکال صرف آیت سے ہے تو تفسیر ابن عباسؓ دیکھئے انشاء اللہ رفع ہو جائے گا اس میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز ہلاک ہو جائے گی۔ **الا ماابتغی بھا وجھہ** اور ہر بادشاہت اس کی بادشاہت کے علاوہ زوال پذیر ہے' اسی کے لئے مخلوق کے درمیان فیصلہ کرنا ہے اسی کی طرف تم موت کے بعد لوٹ کر جاؤ گے تا کہ تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ مل جائے اس تفسیر کو حافظ ابن کثیر نے بھی مجاہد اور ثوری سے نقل کیا ہے اگر اشکال کسی اور شئی مثلاً لفظ کے معنی لغوی یا اصطلاحی یا کسی تفسیر کی عبارت سے پیدا ہوا ہے تو اس کے معلوم ہونے پر جواب دیا جا سکتا ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۷۳۔۱۷۵)

لیس للانسان الا ماسعیٰ کا مطلب

سوال...... اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کام میں خود انسان کی سعی نہ ہو اس کا ثواب نہیں پہنچتا' یہ آیت منسوخ ہے' یا کسی حدیث سے تحقیق کی گئی ہے؟

جواب...... معتزلہ کا مذہب یہی ہے' اور وہ اسی آیت سے استدلال کرتے ہیں' حافظ عینی نے شرح ہدایہ میں اس کے آٹھ جوابات لکھے ہیں' اور ابن قیم نے کتاب الروح میں بہت تفصیل سے معتزلہ پر رد کیا ہے' مردوں کو زندوں کے افعال دعا' صوم' صلوٰۃ' حج' صدقہ' وغیرہ سے نفع پہنچتا ہے خود قرآن کریم سے ثابت ہے۔ **والذین جآؤا من بعدھم یقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا الخ. والذین آمنوا واتبعتھم ذریتھم** اور آیت وان لیس اسی آخری آیت سے منسوخ ہے۔

قبرستان میں پہنچ کر **قل ھو اللہ** شریف پڑھ کر ثواب پہنچانا نیز صدقہ جاریہ کا ثواب پہنچتے رہنا اور بہت سی احادیث سے یہ مسئلہ ثابت ہے صحابہ کرامؓ کا عقیدہ اور عمل بھی تھا کہ وہ ثواب پہنچایا کرتے تھے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۳۰ ج ۳)

آیت فان لہ معیشۃ ضنکا کا مطلب

سوال...... آیت **ومن اعرض عن ذکری** سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا نافرمان

زندگی میں تنگی میں مبتلا رہتا ہے' حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر نافرمان ہی راحت وسرور اور تاج و تخت کے مالک ہیں؟

جواب...... اس تنگی کا تعلق دل سے ہے' تم کسی عاصی ونافرمان کو ہرگز نہیں دیکھو گے کہ اس کے دل میں شگفتگی اور فراخی ہو بلکہ وہ ہمیشہ پریشانی اور تکدر سے آزردہ رہتا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۳۴۲ ج ۱)

آیات وحدانیت کی تفسیر

سوال...... وہ آیات تحریر فرمائیں کہ ان میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا بیان ہے؟

جواب...... وحدانیت کے دو معنی ہیں ایک علماء ظاہر کے نزدیک وہ یہ کہ معبود صرف ایک ہے دوسرا کوئی نہیں دوسرے معنی حضرات صوفیہ کے نزدیک وہ یہ کہ موجود صرف ایک ہے دوسرا کوئی موجود نہیں' بطور نمونہ دونوں طرح کی آیات لکھی جاتی ہے معنی اول کا بیان پارہ سیقول کی اس آیت میں ہے۔ **والٰھکم الٰہ واحد** سے **لآیات لقوم یعقلون** تک اور دوسری آیت آل عمران میں ہے **شھداللہ انہ لآالٰہ الا ھو والملئکة واولوا العلم قائماً بالقسط** یعنی گواہی دی اللہ نے یہ کہ نہیں ہے کوئی معبود سوا اس کے اور گواہی دی فرشتوں نے اور اہل علم نے دراں حالے کہ اللہ قائم ہے انصاف کے ساتھ اور معنی ثانی میں ایک آیت یہ ہے۔ **اینما تولوا فثم وجہ اللہ** یعنی جس طرف منہ کرو وہیں اللہ کا منہ ہے یعنی اس کی ذات ہے تحقیق کہ اللہ صاحب وسعت اور صاحب علم ہے اور دوسری آیت **قال الملاء** میں ہے **ومارمیت اذرمیت ولکن اللہ رمی** یعنی تیر نہ چلایا آپ نے جب تیر چلایا لیکن اللہ تعالیٰ نے تیر چلایا۔ (فتاویٰ عزیزی ص ۵۸ ج ۲)

من کان فی ھٰذہ اعمیٰ کی تفسیر

سوال...... آیت **من کان فی ھذہ اعمی** کا کیا مطلب ہے؟

جواب...... حضرت شاہ عبدالقادرؒ فرماتے ہیں یعنی جو شخص دنیا میں ہدایت کی راہ سے اندھا رہا' ویسے ہی آخرت میں بہشت کی راہ سے اندھا ہے۔ (خیر الفتاویٰ ص ۲۳۳ ج ۱)

قال ھی عصای کی ایک غلط تفسیر

سوال...... واعظ نے وعظ میں **وما تلک بیمینک** کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ایک جلیل القدر نبی کے ساتھ ناشائستہ الفاظ کو منسوب کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے کہا موسیٰ! تیرے داہنے ہاتھ میں کیا ہے؟ موسیٰ نے کہا عصا' تو اللہ تعالیٰ نے کہا'' دادا ہو دادا گیری کرتے پھرتے ہو' ایسے

بہتان عظیم اور تفسیر بالرائے کرنے والے کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب...... جو بات اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمائی اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا بڑی جرأت ہے بہتان ہے آئندہ ہرگز ایسا نہ کیا جائے بغیر علم کے وعظ ہرگز نہ کہا جائے ہاں کوئی معتبر کسی عالم حقانی کی کتاب ہو جس کے مضامین بیان کرنے اور سنانے کی واعظ میں صلاحیت ہو اور مجمع میں سننے اور سمجھنے کی صلاحیت ہو اس کتاب کے سنانے میں مضائقہ نہیں۔ مگر اس کی کوئی تشریح بغیر علم کے اپنی طرف سے نہ کی جائے ورنہ غلطی کا اندیشہ ہے جس سے نقصان بھی ہو سکتا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۷ ج ۱۶)

و آت ذا القربی حقه و المسکین کی تفسیر

سوال آیات ذیل کا مطلب واضح فرمائیں و آت ذاالقربی حقه والمسکین وبالوالدین احسانا و بذی القربیٰ و اذا حضر القسمة اولوالقربیٰ اب یہ عام بات ہے کہ غیر لوگ آتے ہیں زکوۃ وغیرہ لے جاتے ہیں اور دینے والے کہتے ہیں کہ اگر ہمارا نام صف اول میں ہوگا تو ہم اور دیں گے مگر اپنے عزیز ان کا منہ تکتے ہیں حالانکہ ان کو معلوم رہتا ہے کہ ہمارے عزیز قرض دار ضرورت مند ہیں لیکن وہ ان کو خیال میں نہیں لاتے۔

صاحب مال کو چاہئے کہ وہ خود اپنے عزیزوں کو کچھ دینا ہے دے یا ضرورت مند کو چاہئے کہ سوال کرے حالانکہ صاحب مال جانتا ہے؟

جواب...... ان آیات کریمہ میں ذوی القربیٰ اور مساکین کا اور مسافر کا ذکر ہے ذوی القربیٰ سے کنبہ کے لوگ مراد ہیں قریب و بعید ہونے کے لحاظ سے ان کے درجات مختلف ہیں ان کے حقوق مختلف ہیں بعض کے حقوق موکد اور مقدم ہیں اور بعض کے مستحب و موخر ہیں۔ مثلاً مستطیع پر اس کی اولاد اور ماں باپ کا نفقہ واجب ہے مگر ایسے شخص پر جو یا تو اولاد کا نفقہ دے سکتا ہے یا ماں باپ کو تو اولاد کا نفقہ مقدم ہے۔

صدقات واجبہ اپنے اصول و فروع کو نہیں دے سکتے ان کے علاوہ باقی تمام قرابت داروں کو جب کہ وہ مسکین ہوں دے سکتے ہیں بلکہ اجنبی مسکینوں سے ان کا حق مقدم ہے صاحب مال کو جب علم ہو کہ اس کے کنبہ میں حاجت مند لوگ ہیں تو ان کو خود ان کو دینا چاہئے نہ ان کے مانگنے کا انتظار کرنا چاہئے نہ جتا کر دینا چاہئے کیونکہ زکوٰۃ، صدقات، خیرات کا نام سن کر وہ قبول کرنے سے احتراز کریں گے۔ (کفایت المفتی ص ۹۰ ج ۲)

فاتوا حرثکم انیٰ شئتم کی تفسیر

سوال..... زید کہتا ہے کہ وطی فی الدبر اہل سنت کے نزدیک جائز ہے اور دلیل میں کہتا ہے کہ نافع فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن تلاوت کی فاتوا حرثکم تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں سو جاؤ اپنی کھیتیوں میں جہاں سے جاؤ' یہ سن کر عبداللہ ابن عمرؓ نے پوچھا کیا معلوم ہے کہ آیت کس بارے میں نازل ہوئی' پھر فرمایا کہ اپنی عورتوں سے وطی فی الدبر کے جواز کے بارے میں' امام مالک اور ان کے بعض علماء نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا۔

جواب..... امام مالکؒ کی طرف وطی فی الدبر کے حلال ہونیکی نسبت کی گئی ہے' لیکن صحیح یہ ہے کہ امام مالکؒ نے اس سے رجوع کیا ہے۔ اور عبداللہ بن عمرؓ کی روایت کا مطلب یہ ہے کہ پیچھے کی جانب سے قبل میں وطی کرنا جائز ہے' یہ مطلب نہیں کہ دبر میں کرنا جائز ہے۔ اور اگر بفرض محال ابن عمرؓ وطی فی الدبر کے جواز کے قائل ہوں تو اس مسئلہ میں اہل سنت کے نزدیک ان کا قول معتبر نہ ہوگا۔ کیونکہ صحاح وغیر صحاح میں بکثرت احادیث موجود ہیں جو اس وطی کے حرام ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور جا بجا اس پر وعید شدید بھی وارد ہے اور جہاں کہیں کسی صحابیؓ کا قول بظاہر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے مخالف ہوگا تو صحابیؓ کا قول حجت نہیں ہوسکتا بلکہ اس صحابی کو معذور سمجھا جائے گا' اور کہنا پڑے گا کہ ان احادیث صحیحہ کا ان کو علم نہ ہوسکا' کیونکہ اگر علم ہوتا تو ہرگز فتویٰ نہ دیتے۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۱۱۰)

وجعلنا ذریته هم الباقین کی تفسیر

سوال..... جمہور نے اس آیت کی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ روئے زمین کے سب آدمی طوفان میں غرق ہوگئے' صرف حضرت نوحؑ کے تین بیٹوں کی نسل سے دنیا قائم ہوئی۔ حالانکہ عادت اللہ یہ ہے کہ جب تک اتمام حجت نہیں کر لیتا عذاب نہیں بھیجتا' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دعوت نوحؑ سب خلق کے لئے تھی حالاں کہ اس امر کو حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت سے شمار کیا ہے۔

جواب..... حضرت نوحؑ کی بعثت عام طور پر سب اہل زمین کے لئے تھی اور ساڑھے نو سو برس تک سب کو اسلام کی دعوت پہنچی تو اتمام حجت سب پر ہوگیا تھا اس لئے موافق عادت سب پر عذاب ہوا اور سب اہل زمین حضرت نوحؑ کی قوم سے تھے' لیکن یہ حکم خاص اسی زمانہ کے لئے تھا اس کے بعد یہ حکم باقی نہ رہا' اور ہمارے پیغمبر کی نبوت عام طور پر اہل زمین کے لئے ہر زمانہ میں

ہے اور یہی حکم قیامت تک رہے گا۔ (فتاویٰ عزیزی ص ۱۱۱-۱۱۲ ج ۲)

وان تصبهم حسنة يقولوا هذه من عندالله کی تفسیر

سوال...... اس آیت کے متعلق کچھ ارشاد فرمایا جائے؟

جواب...... اللہ تعالیٰ نے جو کچھ مقدر فرمایا ہے موت اور مصیبت وہ سب ضرور ہونے والا ہے تو اس سے محفوظ رہنے کی تدبیر میں کچھ فائدہ نہیں اور فرمایا کہ اصل علاج ان امراض نفسانیہ کا یہ ہے کہ تقدیر پر کامل یقین رکھے تا کہ یہ کوشش کم ہو جائے کہ دنیوی اسباب کے ذریعہ سے نفع حاصل کیا جائے اور تدبیر کے ذریعہ سے نقصان دور کیا جائے اور دل میں صرف اللہ کا خوف ہو تو یہ خیال کرنے سے بددل کو شجاعت حاصل ہوگی اور بخیل کو جوانمردی کی توفیق ہوگی خسیس خصلت دفع اور عمدہ خصلت حاصل ہوگی اور دنیاوی اسباب پر نظر نہ ہوگی اور خیر وشر جو وقوع میں آئے گا اس کے بارے میں یقین ہوگا کہ اللہ کی طرف سے ہے اور جس کے دل میں نور یقین نہیں تو اس کا دل شک اور شبہ کے وارد ہونے کی جگہ ہے اور خلق سے شکایت کا دروازہ اس کے لئے کھلا ہے تو جب اس کی بہتری مثلاً فتح ہوگی اور غنیمت کا مال ملے گا تو کہے گا یہ صرف اللہ کی رحمت سے ہے جیسا غزوہ بدر میں وقوع میں آیا اور جب اس کی شکست ہوگی تو کہے گا کہ یہ اس وجہ سے ہوا کہ امیر کی تدبیر مناسب نہ ہوئی جیسا غزوہ احد اور احزاب میں ظہور میں آیا۔ (فتاویٰ عزیزی ص ۲۷ ج ۲)

قل یا عبادی الذین اسرفوا کی تفسیر

سوال...... ایک شخص کہتا ہے کہ ہم پیغمبر کے بندے ہیں کہ آیت میں یا متکلم کی ہے اور یہ یا پیغمبر کے لئے ہے "نہ کہ اللہ کیلئے" یہ ہی معنی حاجی امداد اللہ صاحبؒ نے اپنی کتاب نفحہ مکی میں کئے ہیں۔

جواب...... چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واصل بحق ہیں عباد اللہ کو عباد رسول کہہ سکتے ہیں۔ یعنی مجازاً نیز حاجی صاحبؒ نے یہ موافقۃ فرمایا ہے خود اپنی تحقیق نہیں یہ مرتبہ حقیقت میں ہے جیسا اس کا مبنی واصل بحق ہونا اور پر قریب ہی فرمایا ہے جس کو عارفین سمجھ سکتے ہیں اہل ظاہر نہیں سمجھ سکتے اگر یہ قائل شخص اپنے کو عارف سمجھتا ہے تو بیان کرے کہ مرتبہ حقیقت سے کیا مراد ہے؟ کیونکہ یہ ایک اصطلاحی لفظ ہے جو مغائر ہے اصطلاح معقول کے جس کی واعظ صاحب کو خبر بھی نہ ہوگی۔ اور اگر اس کے دعویٰ عرفان کو مان لیا جائے تو سننے والے تو عارف نہیں تو اس واعظ شخص نے اس احتیاط کے پہلو کو نظر انداز کیسے کر دیا؟ اور منشا اس تقریر کا فنافی الشیخ ہے اس لئے حجت نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ص ۳۴ ج ۵)

لفظ عباد کی تفسیر

سوال:۔ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۹۴

ان الذین تدعون من دون الله عباد امثالکم میں عباد سے کیا مراد ہے؟

جواب:۔ لفظ عباد عبد کی جمع ہے جو بمعنیٰ مملوک ہے' اور مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شرک کا رد کرتے ہوئے مشرکین مکہ کو باور کرانا چاہتے ہیں کہ جن کی تم عبادت کرتے ہو اور تم نے اپنے لیے جو معبود بنا رکھے ہیں ان میں اور تم میں کوئی فرق نہیں' جیسے تمہارا مالک اللہ تعالیٰ ہے اسی طرح ان کا مالک بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے اور معبود ایسا ہونا چاہئے جو عابد سے درجے میں برتر ہو۔

لما قال القاضی پانی پتیؒ: عباد امثالکم ای مخلوقة مملوکة مذللة مسخرة لما ارید منهم. (التفسیر المظهری ج ۳ ص ۴۴۴ سورۃ الاعراف پارہ نمبر ۹)

((وقال البیضاویؒ: امثالکم من حیث انها مملوکة مسخرة (تفسیر بیضاوی ج ۳ ص ۳۹ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۹۴) و مثله فی معالم التنزیل للبغوی ج ۲ ص ۲۲۲ سورۃ الاعراف. فتاویٰ حقانیه ج ۲ ص ۱۴۲)

فرعون کی لاش کی تحقیق

سوال: مصر کے عجائب گھر میں فراعنہ کے دور کی ایک لاش ہے جس کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ یہ اس فرعون کی لاش ہے جس کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے مقابلہ ہوا تھا۔ بعض لوگ اس کے ثبوت کے لئے سورۃ یونس کی آیت کریمہ **فالیوم ننجیک ببدنک** کا سہارا لیتے ہیں' کیا اس آیت کا مقصد واقعی یہ ہے کہ فرعون کی لاش محفوظ رہے گی اور وہ آج تک مصری عجائب گھر میں محفوظ ہے؟

جواب:۔ مصریوں کو ۱۹۲۶ء میں کچھ لاشیں ملیں جن کو دیکھ کر آثار قدیمہ کے بعض ماہرین نے یہ رائے ظاہر کی کہ یہ فرعون کی لاش ہے لیکن یہ بات ابھی تک پایۂ ثبوت تک نہیں پہنچی کہ واقعی اسی فرعون کی لاش ہے جس کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ ہوا تھا اس لئے کہ اس زمانے میں مصر کا ہر بادشاہ فرعون کے نام سے پکارا جاتا تھا' جہاں تک سورۂ یونس کی آیت کریمہ سے اس کے لئے سہارا لینے کی کوشش ہے تو یہ ایک بے سود کوشش ہے۔ قرآن کریم کی اس آیت کریمہ کا یہ مطلب نہیں کہ فرعون کی لاش قیامت تک محفوظ رہے گی ورنہ آج اس کی لاش ناقابل دید ہے۔

اس صورت میں پھر قرآن کی تکذیب لازم آئے گی۔ حضرت تھانویؒ نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے۔ ''سو بجائے نجات مطلوبہ کے آج ہم تیری لاش کو پانی میں تہہ نشیں ہونے سے نجات دیں گے تا کہ ان کے لئے موجب عبرت ہو جو تیرے بعد موجود ہیں کہ تیری بدحالی اور تباہی دیکھ کر احکام الٰہیہ کی مخالفت سے ڈریں'' (بیان القرآن ج ۵ ص ۳۰)

ننجیک کا معنیٰ ای نلقیک بنجوۃ من الارض الخ یعنی تیری لاش کو کسی اونچی جگہ میں ڈال دیں گے'' (مدارک التنزیل ج ۲ ص ۱۷۵) ۔ وقال البیضاویؒ: نلقیک علیٰ نجوۃ من الارض لیراک بنو اسرائیل الخ (تفسیر بیضاوی ج ۳ ص ۱۰۰) و ھکذا قال الزمخشری فی تفسیرہ الشھیر بالکشاف ج ۲ ص ۳۶۸ سورۃ الاعراف.) فتاویٰ حقانیہ ج ۲ ص ۱۴۳.

لایمسہ الا المطھرون کی تفسیر

سوال...... قرآن پاک کو بے وضو چھونا کیسا ہے؟ ایک صاحب کا کہنا ہے کہ اس آیت سے قرآن کو باوضو چھونے کا حکم ثابت نہیں ہوتا کیونکہ المطھرون سے فرشتے مراد ہیں' کیا یہ صحیح ہے؟

جواب...... لایمسہ کو اگر خبر مانا جائے تو مطھرون سے مراد ملائکہ ہیں اور ضمیر مفعول راجع ہے کتاب مکنون کی طرف' جس سے مراد لوح محفوظ ہے اور اگر اس کو نہی مانا جائے تو اس سے مقصد یہ ہوگا کہ اس کو بلا طہارت نہ چھوا جائے' حافظ ابوبکر جصاصؒ نے اسی کو اولیٰ قرار دیا ہے۔
(خیر الفتاویٰ ص ۲۳۲ ج ۱)

بیدہ الملک میں ضمیر کا مرجع حضورؐ کو قرار دینا تحریف اور غلط ہے

سوال...... ایک صاحب سورہ ملک کی ابتدائی آیات کا ترجمہ یوں کرتے ہیں بہت برکت والی ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں تمام ملک ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اس سے مراد نبی کریمؐ ہیں' ان کے قبضہ میں تمام ملک ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہیں۔

جواب...... یہ تفسیر بالکل غلط ہے اور محض تحریف ہے' بلکہ کفر و شرک ہے کیونکہ تفسیر مذکور کی بناء پر لازم آتا ہے کہ خالق موت و حیات اور خالق سماوات بھی آنحضرتؐ کو تسلیم کیا جائے' حالانکہ اہل اسلام تو ایک طرف زمانہ جاہلیت کے کفار و مشرک بھی اس کے قائل نہ تھے بلکہ آیت میں ''ید'' سے مراد قبضہ واختیار ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۹ ج ۲)

آیت محمد رسول الله والذین معه کی تفسیر

سوال..... یہ جو آیت ہے محمد رسول الله والذین معه تو باعتبار اعراب کے والذین معه مبتدا ہے اور اس کے بعد مبتدا کی خبریں ہے اور یہ آیت صحابہؓ کی مدح میں نازل ہوئی اور بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ والذین معه حضرت ابوبکرؓ کے حق میں ہے اور اشداء علی الکفار حضرت عمرؓ کے حق میں ہے اور رحماء بینهم حضرت عثمانؓ کے حق میں ہے اور تراهم رکعاً سجداً حضرت علیؓ کے حق میں ہے اور باعتبار علم اعراب کے یہ معنی مخدوش ہیں' چنانچہ بعض مخالفین نے اس پر طعن کی ہے اور یہ جو آیات قرآن شریف میں وما عند الله خیر وابقیٰ سے ان ذالک لمن عزم الامور تک ان آیات کے بارے میں مہدی نے فواتح میں اور عبدالقادر بدایونی نے نجات الرشید میں لکھا ہے کہ یہ آیات حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حق میں یا امام زین العابدین کے حق میں نازل ہوئیں اور یہ آیات ان دونوں حضرات سے ہر ایک کے حق میں زیادہ موافق ہیں اور اعراب کے اعتبار سے بھی یہ مضمون درست ہوتا ہے۔

جواب..... حضرت ابن عباسؓ اور مجاہد وغیرہ سے روایت ہے کہ آیت والذین معه اشداء علی الکفار میں خلفاء اربعہ سے ہر خلیفہ کی ایک ایک صفت مذکور ہے اور اس سے زیادہ عجیب تفسیر ان آیات کی ہے یعنی الذین یجتنبون کبآئر الاثم سے لمن عزم الامور تک.........

ان آیات کی تفسیر بعض سے منقول ہے کہ ہر ہر جملہ کو حضرت صدیق سے امام زین العابدین تک اس سلسلہ میں جو حضرات ہوئے ہیں ان پر منطبق کیا ہے تحقیق اس کی یہ ہے کہ ان بزرگان کی یہ غرض نہیں کہ ہر ہر کلمہ جداگانہ ان حضرات سے ہر ایک کی طرف اشارہ ہے کہ عربیت کے موافق اس میں فساد لازم آتا ہے بلکہ یہ بزرگان جانتے ہیں کہ یہ مجموعہ ان صفات کا ان سب حضرات پر منطبق ہے البتہ تطبیق صفات میں ہر ایک بزرگ میں جو صفت باعتبار ان کے حال مقال کے غالب تھی وہ ان پر منطبق کرنا چاہئے۔ (فتاویٰ عزیزی ص ۶۵ ج ۲)

مقام محمود کی تفسیر

سوال..... اللہ تعالیٰ کے اس قول "عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا" میں مقام محمود سے کیا مراد ہے؟ مولانا شبلیؒ نے لکھا ہے کہ مقام محمود سے مرتبہ شفاعت مراد ہے؟

مقام محمود کی تفسیر جمہور سلف صحابہؓ و تابعینؒ سے یہی منقول ہے کہ وہ شفاعت کبریٰ کا مقام ہے۔

جواب...... جس میں تمام انبیاء علیہم السلام عاجز ہوں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھیں گے بعض حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ (امداد المفتیین ص ۲۲۴)

آیت فمنهم من آمن به کی تفسیر

سوال...... **فمنهم من آمن به و منهم من صدعنه**' یہ آیت سورہ نسآء میں ہے اور سورہ تغابن میں ہے **فمنکم کافر و منکم مؤمن** پہلی آیت میں مومن کا ذکر پہلے ہے اور دوسری آیت میں بعد میں ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب...... اس کی وجہ یہ ہے کہ سورۂ نسآء میں اس آیت کے ماقبل یہ ہے کہ **فقد آتینا ال ابراهیم الکتاب والحکمة** اور اصل یہ ہے کہ ایمان اور کفران لوگوں کا دوسرے کی ترغیب سے ہوا اور سورہ تغابن کی آیت مشرکین کی مخاصمت کے بیان میں ہے اوران کا کفر اصلی تھا اوران میں سے بعض نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو قبول کیا' تو دونوں میں جوامر اصل تھا وہ مقدم کیا گیا۔ (فتاویٰ عزیزی ص ۱۱۵ ج ۲)

تفسیر آیت انا لننصر رسلنا

سوال...... آیت **انا لننصر رسلنا** میں انبیاء ورسل اور مومنین کی نصرت کا وعدہ کیا گیا ہے تو پھر کیوں بعض انبیاء شہید ہوئے' بعض زخمی ہوئے اور مسلمانوں کو تکلیف پہنچی ہے؟

جواب...... اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا **انا لننصر رسلنا الآیة** یعنی تحقیق کہ ہم مدد کرتے ہیں اپنے پیغمبروں کی اور مومنین کی دنیا کی زندگی میں اور مدد کریں گے ان لوگوں کی اس دن کہ گواہ قائم ہوں گے یعنی دنیا کی زندگی میں اس طرح مدد کرتے ہیں کہ ان کے دشمنوں یعنی کافروں کو ہلاک کرتے ہیں اگرچہ پہلے بعضے پیغمبر اور مومنین شہید ہوئے ہیں۔ جیسا حضرت زکریا و یحییٰ علیہما السلام کے حق میں وقوع میں آیا' اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کے شہید ہونے کے بعد بنی اسرائیل سے انتقام لیا کہ ستر ہزار آدمی قتل کئے گئے اور یہ امر اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ کسی طرح کی مدد کرنا اس طرح ہوتا ہے کہ اس کے دشمن ہلاک کئے جائیں اور اس کا دعویٰ ثابت کیا جائے اور اس مدد کے منافی نہیں کہ خود وہ شخص قتل کیا جائے یا مجروح ہو یا مغلوب ہو جیسا کہا جاتا ہے کہ فلاں بادشاہ کو غلبہ دیا گیا اگرچہ اتفاقاً وہ کسی لڑائی میں قتل کیا جائے' یا زخمی ہوا اس واسطے کہ ایسی صورتوں میں انجام پر نظر کی جاتی ہے کہ انجام یہ ہوا کہ فلاں شخص کا غلبہ ہوا' اور اس کا وہ قول

غالب ہوا کہ اس نے اس کا دعویٰ اپنے گروہ میں کیا تھا۔

اور بعض مقام میں یہ اشکال اس طرح دفع کیا ہے کہ اس آیت میں جو مذکور ہے کہ دنیا میں اپنے پیغمبروں کی ہم مدد کرتے ہیں تو اس سے مراد یہ ہے کہ دنیا میں ان کے دعویٰ پر دلیل قائم کر دیتے ہیں اور یہ مراد نہیں کہ تلوار اور نیزہ میں وہ غالب رہیں اس واسطے کہ ظاہر ہے کہ یہ معنی قیاس سے بعید ہیں۔ (فتاویٰ عزیزی ص ۶۹۔۱۷ ج ۲)

آیت انما ولیکم اللہ کی تفسیر

سوال...... قرآن شریف کی اس آیت **انما ولیکم اللّٰہ و رسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویوتون الزکوٰۃ** کی تفسیر میں لکھا ہے کہ انگوٹھی بخشش کرنے کی روایت تنہا ثعلبی نے کی ہے حالانکہ امامیہ مذہب کی کتابوں میں لکھا ہے کہ حمید طویل اور سعید بن جبیر وغیرہ بعض علماء اہل سنت نے بھی یہ روایت کی ہے؟

جواب...... سعید بن جبیرؒ اور حمید اس طبقہ میں سے نہیں کہ خود کوئی کتاب تصنیف یا کوئی تفسیر تالیف کی ہو ان کی روایت منضبط ہوں اور صحت و سقم ان کا معلوم کیا جائے بلکہ طبقہ متاخرین میں مثلاً بخاری، ترمذی، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ وغیرہ نے تفاسیر تالیف کی ہیں اور آیات کے متعلق روایات جمع کی ہیں اور ان روایات کی ترتیب دی ہے اور ثعلبیؒ بھی اسی جماعت متاخرین سے ہیں بلکہ ان سب لوگوں سے متاخر ہیں اور متقدمین نے اس آیت کی تخصیص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ نہ کی، صرف ثعلبی نے کی ہے تو وہ قابل اعتبار نہیں، اور اگرچہ ثعلبی نے اس تفسیر کی نسبت حضرت ابوذر ابن عباس اور ابورافع وغیرہ کی طرف کی ہے لیکن اس کی سند ان بزرگان کے ساتھ قابل اعتبار نہیں اور تحفہ اثنا عشریہ میں اس مقام میں لکھا ہے کہ صرف ثعلبی نے روایت کی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جو حالت رکوع میں انگوٹھی سائل کو بطور صدقہ کے دی تھی اسی بارے میں یہ آیت خاص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حق میں نازل ہوئی اور محدثین اہل سنت ثعلبی کو اور اس کی روایت کو ایک جو کے برابر بھی نہیں سمجھتے تو معلوم ہوا کہ اگرچہ ثعلبی نے یہ تفسیر متقدمین سے روایت کی ہے لیکن اس کی روایت معتبر نہیں اور تفسیر کبیر میں اس آیت کی تفسیر میں مرقوم ہے کہ اکثر مفسرین کے نزدیک ثابت ہے کہ یہ آیت عام طور پر سب مومنین کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ (فتاویٰ عزیزی ص ۶۵ ج ۲)

جاعل الذین اتبعوک کی تفسیر

سوال...... آیت میں جاعل الذین اتبعوک سے مراد سارے مفسرین نے عیسائی اور مسلمان لئے ہیں اور الذین کفروا سے اسرائیل کی تخصیص کی ہے' یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ آج کل کے عیسائی حضرت عیسیٰ کے کیسے متبع مانے جا سکتے ہیں' جبکہ وہ تثلیث پرستی اور مختلف گمراہ کن نظریات وعقائد کی دنیا میں گم نظر آتے ہیں؟

جواب...... اتباع ایک حقیقی ہوتا ہے ایک ادعائی ہوتا ہے یعنی دعویٰ یہ ہوتا ہے کہ ہم حضرت عیسیٰ کے متبع ہیں اگرچہ اعتقاداً اور عملاً بے شمار امور میں مخالفت کرتے ہیں مگر دعویٰ سب کے نصرانی ہونے کا ہے جیسا کہ اسلام کے مدعی بھی دونوں قسم کے ہیں اگر یہاں یہ مراد ہو کہ جو لوگ نصرانی ہونے کے مدعی ہیں ان کو غلبہ ہوگا اس جماعت پر جو ان پر ایمان نہیں رکھتی بلکہ ان کی منکر ہے یعنی یہود پر تو آپ کا اشکال ختم ہو جائے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۵۲ ج ۱۲)

قرآن کی رو سے یتیم کی صحیح تعریف

سوال...... یتامیٰ کی صحیح تعریف قرآن کریم اور حدیث نبوی کے اعتبار سے اہل فقہ نے کیا کی ہے؟

جواب...... یتیم وہ نابالغ ہے جس کے باپ کا انتقال ہو گیا ہو۔ کما فی روح المعانی والیتیم لااب لہ' علامہ سیوطی کا قول ہے اطفال المسلمین الذین ھلکتہ اباء ھم وھم فقراء یعنی مسلمانوں کے وہ نابالغ تنگ دست بچے جن کے باپ مر گئے ہوں۔ (فتاویٰ احیاء العلوم ص ۱۹۳ ج ۱)

خنزیر خانگی جانوروں میں داخل ہے یا نہیں؟

سوال...... قل لا اجدفی ما اوحی الخ یعنی نہیں پاتا ہوں میں اس میں کہ وحی نازل کی گئی ہے ہماری طرف کہ حرام کیا گیا ہو کسی کھانے والے پر کہ کھائے اس کو مگر البتہ حرام ہے کہ مردار ہو' یا جاری خون ہو' یا سور کا گوشت ہو' یہاں مراد حصر اضافی ہے بہ نسبت خانگی چارپایوں کے اور کتا' شیر وغیرہ بھی اگرچہ حرام ہے مگر یہ خانگی چارپایوں سے نہیں اور لوگوں کو اس سے بحث نہ تھی تو اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ خنزیر بھی خانگی چارپایوں میں داخل ہے ورنہ استثناء صحیح نہ ہوگا؟

جواب...... خنزیر کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ خانگی چارپایوں میں داخل ہے یا نہیں؟ تو بعض مفسرین کے نزدیک خانگی چارپایوں میں داخل ہے' اس لئے کہ بہیمہ لغت میں ان کو کہتے ہیں کہ وہ

مبہم ہوں تو یہ امر ہر حیوان میں پایا جاتا ہے اور انعام خانگی چار پایہ کو کہتے ہیں کہ اس کو اس غرض سے پالتے ہیں کہ اس کا بچہ دودھ بال گوشت چمڑا مصرف میں آئے اور زیادہ سے زیادہ نعمت حاصل ہوا اور یہ وجہ خانگی خنزیر میں پائی جاتی ہے اور بعض کے نزدیک خانگی چار پایوں میں داخل نہیں اس لئے کہ عرف میں اس کو خانگی چار پایہ نہیں کہتے لیکن یہ خانگی چار پایہ میں تغلیباً داخل ہے اس لئے کہ نصاریٰ وغیرہ خانگی چار پایوں کی طرح خنزیر بھی پالتے ہیں اور اس کے گوشت چمڑے وغیرہ سے فائدہ اٹھاتے ہیں چنانچہ یہ امر ہمارے دیار کے بعض دیہاتوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔ (فتاویٰ عزیزی ص ۶۲-۶۳ ج ۲)

مشیت ایزدی تقدیر ہے

سوال..... وماتشآء ون الا ان یشآء الله کا کیا مطلب ہے؟ اور پھر یہ بھی ارشاد ہے فمن شآء فلیومن و من شآء فلیکفر پھر جزا و سزا کیوں مرتب ہوتی ہے جب کہ سب کچھ مشیت ایزدی ہی سے ہوتا ہے؟ جواب..... یہ مسئلہ تقدیر ہے اس پر ایمان لانا فرض ہے بحث و تفتیش کی اجازت نہیں کہ دامن تر مکن ہشیار باش۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۰ ج ۱۱)

عشر کا ثبوت قرآن کریم سے

سوال..... بعض لوگ کہتے ہیں کہ عشری زمین کے بارے میں قرآن پاک میں خدا تعالیٰ نے کوئی حکم نازل نہیں کیا کیا یہ حکم یآیھا الذین آمنوا انفقوا من طیبت ماکسبتم سے ثابت نہیں ہوتا؟

جواب..... حافظ ابوبکر جصاص رازی نے احکام القرآن ص ۱۲ ج ۳ میں امت کا اتفاق نقل کیا ہے اس بات پر کہ و آتوا حقه یوم حصاده میں عشر مراد ہے۔ بعض حضرات نے آیت مذکور فی السوال سے بھی وجوب عشر پر استدلال کیا ہے۔ کذافی احکام القرآن ص ۵۴۴ ج ۱

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۲۳ ج ۱۱)

مبذرین کو اخوان الشیاطین کیوں کہا گیا؟

سوال..... قرآن میں فقط مبذرین ہی کو اخوان الشیاطین کیوں کہا گیا؟ حالانکہ بعض دوسرے معاصی اس سے بڑھ کر بھی ہیں۔

جواب..... میرا اصل مذاق ان ابواب کے امثال میں یہ ہے کہ معنون خاص کے عنوانات جدا جدا ہوتے ہیں۔ متکلم ان میں سے کسی ایک کو اختیار کر لیتا ہے۔ جس سے اصل مقصود حاصل ہو جاتا ہے اس کی ضرورت نہیں کہ کسی خاص عنوان کے لئے کوئی خاص مرجح ڈھونڈا جائے مگر بے

ساختہ قلب پر ایک نکتہ مرجحہ بھی وارد ہوگیا اور یہی نکتہ میری تفسیر میں اجمالاً مذکور تھا اس لئے اس کو بعینہ نقل کرتا ہوں "بے شک بے موقع اڑانے والے شیطانوں کے بھائی بند (یعنی ان کے مشابہ) ہوتے ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے کہ حق تعالیٰ نے اس کو دولت عقل کی دی مگر اس نے خدا تعالیٰ کی نافرمانی میں اس کو صرف کیا اسی طرح مبذرین کو دولت مال کی دی مگر وہ خدا کی نافرمانی میں اس کو صرف کرتے ہیں۔ (امداد الفتاویٰ ص ۳۲ ج ۵)

فلنحیینه حیاۃ طیبۃً میں حیاۃ طیبہ کون سی زندگی ہے

سوال...... دنیاوی زندگی سے پہلے کی حالت موت سے تعبیر کی گئی ہے جس کے بعد یہ زندگی ملی ہے۔ پھر موت آئے گی پھر اس کے بعد دوسری زندگی ملے گی جس کے لئے موت نہیں یہ زندگی حشر کے دن ملے گی اب رہی یہ بات کہ جو زندگی عالم برزخ میں مل رہی ہے یہ تیسری زندگی کہلائے گی یہ تیسری زندگی ہم لوگ تسلیم کریں گے تو کیا قرآن کے خلاف ہوگا؟

جواب...... قرآن کریم کی ایک آیت **من عمل صالحاً من ذکر او انثیٰ وھو مومن فلنحیینه حیوۃ طیبة** میں حیات طیبہ کا مصداق حیات برزخی بھی ہے جیسا کہ تفسیر "مفاتیح الغیب" میں مذکور ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۷ ج ۱۴)

مآاھل به لغیر الله میں کون سے جانور داخل ہیں؟

سوال...... آج کل کے ہندو جاندار چیز یعنی خصی بکرے وغیرہ گنگا پر چڑھاتے ہیں اور پانی میں زندہ چھوڑ دیتے ہیں اور اس گھاٹ کے زمیندار ہندو ان کو نکال کر فروخت کرتے ہیں اور چڑھانے والے کوئی تعرض نہیں کرتے' آیا ان جانوروں کو نکال کر یا خرید کر ذبح کر کے کھانا حلال ہے یا نہیں' اور یہ **مآاھل به لغیر الله** میں داخل ہے یا نہیں؟ یا بحیرہ وسائبہ میں نیم بحیرہ سائبہ حلال ہیں یا حرام؟ **مااھل به لغیر الله** اور **ماجعل الله من بحیرة و لا سآئبة** کا کیا مطلب ہے؟

جواب...... **مآاھل به لغیر الله** سے وہ جانور مراد ہیں جن کے خون بہانے کا مقصد غیر اللہ کی تعظیم اور ان کا قرب حاصل کرنا ہو ایسا جانور حرام ہے باوجود اس کے کہ بوقت ذبح بسم اللہ پڑھ لی گئی ہو' شیخ سدو وغیرہ کے نام کا بکرا حرام ہے کیونکہ اس میں ذبح کرنے کا مقصد غیر اللہ کا تقرب حاصل کرنا ہوتا ہے اور بزرگان دین پر فاتحہ کا ذبیحہ حرام نہیں اگر ذبح اللہ کے نام پر ہوتا ہو اور بزرگان دین کو فقط ایصال ثواب ہوتا ہو اور جو جانور اہل ہنود زندہ چھوڑ دیتے ہیں وہ آیت کے

مفہوم میں داخل نہیں اور نہ اس آیت سے حرمت ثابت ہوتی ہے کیونکہ یہ ذبح نہیں ہوتا۔

ماجعل الله من بحيرة کی تفصیل یہ ہے کہ کفار نے خود اپنی رائے سے بعض کو حلال اور بعض کو حرام کر لیا تھا کبھی اونٹنی کے کان کاٹ کر بتوں کے نام چھوڑ دیا اب اس کا دودھ دوہنا' ذبح کرنا حرام سمجھا جاتا اس کو بحیرہ کہتے تھے اور سائبہ وہ جانور جو کسی بت کے نام پر آزاد چھوڑ دیا جائے اور بار برداری کا کام اس سے نہ لیا جائے حق جل شانہ نے اس کا ابطال کر دیا مگر آیت سے ذبح کا حرام ہونا ثابت نہیں ہوتا بلکہ ان کے حرام ہونے کی اصل وجہ یہ ہے کہ یہ جانور بتوں کے نام پر چھوڑ دیئے جانے کے باوجود اپنے مالک کی ملکیت میں رہتے ہیں اس لئے بغیر اجازت مالک اس میں تصرف حرام ہے جیسا کہ مال مسروقہ اور مال مغصوبہ کا حکم ہے البتہ مالک کی اجازت لینے کے بعد اگر بوقت ذبح بسم اللہ پڑھی جائے تو کھانا جائز ہوگا اور کافر کی بری نیت کا اس میں کوئی اثر نہ ہوگا۔ (فتاویٰ عبدالحیؒ ص ۱۰۹)

لاتبديل لخلق الله کی تفسیر

سوال:۔ شیخ سعدیؒ نے فرمایا

سگِ اصحاب کہف روزے چند پئے نیکاں گرفت مردم شد

جس میں اصحاب کہف کے کتے کا انسان بننا معلوم ہوتا ہے لیکن اس سے ذہن میں کچھ خدشات پیدا ہوتے ہیں کہ اصحاب کہف کا کتا کیسے انسان بنا؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لاتبديل لخلق الله۔ تو پھر اس کتے میں کیسے تبدیلی آئی کہ وہ انسان بن گیا؟

جواب:۔ قرآن کریم اور ذخیرۂ احادیث میں یہ بات کہیں نہیں ملتی کہ اصحاب کہف کا کتا انسان بن گیا ہو اور نہ ہی شیخ سعدیؒ کی یہ مراد ہے بلکہ شیخ سعدیؒ نیک بندوں کی صحبت کے اچھے اثرات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب کتے نے (جو کہ نجس حیوان ہے) نے اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی صحبت اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کا ذکر فرمایا۔ جب کتے کو نیکوں کی صحبت سے اتنا بلند رتبہ ملتا ہے تو مومن موحد جب ایسا کرے گا تو وہ ضرور اس رتبے کا مستحق بنے گا۔

لما قال محمد بن احمدؒ: قلت اذا كان بعض الكلاب قد نال هذه الدرجة العليا بصحبته و مخالطته الصلحاء والاولياء حتىٰ اخبر الله تعالىٰ بذلك فى كتابه جل و علا فماظنك بالمؤمنين الخ.

(قرطبی ج ۱۰ ص ۳۷۱ سورۃ الکہف آیت نمبر ۱۸)

اور مردم شد کا معنیٰ یہ ہے کہ یہ کتا انسانوں کے ساتھ جنت میں داخل ہوگا۔ یہ نہیں کہ انسان بن گیا۔ ع ای مردمان داخل جنت شد۔ (روح البیان ص ۲۲۶ ج ۵ سورۃ الکہف آیت نمبر ۱۸)

اور لاتبدیل لخلق اللہ میں خلق سے مراد دین اور فطرت سلیمہ ہے۔

لماقال اسماعیل ابن کثیرؒ: قال بعضهم لاتبدلوا خلق الله فتغير الناس عن فطرتهم التی فطرهم الله عليها و هو معنیٰ حسن.

(تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۴۷ سورۃ الروم آیت نمبر ۳۰)

(وقال حافظ الدين النسفیؒ) لاتبديل ای ماينبغی ان تبدل تلك الفطرة او تغير وقال الزجاج معناه لاتبديل لدين الله و يدل عليه مابعده (مدارک التنزيل ج ۳ ص ۲۷۲ سورة الروم آيت نمبر ۳۰) فتاویٰ حقانیہ ج ۲ ص ۱۵۲

شجر اور شجرۃ کے معنی کی تحقیق

سوال...... قرآن پاک میں لفظ شجر بھی آیا ہے اور شجرۃ بھی' کیا ان میں تذکیر و تانیث کا فرق ہے؟ اور اس لفظ کے لغوی و اصلاحی معنی کیا ہیں؟ ایک صاحب کا بیان ہے کہ شجر کے اصلی معنی پھاڑ اور دراڑ کے ہیں' قصہ آدمؑ میں شجر سے یہی مراد ہے جو کنایہ ہے عورت کے اندام نہانی سے' یعنی حکم ہے کہ مجامعت سے بچنا' دانہ گندم کا ذکر بھی اسی مناسبت سے ہے' کیا یہ بیان اس کا صحیح ہے؟

جواب...... شجر کے معنی ''اختلافی امور کے ہیں'' اور شجرۃ کے معنی درخت کے ہیں اور ''لغات'' میں جو ان الفاظ کے موارد استعمال ہیں ان میں ان صاحب کے دعویٰ کا کہیں پتہ بھی نہیں' ان سے تصحیح نقل کا مطالبہ کرنا چاہئے اور اگر بالفرض شگاف اور دراڑ کے معنی منقول بھی ہوتے تب بھی تفسیر مقصود کا دعویٰ اصول سے باطل' کیونکہ لغت میں قیاس جاری نہیں ہوتا۔ (امداد الفتاویٰ ص ۵۹ ج ۵)

کفار کے ساتھ کھانے پینے اور ان کے ناپاک ہونے کا حکم

سوال...... مشرکین و کفار سے ربط ضبط رکھنا' کھانا' پینا' کیسا ہے؟ جب کہ قرآن میں ان کو ناپاک فرمایا گیا ہے' نیز یہ پاکی و ناپاکی سے بالکل بے خبر ہیں نہ طریق غسل سے واقف ہیں نہ پابندی اسلام سے؟

جواب...... بلاضرورت کفار کے ساتھ ربط و ضبط و تعلقات رکھنا منع ہے' ان کے ساتھ بلاضرورت تو یہ کھانا پینا مکروہ ہے' البتہ اگر عمر میں ایک مرتبہ ایسا ابتلا ہو جائے تو چنداں مضائقہ

نہیں۔ بشرطیکہ ناپاکی کا علم نہ ہو اگر معلوم ہو جائے کہ یہ کھانا پانی ناپاک ہے تو پھر اس کا استعمال حرام ہے مگر کافر کا ذبیحہ کسی صورت میں درست نہیں اور آیت **انما المشرکون نجس** میں مشرکین کو نجس کہہ کر حج وعمرہ سے منع کیا گیا ہے اور نجس کہنے کی وجہ اعتقادی نجاست ہے نیز ان کا پاکی ناپاکی میں تمیز نہ کرنا اور نجاست میں ملوث رہنا بھی نجس ہونیکا سبب ہے۔ (کفار کے ساتھ معاملات کے بارے میں جامع فتاویٰ جلد۴ میں تفصیلاً آئیگا انشاء اللہ) (فتاویٰ محمودیہ ص۲۷۴ ج۱)

آخرت میں خیرات کا نافع ہونا کفار کے لئے

سوال...... آیت **ان الذین کفروا لن تغنی عنھم اموالھم الخ** سے مفہوم ہوتا ہے کہ کفار کو اپنے اولاد و اموال سے آخرت میں کوئی فائدہ قطعاً نہ ہوگا حالانکہ صحیح حدیثوں میں ہے کہ ابولہب کے ثویبہ کو آزاد کرنے کی وجہ سے ایک پانی کا پیالہ آخرت میں ملا اور آپ کے چچا ابوطالب کو آپؐ سے محبت کی وجہ سے صرف ایک جوتا پہنایا جائے گا جس سے ان کا دماغ کھولے گا ورنہ درک اسفل میں ہوتے بظاہر آیات وروایات میں تعارض معلوم ہوتا ہے؟

جواب...... اس آیت میں تو اموال واولاد کا بالکل نافع نہ ہونا مذکور ہے اور حدیثوں میں اعمال کا نافع ہونا تو تعارض کہاں ہوا؟ یا یہ کہیے کہ نفع سے مراد خاص نفع یعنی نجات مراد ہے' پس نجات کی ہر فرد منتفی ہے' یعنی ابداً عذاب ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ ص۲۰ ج۵)

بعض نکات

تعداد آیات قرآنی کی حکمت

سوال...... قرآن کریم کی ٦٦٦٦ آیات میں سے ایک ہزار آیات امر' ایک ہزار آیات نہی' ایک ہزار آیات تمثیل' ایک ہزار آیات قصص' پانچ سو آیات حلال وحرام اور چھیاسٹھ آیتیں منسوخ ہیں اور سو آیات دعائیہ ہیں' آیتوں کی اس تعداد میں کیا حکمت ہیں؟

جواب...... اصول دین تین ہیں' توحید' رسالت' قیامت اور قرآن شریف انہیں تین اصولوں کو قائم کرنے کے لئے آیا ہے ظاہر ہے کہ یہ وعدہ ووعید' امر ونہی اور تمثیل وقصص کے بغیر انجام نہیں پا سکتا اور ان میں سے ہر ایک کی یکساں ضرورت ہے اس لئے ان سب کے لئے ایک ایک ہزار آیات رکھی گئیں پھر اس کے بعد حلال وحرام کے مسائل بندوں کو بتائے ہیں جس کے

لئے پانچ سو آیات کافی ہیں رہی دعاء کی آیتیں تو یہ عبادت کا تمہ ہے' سو آیتیں اس کے لئے کافی ہیں منسوخ آیتوں کی تعداد میں اختلاف ہے اس لئے تعیین کوئی قطعی نہیں کہ اس کی وجہ بیان کی جائے باقی تعیین تعداد کی صورت میں اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ آیات کو منسوخ کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے کیونکہ لفظ اللہ کا عدد بھی چھیاسٹھ ہے۔ (فتاویٰ احیاء العلوم ص ۱۹۴ ج ۱)

وماتسقط من ورقة کی ترکیب

سوال۔آیت وما تسقط من ورقة الا یعلمها میں تسقط کے معنی سب معطوفات پر صحیح نہیں بنتے اور الا فی کتاب مبین میں بھی تکلف کی ضرورت ہے۔ مثلاً کہا جائے الا یعلمها سے بدل الکل ہے۔

جواب......ایک توجیہ میرے نزدیک یہ ہے کہ ولا حبة فی ظلمات الارض من ورقة پر معطوف نہیں بلکہ وہ ابتدائی کلام ہے اور عطف جملہ کا جملہ پر ہے اور حبۃ اور رطب اور یابس جر جوار کی وجہ سے مجرور ہے یعنی اس کا حمل ورقۃ کے صرف لفظ پر ہے اور اس کے معنی پر حمل نہیں اور یہ سب حقیقۃً مرفوع ہیں اس بناء پر کہ کلمہ لامشبہ بلیس کا اسم ہے تو اس صورت میں آیت کے معنی وہی ہوئے جو قرأۃ غیر متواترہ کے اعتبار سے اس کے معنی ہوتے ہیں کہ قرأت غیر متواترہ میں حبۃ رطب اور یابس کو رفع ہے اور اس توجیہ کی بنا پر تکلف کی ضرورت نہیں ہوتی۔ (فتاویٰ عزیزی ص ۷۷۔۷۸ ج ۲)

لفظ وحی کو الی اور علی کے ساتھ متعدی بنانا

سوال......قرآن میں لفظ وحی کو کبھی الی کے ساتھ متعدی بنایا گیا ہے اور کبھی علی کے ساتھ اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب...... جاننا چاہئے کہ وحی آسمان سے نازل ہوتی ہے اور رسول کے پاس پہنچتی ہے تو وحی میں دو امر پائے گئے ایک آسمان سے نازل ہونا اور دوسرے پیغمبر کے پاس پہنچنا امر اول کا مقتضی استعلاء ہے اس لئے کبھی لفظ وحی علی کے ساتھ متعدی ہوتا ہے اور امر ثانی کا مقتضی انتہا ہے تو باعتبار امر ثانی کے کبھی الی کے ساتھ متعدی ہوتا ہے اور قرآن میں دونوں طور پر لفظ وحی کا استعمال ہوا ہے۔ (فتاویٰ عزیزی ص ۱۱۸ ج ۲)

قولہ تعالیٰ وبذی القربیٰ میں باء لانے کی وجہ

سوال......سورہ بقرہ میں ذوی القربیٰ بدون باء کے ہے اور سورۂ نسا میں وبذی القربیٰ باء کے ساتھ ہے اس اسلوب کے تغیر میں کیا نکتہ ہے؟

جواب......نکتہ یہ ہے کہ سورہ نساء میں شروع سورت سے یہاں تک اقارب کا ذکر ہے اور ان

کے متعلق مواریث وصایا' اور نماز کے احکام کا بیان ہے اور یہ سب امر مطلوب ہے اور اس میں تاکید مناسب اور مستحسن ہے بخلاف سورہ بقرۃ کی آیت کے کہ اس میں بنی اسرائیل کا قصہ گذشتہ مذکور ہے اور اس میں کوئی امر مطلوب نہیں اس واسطے وہ مقام تاکید نہیں۔ (فتاویٰ عزیزی ص ۱۱۳ ج ۲)

قولہ تعالیٰ و من یشرک باللہ اور فقد ضل ضلالاً بعیدا میں کیا نکتہ؟

سوال...... و من یشرک باللہ فقد افتری اثما عظیماً یہ آیت سورہ نسا میں اور اسی سورت کے اخیر میں اس آیت کے آخر میں یہ ہے فقد ضل ضلالاً بعیدا اس اسلوب کے تغیر میں کیا نکتہ ہے؟

جواب......نکتہ یہ ہے کہ پہلی آیت یہود کے قصہ کے سیاق میں وارد ہوئی ہے کہ ان لوگوں نے تحریف کی تھی اور افتراء علی اللہ کہا کہ عزیر ابن اللہ تو مناسب ہوا کہ آیت کے اخیر میں افتراء عظیم کا ذکر ہوا اور دوسری آیت عرب اور بت پرستوں کے قصہ کے سیاق میں وارد ہوئی کہ ان لوگوں نے کتاب سے استدلال نہ کیا اور بت کی پرستش کی تو مناسب ہوا کہ اس آیت کے آخر میں ضلال بعید کا ذکر کیا جائے اس واسطے کہ انہوں نے حق اور کتاب کا خیال نہ کیا اور گمراہ ہوئے اور یہ بھی وجہ ہے کہ دوسری آیت کے ماقبل ہے ومایضلون الا انفسھم تو مناسب ہوا کہ ان کے قصے کے اخیر میں گمراہی کا بیان کیا جائے۔ (فتاویٰ عزیزی ص ۱۱۴ ج ۲)

سورۂ مائدہ میں فامسحوا بوجوھکم و ایدیکم کے بعد منہ کا نکتہ

سوال...... فامسحوا بوجوھکم و ایدیکم یہ آیت سورہ نسا میں ہے اور سورہ مائدہ میں ایدیکم کے بعد منہ کا اضافہ ہے' ایسا کیوں؟

جواب......نکتہ اس میں یہ ہے کہ سورہ مائدہ میں وضو اور اس کے واجبات کی تفصیل اس کلام کے قبل قصداً اور بالذات ہے۔ تو مناسب ہوا کہ تیمم کے واجبات بھی بالاستعاب ذکر کئے جائیں اس واسطے منہ کا لفظ زیادہ کیا گیا تا کہ معلوم ہو جائے کہ اتصال وضو کا تیمم کے ساتھ حکم میں ہے اور سورہ نسا میں تبعاً ذکر ہے یعنی وہاں نہی اس بارے میں وارد ہے کہ جب ذہن دوسرے امر میں مشغول ہو تو اس وقت نماز نہ پڑھنا چاہئے' یعنی خلوص کے ساتھ پڑھنا چاہئے'' اور وضو کا ذکر تبعاً ہے'' اور جو چیز تبعاً مذکور ہوتی ہے اس کی تفصیل کی ضرورت نہیں ہوتی۔ (فتاویٰ عزیزی ص ۱۱۴ ج ۲)

کیا محض ایمان پر جنت کی بشارت ہے؟

سوال...... آیت ان ان الذین آمنوا و عملوا الصلحٰت میں ایک عالم نے اکثر مفسرین کا یہ مذہب نقل کیا ہے کہ محض ایمان دار بغیر اعمال صالحہ کے بھی اس بشارت کے مستحق ہیں۔

جواب...... اگر کوئی شخص ایمان لاتے ہی مر جائے اور عمال صالحہ کی اس کو نوبت نہ آئی ہو تو وہ بھی قانون خداوندی میں مذہب حق کی بنا پر اس بشارت میں داخل ہے اور جس کو ایمان لانے کے بعد وقت ملا لیکن اس نے اعمال صالحہ نہیں کئے بلکہ معاصی میں مبتلا رہا اس کے لئے قانوناً دخول اول نہیں البتہ سزا کے بعد مستحق ہوگا ان عالم صاحب کے استدلال کا حاصل یہ ہے کہ ایمان اور عمل صالح جدا جدا ہیں لہٰذا دونوں کے مجموعہ پر بشارت ہوگی نہ صرف ایمان پر تو محض ایمان دار ہونے پر استحقاق بشارت پر یہ دلیل پیش کرنا غلط ہوگا۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۴۔۱۵ ج ۲)

وعید کی آیات زیادہ ہیں یا وعدہ کی بشارتیں

سوال...... اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن شریف میں قہر کا ذکر زیادہ کیا ہے یا رحمت کا؟ مجھ تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ غصہ کا ذکر زیادہ ہے نیز اللہ تعالیٰ نے نافرمان مسلمانوں سے کتنے غصہ کا اظہار فرمایا ہے اور کفار سے کتنا؟ جواب...... ایسا نہیں ہے بلکہ رحمت کے وعدے اور بشارتیں زیادہ ہیں عذاب وغضب کے لئے تو نافرمان کی قید ہے اور ثواب ورحمت کے لئے اعمال صالحہ کی قید نہیں مثلاً معصوم بچے کچھ کئے بغیر ہی بخشے جائیں گے۔

۲۔ کفار پر اتنا غصہ ہے کہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہیں گے ان کے عذاب میں تخفیف بھی نہیں ہوگی مسلم گنہگاروں پر اتنا غصہ نہیں وہ شفاعت کے ذریعہ بھی بخشے جائیں گے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۷۔۲۸ ج ۱۴)

پانچ وقت کی نماز کا حکم کس پارے میں ہے؟

سوال...... پانچ وقت کی نماز کا حکم کس پارے میں ہے؟ ایک گروہ کہتا ہے کہ پانچ وقت کی نماز کا حکم کسی پارے میں نہیں۔ جواب...... قرآن کریم میں کوئی بات صاف صاف موجود ہے کوئی ایسے طریقے پر ہے جس کو ہر آدمی نہیں سمجھ سکتا' بلکہ بڑے علم والے سمجھ سکتے ہیں' اسی بات کو اپنے قریب کے کسی عالم سے سمجھ لیں۔

پانچ وقت کی نماز قرآن شریف میں ایک جگہ نہیں' بلکہ مختلف جگہ ہے' مثلاً پندرہویں پارے میں ہے اقم الصلوۃ لدلوک الشمس الی غسق اللیل و قرآن الفجر اور ۲۷ ویں

پارے میں سورہ والطّور کے ختم پر ہے (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۵ ج ۱۵)

دستر خوان پر آیات یا اسماء الٰہی لکھنا

سوال...... حامد ایک دستر خوان پر کچھ آیات قرآنی تحریر کر کے اس پر خورد و نوش کرنا چاہتا ہے' حامد کی نیت میں یہ خلوص ہے کہ جو بندہ بھی اس دستر خوان سے کھانا تناول کرے اس کی اصلاح ہو جائے' کیا یہ درست ہے؟ جواب...... جو کام شرعاً جائز ہے ضروری نہیں کہ نیک نیت سے جائز بھی ہو جائے' قرآن کریم کی آیات' اور اسماء الٰہی واجب الاحترام ہیں دستر خوان پر لکھ کر استعمال کرنے میں ان کا احترام باقی نہیں رہے گا۔ اس لئے اس کی اجازت نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۵۰ ج ۱۲)

''اصلاح کے لئے صحیح طریقے اختیار کرنا چاہئے''۔ م'ع

آیت قطب کون سی ہے؟

سوال...... قرآن پاک میں آیت قطب کون سی ہے؟ اس کے پڑھنے کا طریقہ اور اس کے اثرات کیا ہیں؟

جواب...... پارہ ۳ میں **وما النصر الا من عندالله العزيز الحكيم** کو آیت قطب کہتے ہیں' ہر نماز کے بعد سات مرتبہ درود شریف کے ساتھ اول و آخر پڑھنا بعض اکابر سے منقول ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۵۱ ج ۱۲)

''یہ نام کسی حدیث سے ثابت نہیں''۔ م'ع

والله يعصمك من الناس کا وعدہ بعد الموت کو بھی شامل ہے

سوال...... سلطان نورالدین زنگی کو خواب میں دکھایا گیا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو سرخ کتے میری مرقد منور پر حملہ آور ہیں ان کا تعاقب کرو' سلطان نے پہچان کر ان کو قتل کرایا' کیا یہ قصہ مبنی بر حقیقت ہے؟ اگر **والله يعصمك من الناس** کا وعدہ مابعد الموت کے لئے بھی ہے تو سلطان کو حفاظت کی کیا ضرورت تھی؟

جواب...... یہ واقعہ درست ہے۔ ۵۵۷ھ میں اس کا وقوع ہوا اور آج تک امت میں اس تواتر سے چلا آیا ہے کہ کسی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا' چنانچہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ نے فضائل حج میں سیرت کی معتبر کتاب وفاء الوفاء جلد اول کے حوالہ سے اس کو بالتفصیل نقل کیا ہے اور آیات میں حفاظت کا جو وعدہ فرمایا گیا تھا بظاہر یہ زندگی اور موت کے بعد دونوں کو شامل ہے اور اس خاص ذریعہ میں یہ حکمت معلوم ہوتی ہے کہ اسلام کے معجزہ کا اظہار ہوا گر حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر تک کسی کو جانے کی ویسے ہی قدرت نہ ہوتی تو معجزہ کا اظہار نہ ہوتا۔

اس کی نظیر حضرت حذیفہؓ و جابر بن عبداللہ کی کرامت ہے۔۱۹۳۲ء کا واقعہ ہے کہ حضرت حذیفہؓ نے خواب میں شاہ عراق (ملک فیصل اول) کو فرمایا کہ ہماری قبریں دوسری جگہ منتقل کرو یہاں دجلہ کا پانی آ رہا ہے۔ چنانچہ بڑی شان وشوکت کے ساتھ ان حضرات کی نعشوں کو وہاں سے نکالا گیا اور لاکھوں کی تعداد میں لوگوں نے مشاہدہ کیا اور بے شمار کافر یہ کرامت دیکھ کر اسلام لائے دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ کفن حتیٰ کہ ریش مبارک کے بال تک بالکل صحیح حالت میں تھے یوں معلوم ہوتا تھا کہ شاید انہیں رحلت فرمائے دو تین گھنٹے سے زیادہ وقت نہیں گزرا دونوں حضرات کی آنکھیں بھی کھلی ہوئی تھیں اور ان میں اتنی پراسرار چمک تھی کہ دیکھنے والا ان سے آنکھیں نہ ملا سکتا تھا' اس واقعہ کے ایک عینی شاہد لطافت حسین صاحب کا مکتوب ماہنامہ "صدق" لکھنؤ ۱۱ ستمبر ۱۹۴۴ء اور ماہنامہ دارالعلوم دیوبند ستمبر ۱۹۵۷ء میں شائع ہوا ہے اس میں بھی وہی معجزہ اسلام کے اظہار کی حکمت ہے ورنہ اللہ تعالیٰ اس پر بھی قادر تھے کہ دریا کا پانی ان کی قبور کی طرف نہ آنے دیتے۔ (احسن الفتاویٰ ص ۵۱۳-۵۱۴ ج ۱)

کیا ارتداد سے اعمال حبط ہو جاتے ہیں؟

سوال......آیت (۱) **ومن یرتدد منکم عن دینه** اور آیت نمبر ۲ **ومن یکفر بالایمان فقد حبط عمله** آیت نمبر ایک سے امام شافعیؒ نے استدلال کیا ہے جو شخص مرتد ہو جائے اور جب تک وہ کفر کی حالت پر نہ مرے اس کے عمل ضائع نہیں ہوتے' آیت نمبر دو سے امام صاحبؒ نے استدلال کیا ہے کہ جو کوئی ایمان سے پھر جائے اس کے اعمال ضائع ہو جائیں گے' امام شافعیؒ آیت نمبر دو کا کیا جواب دیتے ہیں؟ اور امام اعظمؒ آیت نمبر ایک کا کیا جواب دیتے ہیں؟

جواب...... یہ اختلاف ایک اصولی اختلاف پر مبنی ہے وہ یہ کہ مفہوم صفت امام شافعی کے نزدیک حجت ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے یہاں حجت نہیں۔ (فتاوی محمودیہ ص ۴۷-۴۸ ج ۱۲)

چاند پر پہنچنا قرآن کے خلاف نہیں

سوال......اگر کوئی شخص پورا یقین کرے کہ چاند پر آدمی جا سکتا ہے' وہاں رہنا بھی ممکن ہے' اس مسئلے پر قرآن پاک سے کیا معلوم ہوتا ہے؟ ہم سب مسلمانوں کو پورا یقین کرنا چاہئے یا نہیں؟

جواب......اس کے متعلق قرآن پاک نے کوئی بات نہیں فرمائی کہ چاند پر آدمی جا سکتا ہے یا نہیں' اس لئے وہاں اگر کوئی چلا جائے تو قرآن کے خلاف نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۱ ج ۱۲)

آیت اذانودی للصلوٰۃ میں ندا کا مطلب

سوال...... آیت میں ندا سے اذان جمعہ مراد ہے تو کیا لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ جہاں تک آواز جائے اس جگہ کے لوگوں پر جمعہ فرض ہو جائے گا جب کہ آیت میں کوئی تخصیص نہیں ہے؟

جواب...... ادائے جمعہ اور فرضیت جمعہ کے لئے فقہاء نے جو شرائط لکھی ہیں ان کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا' مثلاً کسی جہاز میں کوئی مسلمان ریڈیو پر اذان کی آواز سنے یا ریل میں' یا جنگل میں سنے' یا بیت الخلاء میں سنے تو کیا ان سب مقامات پر محض اذان سننے سے جمعہ واجب ہو جائے گا' ہرگز نہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ جس بستی میں شرائط جمعہ موجود ہوں وہ اذان سے پہلے ضروریات سے فارغ ہو جائے اور اذان سنتے ہی جمعہ کے لئے حاضر ہونے کی کوشش کرے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص۲۲ ج۱۲)

منافق کی تعریف اور ان کا وجود

سوال...... منافقین کے متعلق جو آیتیں ہیں وہ اب متروک العمل ہیں یہ بات شرعاً کہاں تک حق بجانب ہے؟

۲۔ منافق کی تعریف شرعاً کیا ہے؟ اور آج کل منافق موجود ہیں یا نہیں؟

جواب...... ایسے منافقین اب بھی موجود ہیں لیکن انقطاع وحی ہونے کے بعد منافق ہونے کا حکم لگانا دشوار ہے۔

۲۔ جس کے باطن میں کفر ہو' ظاہر میں اسلام میں وہ منافق ہے' مگر اس کی تعیین بس میں نہیں کہ ایسا کون ہے؟ (فتاویٰ محمودیہ ص۵۳ ج۱۵)

دجال کا ذکر قرآن میں ہے یا نہیں؟

سوال...... اس کی کیا حکمت کہ دجال جس کا فتنہ تمام فتنوں سے بڑھ کر ہے قرآن مجید میں اس کا کہیں ذکر نہیں' جبکہ اس کا فتنہ یاجوج ماجوج کے فتنے سے بھی بڑھ کر ہے؟

جواب...... میرے مذاق کے موافق تو یہ جواب ہے کہ حکمت غیر منصوصہ کی تفتیش کی حاجت نہیں اور عام مذاق کے موافق جواب یہ ہے کہ اولاً یہ مسلم نہیں کہ مذکور نہیں۔ بلکہ نزول عیسوی کے ضمن میں اس طرح مذکور ہے کہ عادۃ اللہ یہ ہے کہ ہر نبی کو کسی بڑے فتنہ کے دفع کے لئے بھیجا جاتا ہے تو حضرت عیسیٰؑ کی تشریف آوری بھی کسی بڑے فتنے کے دفع کے لئے ہونا چاہئے' آگے اس

فتنہ کی تعیین یہ حدیثوں سے معلوم ہوگئی' نیز یہ فتنہ ایک یہودی کا ہوگا' کیونکہ دجال یہودی ہے جیسے آپ کی بعثت اول بھی یہودی کے دفع فتنہ کے لئے ہوئی تھی اول تو اس طرح مذکور ہے لیکن اگر اس ذکر کو نہ مانا جائے تو پھر دوسری حکمت یہ ہوسکتی ہے (اور ہوسکتی ہے اس لئے کہا کہ ایسی حکمتیں ظنی ہوتی ہیں) کہ حوادث دو قسم کے ہیں ایک وہ جن کے اثر وضرر سے محفوظ رہنا یا اس کا دفع کرنا بندوں کے اختیار میں نہ ہو اور دوسری قسم وہ جس میں بندوں کے اختیار کو دخل ہو' قرآن مجید میں قسم اول مذکور ہیں' اس اعتبار خاص سے ان کو عظیم قرار دیا گیا قسم ثانی مذکور نہیں فتنہ دجال دوسری قسم میں ہے کہ اس کے گمراہ کرنے سے بچنا ہر شخص کے اختیار میں ہے نیز اس کی ہلاکت ایک عبد ہی کے ہاتھ سے ہوگی اس کو عظیم نہیں سمجھا گیا۔ (امداد الفتاویٰ ص ۱۷۵ ج ۴)

قصہ ہاروت ماروت کی تحقیق

سوال...... ہاروت' ماروت کے قصہ کا بیضاوی وغیرہ نے انکار کیا ہے' مگر سید امیر علی صاحب نے تفسیر مواہب الرحمٰن میں حافظ ابن حجرؒ وغیرہ سے باسانید ثابت کیا ہے تو انکار صحیح ہے یا ثبوت؟

جواب...... قصہ ہاروت ماروت کا تفسیر معالم التنزیل وغیرہ میں بہت مفصل لکھا ہے۔ مگر یہ سب اسرائیلی روایات سے لکھا گیا ہے نیچے کی سندیں اگرچہ قوی بھی ہوں مگر منتہاء سب کا اسرائیلی روایات ہیں جن کا حکم یہ ہے کہ نہ ان کی تصدیق ہو نہ ان کی تکذیب بالغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تو اس کا ثبوت کسی روایت میں ہے نہیں اور اسرائیلی روایت میں ہے ان کا اعتبار نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ۲۲۳)

تحقیق سد ذوالقرنین ویاجوج ماجوج

سوال...... سد ذوالقرنین کس مقام پر ہے؟ اور یاجوج ماجوج کون لوگ ہیں؟

جواب...... چونکہ کوئی غرض شرعی اس کی تحقیق پر موقوف نہیں اس واسطے نصوص میں اس کی تفصیل نہیں کی گئی یہ تو جواب ہے سوال کا۔

اور اگر مقصود سوال سے نفی کرنا ہے ان کے وجود کی اس بنا پر کہ باوجود تفتیش مقامات واقوام کے ان کا پتہ نہیں ملا تو ہم تفتیش کے اس احاطہ کو ہی تسلیم نہیں کرتے اب تک بھی نئے نئے مقامات کی تفتیش و برآمد ہونا ہمارے اس منع کی دلیل ہے۔ (امداد الفتاوی ص ۱۴ ج ۵)

ذوالقرنین کون تھا؟

سوال:۔ قرآن کریم میں ذوالقرنین کا ذکر آیا ہے' یہ شخص کون تھا؟

جواب:۔ ذوالقرنین کے متعلق قرآن کریم میں جو وضاحت ہے وہ صرف اتنی ہے کہ وہ ایک نیک اور عادل بادشاہ تھا جس نے مشرق و مغرب میں پہنچ کر ان ممالک کو فتح کیا اور ان میں عدل وانصاف کی حکومت قائم کی' اس مہم میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر قسم کا سامان اور ضروریات اس کو عطا کیے گئے تھے' اس نے فتوحات کرتے ہوئے مختلف اطراف کے اسفار کیے' جن میں مشرق اقصیٰ مغرب اقصیٰ اور شمالی کوہستان کے ممالک شامل ہیں۔ اس سفر کے دوران اس نے دو پہاڑوں کے درمیانی درے کو آہنی دیوار سے بند کر دیا جہاں سے یاجوج ماجوج نکل کر وہاں کے باشندوں کو تکالیف پہنچاتے اور ہراساں کرتے تھے۔ چونکہ قرآن کریم کا نزول ضروریات کے مطابق ہوتا تھا اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وقت جو سوال ہوا تھا اس کے سائلین کی تشفی مذکورہ جواب سے ہوگئی تھی' اس لئے قرآن مجید میں ذوالقرنین کے بارے میں اس سے زیادہ کچھ ذکر نہیں کیا گیا اور نہ ہی ذخیرہ احادیث میں اس کے بارے میں کوئی خاص ذکر ملتا ہے' البتہ اس بارے میں تاریخی اور اسرائیلی روایات ملتی ہیں لیکن چونکہ ذوالقرنین کی تعیین کے بارے میں تاریخی روایات مختلف ہیں اس لئے چند اقوال ملاحظہ ہوں:۔

(۱) بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس سے مراد اسکندر مقدونی یونانی ہے جو عیسیٰ علیہ السلام سے تقریباً تین سو سال پہلے گزرا ہے اور اسی کو علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے ترجیح دی ہے۔

لماقال: والاقرب عندی لالزام اهل الملل والنحل....اختيار انه الاسكندر بن فيلفوس غالب دار. الخ (روح المعانی ج ۱۶ ص ۳۰ سورة كهف آيت نمبر ۸۴)

(۲) اسی طرح امام رازیؒ نے اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے سب سے پہلے اسی قول کو ذکر کر کے اس پر دلائل پیش کیے ہیں' اور اخیر میں کہتے ہیں۔ **والقول الاول اظهر لما ذكرنا. الخ**

(تفسیر کبیر ج ۲۱ ص ۱۶۵ سورۂ کہف آیت نمبر ۸۴)

لیکن حافظ ابن کثیرؒ نے اس قول کی بڑی سختی سے تردید کی ہے کہ اسکندر مقدونی کافر و مشرک تھا اور حکیم ارسطو اس کا استاد تھا اور جس شخص کا ذکر قرآن کریم میں آیا وہ اتفاقاً مومن تھا' بلکہ بعض کے نزدیک تو نبی تھا لہٰذا اس کو اسکندر مقدونی کہنا غلط ہے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: البدایۃ والنہایۃ ج ۲ ص ۹۷ خبر ذوالقرنین) فتاویٰ حقانیہ ج ۲ ص ۱۵۱

مولوی نذیر احمد کا ترجمۂ قرآن صحیح ہے یا نہیں؟

سوال...... مولوی نذیر احمد دہلوی کا ترجمہ قرآن پاک صحیح ہے یا نہیں؟ حنفی مذہب کے موافق

ہے یا نہیں؟ یہ ترجمہ لڑکوں کو مضر ہوگا یا نہیں؟ کیونکہ اس ترجمہ کی بناء ایک آزاد شخص نے حنفیوں کے مدرسہ میں ڈالی ہے۔

جواب...... مولوی نذیر احمد کے ترجمہ قرآنی میں بہت سی غلطیاں ہیں علماء احناف کے خلاف ایسی باتیں ہیں جو لڑکوں کو مضر ہوں گی لہٰذا اگر وہ ترجمہ مدرسہ میں داخل کر لیا گیا ہے تو مناسب ہے کہ اس کے ساتھ اصلاح ترجمہ دہلویہ جو حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی کتاب ہے بچوں کو ضرور پڑھائی جائے تاکہ غلطیوں کی اصلاح ہو جائے۔ (کفایت المفتی ص ۱۰۴ ج ۲)

آیت الکرسی ایک آیت ہے

سوال...... آیت الکرسی ایک ہی آیت ہے یا درمیان میں جو علامات وقف ہیں یہ بھی آیات کا حکم رکھتی ہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں آیت الکرسی میں دس آیات ہیں۔

جواب...... آیت الکرسی **اللہ لا الہ الا ھو** سے لے کر **وھو العلیٰ العظیم** پر ختم ہوتی ہے وہ ایک آیت ہے کوئی درمیان میں جو رموز اوقاف ہیں وہ آیات نہیں ہیں لفظ آیت الکرسی میں بھی اس کو واحد کے صیغے سے تعبیر کیا گیا ہے آیات الکرسی نہیں کہا گیا۔ (کفایت المفتی ص ۱۰۵ ج ۲)

اسلام کی بنیاد قرآن وحدیث پر ہے

سوال...... کیا کلام پاک میں کوئی آیت منسوخ الکلام بھی ہے یعنی ایک مرتبہ ایک بات کا حکم صادر ہوا ہو اور پھر دوسرے موقعہ پر کلام پاک ہی میں اس کی تردید کر دی گئی ہو۔

۲۔ قانون اسلام کی بنیاد عقل پر ہے یا محض اعتقاد پر؟

جواب...... ہاں بعض آیتیں ایسی ہیں جس کا حکم مؤقت تھا اور دوسری آیات کے نازل ہو جانے کے بعد اس کا حکم مرتفع ہو گیا' یہ بات نہیں کہ کوئی حکم دیا گیا تھا اور اس کی تردید کر دی گئی بلکہ سابقہ حکم اس وقت تک کے لئے تھا جب تک دوسری آیت نازل ہو۔

۲۔ اسلامی قانون کی بنیاد قرآن وحدیث پر ہے اور تمام اسلامی قانون مقتضاء عقل کے موافق ہیں اسلام کا کوئی مسئلہ عقل صحیح کے خلاف نہیں البتہ بعض مسائل ایسے دقیق ہیں کہ عقل کی وہاں تک رسائی نہیں مگر یہ بات نہیں کہ عقل ان کے خلاف کوئی دلیل قائم کر سکتی ہے جیسے بعض جرم ایسے ہیں کہ قوت بصارت ان کے ادراک سے قاصر ہے مگر ان کا وجود صحیح ثابت ہے اور خورد بین کے ذریعے وہ دیکھے جا سکتے ہیں ایسے ہی معقولات میں بعض مسائل ایسے دقیق ہیں کہ عقل بغیر

الہام یا وحی کی خوردبین کے انہیں دریافت نہیں کرسکتی۔ (کفایت المفتی ۹۲ ج ۲)

نسخ توریت وانجیل

سوال...... نورالانوار کی عبارت سے توریت وانجیل کا منسوخ نہ ہونا اور اس شعر

نہ از لات و عزی بر آورد گرد　　　که توریت و انجیل منسوخ کرد

سے منسوخ ہونا معلوم ہوتا ہے بظاہر دونوں قولوں میں تعارض ہے۔

جواب...... توریت وانجیل کے تمام احکام منسوخ نہیں' کیونکہ دین محمدی کے بہت سے احکام بنی اسرائیل کے مذہب کے موافق ہیں البتہ بہت سے احکام شریعت محمدیہ میں منسوخ ہو گئے۔ (فتاویٰ عبدالحی ص ۱۰۸)

قرآن کریم میں تحریف کے علامات اوراس کے دلائل کا جواب

سوال...... عام طور پر ہر مسلمان کا یہی عقیدہ ہے کہ قرآن میں کوئی تحریف نہیں مگر ہم ذیل میں وہ اسباب درج کرتے ہیں جن سے شروع زمانے میں تحریف واقع ہونے کے امکانات کی طرف اشارہ ملتا ہے۔

۱۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جو سورہ نمل میں آیت کا جز ہے قرآن کی ترتیب دینے میں ہر سورت ''بجز سورہ توبہ'' کے شروع میں اضافۃ تحریر کیا گیا ہے تاکہ قرآن مجید خدا کا نام لے کر شروع کیا جائے ورنہ وہ نہ وحی ہے نہ کسی سورت کا جز ہے اور نہ قرأت نماز میں اس کا پڑھنا واجب ہے۔

۲۔ **یبصط "۲۴۵. ۲" بصطة "۶۹. ۷" ھم المصیطرون "۳۷. ۵۲"** ان الفاظ کا صحیح املا ''س'' سے ہونا چاہئے جیسا کہ قرأت نماز میں کیا جاتا ہے مگر کاتبان وحی نے ان کو ''ص'' سے لکھا ہے۔

۳۔ قرآن کے وہ ۲۵ مقامات جن میں الف کا نہ پڑھنا ضروری ہے نقشہ ملاحظہ فرمائیں۔

بسم الله ۳-۱۹۲	ملائه ۷-۱۰۳	لشای ۱۸-۲۳	ثمودا ۱۱-۳۸	بئس الاسم ۴۹-۱۱
افائن مات ۳-۱۴۴	لااوضعوا ۹-۴۷	لکنا هو الله ۱۸-۳۸	لیربوافی ۳-۳۹	ثمودا ۵۳-۵۱
لاالی الله ۳-۱۵۸	ان ثمودا ۱۱-۶۸	افائن مات ۲۱-۳۴	لاالی الجحیم ۳۷-۶۸	لاانتم ۵۹-۱۳
ان تبوا ۵-۲۹	امم لتتلوا ۱۳-۳	ثمودا ۲۵-۳۸	لیبلوا ۴۷-۴	سلسلا ۷۶-۴
من نبای ۶-۳۴	لن ندعوا ۱۸-۱۴	لااذبحنه ۲۲-۲۱	لبلوا ۴۷-۳۱	قواریدا ۷۶-۱۵

ان مقامات میں کاتبان وحی نے الف کو بے ضرورت لکھ کر وحی میں تحریف کا موقع دیا۔

۴۔ ننجی المومنین قرآن میں اس طرح لکھا ہوا ہے۔ ننج المومنین یعنی اخیر کی یا حذف کر دی گئی ہے۔

۵۔ زید ابن ثابت کہتے ہیں کہ جب آیت لایستوی القاعدون من المومنین والمجاهدون نازل ہوئی تو آپؐ نے مجھے اس کے لکھنے کا حکم دیا پھر اس کے درمیان میں غیر اولی الضرر اضافہ فرمایا۔

۶۔ علامہ یاقوت نے معجم البلدان میں لکھا ہے کہ قریش کعبہ کا طواف کرتے ہوئے یہ الفاظ کہتے تھے واللات والعزیٰ و مناة الثالثة الاخری هولآء الغرانیق العلی وان شفاعتهن لترتجی اس کے الفاظ کو بدل کر موجودہ قرآن کی آیات کی شکل میں بدل دیا گیا۔

۷۔ فاروق اعظمؓ نے غیر المغضوب علیهم ولاالضآلین کو غیر المغضوب وغیر الضآلین پڑھا ہے۔

۸۔ وماخلقت الجن والانس الالیعبدون حضرت ابن عباسؓ نے لیعبدون کو لیعرفون پڑھا ہے کیا قرآن میں تحریف واقع ہوئی ہے۔

جواب...... سورہ نمل میں بسم اللہ پوری آیت نہیں بلکہ آیت کا جز ہے اور ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ پوری آیت ہے اور بعض ائمہ نے اس کو ہر سورت کا جز قرار دیا ہے اس کی تفصیل احکام القرآن للجصاص میں اور احکام القنطرہ فی احکام البسملہ میں ہے یہ تحریف نہیں ہے۔

۲۔ ان الفاظ کا رسم الخط دونوں طرح ہے اور تلفظ بھی دونوں طرح ہے ایک کو راجح دوسرے کو مرجوح تو کہہ سکتے ہیں مگر غلط نہیں کہا جا سکتا یہ تحریف نہیں۔

۳۔ خط قرآن کو دوسرے عام خط پر قیاس کرنا درست نہیں یہ توقیفی ہے اور اس کو تحریف کہنا غلط ہے۔

۴۔ مثل ۳ کے ہے۔

۵۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر اولی الضرر بذریعہ وحی فرمایا ہے، اپنی طرف سے بلا وحی کے نہیں فرمایا، پس اس کو تحریف کہنا غلطی ہے۔

۶۔ علامہ آلوسی، علامہ بغوی، امام رازی، حافظ ابن کثیر اور حافظ عینی نے اس کی تردید کی ہے۔

۷۔۸۔ یہ تفسیر ہے تحریف نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ۳۰۔۳۵ ج ۱۵)

آیت و من یعش عن ذکر الرحمٰن کا مصداق

سوال...... جب کوئی مسلمان جھوٹ وعدہ خلافی، خیانت، بیہودہ گوئی، فریب دہی کا عادۃً عامل ہو اور

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان علامات کو علامات منافقت فرمایا ہے مگر فقہ نے اسے فاسق کہنے کی اجازت دی ہے اور جب ایسا شخص ایسے کلمات بھی کہے جو باعث خارج از اسلام ہوں اور نماز روزہ کا بھی پابند ہو لیکن تجدید ایمان کے طریقے کو غیر ضروری سمجھے اور مذکورہ اعمال میں بھی مبتلا رہے تو آیت و من یعش عن ذکر الرحمٰن نقیض له شیطانا فھو له قرین کا یہ شخص مصداق ہے یا نہیں؟

جواب...... جھوٹ بولنے والا' فریب دینے والا' وعدہ خلافی کرنے والا' خیانت کرنے والا' لعنت کرنے والا' گالی دینے والا بیشک فاسق ہے اور اگر کوئی کام ایسے کرے اور ایسی بات کہے جو موجب کفر ہو اور تجدید ایمان سے بھی انکار کرے تو بے شک وہ آیت کریمہ و من یعش کا مصداق ہے۔ (کفایت المفتی ص ۲۵۸ ج ۹)

مخلوق کی ابتداء کیسے ہوئی؟

سوال...... ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ فالق الحب والنوی اللہ تعالیٰ نے نباتات کو تخم کے واسطے سے پیدا کیا یا بموجب آیت کریمہ "وھو الذی انزل من السمآء مآء فاخرجنا به نبات کل شئی فاخرجنا منه خضرا نخرج منه حبا متراکبا' درختوں اور گھاس پھونس کو تخم کے واسطے کے بغیر پیدا فرمایا اس کے بعد نوع نباتات کی بقاء کے لئے تخم پیدا فرمایا جیسا کہ اولاد آدم کو بغیر نطفہ کے پیدا فرمایا اس کے بعد نوع انسانی کی بقاء کے لئے نطفہ پیدا فرمایا' خلق کے لحاظ سے مقدم و موخر کیا چیز ہے؟

جواب...... ظاہر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاً اشجار و نباتات "درخت و گھاس وغیرہ" کو پیدا فرمایا' حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے دن مٹی کو پیدا فرمایا اور اتوار کے دن پہاڑ اور پیر کو درخت اور منگل کو مکروہ اشیاء اور بدھ کو نور اور جمعرات کو حیوانات اور جمعہ کو عصر کے بعد آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سونے اور چاندی کی اینٹوں سے جنت کا احاطہ کیا' پھر اس میں نہریں نکالیں پھر درخت لگائے جب ملائکہ نے یہ منظر دیکھا تو کہا ساکنین کے لئے کیا عمدہ منزلیں ہیں۔ (فتاویٰ عبدالحیٰ ص ۵۱)

احادیث اور تفسیر منقول سے ہٹ کر آیت کا مطلب بیان کرنا

میں فلاں ابن فلاں' مجھے جھانسی میں اسلام سے خارج کر دیا گیا' کیونکہ میرا کہنا ہے کہ

مسلمانوں کے لئے مطابق سورۂ احزاب آیت ۵۰ کے تحت چچازاد' ماموں زاد' خالہ زاد بہنوں سے نکاح کرنا حرام ہے' آپ اپنی رائے سے مطلع فرمائیں؟

سوال......اول تو جو مطلب آپ نے نکالا ہے یہ محض سطحی نظر سے ہے' پھر یہ متیقن نہیں' محض محتمل ہے' اس کے خلاف بھی احتمال اس میں موجود ہے' تیسرے بیان علماء سے قطع نظر یہ دوسری آیت کے فہمیدہ مطلب کے بھی خلاف ہے چنانچہ سورۂ نساء میں جہاں محرمات کو بیان کیا ہے۔آیت واحل لکم ماور آء ذالکم محرمات کے علاوہ کو بالعموم حلال قرار دے رہی ہے چچا زاد وغیرہ بہنیں اس میں داخل ہیں تو ان کا حلال ہونا صاف ظاہر ہے علاوہ ازیں آیت فاذاقو أناه فاتبع قرآنه ثم ان علینا بیانه میں صاف بتلادیا گیا کہ قرآن کا بیان بھی ہم ہی کریں گے' چنانچہ وحی (قرآن وحدیث) کے ذریعہ اس کو پورا کر دیا گیا' خواہ وحی متلو ہو یا غیر متلو' پس سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات محض ذاتی رائے سے نہیں ہوتے' تو غیر نبی کی محض ذاتی رائے کیسے کافی ہو سکتی ہے؟ لہٰذا احادیث اور تفسیر منقول سے ہٹ کر جو کوئی کسی آیت کا مطلب بیان کرے گا وہ محض رائے ہوگی اس کو قرآن کا مطلب بنا کر قرآن پاک کی طرف منسوب کرنا صریح غلط ہوگا' اس کے لئے وسعت نظری' بالغ نظری' عمق نظری بے حد ضروری ہے' مع ہذا یوم الحساب کا استحضار' پس جن علماء کی زندگی قرآن وحدیث میں مشغول نہایت وسعت وعمق نظری کے ساتھ پورے احساس ذمہ داری' اور خوف خشیت الٰہیہ کے ساتھ ہمہ تن مصروف ہو ان سے دوسرے لوگ کیسے مستغنی ہو سکتے ہیں؟ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

متفرقات

قرآن میں نسخ واقع ہوا ہے یا نہیں؟

سوال......کیا کلام مجید میں ایسی آیت بھی ہے جس کا حکم منسوخ ہو چکا ہو' مگر تلاوت باقی ہو؟

جواب......اس مسئلہ میں مستقل کتابیں تصنیف کی گئی ہیں جن میں نسخ کی تعریف ناسخ و منسوخ کے اقسام واحکام درج ہیں' بطور مثال ایک ایک آیت درج کرتا ہوں۔

۱۔ کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت پہلے والدین کے حق میں مال کی وصیت کی جاتی تھی پھر وہ وصیت منسوخ ہوگئی اور والدین کا حصہ بطور میراث تعین کر دیا گیا اس کے باوجود باعتبار تلاوت منسوخ نہیں بلکہ تلاوت باقی ہے۔

۲۔الشیخ والشیخة اذا زنیا فارجموهما نکالاً من الله ۔اس آیت کی تلاوت منسوخ ہوگئی مگر حکم باقی ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ص ۲۸)

قرآن کریم میں سات زمینوں کا تذکرہ

سوال..... ارشاد باری ہے" الله الذی خلق سبع سموٰت و من الارض مثلهن " اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان سات ہیں اسی طرح زمینیں سات ہیں مگر یہ زمینیں ہمارے اوپر ہیں یا نیچے؟

جواب..... بعض کہتے ہیں کہ زمین ایک ہی ہے اور مثلیت بعض صفات میں مراد ہے عدد میں نہیں مگر یہ قول صحیح نہیں اس لئے کہ سات زمینوں کا تذکرہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے مگر شریعت نے ان کی جگہ نہیں بتائی اس لئے اس بارے میں اقوال مختلف ہیں۔

ا۔ سات زمین ایک دوسری کے اوپر ہیں اور ہر دو کے درمیان فصل ہے۔

۲۔ پہلے آسمان کے اوپر دوسری زمین دوسرے کے اوپر تیسری زمین وعلی ہذا القیاس۔

۳۔ اقالیم سبعہ مراد ہیں۔

۴۔ معادن یا مٹی کے سات طبقے مراد ہیں قول اول راجح ہے۔ کیونکہ یہ بعض احادیث سے ثابت ہے اور جمہور کا قول بھی یہی ہے۔ (احسن الفتاوی ص ۴۴ ج ۱)

سورۂ توبہ کے شروع میں بسم اللہ نہ ہونے کا سبب

سوال..... سورۂ توبہ کے شروع میں بسم اللہ نہ ہونے کا کیا سبب ہے؟ یا سورۂ انفال و توبہ ایک سورت ہیں تو اس سورت میں فاصلہ کیوں ہے؟ اور نام جدا جدا کیوں ہیں؟ اور اگر دو ہیں تو بسم اللہ شروع توبہ میں کیوں نہیں لکھی گئی؟ اس واسطے کہ ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ ضرور ہوتی ہے اور اگر کوئی تسمیہ پڑھے تو جائز ہے یا نہیں؟ اور جو شخص شروع توبہ کے وقت بجائے بسم اللہ کے پڑھے اعوذ بالله من النار یہ ثابت ہے یا نہیں؟

جواب..... حدیث. ابوداؤد میں حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ سورۂ انفال پہلے نازل ہوئی پھر سورہ توبہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہ فرمایا کہ یہ دو سورتیں ہیں یا ایک اور قصہ دونوں کا ایک جیسا ہے لہذا بسم اللہ سورۂ توبہ پر نہ لکھا کہ شاید سورۂ انفال کا جز ہو اور جمع بھی نہ کیا کہ شاید دو سورتیں ہوں۔ لہذا فصل بلا تسمیہ کے کر دیا اور بسم اللہ اگر کوئی پڑھے تو بلا کراہت درست ہے اور جو بعض کا معمول مذکور تعوذ پڑھنے کا ہے اس کی کوئی اصل نہیں۔ اور دوسری روایت جو حضرت علیؓ سے نقل کرتے ہیں وہ چنداں معتبر نہیں وجہ تسمیہ نہ لکھنے کی جو حضرت عثمانؓ سے نقل ہے وہ معتبر ہے۔ (فتاوی رشیدیہ ص ۵۷ اج ۱)

معوذتین کے قرآن کریم کا حصہ ہونے سے متعلق
حضرت ابن مسعودؓ کے عقیدے کی مفصل تحقیق

سوال......ایک مشہور تفسیر قرآن میں معوذتین (سورۂ فلق والناس) کی قرآنیت کے متعلق بحث نے میرے ذہن کو کافی حد تک پریشان و پراگندہ کر دیا ہے اور اس بات کا شدید خطرہ ہے کہ سرے سے قرآن ہی کے غیر محرف ہونے کا ایمان نہ متزلزل ہو جائے۔ اس تفسیر میں بے شمار روایات واحادیث کے حوالوں سے ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ معوذتین کو قرآن کی سورتیں نہیں مانتے تھے اور اسی لئے انہوں نے ان کو اپنے مصحف سے بھی ساقط کر دیا تھا۔ بعض روایات میں اضافہ ہے کہ وہ ان سورتوں کو نماز میں بھی نہیں پڑھتے تھے۔ مفسر محترم نے ان روایات کو صحیح قرار دیا ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہا ہے کہ یہ رائے صرف حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی رائے تھی جو اجتہادی غلطی تھی لہٰذا ان کی رائے کو باقی صحابہؓ کے اجماع کے مقابلے میں رد کیا جا سکتا ہے۔ اس بحث سے کم از کم میں مطمئن نہیں ہو سکا' اس لئے مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات کا طالب ہوں:۔

۱:۔قرآن کی کسی آیت کا انکار کر کے آیا کوئی شخص مسلمان بھی رہ سکتا ہے؟ درآنحالیکہ یہ انکار کتنی ہی معصومیت سے کیا جائے؟ اگر نہیں تو حضرت عبداللہ کے متعلق آپ کی اور دوسرے محققین کی کیا رائے ہے؟

۲:۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے آخر ان سورتوں کا کیوں انکار کیا؟ یہاں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ہو سکتا ہے کہ ابن مسعودؓ کو ان کی خبر نہ پہنچ سکی ہو' کیونکہ جیسا کہ ابن حجرؒ نے بجا طور پر یہ لکھا ہے کہ یہ سورتیں دور اول ہی سے متواتر تھیں اور نازل بھی مکی دور میں ہوئی ہیں' اتنے عرصے تک ابن مسعودؓ بے خبر نہیں رہ سکتے اس دور کے مسلمانوں کا یہ طریقہ بھی تھا کہ ان تک وحی خبر متواتر کے ذریعہ پہنچے اور وہ اس بحث میں الجھ پڑیں کہ مجھے تو معلوم نہیں لہٰذا یہ قرآن نہیں ہے اور پھر یہ امر بھی معلوم ہے کہ حضرت عثمانؓ کے عہد مبارک میں تو ان سورتوں کا خبر متواتر ہونا مخفی نہیں رہ سکتا تھا اور موجودہ قرآن کی صحت پر تو صحابہ کرامؓ کا اجماع بھی ہو چکا تھا۔ ان حالات میں حضرت ابن مسعودؓ ناواقف نہیں رہ سکتے تھے' پھر انہوں نے ان سورتوں کا کیوں انکار کیا؟

۳:۔عاصم' حمزہ' کسائی اور خلف جو مشہور قراء میں سے ہیں ان کی سند پر تمام امت کا اتفاق ہے' ان چاروں نے اسی قرآن کی سند' جسے اب ہم آپ پڑھتے ہیں اور جس میں معوذتین بھی شامل ہیں ابن مسعودؓ تک پہنچائی ہے لیکن ابن مسعودؓ سے منسوب روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سلسلہ اسناد غلط ہے کیونکہ اس قرآن میں معوذتین شامل ہیں اور وہ ان کے منکر تھے اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ موجودہ قرآن میں یہ سورتیں الحاقی ہیں۔ ابن مسعودؓ کے شاگردوں نے کم از کم ایک دفعہ تو ان

پر جھوٹ گھڑا ہے باقی قرآن کے متعلق بھی اللہ ہی جانتا ہے کہ کتنا حصہ الحاقی ہوگا اور کتنا وہ حصہ ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا ان احادیث سے قرآن کی قطعیت متاثر نہیں ہو جاتی ؟

جواب :۔ محترمی ومکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا گرامی نامہ مجھے دس بارہ دن پہلے مل گیا تھا جواب میں تاخیر اس لئے ہوئی کہ آپ کا جواب قدرے تفصیل کا طالب تھا اور مجھے ہجوم مصروفیات میں اتنا وقت نہ مل سکا کہ فوراً جواب لکھوں۔ بہرکیف! اب آپ کے سوالات کا جواب پیش خدمت ہے خدا کرے کہ یہ جواب آپ کی تشفی کر سکے۔

واقعہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی پوری امت کی طرح معوذتین کو قرآن کا جزء مانتے تھے اور جن روایتوں میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ان کو قرآن کا جزء نہیں مانتے تھے وہ درست نہیں ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے قرآن کریم کی جو متواتر قرأتیں منقول ہیں ان میں معوذتین شامل ہیں۔

قرأت عشرہ میں سے عاصم کی قرأت حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمیؒ حضرت زربن حبیشؒ اور حضرت ابوعمرو الشیبانیؒ سے منقول ہے اور یہ تینوں اسے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے نقل کرتے ہیں۔ (دیکھئے النشر فی القرأت العشر لابن الجزریؒ ج : ۱ ص : ۱۵۶) (النشر فی القرأت العشر لابن الجزری ج : ۱ ص : ۱۵۵ (مطبع مصطفیٰ محمد، مصر) اسی طرح حمزہ کی قرأت علقمہؒ اسودؒ ابن وہبؒ عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں۔ (ایضاً ج :۱ص :۱۶۶) (ج :۱ص :۱۶۵ (مطبع مصطفیٰ محمد، مصر) اس کے علاوہ قرأت عشرہ میں سے کسائیؒ اور خلفؒ کی قرأتیں بھی بالآخر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ پر منتہی ہوتی ہیں کیونکہ کسائیؒ حمزہؒ کے شاگرد ہیں اور خلفؒ ان کے شاگرد کے شاگرد ہیں اور اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ قرأت عشرہ کی اسانید ساری دنیا میں سب سے زیادہ قوی اور صحیح اسانید ہیں اور نسلاً بعد نسل تواتر کے ساتھ نقل ہوتی چلی آ رہی ہیں۔ (فیض الباری ج :۴ ص : ۲۶۲) (وفی فیض الباری قبیل کتاب فضائل القرآن ج :۴ ص :۲۶۲ (طبع مکتبہ حقانیہ پشاور) واعلم ان سند الکسائی ینتھی الی ابن مسعود، لانہ قرا علی حمزۃ و مثلہ ینتھی مسند خلف الذی من العشرۃ الی ابن مسعود فانہ قرأ علی سلیم و ھو علی حمزۃ و اسناد القراء العشرۃ اصح الاسانید باجماع الامۃ و تلقی الامۃ لہ بقبولھا۔ اس لئے اگر کوئی خبر واحد ان متواتر قرأتوں کے خلاف ہو تو وہ یقیناً واجب الرد ہے اور اسے قبول نہیں کیا جا سکتا۔ اسی بناء پر محقق علماء اور محدثین کی اکثریت نے ان روایتوں کو ضعیف، موضوع کم از کم ناقابل قبول بتایا ہے جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی طرف یہ باطل مذہب منسوب کرتی ہیں چند اقوال ذیل میں پیش خدمت ہیں۔

۱:۔ شیخ الاسلام علامہ نوویؒ جو جلیل القدر محدثین میں سے ہیں شرح مہذب میں تحریر فرماتے ہیں۔

اجمع انمسلمون علیٰ ان المعوذتین والفاتحۃ من القرآن و ان من جحد

منها شیئاً کفر وما نقل عن ابن مسعودؓ باطل لیس بصحیح . (بحوالہ الاتقان ج:۱ص:۸۱) (دیکھئے الاتقان فی علوم القرآن ج۱ص:۲۷۲ (طبع مکتبہ نزار مصطفی الباز مکۃ المکرمۃ) وکذافی فیض الباری ج:۴ص:۲۶۳ (۲ مطبع مکتبہ حقانیہ پشاور)

''مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ معوذتین اور فاتحہ قرآن کریم کا جزء ہیں اور اگر کوئی شخص ان میں سے کسی کا بھی انکار کرے تو وہ کافر ہو جائے گا اور اس سلسلے میں حضرت ابن مسعودؓ سے جو کچھ منقول ہے وہ صحیح نہیں۔'' (دیکھئے: اردو ترجمہ الاتقان فی علوم القرآن ج:۱ص۲۱۲ (مطبع ادارہ اسلامیات ۱۴۰۲ھ بمطابق ۱۹۸۲ء)

۲:۔علامہ ابن حزم تحریر فرماتے ہیں:۔

وکل ماروی عن ابن مسعود من ان المعوذتین و ام القرآن لم تکن فی مصحفه فکذب موضوع لایصح وانما صحت عنه قراء ۃ عاصم عن زربن حبیش عن ابن مسعود و فیها ام القرآن و المعوذتان. (المحلی لابن حزم ج:۱ ص:۱۳ طبع دمشق و مصر)

''وہ تمام روایات جن میں کہا گیا ہے کہ معوذتین اور سورہ فاتحہ حضرت ابن مسعود کے مصحف میں نہیں تھیں وہ جھوٹی اور من گھڑت ہیں بلکہ ان سے قرأت عاصم ثابت ہے جو زر بن حبیشؒ سے منقول ہے اور اس میں معوذتین بھی ہیں اور فاتحہ بھی''۔

۳:۔امام فخر الدین رازیؒ اور قاضی ابوبکر بن عربیؒ نے بھی اس روایت کو صحیح ماننے سے انکار کیا ہے۔(المحلی لابن الحزم ج:۱ص۱۳ مطبوعہ دمشق سنہ ۱۳۴۷ھ)

۴:۔علامہ بحر العلوم تحریر فرماتے ہیں:۔

فنسبة انکار کونها من القرآن الیه غلط فاحش' و من اسند الانکار الی ابن مسعود فلایعباء بسنده عند معارضة هذه الاسانید الصحیحة بالاجماع والمتلقاة بالقبول عند العلماء الکرام بل والامة کلها کافة فظهر ان نسبة الانکار الی ابن مسعود باطل.

''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو معوذتین کے جزء قرآن ہونے کا منکر بتایا نہایت فحش غلطی ہے اور جس شخص نے اس انکار کی نسبت ان کی طرف کی ہے اس کی سند ان اسانید کے مقابلے میں ناقابل اعتبار ہے جو اجماعی طور پر صحیح ہیں اور جنہیں علمائے کرام بلکہ پوری امت نے قبول کیا ہے۔اس سے واضح ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ کی طرف انکار کی نسبت باطل ہے''۔

(بحر العلوم شرح سلم الثبوت ج:۲ص:۱۲) (فواتح الرحموت ج:۲ص:۱۳ (طبع دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

۵:۔ مصر کے علمائے متاخرین کے سرخیل علامہ زاہد الکوثریؒ لکھتے ہیں:۔

ومن زعم انه لم یکن فی مصحفه الفاتحة والمعوذتان او انه کان یحک المعوذتین فکاذب قصدا او واهم من غیر قصد والمعوذتان موجودتان فی قراء ة ابن مسعود المتواترة عنه بطریق اصحابه و کذلک الفاتحة وقرأته هی قراء ة عاصم المتواترة التی یسمعها المسلمون فی مشارق الارض و مغاربها فی کل حین و فی کل الطبقات وانی یناهض خبر الاحاد الروایة المتواترة...... وقد اجاد ابن حزم الرد علیٰ تقولات المتقولین فی هذا الصدد فی کثیر من مؤلفاته.

''اور جس شخص کا یہ خیال ہو کہ حضرت ابن مسعودؓ کے مصحف میں فاتحہ اور معوذتین نہیں تھیں یا وہ معوذتین کو مصحف سے مٹا دیا کرتے تھے تو وہ شخص یا تو جان بوجھ کر جھوٹ بولتا ہے یا غیر شعوری طور پر وہم میں مبتلا ہے کیونکہ معوذتین اور اسی طرح سورۂ فاتحہ حضرت ابن مسعودؓ کی اس قرأت میں موجود ہیں جو ان کے شاگردوں کی سند سے متواتراً منقول ہے اور ان کی قرأت عاصم کی وہ مشہور قرأت ہے جسے مشرق و مغرب کے تمام مسلمان ہر زمانے اور ہر طبقے میں سنتے چلے آئے ہیں اور یہ اخبار آحاد اس متواتر قرأت کا مقابلہ کیسے کر سکتی ہیں؟ اور علامہ ابن حزمؒ نے اپنی متعدد کتابوں میں اس قسم کے اقوال کی بڑی اچھی تردید کی ہے''۔ (مقالات الکوثری ص:۱۶) (مطبع ایچ ایم سعید)

یہ چند اقوال صرف نمونے کے لئے پیش کئے گئے ہیں ورنہ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے محقق علماء نے ان روایات کو صحیح ماننے سے انکار کیا ہے۔

اس پر یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ حافظ ابن حجرؒ اور علامہ نور الدین ہیثمیؒ نے تصریح کی ہے کہ ان روایتوں کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ (فتح الباری ج:۸ ص:۶۰۳) (فتح الباری ج:۸ ص:۷۴۳) (مطبع دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور) و مجمع الزوائد ج:۷ ص:۱۴۹) (مطبع دار الکتاب العربی بیروت لبنان)

پھر ان روایتوں کو غیر صحیح کیسے کہا جا سکتا ہے؟ لیکن جو حضرات علم حدیث سے واقف ہیں ان پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ صرف راویوں کا ثقہ ہونا کسی روایت کے صحیح ہونے کے لئے کافی نہیں بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ اس میں کوئی علت یا شذوذ نہ پایا جائے۔ تمام محدثین نے ''حدیث صحیح'' کی تعریف میں یہ بات لکھی ہے کہ وہ روایت ہر قسم کی علت اور شذوذ سے خالی ہو۔ چنانچہ اگر کسی روایت میں کوئی علت یا شذوذ پایا جاتا ہو تو راویوں کے ثقہ ہونے کے باوجود اس کو صحیح قرار نہیں دیا جاتا حافظ ابن الصلاحؒ اپنے مقدمے میں تحریر فرماتے ہیں۔

فالحدیث المعلل هو الحدیث الذی اطلع فیه علی علة تقدح فی صحته مع ان الظاهر السلامة منها و یتطرق ذلک الی الاسناد الذی

رجاله ثقات لجامع شروط الصحة من حيث الظاهر و يستعان على ادراكها بتفرد الراوى و بمخالفة غيره له مع قرائن تنضم الى ذٰلك تنبه العارف بهٰذا الشان. (بحواله مقدمة فتح الملهم ج : ا ص : ۵۴)

(فتح الملهم ج : ا ص : ۱۴۶ (طبع مكتبة دار العلوم كراچی)

''پس حدیث معلل وہ حدیث ہے جس میں کوئی ایسی ''علت'' معلوم ہوئی ہو جو اس حدیث کی صحت کو مجروح کرتی ہو باوجودیکہ ظاہری نظر میں وہ حدیث صحیح سالم معلوم ہوتی ہو اور یہ ''علت'' اس سند میں بھی واقع ہو جاتی ہے جس کے راوی ثقہ ہوتے ہیں اور جس میں بظاہر صحت کی تمام شرائط موجود ہوتی ہیں اور اس علت کا ادراک علم حدیث میں بصیرت رکھنے والوں کو مختلف طریقوں سے ہو جاتا ہے' کبھی راوی کو متفرد دیکھ کر اور کبھی یہ دیکھ کر کہ وہ راوی کسی دوسرے راوی کی مخالفت کر رہا ہے اور اس کے ساتھ کبھی دوسرے قرائن بھی مل جاتے ہیں''۔

حدیث کی ایک قسم ''شاذ'' ہے' اس کے راوی بھی ثقہ ہوتے ہیں لیکن چونکہ وہ اپنے سے زیادہ ثقہ راویوں کی مخالفت کرتے ہیں اس لئے ان کی حدیث قبول نہیں کی جاتی۔

لہٰذا جن روایتوں میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی طرف یہ قول منسوب کیا گیا ہے کہ وہ معوذتین کو قرآن کریم کا جزء نہیں مانتے تھے' علامہ نوویؒ اور ابن حزمؒ وغیرہ نے ان کو راویوں کے ثقہ ہونے کے باوجود مندرجہ ذیل تین وجوہ سے قابل قبول نہیں سمجھا:۔

۱:۔ یہ روایتیں معلول ہیں اور ان کی سب سے بڑی علت یہ ہے کہ وہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ان قراٴتوں کے خلاف ہیں جو ان سے بطریق تواتر منقول ہیں۔

۲:۔ مسند احمد کی وہ روایت جس میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ صریح قول نقل کیا گیا ہے کہ: ''انهما ليستا من كتاب الله '' (معوذتین اللہ کی کتاب کا جزء نہیں ہیں) صرف عبدالرحمٰن بن یزید نخعیؒ سے منقول ہے اور کسی نے صراحۃً ان کا یہ جملہ نقل نہیں کیا۔ (دیکھئے: مجمع الزوائد للهيثمي ج :۷ ص : ۱۴۹ ' (مطبع دار الكتاب العربی' بيروت لبنان)(والفتح الربانی ج :۱۸ ص : ۳۵۱ '۳۵۲)(ناشر: احمد عبدالرحمن' البناالساعاتی)

اور متواترات کے خلاف ہونے کی وجہ سے یہ جملہ یقیناً شاذ ہے' اور محدثین کے اصول کے مطابق ''حدیث شاذ'' مقبول نہیں ہوتی۔

۳:۔ اگر بالفرض ان روایتوں کو صحیح مان بھی لیا جائے تب بھی بہر حال یہ اخبار آحاد ہیں اور اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ جو خبر واحد متواترات اور قطعیات کے خلاف ہو وہ مقبول نہیں ہوتی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے جو قراٴتیں تواتر کے ساتھ ثابت ہیں ان کی صحت قطعی ہے لہٰذا ان کے مقابلے میں یہ اخبار آحاد یقیناً واجب الرد ہیں۔

اب صرف ایک سوال رہ جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر یہ روایتیں صحیح نہیں ہیں تو ان ثقہ راویوں نے ایسی بے اصل بات کیونکر روایت کر دی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان روایتوں کی حقیقت یہ ہو سکتی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ معوذتین کو قرآن کریم کا جزء تو مانتے ہوں لیکن کسی وجہ سے انہوں نے اپنے مصحف میں ان کو نہ لکھا ہو۔ اس واقعے کو روایت کرتے ہوئے کسی راوی کو وہم ہوا اور اس نے اسے اس طرح روایت کر دیا گویا وہ انہیں سرے سے جزء قرآن ہی نہیں مانتے تھے حالانکہ حقیقت صرف اتنی تھی کہ معوذتین کو جزء قرآن ماننے کے باوجود انہوں نے اپنے مصحف میں ان کو نہیں لکھا تھا' اور نہ لکھنے کی وجوہ بہت سی ہو سکتی ہیں مثلاً علامہ زاہد الکوثریؒ نے فرمایا ہے کہ: انہوں نے معوذتین کو اس لئے نہیں لکھا کہ ان کے بھولنے کا کوئی ڈر نہ تھا' کیونکہ یہ ہر مسلمان کو یاد ہوتی ہیں۔ (مقالات الکوثری ص:۱۶) مطبع ایچ ایم سعید

اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اپنے مصحف میں سورۂ فاتحہ بھی نہیں لکھی تھی اور امام ابوبکر الانباریؒ نے اپنی سند سے روایت کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ "لو کتبتها لكتبتها مع كل سورة" (اگر میں سورۂ فاتحہ لکھتا تو اسے ہر سورت کے ساتھ لکھتا)۔ امام ابوبکر فرماتے ہیں کہ: اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز میں ہر سورت سے پہلے سورۂ فاتحہ پڑھی جاتی ہے' اس لئے ہر سورت کا افتتاح فاتحہ سے ہونا چاہئے۔ لہٰذا حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ: میں نے اسے نہ لکھ کر اختصار سے کام لیا اور مسلمانوں کے حفظ پر اعتماد کیا۔ تفسیر القرطبی جلد اص ۱۱۵' ۱۱۴ مطبع دار الکتاب العربی للطباعۃ والنشر ۱۳۸۷ھ 1986ء انتشارات ناصر خسرو ایران

بہرکیف! اگر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے مصحف میں سورۂ فاتحہ اور معوذتین تحریر نہ فرمائی ہوں تو اس کی بہت سی معقول توجیہات ہو سکتی ہیں اور ان سے یہ سمجھنا کسی طرح درست نہیں ہے کہ وہ ان کو قرآن کریم کا جزء نہیں مانتے تھے جبکہ ان سے تواتر کے ساتھ پورا قرآن ثابت ہے۔

اس تحقیق کے بعد آپ کے تمام سوالات کا جواب ہو جاتا ہے کیونکہ وہ اس قصے کو صحیح قرار دینے پر مبنی ہے۔

یہ مکتوب احقر نے حضرت والد صاحب مدظلہم کو بھی سنا دیا تھا' انہوں نے بھی اس کی تائید و تصدیق فرمائی۔ واللہ سبحانہ اعلم (فتویٰ نمبر ۹۱۔۷۔۲۴ د)

انما الخمر والمیسر سے
شراب کے نجس حقیقی ہونے پر استدلال

سوال...... فقہاء نے انما الخمر والمیسر سے شراب کے نجس حقیقی ہونے پر استدلال کیا ہے حالانکہ اسی آیت میں مذکور انصاب و ازلام کی نجاست حکمی ہے' بخلاف انما

المشرکون نجس کے اپنے اطلاق سے وہ بھی نجاست حقیقی وحکمی دونوں کو شامل ہے پھر بھی فقہاء مشرکین کے نجس حقیقی ہونے کے قائل نہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب...... حقیقی معنی پر جب تک حمل ممکن ہو مجاز مراد لینا جائز نہیں اور خمر میں ممکن ہے اس لئے اسی پر محمول کیا جائے گا اور پھر یہ حمل متاید بالاجماع ہو گیا اور میسر واز لام وانصاب میں معنی حقیقی کے متعذر ہونے سے مجاز پر حمل کرنا واجب ہوا اور دلیل تعذر کی اجماع ہے البتہ مشرکین میں بعض نجاست حقیقی کے قائل ہوئے ہیں مگر جمہور نے اس کا انکار اس لئے کیا کہ بالاتفاق ایمان لے آنے سے وہ نجاست نہیں رہتی اور ظاہر ہے کہ ایمان لانے سے نہ ماہیت کا تبدل ہوا اور نہ کوئی جرم زائل ہوا اور اگر آیت خمر میں مجاز وحقیقت کے جمع کا اشکال ہو تو وہ اس طرح مرفوع ہو سکتا ہے کہ رجس مذکور کو خمر کی خبر کہا جائے اور انصاب واز لام کی خبر کو محذوف مانا جائے چنانچہ بعض مفسرین نے اسی ترکیب کو اختیار کیا ہے پس جب لفظ رجس متعدد ہو گیا تو حقیقت ومجاز کے درمیان جمع لازم نہ آیا۔ (امداد الفتاویٰ ص ۲۲-۲۳ ج ۵)

وان تظاهرا کے مؤکد کرنے کی وجہ

سوال...... بلاغت کا قاعدہ ہے کہ حال اور مقام کی نسبت سے کلام میں تاکید اور زور ہو ازواج مطہرات میں سے اگر کسی سے غلطی اور انکشاف راز ہو گیا تھا تو فقط تادیب وتنبیہ کافی تھی اس بیان کی کیا ضرورت تھی کہ اللہ جبریل صالح المومنین اور ملائکہ آنحضورؐ کے مددگار ہیں؟

جواب...... گو بظاہر یہ قصہ سرسری معلوم ہوتا ہے لیکن اگر اس کے آثار میں غور کیا جائے تو مہتم بالشان ہے اسی لئے ان تاکیدوں کی ضرورت ہوئی تفصیل مقام کی یہ ہے کہ یہ امر گویا باعتبار اس کے کہ اصل مقتضی اس کا حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے قبیح نہیں لیکن چونکہ اس میں دوسروں کی حق تلفی اور اذیت رسولؐ کے ساتھ دل شکنی لازم آتی ہے اور یہ قبیح ہے اور جو قبیح کو لازم کرے وہ قبیح ہوتا ہے اس اعتبار سے قبیح موجب توبہ اور محل اہتمام ہوا اور حاصل............ فان اللہ ھو مولاہ کا یہ ہے کہ تمہاری ان سازشوں سے آپ کا کوئی ضرر نہیں بلکہ تمہارا ہی ضرر ہے کیونکہ جس شخص کے لئے ایسے حامی ہوں اس کے خلاف مزاج کارروائیاں کرنے میں اپنا ہی برا ہے پس جملہ فان اللہ ھو مولاہ سے یہ مقصود نہیں کہ اس واقعہ خاص میں یہ لشکر تم پر چڑھ آئے گا اور بظاہر منشا اشکال کا سائل کو یہی ہوا بلکہ مطلب یہ ہے کہ آپ کی فی نفسہ ایسی شان ہے کہ اللہ تعالیٰ جبرئیل صالح المومنین اور فرشتے آپ کے مددگار ہیں اور ایسی شان والے کے خلاف طبیعت کوئی کام کرنا قبیح ہے۔ (امداد الفتاوی ص ۲۲ ج ۵)

قرآن کے بعض ظاہری معنی متروک ہوتے ہیں

سوال......کوئی آیت جس کے ظاہر معنی متروک ہوں بیان فرمائیں؟

جواب...... حتیٰ تنکح زوجا غیرہ اس سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ صرف نکاح کر لینے سے "مطلقہ ثلاثہ عورت" پہلے شوہر کے لئے حلال ہو جاتی ہے اور وطی کی شرط نہیں چنانچہ یہی حکم سعید بن مسیب کے نزدیک ہے اور متواتر حدیث سے ثابت ہوا کہ قتل خطا کی دیت قاتل کے مال میں واجب ہوتی ہے عاقلہ پر واجب نہیں ہوتی' جیسا خوارج کا مذہب ہے تو ایسے ظاہر معنی پر تمسک کرنا عذر نہیں' اور یہ خطاء اجتہادی ہرگز معاف نہیں' اس واسطے کہ یہ خطا اجتہاد کے محل میں نہیں' اور جب ایسے محل میں خطا واقع ہو کہ وہ اجتہاد کا محل نہ ہو تو ایسی خطا عذر کے قابل نہیں' نہ مجتہد کے حق میں اور نہ غیر مجتہد کے حق میں۔ (فتاویٰ عزیزی ص ۱۱۵۔۱۱۶ ج ۲)

اللہ کو وکیل کیسے بنایا جائے؟

سوال...... لآالٰہ الا ھو فاتخذہ وکیلاً یہ ارشاد فرمائیں کہ اس کو وکیل کیسے بنایا جائے؟

جواب......اپنے معاملات کو اللہ کے سپرد کر دیا جائے اور دل سے پورا بھروسہ رکھے کہ میرا حقیقی کارساز وہی ہے' جس طرح چاہے وہ کام بنا دے' ظاہرا اسباب موثر حقیقی نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۰ ج ۱۱)

اور ہجر جمیل کیا ہے؟

سوال......واھجرھم ھجرا جمیلا کا کیا مطلب ہے؟ رہبانیت یا کچھ اور؟

جواب......اپنے حقوق کا مطالبہ نہ کرے درگزر کرنے انتقام نہ لینے سے اس پر بخوبی عمل ہو سکتا ہے' ایسے موقع پر جواب نمبر ایک کو ملحوظ رکھا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۰ ج ۱۱)

حضرت یوسف کتنے خوبصورت تھے؟

سوال......ایک مولوی صاحب نے کہا کہ کہیں بھی یہ لکھا ہوا نہیں کہ حضرت یوسف بہت خوبصورت تھے؟

جواب......آیت کریمہ جس کا ترجمہ درجہ ذیل ہے۔ آپ کے بہت خوبصورت ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ "ماھٰذا بشراً ان ھٰذا الا ملک کریم" یہ شخص ہرگز آدمی نہیں یہ تو کوئی بزرگ فرشتہ ہے۔ (خیر الفتاوی ص ۳۲۱ ج ۱)

حضرت یوسف علیہ السلام اور زلیخا کے نکاح کی تحقیق

حضرت یوسف علیہ السلام اور زلیخا کے درمیان عقد نکاح ہوا تھا یا نہیں؟

جواب:۔ حضرت یوسف علیہ السلام جب شاہ مصر کے ہاں گئے تو عزیز مصر کی بیوی کے

ساتھ پیش آنے والا واقعہ کی صفائی کے بعد شاہ مصر نے آپ کو اپنے خواص میں نمایاں جگہ دی اور پھر عزیز مصر کے انتقال کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کو اس کے منصب پر فائز کیا اور اس کی بیوی (جس کا نام بعض مفسرین نے زلیخا بتایا ہے) کا نکاح حضرت یوسفؑ کے ساتھ کر دیا۔ چونکہ عزیز مصر نامرد تھا اس لیے زلیخا اس وقت تک باکرہ ہی رہی۔ پھر زلیخا سے حضرت یوسف علیہ السلام کے تین بچے پیدا ہوئے جن کے نام افرائم، میشا اور رحمت ہیں۔

قال البغویؒ: عن ابن اسحٰقؒ قالواثم ان قطفیرای عزیز مصر ھلک فی تلک اللیالی فزوج الملک لیوسف راعیل امرأۃ قطفیر فلما دخل علیھا قال الیس ھٰذا خیراً ماکنت تریدین مقی قالت ان العزیز کان لایأتی النساء.....فقرب منھا یوسف فوجدھا عذراء. (معالم التنزیل ج ۲ ص ۴۳۳)

حضرت یوسف علیہ السلام کے حیلے کی حقیقت

سوال:۔ سورۃ یوسف آیت نمبر ۷۰ میں ہے کہ ثم اذن مؤذن ایتھا العیر انکم لسارقون اس میں یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو چور ٹھہرایا گیا ہے جو دراصل بے گناہ تھے اور سورۂ نساء آیت میں ارشاد ربانی ہے۔ ومن یکسب خطیئۃ او اثماً ثم یرم بہ بریئاً فقد احتمل بھتاناً واثماً مبیناً اس آیت سے بے گناہ پر الزام لگانا گناہ معلوم ہو رہا ہے لہٰذا یوسف علیہ السلام نے کیوں ایسا کام کیا؟

الجواب:۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی کو اپنے پاس رکھنے کا جو طریقہ اختیار کیا تھا وہ وحی الٰہی کے تابع تھا۔ جس کی بعد میں اللہ تعالیٰ نے کذلک کدنا لیوسف کے ساتھ تعبیر کر کے تحسین بھی فرمائی۔ لہٰذا اس میں حضرت یوسف علیہ السلام پر کوئی الزام عائد نہیں ہوتا۔

لما قال احمد الصاویؒ: کذلک کدنا لیوسف علمناہ الاحتیال. ای فماوقع من یوسف فی تلک الواقعۃ بوحی من اللہ تعالیٰ و حینئذفلایقال کیف نادیٰ علیٰ اخوتہ بالسرقۃ واتھمھم بھا مع انھم بریئون . (تفسیر صاوی ج ۲ ص ۲۵۲ سورۃ یوسف)

قال القرطبیؒ: ثم مات قطفیرای عزیز مصر فزوجہ الولید بزوجۃ قطفیر راعیل فدخل بھا یوسف فوجدھا عذراء وولدت لہ والدین الخ. (احکام القرآن ج ۵ ص ۲۱۸ سورۃ یوسف) ومثلہ فی تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۴۸۲۔

وقال الحافظ ابن کثیر و ھٰذا من الکید المحبوب المراد الذی یحبہ اللہ و یرضاہ لما فیہ من الحکمۃ والمصلحۃ المطلوبۃ الخ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۴۸۵ سورۃ یوسف) ومثلہ فی تفسیر جامع البیان للطبری ج ۸ ص ۲۴ سورۃ یوسف۔ فتاویٰ حقانیہ ج ۲ ص ۱۴۴

سورۂ فاتحہ میں چھ آیات ہیں یا سات؟

سوال...... سورۂ فاتحہ میں سات آیات تحریر ہیں، مگر شمار کرنے سے صرف چھ آیات ہیں جیسے سورۂ اخلاص میں چار آیات لکھی ہیں اور لم یولد کے بعد ط بھی بنا ہے اگر اس کو شمار کیا جائے تو پانچ آیات ہیں۔ اگر بسم اللہ کو سورۂ فاتحہ کا جز قرار دیا جائے، اور بسم اللہ بھی آیت شمار کی جائے مگر نماز میں کوئی نمازی اگر بسم اللہ نہ پڑھے تو نماز ہو جاتی ہے اور اگر سورۂ فاتحہ نہ پڑھے محض سورت پڑھے تو نماز ناقص ہوتی ہے؟

جواب...... حنفیہ کے نزدیک بسم اللہ جز فاتحہ نہیں بغیر اس کے بھی سات آیات ہیں، سورۂ اخلاص میں خود اختلاف ہے بعض چار آیات مانتے ہیں بعض پانچ کذافی الجلالین. (فتاویٰ محمودیہ ص۲۶ ج۱)

ارض کی جمع قرآن کریم میں کیوں نہیں؟

سوال...... قرآن کے اندر زمین ''ارض'' کے متعلق جمع کا لفظ وارد نہیں، اور آسمان کے لئے آیا ہے۔ کیا زمین کے لئے طبقات نہیں ہیں؟ جیسے سات طبقات آسمان کے ہیں؟

جواب...... سات زمین ہونا حدیث سے صراحۃً ثابت ہے اور قرآن میں بھی ہے و من الارض مثلهن اس کی تفسیر جلالین شریف میں اس طرح ہے سبع ارضین سات اجزاء نہیں بلکہ سات طبق آسمانوں کی طرح ہیں بعض روایات میں ہر زمین کے کچھ حالات بھی علاحدہ علاحدہ منقول ہیں۔

جمع کا لفظ ذکر نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ لفظ فصیح نہیں اور قرآن کریم میں اعلیٰ درجہ کے فصیح الفاظ آئے ہیں غیر فصیح نہیں آئے نیز لفظ ارض اسم جنس ہے قلیل و کثیر سب کے لئے مستعمل ہے اور بعض کا قول ہے کہ لفظ ارض خود جمع ہے جس کا واحد نہیں آتا۔ (فتاویٰ محمودیہ ص۲۷ ج۱)

قرآن میں سائنس کی بحث

سوال...... ایک شخص کا یہ خیال ہے کہ قرآن کا نزول اس لئے ہوا کہ اخروی سعادت اور نجات حاصل ہو سکے مگر قرآن سائنس اور مادیات کی تعلیم دینے والی کتاب نہیں، کائنات کے بارے میں قرآن نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ ضمناً ہے یا تو توحید و رسالت کے بیان کے لئے یا دوسرے عقائد اسلامی آخرت وغیرہ کے استدلال کے لئے، کیا یہ صحیح ہے؟

جواب...... فیض الباری میں بھی اسی کے قریب ہے، مثلاً اس میں ہے کہ آسمان حرکت کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے، چاند، سورج اور تاروں کی حرکت نظر آتی ہے۔ قرآن پاک نے اس ظاہری ہیئت کا تذکرہ

فرمایا ہے۔"والشمس تجری لمستقرلها ذلک تقدیر العزیز العلیم و کل فی فلک یسبحون اس سے بحث کرنا کہ زمین متحرک ہے یا آسمان زائد از ضرورت ہے بلکہ ظاہری ہیئت سے جو عبرت حاصل کی جا سکتی ہے اور خالق کی طرف رہنمائی حاصل ہو سکتی ہے اس پر اکتفا کیا گیا ہے اور زمین و آسمان کی حرکت کے متعلق جو بھی اہل سائنس کی تحقیق ہے اس پر کوئی قطعی دلیل نہیں اس لئے کہ آئے دن تحقیقات بدلتی رہتی ہیں اور یہ سب ظن وتخمین پر ہے۔ نہ کہ علم ویقین پر ورنہ تبدل نہ ہوتا......

دوسرا ہے مقصد معرفت خالق اور اس کی اطاعت' اس سے یہ سائنس داں طبقہ بہت دور اور محروم ہے' وہ عامۃً خالق ہی کا منکر ہے پھر تو یہ سائنس وبال جان ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص۲۲ ج۱)

اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر کا مطلب

سوال......امت کی شفاعت صرف رسول اللہ علیہ السلام فرمائیں گے یا اصحاب کبارؓ بھی شفاعت کر سکیں گے اور صحابہؓ کی تابع داری میں کیا فائدہ ہے؟ اور ان کی عداوت میں کیا نقصان ہے؟

جواب......امور دنیا و آخرت میں شفاعت سے یہ مراد ہے کہ گناہوں اور فعل حرام کی معافی کے لئے سوال کیا جائے اور لغۃً شفاعت کا لفظ عام ہے۔ شفاعت جرمی وذنوبی دونوں کو شامل ہے۔ شفاعت جرمی ایک دوسرے شخص کے بارے میں اور تابع متبوع کے حق میں کر سکتا ہے اور شفاعت ذنوبی کسی وسیلہ کے واسطے سے اور بلا واسطہ بھی پیغمبر علیہ السلام فرمائیں گے اور آنحضرت کی شفاعت کے لئے مرید کے لئے مرشد واسطہ ہو سکے گا اور متعلم کے واسطہ استاد شفاعت کا واسطہ ہو سکے گا۔

اور صحابہ کرام کی تابع داری نص سے ثابت ہے۔ مثلاً اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم اور حدیث صحیح میں ہے۔ اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم. تو جو لوگ صحابہؓ کی تابعداری کریں گے وہ لوگ سیدھی راہ پائیں گے اور جو ان سے عداوت رکھیں گے ان کے بارے میں یہ ثابت ہے کہ وہ لوگ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ (فتاویٰ عزیزی ص۲۹ ج۱)

عبادت اور اطاعت میں فرق

سوال......آیت وماخلقت الجن والانس الالیعبدون کے سلسلہ میں بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ عبادت انسان وجنات کی امتیازی خصوصیت ہے اور باقی مخلوقات اطاعت کرتی ہیں تو کیا عبادت اور اطاعت کی حقیقت الگ الگ ہے؟

جواب......عبادت غایت تذلل کے ساتھ تعظیم حسب الامر صرف اللہ تعالیٰ کی کی جاتی ہے۔

ایاک نستعین اطاعت ''بات ماننا'' دوسروں کی بھی کی جاتی ہے۔ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول واولی الامر منکم عبادت اخص مطلق ہے اور اطاعت اعم مطلق ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۶ ج ۱۶)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ کس چیز میں ہے؟

سوال.....سورۂ مزمل میں نبی علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہے۔ انآ ارسلنآ الیکم رسولاً شاھداً علیکم کمآ ارسلنآ الیٰ فرعون رسولاً تو کس امر میں حضرت موسیٰ کے ساتھ تشبیہ ہے؟

جواب.....موسیٰ علیہ السلام کی بعثت فرعون کی تکذیب' پھر اس کے ہلاک ہونے کا قصہ اہل مکہ کے نزدیک مشہور تھا اسی بنا پر فرمایا کہ اگر تم بھی اسی طرح رسول برحق کی تکذیب کرو گے تو عذاب کے منتظر رہو۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۳۲ ج ۱)

نبوت خضر علیہ السلام

سوال:۔ خضر علیہ السلام نبی تھے یا ویسے اللہ تعالیٰ کے کوئی نیک بندے تھے؟

جواب:۔ حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت و رسالت اور ولایت میں اختلاف ہے۔ بعض علماء کے نزدیک وہ اللہ تعالیٰ کے ولی اور نیک بندے تھے' اور بعض دیگر حضرات کا قول یہ ہے کہ وہ نبی تھے جس پر وہ مختلف شواہد اور دلائل پیش کرتے ہیں۔

لماقال الحافظ ابن کثیرؒ: تحت قوله تعالیٰ: وما فعلته عن امری. و فیه دلالة من قال بنبوة الخضر علیه السلام وقال آخرون کان رسولاً و قیل بل کان ملکاً و ذهب کثیرون الیٰ انه لم یکن نبیاً بل کان ولیاً فالله اعلم. (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۹۹ سورۃ الکہف آیت نمبر ۸۲) وقال الرازی رحمه الله : قال الاکثرون ان ذٰلک العبد کان نبیاً واحتجو علیه بوجوه الخ . (تفسیر کبیر ج ۲۱ ص ۱۴۸ سورة الکهف آیت نمبر ۶۵) وقال القرطبی رحمه الله: والخضر نبی عندالجمهور و قیل هو عبد صالح غیر نبی والآیة تشهد بنبوته لان بواطن افعاله لاتکون الابوحی. (تفسیر احکام القرآن للقرطبی ج ۱۱ ص ۱۶ سورۃ الکہف آیت نمبر ۶۵)

وقال ابو حیان الاندلسی رحمه الله :والجمهور علیٰ ان الخضر نبی وکان علمه معرفته بواطن قد او حیت الیه الخ. (تفسیر البحرالمحیط ج ۶ ص ۱۴۷ سورة الکهف آیت نمبر ۶۵) (فتاویٰ حقانیه ج ۲ ص ۱۴۸)

خنزیر اور میتہ کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے

سوال..... خنزیر اور مردار کا گوشت دونوں حرمت میں برابر ہیں یا کچھ فرق ہے؟ مثلاً ایک مسلمان خنزیر کے گوشت کی تجارت کرتا ہے اور دوسرا مردار کے گوشت کی تو دونوں گناہ میں برابر ہیں یا کم وبیش؟

جواب..... دونوں کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے بلکہ ایک ہی طریق سے ایک ہی آیت میں دونوں کی حرمت مذکور ہے۔ قل لا اجد فی مآ اوحی الی محرما علی طاعم یطعمه الا ان یکون میتة او دما مسفوحاً او لحم خنزیر پس دونوں کے گوشت کی تجارت کرنے والے برابر درجہ کے گنہگار ہوں گے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۷۳ ج ۶)

ایک آیت کی غلط تفسیر کی نشاندہی

سوال..... ایک جگہ "احسب الناس" کی تفسیر میں ہے اور کچھ لوگ دردناک اذیتوں سے دوچار ہوئے تو پست ہمت ہو کر کفار کے آگے گھٹنے ٹیک دیئے' کیا یہ تفسیر صحیح ہے؟

جواب..... یہ جملہ واقعی وحشتناک اور سوئے ادبی ہے' ہمیں صحابہ کی ایسی جماعت کا علم نہیں جنہوں نے علانیہ اظہار اسلام کیا ہو اور پھر اذیتوں کے سبب برگشتہ ہوئے ہوں۔ (فتاویٰ خیر الفتاریٰ ص ۲۵۵ ج ۱)

آیت ان الله و ملئکته سے درود کا حکم

سوال..... زید یہ کہتا ہے کہ خطبہ کے علاوہ جب یہ آیت ان الله و ملئکته پڑھی جائے تو درود شریف پڑھنا زبان سے واجب ہے' عمر کہتا ہے کہ نہیں ایسے صیغے امر کے قرآن شریف میں بہت ہیں۔ وارکعوا مع الراکعین آتوا الزکوٰة ان سے یہ مراد نہیں کہ جب یہ آیتیں پڑھی جائیں جب ہی رکوع یا زکوٰۃ واجب ہوتی ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب وقت آئے اسی طرح نام مبارک آئے تب درود واجب ہوتا ہے' صرف آیت کے پڑھنے سے نہیں پس شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب..... اس صیغہ امر کی وجہ سے عمر میں ایک مرتبہ درود شریف پڑھنا فرض ہے۔ بالاتفاق اور جب اس آیت کو سنے یا کسی اور طرح اسم مبارک کو سنے تو اس وقت واجب ہے' کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سن کر درود شریف نہ پڑھنے پر احادیث میں وعید آئی ہے اسی کو امام طحاوی نے اختیار کیا ہے اور امام کرخی کے نزدیک اگر ایک مجلس میں متعدد مرتبہ ذکر آئے تو ہر مرتبہ واجب نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۳۸ ج ۱۲)

دوران تلاوت چھینک کے وقت الحمدللہ کہنا

سوال..... تلاوت کرتے ہوئے چھینک آنے پر الحمدللہ اور جمائی آنے پر لاحول ولاقوۃ پڑھا جائے گا یا نہیں؟

جواب..... صورت مسئولہ میں تلاوت جاری رکھی جائے .... یعنی نہ الحمد للہ کہے نہ لاحول پڑھے' بس تلاوت کرتے رہے تاتارخانیہ میں ہے کہ ایک شخص تلاوت کررہا ہے اسی درمیان اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سنا' تو ناطفی'' فرماتے ہیں کہ اس پر صلاۃ وسلام واجب نہیں کیونکہ قرأت درودو سلام سے افضل ہے پھر جب تلاوت سے فارغ ہو تو بہتر ہے کہ صلاۃ وسلام کہے نہ کہے تب بھی لاباس بہ تو چھینک کے جواب الحمد للہ کہنا اور جمائی کے مقابلے میں حوقلہ پڑھنا یہ صلاۃ وسلام سے کمتر ہے' تو بدرجہ اولیٰ تلاوت چھوڑ کر ان کو نہیں کہا جائے گا۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

شیطان کی مہلت اور قیامت میں اس کا حشر

سوال..... کیا شیطان کو قیامت آنے تک مہلت دی گئی ہے؟ قیامت کے روز اس کا کیا حشر ہو گا؟ کیا وہ توبہ کرنے کے بعد بخشا جا سکتا ہے؟ شیطان نے بہت چالاکی سے دعا کی تھی جس روز مردے قبر سے اٹھیں گے اس روز تک کے لئے مجھے مہلت دے دو (تاکہ موت سے بچا رہوں) وہاں سے جواب میں فرمایا گیا جس دن نفخ صور ہوگا' جس سے سب مر جائیں گے اس روز تک مہلت دے دی گئی (نفخ صور کے دن سب کی موت کے ساتھ تجھے بھی موت آئے گی' موت سے چھٹکارا نہ ملے گا) اس کو توبہ کی توفیق نہیں ہوگی' وہ لعنت کے ساتھ رہے گا' جہنم میں جائے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۲ ج ۱)

شیطان نے حضرت آدمؑ کو کیسے بہکایا؟

سوال..... حضرت آدمؑ کو بہکانے کے لئے شیطان جنت میں کیسے داخل ہوا؟ جبکہ شیطان کا داخلہ جنت میں ناممکن ہے۔ جواب..... اس میں ایک قول یہ ہے کہ شیطان کے لئے جنت سے نکل جانے کا فیصلہ تو ہو چکا تھا مگر اس کا نفاذ نہیں ہوا تھا اس لئے اس کو موقعہ مل گیا ایک قول یہ۔ ہے کہ اس نے وسوسہ ڈالا اس کے لئے وہاں موجود ہونا ضروری نہیں تھا دور سے بھی وسوسہ ڈال سکتا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۲ ج ۱۸)

آیت وشاورھم فی الامر اور جمہوریت کا تصور

سوال..... وشاورھم فی الامر فاذا عزمت فتوکل علی اللہ آیت کریمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے یا عام؟ جمہوریت کسے کہتے ہیں؟ اسلام میں اس کی کیا حیثیت ہے؟

جواب..... اس آیت میں اصل خطاب حضرت نبی کریم کو ہے' پھر آپ کے اتباع میں ضمناً اوروں کو ہے' نیز وشاورھم میں جو ضمیر ہے اس کا مصداق بھی سب صحابہ نہیں بلکہ مخصوص اہل الرائے ہیں جن کی اصابت رائے کا تجربہ ہوتا رہا ہے نیز الامر کا مصداق بھی خاص امر ''الحرب'' ہے بہذا اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ ہر کام میں ہر ایک سے مشورہ ضروری ہے۔ صحیح نہیں خود نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء راشدین سے بہت سے اجتماعی کاموں میں محض اپنی رائے پر عمل کرنا ثابت ہے نیز مشورہ کے بعد بھی ہر مشورہ کا قبول کرنا ضروری نہیں بلکہ امیر کے لئے سب کے مشوروں کو رد کر کے اپنی صواب دید پر عمل کرنا بھی ثابت ہے۔

۲۔ آج کل جمہوریت کا مفہوم یہ ہے کہ ہر بالغ مرد عورت' خواندہ ناخواندہ' عاقل' سفیہ ' کو ووٹ دینے کا حق ہے اور ان کے ووٹوں کی اکثریت سے سربراہ حکمراں تجویز کیا جاتا ہے۔ اسلام میں اس جمہوریت کا کہیں وجود نہیں' نہ کوئی سلیم العقل اس کے اندر خیر تصور کرتا ہے' ظاہر ہے کہ اکثریت نادانوں کی اور جاہلوں کی ہے وہ لوگ ایسے ہی شخص کو ووٹ دیں گے جس کے ذریعہ ان کی خواہشات پوری ہونے کی توقع ہو اور یہ یقین ہے کہ ان کی خواہشات میں شر کا غلبہ ہے تو شر پھیلانے والے سربراہ کا انتخاب کون سی عقل کی بات ہے؟ اس ملک کی سیاہ بختی کا کیا ٹھکانہ' جہاں کی سربراہی کا معیار اہلیت و دلائل سے ہٹ کر عوام کالا کانعام کی کثرت رائے پر رکھ دیا جائے۔ (فتاوی محمودیہ ص ۵۲۷۔۵۲۸ ج ۱)

بعض آیات میں وارد ہمزہ پڑھنے کا طریقہ

سوال...... سورہ بقرہ رکوع ۱۴ میں ہے **ثم اضطرہ** بعض ہمزہ کو حذف کر کے میم کو ضاد کے ساتھ ملا کر پڑھتے ہیں اور بعض ہمزہ کو ثابت کر کے پڑھتے ہیں سوال یہ ہے کہ کون سا صحیح ہے؟

جواب...... یہ ہمزہ وصل نہیں' بلکہ واحد متکلم کا ہے' اس لئے یہ ساقط نہیں ہوگا' بلکہ ثابت رہے گا۔

سوال...... سورہ مائدہ رکوع ۱۴ میں ہے **ثم اصبحوا بها** میں بعض ہمزہ کے حذف اور بعض اثبات کر کے پڑھتے ہیں کون سا صحیح ہے؟

جواب...... یہ ہمزہ باب افعال کا ہے' جو کہ قطعی ہے' وصلی نہیں' اس لئے یہ بھی ثابت رہے گا۔

سوال...... سورہ مائدہ میں **ان لا تعدلوا** میں بعض حالت وصل میں **اعدلوا** اور بعض وقف کر کے اعدلوا پڑھتے ہیں کون سا صحیح ہے اور کون غلط ؟

جواب...... یہ ہمزہ ساقط نہیں ہوگا' باقی رہے گا۔

سوال...... سورہ طٰہٰ میں **من آیتنا الکبریٰ اذهب** میں بعض ہمزہ کو حذف کر کے نون قطنی لگا کر پڑھتے ہیں اور بعض ہمزہ کو ثابت رکھ کر پڑھتے ہیں۔

جواب...... نون قطنی تو تنوین کی حالت میں آتا ہے وہ یہاں موجود نہیں ہے اس لئے نون قطنی تو یہاں غلط ہے' اس کی کوئی صورت ہی نہیں اگر الکبریٰ پر وقف کیا جائے تو اذهب کا ہمزہ پڑھا جائے گا وصل کی حالت میں ساقط ہو جائے گا۔

سوال...... سورہ حج میں **ذلکم النار** میں بعض وقف کر کے پڑھتے ہیں اور بعض ذلکم

النار پڑھتے ہیں، کون سا جائز ہے؟

جواب...... یہاں وصل بھی صحیح ہے، اس صورت میں النار کا ہمزہ ساقط ہو جائے گا۔ اور ذلکم کے میم پر ضمہ آئے گا۔ وقف کرنا زیادہ اچھا ہے اس صورت میں ذالکم کے میم پر سکون ہوگا اور النار کا ہمزہ پڑھا جائے گا قرآن کریم کو قواعد کے موافق پڑھنا چاہئے اپنی طرف سے اس میں کچھ نہ کیا جائے یہ خطرناک ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص۲۴۔ ۲۶ ج۱۸)

حدیث کی کتابوں کو بلا وضو چھونا

سوال...... تفسیر قرآن پاک، اور حدیث کی کتب بخاری، مشکوٰۃ وغیرہ کو بغیر وضو کے چھو کر پڑھا جا سکتا ہے یا نہیں؟ جواب...... تفسیر میں غیر قرآن زیادہ ہو تو اس کو بلا وضو ہاتھ لگانا جائز ہے مگر جہاں قرآن لکھا ہے وہاں ہاتھ نہ لگایا جائے حدیث کی کتابوں کو بلا وضو ہاتھ لگانا جائز ہے گو کراہت سے خالی نہیں۔ (احسن الفتاوی ص ۲۷ ج ۲)

قرآن شریف کا بلا وضو کافر کا ہاتھ لگنا کیسا ہے

ایک شخص نے سوال کیا کہ قرآن شریف کو کافر کا ہاتھ لگنا کیسا ہے؟ فرمایا ظاہراً تو کچھ حرج معلوم نہیں ہوتا کیونکہ کفار مکلّف فرع کے نہیں ہیں۔ گو ادب کے خلاف ہے کہ مسلمان قرآن شریف کو کافر کے ہاتھ میں دے دے۔ پھر ذرا دیر کے بعد فرمایا کہ اس کی دلیل بھی سمجھ میں آ گئی وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا والا نامہ ہرقل کے پاس جب گیا تو اس کے ہاتھ میں دے دیا گیا حالانکہ اس میں آیت بھی لکھی ہوئی تھی۔ **قل یااھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمة** (الآیہ) اور یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ آیت کے ساتھ اور مضمون بھی تھا کیونکہ اور مضمون بہت ہی تھوڑا تھا جو قابل شمار نہیں ہو سکتا اور ظاہر ہے کہ ہرقل باوضو نہ تھا بلکہ عجب نہیں کہ جنب بھی ہو اس سے ثابت ہوا کہ کافر کا ہاتھ بلا وضو لگنا جائز ہے ہاں بلا ضرورت طبیعت اس کو گوارا نہیں کرتی۔ (حسن العزیز ج۴ ص ۲۷۵) (اشرف الاحکام ص ۶۰)

آسمانی کتابوں کی زبان

سوال...... توریت، زبور، انجیل اور صحف ابراہیم وموسیٰ کس زبان میں تھے؟

جواب...... نزول ہر کتاب کا عربی زبان میں ہوا، پھر ہر رسول نے اس کتاب کو اپنی قوم کی زبان میں ترجمہ کیا اور اس کو سمجھایا، قیامت کو سب کی زبان سریانی ہوگی، پھر لوگ جنت میں داخل ہوں گے ان کی زبان عربی ہو جائے گی۔ کذا فی تفسیر ابن کثیر ج۳ الیواقیت والجواہر ج۱ ۹۴ ۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۸ ج ۱۷)

ایسے تعلیم یافتہ کی امامت جو حروف کو صحیح مخارج سے ادا نہ کر سکے

سوال...... ایک اچھا پڑھا لکھا شخص مسجد میں نماز پڑھاتا ہے قدرتی مرض اور عذر کی وجہ سے بعض

حروف کی ادائیگی نہیں ہوتی مثلاً ”اس“ کی جگہ ”چ“ معلوم ہوتی ہے تو اس مسئلہ کی آپ تفصیل فرمائیں؟

جواب...... مفتیٰ بہ قول یہی ہے کہ ایسے معذور شخص کی امامت غیر معذور کے حق میں صحیح نہیں ہے ہاں جن الفاظ کو ادا نہیں کر پاتا ان الفاظ کے علاوہ کی سورتیں اور آیتیں پڑھے تو مقتدیوں کی نماز میں کوئی حرج نہیں ہے یعنی سورہ فاتحہ اور جو سورت یا آیات پڑھی جائیں اور ان میں وہ الفاظ نہ ہوں جو ادا نہیں ہو سکتے تو مقتدیوں کی نماز بھی درست ہو جائے گی۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۵۳ ج ۱)

القرآن ریسرچ سینٹر تنظیم کا شرعی حکم

سوال...... مولانا صاحب! آج کل ایک نیا فتنہ قرآن سینٹر کے نام سے بہت زوروں پر ہے اس کا بانی محمد شیخ انگلش میں بیان کرتا ہے اور ضروریات دین کا انکار کرتا ہے۔ ہم اس انتظار میں تھے کہ ”آپ کے مسائل اور ان کا حل“ میں آپ کی کوئی مفصل تحریر شائع ہوگی، مگر آپ کے مسائل میں ایک خاتون کے سوال نامہ کے جواب میں آپ کا مختصر سا جواب پڑھا اگر چہ وہ تحریر کسی حد تک شافی تھی مگر اس سلسلہ کی تفصیلی تحریر کی اب بھی ضرورت ہے۔ اگر آپ نے ایسی کوئی تحریر لکھی ہو یا کہیں شائع ہوئی ہو تو اس کی نشاندہی فرمادیں یا پھر از راہ کرم امت مسلمہ کی اس سلسلے میں راہنمائی فرماویں۔

جواب...... آپ کی بات درست ہے ”آپ کے مسائل اور ان کا حل“ میں میرا نہایت مختصر سا جواب شائع ہوا تھا اور احباب کا اصرار تھا کہ اس سلسلے میں کوئی مفصل تحریر آنی چاہئے چنانچہ میری ایک مفصل تحریر ماہنامہ ”بینات“ کراچی کے ”بصائر و عبر“ میں شائع ہوئی ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسے افادۂ عام کے لئے قارئین کی خدمت میں پیش کر دیا جائے، جو حسب ذیل ہے۔

”مسلمانان ہندوستان کی دلی خواہش اور چاہت تھی کہ ایک ایسی آزاد ریاست اور ملک میسر آجائے جہاں مسلمان آزادی سے قرآن و سنت کا آئین نافذ کر سکیں اور انہیں دین اور دینی شعائر کے سلسلے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو، چونکہ مسلمانوں کا جذبہ نیک تھا اس لئے اس میں جوان، بوڑھے، عوام و خواص اور عالم و جاہل سب برابر کے متحرک و فعال تھے۔ بالآخر لاکھوں جانوں اور عزتوں کی قربانی کے بعد ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو ایک مسلم ریاست کی حیثیت سے پاکستان معرض وجود میں آگیا۔ قیام پاکستان کا مقصد اسلامی نظام حکومت یعنی حکومت الٰہیہ کا قیام باور کرایا گیا تھا جس کا عنوان تھا ”پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ“ اور یہ ایسا نعرہ تھا جس کے زیر اثر تمام مسلمان مر مٹنے کے لئے تیار تھے حتیٰ کہ وہ مسلمان جن کے علاقے تقسیم ہند کے بعد ہندوستان کی حدود میں آتے تھے وہ بھی اس کے قیام میں پیش پیش تھے لیکن اے بسا آرزو کہ خاک شدہ ”مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی“ کے مصداق آج نصف صدی سے زیادہ عرصہ گزرنے کے باوجود بھی پاکستانی مسلمانوں کو اسلامی نظام حکومت نصیب نہیں ہوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

الٹا پاکستان روز بروز مسائلستان بنتا چلا گیا' اس میں مذہبی سیاسی روحانی غرض ہر طرح کے فتنے پیدا ہوتے چلے گئے ایک طرف اگر انگلینڈ میں مرتد رشدی کا فتنہ رونما ہوا تو دوسری طرف پاکستان میں یوسف کذاب نام کا ایک بدباطن دعویٰ نبوت لے کر میدان میں آ گیا اسی طرح بلوچستان میں ایک ذکری مذہب ایجاد ہوا جس نے وہاں کعبہ اور حج جاری کیا' یہاں رافضیت اور خارجیت نے بھی پر پرزے نکالے یہاں شرک و بدعات والے بھی ہیں اور طبلہ و سارنگی والے بھی اس ملک میں ایک گوہر شاہی نام کا ملعون بھی ہے جن کے مریدوں کو چاند میں اس کی تصویر نظر آتی ہے

اور خود اس کو اپنے پیشاب میں اپنے مصلح کی شبیہ دکھائی دیتی ہے' اس میں ایک بدبخت عاصمہ جہانگیر بھی ہے جو تحفظ حقوق انسانیت کی آڑ میں کتنی لڑکیوں کی چادر عفت کو تار تار کر چکی ہے۔

اسی طرح اس ملک میں ''جماعت المسلمین'' نامی ایک جماعت بھی ہے جو پوری امت کی تجہیل و تحمیق کرتی ہے یہاں ڈاکٹر مسعود کی اولاد بھی ہے جو اپنے علاوہ کسی کو مسلمان ماننے کے لئے تیار ہیں' یہاں غلام احمد پرویز کی ذریت بھی ہے جو امت کو ذخیرۂ احادیث سے بدظن کر کے اپنے پیچھے لگانا چاہتی ہے اور ان سب سے آگے اور بہت آگے ایک نیا فتنہ اور نئی جماعت ہے جس کے تانے بانے اگرچہ غلام احمد پرویز سے ملتے ہیں مگر وہ کئی اعتبار سے غلام احمد پرویز کو پیچھے چھوڑ گئی ہے۔ غلام احمد پرویز نے امت کو احادیث سے برگشتہ کرنے کی ناکام کوشش کی تھی ہاں البتہ اس نے چند آیات قرآنی پر بھی اپنی تاویلات باطلہ کا تیشہ چلایا تھا' مگر اس نئی جماعت اور نئے فتنے کے سربراہ محمد شیخ نامی شخص نے تقریباً پورے اسلامی عقائد کی عمارت کو منہدم کرنے کا تہیہ کر لیا ہے' چنانچہ وہ توراۃ' زبور' انجیل اور دوسرے صحف آسمانی کے وجود اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسرے انبیاء پر فضیلت و برتری اور انبیاء کرام کے مادی وجود کا منکر ہے' بلکہ وہ بھی اصل میں تو مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح مدعی نبوت ہے مگر وہ مرزا غلام احمد قادیانی کی ناکام حکمت عملی کو دہرانا نہیں چاہتا' کیونکہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح براہ راست نبوت اور عقیدۂ اجراء وحی کا دعویٰ کر کے قرآن و سنت اور علمائے امت کے شکنجے میں نہیں آنا چاہتا' یہ تو وہ بھی جانتا ہے کہ وحی نبوت بند ہو چکی ہے اور جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اپنے لئے اجراء وحی نبوت کا دعویٰ کرے وہ دجال و کذاب اور واجب القتل ہے۔ اس لئے محمد شیخ نامی اس شخص نے اس کا عنوان بدل کر یہ کہا کہ: ''جو شخص جس وقت قرآن پڑھتا ہے اس پر اس وقت قرآن کا وہ حصہ نازل ہو رہا ہوتا ہے اور جہاں قرآن مجید میں ''قل'' کہا گیا ہے وہ اس انسان ہی کے لئے کہا جا رہا ہے''۔ یوں وہ ہر شخص کو نزول وحی کا مصداق بتا کر اپنے لئے نزول وحی اور اجراء نبوت کے معاملہ کو لوگوں کی نظروں میں ہلکا کرنے کی کوشش کرتا ہے' چنانچہ وہ اس کو یوں بھی تعبیر کرتا ہے۔

''انبیاءؑ اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتے ہیں اور لوگوں کی اصلاح کرتے ہیں اور میں بھی یہی کام انجام دے رہا ہوں''۔

نعوذ باللہ! منصب نبوت کو اس قدر خفیف اور ہلکا کر کے پیش کرنا اور یہ جرأت کرنا کہ میں بھی وہی کام کر رہا ہوں جو نعوذ باللہ انبیاء کرام کیا کرتے ہیں' کیا یہ دعویٰ نبوت اور منصب نبوت پر فائز ہونے کی ناپاک کوشش نہیں؟

لوگوں کی نفسیات بھی عجیب ہے اگر وہ ماننے پر آئیں تو ایک ایسا شخص جو کسی اعتبار سے قابل اعتماد نہیں' جس کی شکل و شباہت مسلمانوں جیسی نہیں' جس کا رہن سہن کسی طرح اسلاف سے میل نہیں کھاتا ابلیس مغرب کی نقالی اس کا شعار ہے' اسوۂ نبویؐ سے اسے ذرہ بھر مناسبت نہیں' اس کی چال ڈھال' رفتار و گفتار اور لباس و پوشاک سے کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا کہ یہ شخص مسلمان بھی ہے کہ نہیں؟ پھر طرہ یہ کہ وہ نصوص صریحہ کا منکر ہے' اور تاویلات فاسدہ کے ذریعہ اسلام کو کفر اور کفر کو اسلام باور کرانے میں مرزا غلام احمد قادیانی کے کان کاٹتا ہے فلسفۂ اجراء نبوت کا نہ صرف وہ قائل ہے بلکہ اس کا داعی اور مناد ہے۔

وہ تمام آسمانی کتابوں کا یکسر منکر ہے وہ انبیاء کے مادی وجود کا قائل نہیں' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی وجود کی بھول بھلیوں کے گورکھ دھندوں سے آپ کی نبوت و رسالت اور مادی وجود کا انکاری ہے' انبیائے بنی اسرائیل میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ترجیح دیتا ہے۔

ذخیرۂ احادیث کو من گھڑت کہانیاں کہہ کر نا قابل اعتماد گردانتا ہے' غرضیکہ عقائد اسلام کے ایک ایک جز کا انکار کر کے ایک نیا دین و مذہب پیش کرتا ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ اس کی عقیدت و اطاعت کا دم بھرتے پھرتے ہیں اور اس کو اپنا پیشوا اور راہ نما مانتے ہیں۔

اس کے برعکس دوسری جانب اللہ کا قرآن ہے' نصوص صریحہ اور احادیث نبویہ کا ذخیرہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سیرت و کردار کی شاہراہ ہے اور اجماع امت ہے جو پکار پکار کر انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے خطوط متعین کرتے ہیں مگر ان ازلی محروموں کے لئے یہ سب کچھ نا قابل اعتماد ہے۔

کس قدر لائق شرم ہے کہ یہ حرماں نصیب' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری کی جائے اپنے گلے میں اس ملحد و بے دین کی غلامی کا پٹہ سجانے اور اس کی امت کہلانے میں ''فخر'' محسوس کرتے ہیں۔ حیف ہے اس عقل و دانش اور دین و مذہب پر! جس کی بنیاد الحاد و زندقہ پر ہو' جس میں قرآن وسنت کی بجائے ایک جاہل مطلق کے کفریہ نظریات و عقائد کو درجہ استناد حاصل ہو سچ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں تو عقل و خرد چھین لیتے ہیں جھوٹ سچ کی تمیز ختم ہو جاتی ہے اور ہدایت کی توفیق سلب ہو جاتی ہے۔

گذشتہ ایک عرصہ سے اس قسم کی شکایات سننے میں آ رہی تھیں کہ سیدھے سادے مسلمان اس فتنے کا شکار ہو رہے ہیں چنانچہ اس سلسلے میں کچھ لکھنے کا خیال ہوا تو ایک صاحب راقم الحروف اور دارالعلوم کراچی کے فتاویٰ کی کاپی لائے اور فرمائش کی کہ اس فتنہ کے خلاف آواز اٹھائی جائے' اس لئے

کہ حکومت اور انتظامیہ اس فتنہ کی روک تھام کے لئے نہایت بے حس اور غیر سنجیدہ ہے' جبکہ یہ فتنے روز بروز بڑھ رہا ہے' کس قدر لائق افسوس ہے کہ اگر کوئی شخص بانی پاکستان یا موجودہ وزیر اعظم کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہو جائے تو حکومت کی پوری مشینری حرکت میں آ جاتی ہے' لیکن یہاں قرآن و سنت' دین متین اور حضرات انبیاء اور ان کی نبوت کا انکار کیا جاتا ہے۔ ان کی شان میں نازیبا کلمات کہے جاتے ہیں' مگر حکومت ٹس سے مس نہیں ہوتی اور انتظامیہ کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔

اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ ان ہر دو تحریروں کو یکجا شائع کر دیا جائے' تا کہ مسلمانوں کا دین و ایمان محفوظ ہو جائے اور لوگ اس فتنہ کی سنگینی سے واقف ہو کر اس سے بچ سکیں۔

راقم الحروف کا مختصر جواب اگرچہ روزنامہ جنگ کے کالم ''آپ کے مسائل اور ان کا حل'' میں شائع ہو چکا ہے' مگر دارالعلوم کراچی کا فتویٰ شائع نہیں ہوا' چنانچہ سب سے پہلے ایک ایسی خاتون کا مرتب کردہ سوال نامہ ہے جو براہ راست اس فتنے سے متاثر رہی ہے اس کے بعد راقم الحروف کا جواب ہے اور آخر میں دارالعلوم کراچی کا جواب ہے اور سب سے آخر میں اختتامیہ کلمات ہیں چونکہ دارالعلوم کراچی کے فتویٰ میں قرآنی آیات اور دوسری نصوص کے ترجمے نہیں تھے اس لئے افادۂ عام کی خاطر قرآنی آیات اور عربی عبارتوں کے ترجمے کر دیئے گئے ہیں' قرآنی آیات کا ترجمہ حضرت تھانویؒ کے ترجمہ سے نقل کیا گیا ہے۔

سوال...... محترم مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

احوال حال کچھ اس طرح ہے کہ بحیثیت مسلمان میں اپنا دینی فریضہ سمجھتے ہوئے دین کو ضرب پہنچانے اور اس کے عقائد کی عمارت کو مسمار کرنے کی جو کوششیں کی جارہی ہیں اس کے متعلق غلط فہمیوں کو دور کرنے کی حتی الوسع کوشش کرنا چاہتی ہوں۔

محترم! یہاں پر چند تنظیموں کی جانب سے نام نہاد پمفلٹ آڈیو ویڈیو کیسٹس کے ذریعے ایسا لٹریچر فراہم کیا جارہا ہے' جس سے بڑا طبقہ شکوک وشبہات اور بے یقینی کی کیفیت کا شکار ہو رہا ہے۔ پاکستان' جسے اسلامی فلسفہ وفکر کے ذریعے حاصل کیا گیا اس کے شہر کراچی میں ایک تنظیم ''القرآن ریسرچ سنٹر'' کے نام سے عرصہ چھ سات سال سے قائم ہے' اس تنظیم کے بنیادی عقائد مندرجہ ذیل ہیں۔

ا:...... دنیا کے وجود میں آنے سے پہلے انسانیت کی بھلائی کے لئے قرآن پاک معجزانہ طور پر اکٹھا دنیا میں موجود تھا' مختلف انبیاء پر' مختلف ادوار میں' مختلف کتابیں نازل نہیں ہوئیں' بلکہ اس کتاب یعنی قرآن پاک کو مختلف زمانوں میں مختلف ناموں سے پکارا گیا' کبھی توریت' کبھی انجیل اور کبھی زبور کے نام سے۔

قرآن جو جہاں اور جس وقت پڑھ رہا ہے اس پر اسی وقت نازل ہو رہا ہے' اور جہاں ''قل'' کہا گیا ہے وہ اس انسان کے لئے کہا جارہا ہے جو پڑھ رہا ہے۔

۲:...... انبیاء کا کوئی مادی وجود نہیں رہا' اس دنیا میں وہ نہیں بھیجے گئے' بلکہ وہ صرف انسانی ہدایت

کے لئے Symbols کے طور پر استعمال کئے گئے اور موجودہ دنیا سے ان کا کوئی مادی تعلق نہیں۔ قرآن شریف کے اندر وہ انسانی رہنمائی کے لئے صرف فرضی کرداروں اور کہانیوں کی صورت میں موجود ہیں۔

۳:......قرآن شریف میں چونکہ حضور کی زمان حال یعنی Present میں پکارا گیا ہے لہٰذا حضور بحیثیت روح ہر جگہ اور ہر وقت موجود ہیں اور وہ مادی وجود سے مبرا ہیں اور نہ تھے۔

۴:......حضور کی دیگر انبیاء پر کوئی فضیلت نہیں، وہ دیگر انبیاء کے برابر ہیں، بلکہ حضرت موسیٰؑ بعض معنوں اور حیثیتوں میں یعنی قرآن پاک نے بنی اسرائیل اور حضرت موسیٰؑ کا کثرت سے ذکر کیا، جس کی وجہ سے ان کی فضیلت حضور پر زیادہ ہے، حضور کے متعلق جتنی بھی احادیث تاریخ اور تفسیر میں موجود ہیں وہ انسانوں کی من گھڑت کہانیاں ہیں۔

ان تمام عقائد کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ قرآن وسنت کے مطابق یہ فتویٰ دیں کہ۔

۱:......یہ عقائد اسلام کی رو سے درست ہیں یا نہیں؟

۲:......اس کو اپنانے والا مسلمان رہے گا؟

۳:......ایسی تنظیموں کو کس طرح روکا جائے؟

۴:......ایسے شخص کی بیوی کے لئے کیا حکم ہے، جس کے عقائد قرآن وسنت کے مطابق ہیں جو تمام انبیاء تمام کتابوں، آخرت کے دن اور احادیث پر مکمل یقین اور ایمان رکھتی ہے؟

۵:......آخر میں مسلمانیت کے ناطے اپیل ہے کہ ایسے اشخاص سے بھرپور مناظرہ کیا جائے جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم سے کوئی بات کرنے کی ہمت نہیں کرسکتا، کیونکہ ہم سچے مسلمان ہیں۔ایک خاتون۔کراچی

راقم الحروف کا جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، میری بہن! یہ فتنوں کا زمانہ ہے اور جس شخص کے ذہن میں جو بات آجاتی ہے وہ اس کو بیان کرنا شروع کردیتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ سلف بیزاری اور انکار حدیث کا نتیجہ ہے اور جو لوگ حدیث کا انکار کرتے ہیں وہ پورے دین کا انکار کرتے ہیں ایسے لوگوں کے بارے میں اپنے رسالہ ''انکار حدیث کیوں؟'' میں لکھ چکا ہوں کہ:

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشادات کے ساتھ بے اعتنائی برتنے والوں اور آپ کے اقوال شریفہ کے ساتھ تمسخر کرنے والوں کے متعلق اعلان کیا گیا کہ ان کے قلوب پر خدائی مہر لگ چکی ہے، جس کی وجہ سے وہ ایمان ویقین اور رشد وہدایت کی استعداد گم کرچکے ہیں اور ان لوگوں کی ساری تگ ودو خواہش نفس کی پیروی تک محدود ہے، چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:۔

"ومنهم من يستمع اليک حتیٰ اذا خرجوا من عندک قالوا للذين اوتوا العلم ماذا قال انفا' اولئک الذين طبع الله علیٰ قلوبهم واتبعوآ اهوآء هم". (محمد:۱۶)

ترجمہ:......"اور بعض آدمی ایسے ہیں کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کان لگاتے ہیں یہاں تک کہ جب وہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اٹھ کر باہر جاتے ہیں تو دوسرے اہل علم سے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی تحقیر کے طور پر) کہتے ہیں کہ: حضرت نے ابھی کیا بات فرمائی تھی؟ یہ وہ لوگ ہیں کہ حق تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر کر دی ہے اور وہ اپنی نفسانی خواہشوں پر چلتے ہیں۔" (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

قرآن کریم نے صاف صاف یہ اعلان بھی کر دیا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو صرف اسی مقصد کے لئے بھیجا جاتا ہے کہ ان کی اطاعت کی جائے' پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے انکار اور آپؐ کے ارشادات سے سرتابی کرنا گویا انکار رسالت کے ہم معنی ہے۔ اس طرح آپ کی اطاعت کے منکرین' انکار رسالت کے مرتکب ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کو جب قرآن ہی وحی خداوندی بتلاتا ہے (**وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ**) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات طیبات کو جب قرآن ہی "گفتہ او گفتہ اللہ بود" کا مرتبہ دیتا ہے تو بتلایا جائے کہ حدیث نبوی کے حجت دینیہ ہونے میں کیا کسی شک وشبہ کی گنجائش رہ جاتی ہے......؟ اور کیا حدیث نبوی کا انکار کرنے سے' خود قرآن ہی کا انکار لازم نہیں آئے گا؟ اور کیا فیصلہ نبوت میں تبدیلی کے معنی خود قرآن کو بدل ڈالنا نہیں ہوں گے؟ اور اس پر بھی غور کرنا چاہئے کہ قرآن کریم بھی تو امت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی زبان مبارک سے سنا' اور سن کر اس پر ایمان لائے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ: "یہ قرآن ہے"۔ یہ ارشاد بھی تو حدیث نبوی ہے۔ اگر حدیث نبوی حجت نہیں تو قرآن کریم کا "قرآن" ہونا کس طرح ثابت ہوگا؟ آخر یہ کون سی عقل ودانش کی بات ہے کہ اس مقدس ومعصوم زبان سے صادر ہونے والی ایک بات تو واجب التسلیم ہو اور دوسری نہ ہو......؟

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے ایک موقع پر فرمایا تھا:

"یہ تو میرے میاں (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کمال تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے' اور یہ میرا کلام ہے۔" ورنہ ہم نے تو دونوں کو ایک ہی زبان سے صادر ہوتے ہوئے سنا تھا۔"

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ: "قرآن تو حجت ہے مگر حدیث حجت نہیں ہے۔" ان ظالموں کو کون بتلائے کہ جس طرح ایمان کے معاملے میں خدا اور رسول کے درمیان تفریق نہیں ہو سکتی کہ ایک کو مانا جائے اور دوسرے کو نہ مانا جائے ٹھیک اسی طرح کلام اللہ اور کلام رسول کے درمیان بھی اس تفریق کی گنجائش نہیں کہ ایک کو واجب الاطاعت مانا جائے اور دوسرے کو نہ مانا جائے' ایک کو تسلیم کر لیجئے تو دوسرے کو بہر صورت تسلیم کرنا ہوگا۔ اور ان میں سے ایک کا انکار کر دینے سے دوسرے کا انکار آپ سے آپ ہو جائے گا۔ خدائی غیرت گوارا نہیں کرتی کہ اس کے کلام کو تسلیم کرنے کا دعویٰ کیا جائے اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو ٹھکرا دیا جائے' وہ ایسے ظالموں کے خلاف صاف اعلان کرتا ہے:

"فانهم لایکذبونک ولکن الظلمین بایٰت الله یجحدون". (الانعام:۳۳)

ترجمہ:..... "پس اے نبیؐ! یہ لوگ آپؐ کے کلام کو نہیں ٹھکراتے' بلکہ یہ ظالم اللہ کی آیتوں کے منکر ہیں۔"

لہٰذا جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے اور کلام اللہ کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ انہیں لامحالہ رسول اور کلام رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر بھی ایمان لانا ہوگا ورنہ ان کا دعویٰ ایمان حرف باطل ہے۔"

جس تنظیم کا آپ نے تذکرہ کیا ہے ان عقائد کے رکھنے والے مسلمان نہیں ہیں کیونکہ انہوں نے دین کی پوری کی پوری عمارت کو مسمار کردینے کا عزم کرلیا ہے۔ نیز انہوں نے تمام شعائر اسلام اور قرآن وحدیث اور انبیاء اور ان پر نازل ہونے والی کتابوں کا انکار کیا ہے اور جو لوگ اسلامی معتقدات کا انکار کریں ان میں تاویلات باطلہ کریں اور اپنے کفر کو اسلام باور کرائیں وہ ملحد وزندیق ہیں اور زندیق' کافر و مرتد سے بڑھ کر ہے اس لئے کہ وہ بکرے کے نام پر خنزیر کا گوشت فروخت کرتا ہے' اور امت مسلمہ کو دھوکا دے کر ان کے ایمان واسلام کو غارت کرتا ہے' اسی بناء پر اگر زندیق گرفتار ہونے کے بعد توبہ بھی کر لے تو اس کی توبہ کا اعتبار نہیں' اس لئے حکومت پاکستان کا فرض ہے کہ ایسے لوگوں کو اس الحاد وزندقہ سے روکے' اگر رک جائیں تو فبہا ورنہ ان پر اسلامی آئین کے مطابق ارتداد اور زندقہ کی سزا جاری کرے۔

اہل ایمان کا ان سے رشتہ ناطہ بھی جائز نہیں اگر ان میں سے کسی کے نکاح میں کوئی مسلمان عورت ہو تو اس کا نکاح بھی فسخ ہوجاتا ہے۔

جہاں تک مناظرے کا تعلق ہے' ان حضرات سے مناظرہ بھی کر کے دیکھا' مگر ان کے دل میں جو بات بیٹھ گئی ہے اس کو قبر کی مٹی اور جہنم کی آگ ہی دور کرسکتی ہے' واللہ اعلم!

دارالعلوم کراچی کا جواب

الجواب حامداً و مصلیاً

۱'۲:.....سوال میں ذکر کردہ اکثر عقائد قرآن وسنت اور اجماع امت کی تصریحات اور موقف کے بالکل خلاف ہیں' اس لئے اگر کسی شخص کے واقعتاً یہی عقائد ہیں تو وہ کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے اور اس کے ماننے والے بھی کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔

مذکورہ نظریات وعقائد کا قرآن وسنت کی رو سے باطل ہونا ذیل میں ترتیب وار تفصیل سے ملاحظہ فرمائیں۔

۳.....یہ (کہنا کہ قرآن پاک کو مختلف زمانوں میں مختلف ناموں سے پکارا گیا' کبھی تورات' کبھی انجیل اور کبھی زبور اور مختلف ادوار میں مختلف کتابیں نازل نہیں ہوئیں) کفریہ عقیدہ ہے' کیونکہ پوری امت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ صحف آسمانی کے علاوہ آسمانی کتابیں چار ہیں اور قرآن کریم میں اس کی تصریح ہے کہ قرآن کے علاوہ تین آسمانی کتابیں اور ہیں' جن میں سے تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر' انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اور زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل کی گئی' لہٰذا قرآن کے

علاوہ مذکورہ تین کتب کے مستقل وجود کا انکار کرنا درحقیقت قرآن کریم کی ان آیات کا انکار کرنا ہے جن میں ان کتابوں کے مستقل وجود کا ذکر ہے درج ذیل آیات اوران کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

"وانزل التوراة والانجيل من قبل هدى للناس" (آل عمران:۳،۴)

ترجمہ...... "اور (اسی طرح) بھیجا تھا توراۃ اور انجیل کو اس کے قبل لوگوں کی ہدایت کے واسطے"۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

"وماآنزلت التوراة والانجيل الامن بعده" (آل عمران:۶۵)

ترجمہ: "حالانکہ نہیں نازل کی گئی توراۃ اور انجیل مگر ان کے (زمانہ کے بہت) بعد۔" (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

"وآتينه الانجيل فيه هدى و نور". (المائدة:۴۷)

ترجمہ:...... "اور ہم نے ان کو انجیل دی جس میں ہدایت تھی اور وضوح تھا۔"

"وليحكم اهل الانجيل بمآانزل الله فيه" (المائدة:۴۷)

ترجمہ: "اور انجیل والوں کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اس میں نازل فرمایا ہے اس کے موافق حکم کیا کریں"۔

"واذعلمتک الكتب والحكمة والتوراة والانجيل" (المائدة:۱۱۰)

ترجمہ:...... "اور جبکہ میں نے تم کو کتابیں اور سمجھ کی باتیں اور توراۃ اور انجیل تعلیم کیں"۔

"الذين يتبعون الرسول النبى الامى الذى يجدونه مكتوبا عندهم فى التوراة والانجيل" (الاعراف:۱۵۷)

ترجمہ:...... "جو لوگ ایسے رسول نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جن کو وہ لوگ اپنے پاس توراۃ اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں"۔

"ولقد كتبنا فى الزبور من بعدالذكر ان الارض يرثها عبادى الصلحون". (الانبياء:۱۰۵)

ترجمہ:...... "اور ہم (سب آسمانی) کتابوں میں لوح محفوظ (میں لکھنے) کے بعد لکھ چکے ہیں کہ اس زمین (جنت) کے مالک میرے نیک بندے ہوں گے"۔

"ولقد فضلنا بعض النبين على بعض وآتينا داوٗد زبوراً".(الاسراء:۵۵)

ترجمہ: "اور ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت دی ہے اور ہم داؤد (علیہ السلام) کو زبور دے چکے ہیں"۔

"فاتوابالتورة فاتلوهآ ان كنتم صٰدقين". (آل عمران:۹۳)

ترجمہ: "پھر توراۃ لاؤ' پھر اس کو پڑھو اگر تم سچے ہو"۔

"وكيف يحكمونک وعندهم التوراة فيها حكم الله". (المائدة:۴۳)

ترجمہ:...... "اور وہ آپؐ سے کیسے فیصلہ کراتے ہیں حالانکہ ان کے پاس توراۃ ہے' جس

میں اللہ کا حکم ہے"۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

"انآ انزلنا التوراة فیھا ھدی و نور "(المائدة:۴۴)

ترجمہ:......"ہم نے تورات نازل فرمائی تھی جس میں ہدایت تھی اور وضوح تھا۔"

"وقفینا علیٰ اثارھم بعیسی ابن مریم مصدقا لما بین یدیه من التوراة". (المائدة:۴۶)

ترجمہ:......"اور ہم نے ان کے پیچھے عیسیٰ بن مریم کو اس حالت میں بھیجا کہ وہ اپنے سے قبل کی کتاب یعنی تورات کی تصدیق فرماتے تھے"۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

"انی رسول الله الیکم مصدقا لما بین یدی من التوراة". (الصف:۶)

ترجمہ:......"میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں کہ مجھ سے پہلے جو تورات (آ چکی) ہے، میں اس کی تصدیق کرنے والا ہوں"۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

"ومن یکفربالله و ملئکتهٖ و کتبه و رسله والیوم الاخر فقد ضل ضللا بعیداً" (النساء:۱۳۶)

ترجمہ:......"اور جو شخص اللہ تعالیٰ کا انکار کرے، اور اس کے فرشتوں کا اور اس کی کتابوں کا اور اس کے رسولوں کا اور روز قیامت کا تو وہ شخص گمراہی میں بڑی دور جا پڑا"۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

"کل امن بالله وملئکتهٖ و کتبه و رسله". (البقرہ:۲۸۵)

ترجمہ:......"سب کے سب عقیدہ رکھتے ہیں اللہ کے ساتھ اور اس کے فرشتوں کے ساتھ اور اس کی کتابوں کے ساتھ اور اس کے پیغمبروں کے ساتھ"۔

اور یہ کہنا کہ:"قرآن جو جس وقت پڑھ رہا ہے، اس پر اسی وقت نازل ہو رہا ہے، اور "قل" اسی کے لئے کہا جا رہا ہے جو پڑھ رہا ہے۔" یہ بھی تعبیر کے لحاظ سے غلط ہے، کیونکہ قرآن کریم ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پورا نازل ہو چکا ہے اس کے اولین اور آخرین براہ راست مخاطب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اب جو شخص پڑھ رہا ہے وہ قرآن کا اولین اور براہ راست مخاطب نہیں ہے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے مخاطب ہے اور اس اعتبار سے اپنے آپ کو مخاطب سمجھنا بھی چاہئے۔

۲:...... یہ عقیدہ بھی کفریہ ہے (کہ انبیاء کا مستقل کوئی وجود نہیں تھا) کیونکہ قرآن کریم کی متعدد آیات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ انبیاء کا مستقل وجود تھا وہ دنیا میں لوگوں کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے اور وہ بشریت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے، انہوں نے عام انسانوں کی طرح دنیا میں زندگی گزاری، ان میں بشری حوائج اور مادی صفات پائی جاتی تھیں چنانچہ وہ کھاتے بھی تھے پیتے بھی تھے اور انہوں نے نکاح بھی کئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ سے معجزات بھی ظاہر فرمائے، انہوں نے اللہ کے راستے میں جہاد بھی کیا، یہ تمام چیزیں ایسی ہیں جو اپنے وجود کے لئے مادہ اور مستقل وجود کا

تقاضا کرتی ہیں اس کے بغیر ان کا وجود اور ظہور ہی محال ہے لہذا یہ کہنا کہ: ''انبیاء کا مادی وجود نہیں رہا قرآن میں وہ صرف فرضی کرداروں اور کہانیوں کی صورت میں موجود ہیں'' بالکل غلط اور قرآن و سنت کی صریح نصوص کے خلاف ہے' اس سلسلے میں درج ذیل آیات قرآنیہ ملاحظہ فرمائیں:

''کان الناس امة واحدة فبعث الله النبین مبشرین و منذرین وانزل معهم الکتب بالحق لیحکم بین الناس فیما اختلفوا فیه''. (البقرہ:۲۱۳)

ترجمہ:......''سب آدمی ایک ہی طریق کے تھے' پھر اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو بھیجا جو کہ خوشی (کے وعدے) سناتے تھے اور ڈراتے تھے اور ان کے ساتھ (آسمانی) کتابیں بھی ٹھیک طور پر نازل فرمائیں اس غرض سے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں میں ان کے امور اختلافیہ (مذہبی) میں فیصلہ فرمادیں۔''

''ومانرسل المرسلین الامبشرین و منذرین''. (الانعام:۴۸)

ترجمہ:......''اور ہم پیغمبروں کو صرف اس واسطے بھیجا کرتے ہیں کہ وہ بشارت دیں اور ڈراویں''۔

''یمعشرالجن والانس الم یاتکم رسل منکم یقصون علیکم ایٰتی و ینذرونکم لقآء یومکم هٰذا''. (الانعام:۱۳۰)

ترجمہ:......''اے جماعت جنات اور انسانوں کی! کیا تمہارے پاس تم ہی میں کے پیغمبر نہیں آئے تھے؟ جو تم سے میرے احکام بیان کرتے تھے اور تم کو آج کے دن کی خبر دیا کرتے تھے''۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

''ولقد ارسلنا رسلاً من قبلک و جعلنا لهم ازواجا و ذریة'' (الرعد:۳۸)

ترجمہ:......''اور ہم نے یقیناً آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے اور ہم نے ان کو بیبیاں اور بچے بھی دیئے''۔ ترجمہ (حضرت تھانویؒ)

''ولقد بعثنا فی کل امة رسولا ان اعبدواالله و اجتنبوا الطاغوت''. (النحل:۳۶)

ترجمہ:......''اور ہم ہر امت میں کوئی نہ کوئی پیغمبر بھیجتے رہے ہیں کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور شیطان سے بچتے رہو۔'' (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

''وما کنامعذبین حتی نبعث رسولاً''. (الاسراء:۱۵)

ترجمہ:......''اور ہم (کبھی) سزا نہیں دیتے جب تک کسی رسول کو نہیں بھیج دیتے''۔

''ومآ ارسلنا قبلک من المرسلین الآانهم لیاکلون الطعام و یمشون فی الاسواق''. (الفرقان:۲۰)

ترجمہ:......''اور ہم نے آپؐ سے پہلے جتنے پیغمبر بھیجے سب کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں بھی چلتے پھرتے تھے۔'' (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

''وکم ارسلنا من نبی فی الاولین وما یاتیهم من نبی الا کانوا به یستهزء ون''. (الزخرف:۶،۷)

ترجمہ:......''اور ہم پہلے لوگوں میں بہت سے نبی بھیجتے رہے ہیں اور ان لوگوں کے پاس

کوئی نبی ایسا نہیں آیا جس کے ساتھ انہوں نے استہزا نہ کیا ہو۔"

"کمآ ارسلنا فیکم رسولا منکم یتلوا علیکم ایتنا و یزکیکم و یعلمکم الکتٰب والحکمة و یعلمکم ما لم تکونوا تعلمون"۔ (البقرہ:۱۵۱)

ترجمہ...... "جس طرح تم لوگوں میں ہم نے ایک (عظیم الشان) رسول کو بھیجا تم ہی میں سے ہماری آیات (واحکام) پڑھ پڑھ کر تم کو سناتے ہیں اور (جہالت سے) تمہاری صفائی کرتے رہتے ہیں اور تم کو کتاب (الٰہی) اور فہم کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں اور تم کو ایسی (مفید) باتیں تعلیم کرتے رہتے ہیں جن کی تم کو خبر بھی نہ تھی"۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

"وقالوا مال هذا الرسول یاکل الطعام و یمشی فی الاسواق"۔ (الفرقان:۷)

ترجمہ:...... "اور یہ (کافر) لوگ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت) یوں کہتے ہیں کہ اس رسول کو کیا ہوا کہ وہ (ہماری طرح) کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔" (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

"لقد من الله علی المومنین اذبعث فیهم رسولا من انفسهم یتلوا علیهم ایته و یزکیهم و یعلمهم الکتٰب والحکمة" (آل عمران:۱۶۴)

ترجمہ:...... "حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان کیا جبکہ ان میں انہی کی جنس سے ایک ایسے پیغمبر کو بھیجا کہ وہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور ان لوگوں کی صفائی کرتے رہتے ہیں اور ان کو کتاب اور فہم کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں"۔

"هوالذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله" (الفتح:۲۸)

ترجمہ:...... "وہ اللہ ایسا ہے کہ اس نے اپنے رسول کو ہدایت دی اور سچا دین (یعنی اسلام) دے کر دنیا میں بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے۔" (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

"رسولا یتلوا علیکم ایت الله مبینت لیخرج الذین امنوا و عملوا الصٰلحٰت من الظلمات الی النور"۔ (الطلاق:۱۰)

ترجمہ:...... "ایک ایسا رسول (بھیجا) جو تم کو اللہ کے صاف صاف احکام پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں تاکہ ایسے لوگوں کو کہ جو ایمان لاویں اور اچھے عمل کریں (کفر و جہل کی) تاریکیوں سے نور کی طرف لے آویں"۔

"لقد جآء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رء وف رحیم"۔ (التوبۃ:۱۲۸)

ترجمہ:...... "(اے لوگو) تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس (بشر) سے ہیں جن کو تمہاری مضرت کی بات نہایت گراں گزرتی ہے جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہش مند رہتے ہیں (یہ حالت تو سب کے ساتھ ہے بالخصوص) ایمان داروں کے ساتھ بڑے ہی شفیق (اور) مہربان ہیں"۔

"یایها الذین امنوا لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولاتجهروا له

بالقول". (الحجرات:۲)

ترجمہ:...... "اے ایمان والو! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے بلند مت کیا کرو اور نہ ان سے ایسے کھل کر بولا کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کھل کر بولا کرتے ہو"۔

قرآن کریم میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو زمانہ حال میں جو خطاب کیا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جس وقت قرآن کریم کا نزول آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو رہا تھا اس وقت آپ اپنے مادی وجود کے ساتھ دنیا میں موجود تھے۔ اس لئے زمانہ حال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کیا گیا' یہ مطلب نہیں کہ آپ بحیثیت روح ہر وقت ہر جگہ موجود ہیں۔

یہ عقیدہ (رکھنا کہ چونکہ قرآن شریف میں صیغہ حال سے پکارا گیا ہے اس لئے حضور بحیثیت روح ہر جگہ موجود ہیں اور وہ مادی وجود سے مبرا ہیں) قرآن وسنت کی صریح نصوص اور اہل السنۃ والجماعۃ کے موقف کے خلاف ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ جس طرح اللہ تعالیٰ ہر وقت ہر جگہ موجود ہیں اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہر وقت ہر جگہ موجود ہیں تو یہ کھلا ہوا شرک ہے اور نصاریٰ کی طرح رسول کو خدائی کا درجہ دینا ہے اور اگر کوئی شخص کسی تاویل کے ساتھ یہ عقیدہ رکھتا ہے تب بھی اس عقیدہ کے غلط اور فاسد ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور ایسا شخص گمراہ ہے ملاحظہ ہو: "جواہر الفقہ ج:۱ص ۱۱۵" تبرید النواظر مصنفہ مولانا سرفراز صفدر صاحب مدظلہم۔

۴:...... اہل السنۃ والجماعۃ کا متفقہ عقیدہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت مجموعی تمام انبیاء سے افضل ہیں البتہ بعض جزئیات اور واقعات میں اگر کسی نبی کو کوئی فضیلت حاصل ہے تو وہ اس کے معارض نہیں' جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شرف کلام حاصل ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو صفت "خلت" حاصل ہے وغیرہ وغیرہ یہ تمام جزئی فضیلتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجموعی فضیلت کے منافی اور اس کے معارض نہیں ہیں۔

اور یہ کہنا کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جتنی بھی احادیث' تاریخ اور تفسیر میں موجود ہیں وہ انسانوں کی من گھڑت کہانیاں ہیں"۔ درحقیقت احادیث نبویہ کا انکار ہے' جو کہ موجب کفر ہے پوری امت محمدیہ کا اس پر اجماع ہے کہ حدیث قرآن کریم کے بعد دین کا دوسرا اہم ماخذ ہے' قرآن کریم نے جس طرح اللہ رب العزت کے احکام کی اطاعت کو واجب قرار دیا ہے اسی طرح جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال واقوال کی بھی اطاعت کو واجب قرار دیا ہے لہذا قرآن میں بہت سے ایسے احکام ہیں جن کی تفصیل قرآن میں مذکور نہیں' بلکہ ان کی تفصیلات اللہ رب العزت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان اور عمل پر چھوڑ دی ہیں چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں ان کی تفصیلات اور ان پر عمل کرنے کا طریقہ اپنے قول وفعل سے بیان کیا' اگر احادیث انسانوں کی من گھڑت ہیں تو قرآن کریم کے ایسے احکام پر عمل کرنے کا طریقہ کیا ہوگا؟ اور یہ ہمیں کیسے معلوم ہوں گے؟

اور اللہ رب العزت نے جس طرح قرآن کریم کے الفاظ کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے اسی طرح قرآن کریم کے معانی کی بھی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے اور معانی قرآن کی تعلیم حدیث ہی میں ہوئی اور جن ذرائع سے قرآن کریم ہم تک پہنچا ہے انہی ذرائع سے احادیث بھی ہم تک پہنچی ہیں اگر یہ احادیث من گھڑت ہیں اور ذرائع قابل اعتماد نہیں تو یہ امکان قرآن کریم میں بھی ہوسکتا ہے تو پھر قرآن کریم کو بھی نعوذ باللہ من گھڑت کہنا لازم آتا ہے' لہٰذا اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جس طرح قرآن کریم اب تک محفوظ چلا آ رہا ہے اسی طرح احادیث بھی محفوظ چلی آ رہی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کا بے نظیر انتظام فرمایا ہے' جس کی تفصیل تدوین حدیث کی تاریخ سے معلوم ہوسکتی ہے لہٰذا احادیث کو انسانوں کی من گھڑت کہانیاں قرار دینا صریح گمراہی اور موجب کفر ہے۔

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: ''حجیت حدیث'' مصنفہ مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم' ''کتابت حدیث عہد رسالت و عہد صحابہ میں'' مصنفہ مولانا محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم' ''حفاظت و حجیت حدیث'' مصنفہ مولانا فہیم عثمانی صاحب۔

۳:...... مسلمانوں کو چاہئے کہ جو شخص یا تنظیم ایسے عقائد کی حامل ہو اس سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھیں اور ان کے لٹریچر اور کیسٹ وغیرہ سے مکمل احتراز کریں' خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچانے کی کوشش کریں اور ارباب حکومت کو بھی ایسی تنظیم کی طرف توجہ دلائیں تاکہ ان پر پابندی لگائی جاسکے۔

۴:...... جو شخص مذکورہ عقائد کو بغیر کسی مناسب تاویل کے مانتا ہے وہ شخص مرتد اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے اس کی مسلمان بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی' اب اس کے عقد میں کوئی مسلمان عورت نہیں رہ سکتی' اور نہ کسی مسلمان عورت کا اس سے نکاح ہوسکتا ہے۔

مذکورہ بالا شخص کے عقائد قرآن وسنت اجماع امت اور اکابر علمائے اہل سنت والجماعت کی تصریحات کے خلاف ہیں اس کے لئے درج ذیل تصریحات ملاحظہ ہوں:۔

"فی شرح العقائد ص :۲۱۷: واللہ تعالیٰ کتب انزلها علی انبیاءه و بین فیها امره و نهیه و وعده و وعیده و کلها کلام الله تعالیٰ...... وقد نسخت بالقرآن تلاوتها و کتابتها بعض احکامها و فی الحاشیة قوله "ولله کتب" رکن من ارکان مایجب به الایمان مما نطقت النصوص القرآنیة والاخبار النبویة".

ترجمہ:...... ''شرح عقائد ص:۲۱۷ میں ہے کہ: اللہ تعالیٰ کی (قرآن کے علاوہ) کئی کتابیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء پر نازل فرمایا اور ان کتابوں میں امر و نہی' وعدہ و وعید کو بیان فرمایا اور یہ تمام کتابیں کلام الٰہی ہیں......اور قرآن مجید کے نازل ہونے پر ان سابقہ کتب کی تلاوت اور کتابت اور ان کے بعض احکام کو منسوخ کیا گیا۔ اور حاشیہ میں ہے: قولہ ''وللہ کتب'' یعنی ایمان

کے ارکان میں سے ایک رکن یہ بھی ہے کہ ان سابقہ کتب پر ایمان لایا جائے جن کے بارے میں نصوص قرآنیہ اور احادیث نبویہ شہادت دیتی ہیں۔"

"و فیه ص :۴۵: والرسول انسان بعثه الله تعالیٰ الی الخلق لتبلیغ الاحکام".

ترجمہ:..... "اور شرح عقائد ص:۴۵ میں ہے: اور رسول وہ انسان ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ مخلوق کی طرف تبلیغ احکام کے لئے مبعوث فرماتے ہیں"۔

"وفی شرح المقاصد ج :۵ ص :۵: النبی انسان بعثه الله تعالیٰ لتبلیغ ما اوحی الیه و کذا الرسول."

ترجمہ:..... "اور شرح مقاصد ج:۵ ص:۵ میں ہے کہ: نبی وہ انسان ہے جس کو اللہ تعالیٰ ان احکام کی تبلیغ کے لئے بھیجتے ہیں جو ان کی طرف وحی فرماتے ہیں اور رسول کی تعریف بھی یہی ہے"۔

"وفی شرح العقیدة الطحاویة لابن ابی العزص :۲۹۷: قوله: ونؤمن بالملئکة والنبیین والکتب المنزلة علی المرسلین نشهد انهم کانوا علی الحق المبین' هذه الامور من ارکان الایمان' قال تعالیٰ: "امن الرسول بمآ انزل الیه من ربه والمومنون' کل امن بالله و ملئکته وکتبه و رسله لانفرق بین احد من رسله". (البقرة:۲۸۵) وقال تعالیٰ: "لیس البران تولواوجوهکم قبل المشرق والمغرب ولکن البرمن امن بالله والیوم الاخر والملئکة والکتٰب والنبین'. (البقرة: ۱۷۷) فجعل الله سبحانه و تعالیٰ الایمان هوالایمان بهذه الجملة و سمی من آمن بهذه الجملة مؤمنین کما جعل الکافرین من کفر بهذه الجملة بقوله: ومن یکفر بالله و ملئکته و کتبه و رسله والیوم الاخر فقد ضل ضللا بعیداً". (النساء: ۱۳۷) بقوله: ومن یکفر بالله و ملئکته و کتبه و رسله والیوم الاخر فقد ضل ضللا بعیداً". (النساء: ۱۳۷)

ترجمہ:..... "اور ابن ابوالعزؒ کی شرح عقیدہ طحاویہ کے ص:۲۹۷ میں ہے کہ: ہم ایمان لاتے ہیں ملائکہ پر' نبیوں پر اور ان پر نازل ہونے والی تمام کتابوں پر اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ وہ (رسول) سب کے سب حق پر تھے۔ اور یہ تمام امور ارکان ایمان میں سے ہیں' چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اور مؤمنین بھی سب کے سب عقیدہ رکھتے ہیں اللہ کے ساتھ اور اس کے فرشتوں کے ساتھ اور اس کی کتابوں کے ساتھ اور اس کے پیغمبروں کے ساتھ اور اس کے پیغمبروں میں سے کسی سے تفریق نہیں کرتے۔" اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "کچھ سارا کمال اس میں نہیں کہ تم اپنا منہ مشرق کو کر لو یا مغرب کو لیکن کمال تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ پر یقین رکھے اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور کتب پر اور پیغمبروں پر"۔

(ان دلائل سے معلوم ہوا کہ) اللہ تعالیٰ نے ایمان ہی اس چیز کو قرار دیا ہے کہ ان تمام

چیزوں پر ایمان ہو اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ''مؤمنین'' نام ہی ان لوگوں کا رکھا ہے جو ان تمام چیزوں پر ایمان رکھتے ہیں' جیسا کہ ''کافرین'' ان لوگوں کو کہا گیا ہے جو ان تمام چیزوں کا انکار کرتے ہیں' جیسے کہ ارشاد الٰہی ہے: ''اور جو شخص اللہ تعالیٰ کا انکار کرے' اور اس کے فرشتوں کا اور اس کی کتابوں کا اور اس کے رسولوں کا اور روز قیامت کا تو وہ شخص گمراہی میں بڑی دور جا پڑا''۔

''وقال فی الحدیث المتفق علی صحته' حدیث جبرئیل' و سوله للنبی صلی الله علیه وسلم عن الایمان فقال: ان تؤمن بالله و ملئکته و کتبه و رسله...... الخ . فهذه الاصول التی اتفقت علیها الانبیاء والرسل صلوات الله علیهم و سلامه' ولم یؤمن بها حقیقة الایمان الااتباع الرسل''.

ترجمہ:......اور حدیث جبرئیلؑ (جس کی صحت پر بخاری و مسلم متفق ہیں) میں ہے کہ :حضرت جبرئیلؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کے بارے میں پوچھا تو آپؐ نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تو ایمان لائے اللہ پر اس کے فرشتوں پر اس کی تمام کتابوں پر اور تمام رسولوں پر......''پس یہ وہ اصول ہیں جن پر تمام پیغمبروں اور رسولوں کا اتفاق ہے' اور اس پر صحیح معنی میں کوئی ایمان نہیں لایا مگر وہ جو انبیاء و رسل کے متبعین ہیں۔''

''وفیه ص: ۳۱۱ :واما الانبیاء والمرسلون فعلینا الایمان بمن سمی الله تعالیٰ فی کتابه من رسله' والایمان بان الله تعالیٰ ارسل رسلا سواهم وانبیاء لایعلم اسماء هم وعددهم الاالله تعالیٰ الذی ارسلهم ......وعلینا الایمان بانهم بلغوا جمیع ما ارسلوابه علی ماامرهم الله به و انهم بینوه بیانا لایسع احداممن ارسلوا الیه جهله ولایحل خلافه......الخ. واما الایمان بالکتب المنزلة علی المرسلین فنؤمن بما سمی الله تعالیٰ منها فی کتابه من التوراة والانجیل والزبور' ونؤمن بان الله تعالیٰ سوی ذالک کتباانزلها علی انبیاء ه لایعرف اسمائها و عددها الا الله تعالیٰ''.

ترجمہ:......''اور اسی کتاب کے ص :۳۱۱ پر ہے: رہے انبیاء اور رسول! پس ہمارے ذمہ واجب ہے کہ ان میں سے ان تمام نبیوں پر ایمان لائیں جن کا قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے' (اسی طرح) اس پر بھی ایمان لائیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے علاوہ دوسرے انبیاء اور رسول بھی بھیجے کہ جن کے نام اور تعداد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں یعنی اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا......اور ہم پر لازم ہے کہ ہم اس بات پر ایمان لائیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان انبیاء کو جن احکام کے پہنچانے کا حکم دیا تھا' ان انبیاء نے وہ تمام احکام پہنچا دیئے' اور انبیاء نے ان احکام کو اتنا کھول

کھول کر بیان کر دیا کہ امت میں سے ناواقف سے ناواقف آدمی کو بھی کوئی اشکال نہ رہا اور ان کے خلاف کرنا حلال نہ رہا۔ اور رہا ان کتابوں پر ایمان لانا جن کو رسولوں پر نازل کیا گیا' سو ہم ان تمام کتابوں پر ایمان لاتے ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے قرآن میں نام لیا ہے یعنی تورات انجیل اور زبور' اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان مذکورہ کتابوں کے علاوہ اور کتابیں بھی اپنے انبیاء پر نازل فرمائیں' جن کا نام اور ان کی تعداد سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا''۔

"وفی شرح العقیدة الطحاویة للمیدانی ص:۱۰۴: والایمان المطلوب من المکلف ھوالایمان باللہ و ملٰئکتہٖ و کتبہ بانھاکلام اللہ تعالیٰ الازلی القدیم المنزہ عن الحروف والاصوات و بانہ تعالیٰ انزلھا علیٰ بعض رسلہ بالفاظ حادثة فی الواح او علی لسان ملک و بان جمیع ماتضمنتہ حق و صدق و رسلہ بانہ ارسلھم الی الخلق لھدایتھم و تکمیل معاشھم معادھم و ایدیھم بالمعجزات الدالة علیٰ صدقھم فبلغوا عنہ رسالتہ ......الخ"

ترجمہ:...... ''اور میدانی کی شرح عقیدۂ طحاویہ ص:۱۰۴ پر ہے' مکلّف (یعنی جن وانس) سے جو ایمان مطلوب ہے وہ یہ ہے کہ: اللہ پر ایمان لانا اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی تمام کتابوں پر اس طرح ایمان لانا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام' کلام ازلی اور قدیم ہے' جو حروف اور آواز سے پاک ہے اور نیز اللہ تعالیٰ نے اس کلام کو اپنے بعض رسولوں پر تختیوں میں حادث الفاظ کی صورت میں نازل کیا' یا فرشتہ کی زبان پر اتارا۔ اور نیز وہ تمام کا تمام کلام' جس پر کتاب مشتمل ہے حق اور سچ ہے۔ اور اللہ کے رسول جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی طرف ان کی ہدایت اور ان کی تکمیل معاش ومعاد کے لئے بھیجا اور ان انبیاء کی ایسے معجزات سے تائید کی جو ان انبیاء کی سچائی پر دلالت کرتے ہیں۔ ان انبیاء نے اللہ کے پیغام کو پہنچایا''۔

"قال القاضی عیاض فی شرح الشفاء ص :۳۳۵:واعلم ان من الستخف بالقرآن او المصحف او بشئی منہ او سبہ او جحدہ او حرف منہ او آیة او کذب بہ او بشئی مما صرح بہ فیہ من حکم اوخبر او اثبت ما نفاہ او نفی ماا ثبتہ علیٰ علم منہ بذالک او شک فی شئی من ذالک فھو کافر عند اھل العلم باجماع"۔

ترجمہ:...... ''علامہ قاضی عیاضؒ شرح شفاء ص:۳۳۵ میں لکھتے ہیں۔ جان لیجئے کہ جس نے قرآن یا کسی مصحف' یا قرآن کی کسی چیز کو ہلکا جانا یا قرآن کو گالی دی یا اس کے کسی حصہ کا انکار کیا یا کسی حرف کا انکار کیا یا قرآن کو جھٹلایا یا قرآن کے کسی ایسے حصہ کا انکار کیا جس میں کسی حکم یا خبر کی صراحت ہو' یا کسی ایسے حکم یا خبر ہو... ت کیا جس کی قرآن نفی کر رہا ہے' یا کسی ایسی چیز کی جان بوجھ کر نفی کی جس کو قرآن نے ثابت کیا

ہے یا قرآن کی کسی چیز میں شک کیا ہے تو ایسا آدمی بالاجماع اہل علم کے نزدیک کافر ہے۔"

"وفی شرح العقائد ص :۵ ۲۱ :وافضل الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم لقولہ تعالیٰ :"کنتم خیر امۃ" ولاشک ان خیریۃ الامۃ بحسب کمالھم فی الدین و ذالک تابع لکمال نبیھم الذی یتبعونہ".

ترجمہ:...... "شرح عقائد ص:۲۱۵ میں ہے کہ: انبیاء میں سے سب سے افضل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اللہ تعالیٰ کے اس قول کی وجہ سے کہ: "تم بہترین امت ہو!" اور اس میں کوئی شک نہیں کہ امت کا بہترین ہونا دین میں ان کے کمال کے اعتبار سے ہے اور امت کا دین میں کامل ہونا یہ تابع ہے ان کے اس نبی کے کمال کے جس کی وہ اتباع کر رہے ہیں"۔

"وفی المشکوٰۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :انا سید ولد آدم یوم القیامۃ واول من ینشق عنہ القبر واول شافع واول مشفع". (رواہ مسلم)

ترجمہ:...... "اور مشکوٰۃ شریف میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے دن اولاد آدم کا سردار ہوں گا میں پہلا وہ شخص ہوں گا جس کی قبر کھلے گی اور میں سب سے پہلے سفارش کرنے والا ہوں گا اور سب سے پہلے میری سفارش قبول کی جائے گی"۔

"و فی المرقاۃ ج :۷ ص :۱۰ : فی شرح مسلم للنووی...... و فی الحدیث دلیل علیٰ فضلہ علیٰ کل الخلق لان مذھب اھل السنۃ ان الآدمی افضل من الملئکۃ وھو افضل الآدمیین بھذا الحدیث".

ترجمہ:...... "اور مرقاۃ ج:۷ ص:۱۰ میں ہے کہ: یہ حدیث آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام مخلوق پر فضیلت کی دلیل ہے کیونکہ اہل سنت کا مذہب ہے کہ آدمی ملائکہ سے افضل ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث کی بناء پر تمام آدمیوں سے افضل ہیں (تو گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوقات سے افضل ہوئے)۔"

الغرض یہ شخص ضال و مضل اور مرتد و زندیق ہے اسلام اور قرآن کے نام پر مسلمانوں کے دین وایمان پر ڈاکہ ڈال رہا ہے اور سیدھے سادے مسلمانوں کو نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن رحمت سے کاٹ کر اپنے پیچھے لگانا چاہتا ہے۔

حکومت پاکستان کا فرض ہے کہ فوراً اس فتنہ کا سدباب کرے اور اس بے دین کی سرگرمیوں پر پابندی لگائی جائے اور اسے ایسی عبرتناک سزا دی جائے کہ اس کی آئندہ آنے والی نسلیں یاد رکھیں اور کوئی بدبخت آئندہ ایسی جرأت نہ کرسکے۔

نیز اس کا بھی کھوج لگایا جائے اور اس کی تحقیق کی جائے کہ کن قوتوں کے اشارہ پر یہ لوگ پاکستان میں اور مسلمانوں میں اضطراب اور بے چینی کی فضاء پیدا کر رہے ہیں؟

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر عذاب الٰہی روکنے کا ذریعہ ہے

سوال: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! ان شاء اللہ بخیریت ہوں گے۔ ''بینات'' کی ترسیل جاری ہے' بروقت پرچہ ملنے پر خوشی کا اظہار کر رہا ہوں۔ خدا کرے ''بینات'' امت مسلمہ کی امنگوں کا آئینہ دار بن جائے۔ ایک عرض ہے کہ یہ دینی رسالہ خالص دینی ہونا چاہئے کسی پر اعتراض و تشنیع مجھے پسند نہیں' اس سے نفرت کا جذبہ ابھرتا ہے' صدر ضیاء الحق کے بیانات پر اعتراض یقیناً عوام میں نفرت پھیلنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ جس سے مملکت کی بنیادیں کھوکھلی پڑ جانے کا خطرہ ضرور ہے' ویسے بھی ملک اندرونی اور بیرونی خطرات سے دوچار ہے' کہیں بھارت آنکھیں دکھا رہا ہے تو کہیں کارمل انتظامیہ کی شہ پر روس کی آواز سنی جاتی ہے' کہیں خمینی کے اسلامی انقلاب کی آمد آمد کی خبریں سننے میں آ جاتی ہیں کہیں ملک کے اندر ہتھوڑا گروپ' کلہاڑا گروپ وغیرہ کی صدائیں سننے میں آ رہی ہیں۔ غرض ایسے حالات میں ذراسی چنگاری بھی پورے پاکستان کا شیرازہ بکھیر سکتی ہے' اس صورت میں پھر یہ ذمہ داری کس پر عائد ہوگی؟ اس بارے میں اگر تفصیل سے روشنی ڈالی جائے تو نوازش ہوگی۔

جواب...... آپ کا یہ ارشاد تو بجا ہے کہ وطن عزیز بہت سے اندرونی و بیرونی خطرات میں گھرا ہوا ہے اور یہ بات بھی بالکل صحیح ہے کہ ان حالات میں حکومت سے بے اعتمادی پیدا کرنا قرین عقل و دانش نہیں' لیکن آنجناب کو معلوم ہے کہ ''بینات'' میں یا راقم الحروف کی کسی اور تحریر میں صدر جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کے کسی سیاسی فیصلے کے بارے میں کبھی لب کشائی اور حرف زنی نہیں کی گئی:

کار مملکت خسرواں دانند

لیکن جہاں تک دینی غلطیوں کا تعلق ہے اس پر ٹوکنا نہ صرف یہ کہ اہل علم کا فرض ہے (اور مجھے افسوس اور ندامت کے ساتھ اعتراف ہے کہ ہم یہ فرض ایک فیصد بھی ادا نہیں کر پا رہے) بلکہ یہ خود صدر محترم کے حق میں خیر کا باعث ہے۔ اس سلسلے میں آپ کو امیر المؤمنین حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہما کا واقعہ سناتا ہوں' جو حضرت مولانا محمد یوسف دہلوی قدس سرہ نے ''حیاۃ الصحابۃ'' میں نقل کیا ہے۔

''واخرج الطبرانی و ابویعلیٰ عن ابی قنیل (کذافی الاصل (یعنی مجمع الزوائد) والظاهر "ابی قبیل" اسمه حی بن هانی المعافری وهو ثقة" کذافی کتاب الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم الرازی (ج: ۱ ص: ۲۷۵) عن معاویة بن ابی سفیان

رضی اللہ عنہما انہ صعد المنبر یوم القمامۃ فقال عند خطبۃ: انما المال مالنا' والفئی فیئنا' فمن شئنا اعطیناہ' فمن شئنا منعناہ. فلم یجبہ احد' فلما کان فی الجمعۃ الثانیۃ قال مثل ذالک' فلم یجبہ احد' فلما کان فی الجمعۃ الثالثۃ قال مثل مقالتہ فقام الیہ رجل ممن حضر المسجد فقال: کلا انماالمال مالنا والفئی فیئنا فمن حال بیننا و بینہ حکمناہ الی اللہ بأسیافنا. فنزل معاویۃ رضی اللہ عنہ فارسل الی الرجل فادخلہ' فقال القوم: ھلک الرجل' ثم دخل الناس فوجدوا الرجل معہ علی السریر' فقال معاویۃ رضی اللہ عنہ للناس: ان ھٰذا احیانی احیاہ اللہ! سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول:سیکون بعد امراء یقولون ولایرد علیھم یتقاحمون فی النار کماتتقاحم القردۃ وان تکلمت اول جمعۃ فلم یرد علی احد فخشیت ان اکون منھم ثم تکلمت فی الجمعۃ الثانیۃ فلم یرد علی احد فقلت فی نفسی: انی من القوم' ثم تکلمت فی الجمعۃ الثالثۃ. فقام ھٰذا الرجل فرد علی فاحیانی' احیاہ اللہ!" (قال الھیثمی (ج:۵ ص:۲۳۶) رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط و ابو یعلیٰ و رجالہ ثقات' انتھیٰ حیاۃ الصحابہ ج :۲ ص :۶۸)

ترجمہ:......" حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما قمامہ کے دن منبر پر تشریف لے گئے اور اپنے خطبہ میں فرمایا کہ: مال ہمارا ہے اور فئے (غنیمت) ہماری ہے' ہم جسے چاہیں دیں اور جسے چاہیں نہ دیں۔ ان کی یہ بات سن کر کسی نے جواب نہیں دیا۔ دوسرا جمعہ آیا تو حضرت معاویہؓ نے اپنے خطبہ میں پھر یہی بات کہی' اب کے بھی انہیں کسی نے نہیں ٹوکا' تیسرا جمعہ آیا تو پھر یہی بات کہی' اس پر حاضرین مسجد میں سے ایک شخص کھڑا ہوگیا اور کہا: ہرگز نہیں! یہ مال ہمارا ہے' اور غنیمت ہماری ہے' جو شخص اس کے اور ہمارے درمیان آڑے آئے گا ہم اپنی تلوار کے ذریعہ اس کا فیصلہ اللہ کی بارگاہ میں پیش کریں گے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ منبر سے اترے تو اس شخص کو بلا بھیجا اور اسے اپنے ساتھ اندر لے گئے لوگوں نے کہا کہ: یہ شخص تو مارا گیا' پھر لوگ اندر گئے تو دیکھا کہ وہ شخص حضرت معاویہؓ کے ساتھ تخت پر بیٹھا ہے' حضرت معاویہؓ نے لوگوں سے فرمایا کہ: اس شخص نے مجھے زندہ کردیا' اللہ تعالیٰ اسے زندہ رکھے' میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ: " میرے بعد کچھ حکام ہوں گے جو (خلاف شریعت) باتیں کریں گے' لیکن کوئی ان کو ٹوکے گا نہیں' یہ لوگ دوزخ میں ایسے گھسیں گے جیسے بندر گھستے ہیں"۔ میں نے پہلے جمعہ کو ایک بات کہی' اس پر مجھے کسی نے نہیں ٹوکا' تو مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں میں بھی انہیں لوگوں میں

سے نہ ہوں، پھر میں نے دوسرے جمعہ کو یہ بات دہرائی اس بار بھی کسی نے میری تردید نہیں کی تو میں نے اپنے جی میں سوچا کہ میں انہی میں سے ہوں، پھر میں نے تیسرے جمعہ یہی بات کہی تو اس شخص نے مجھے ٹوک دیا، پس اس نے مجھے زندہ کر دیا، اللہ تعالیٰ اس کو زندہ رکھے"۔

اور یہ نہ صرف صدر محترم کے حق میں خیر و برکت کی چیز ہے، بلکہ امت کی صلاح و فلاح بھی اسی پر منحصر ہے، چنانچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

"والذی نفسی بیده! لتامرن بالمعروف ولتنهون عن المنكر اولیوشكن الله ان یبعث علیكم عذاباً من عنده ثم لتدعنه ول ایستجاب لكم." (رواه الترمذی، مشكوٰة ص: ۴۳۶)

ترجمہ:...... "اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! تمہیں معروف کا حکم کرنا ہو گا اور برائی سے روکنا ہو گا ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب نازل کر دے، پھر تم اس سے دعائیں کرو اور تمہاری دعائیں بھی نہ سنی جائیں"۔

ارشادات نبویہ کی روشنی میں راقم الحروف کا احساس یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا عمل عذاب الٰہی کو روکنے کا ذریعہ ہے۔ آج امت پر جو طرح طرح کے مصائب ٹوٹ رہے ہیں اور ہم گوناگوں خطرات میں گھرے ہوئے ہیں اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اسلامی معاشرے کی "احتسابی حس" کمزور اور "نہی عن المنکر" کی آواز بہت دھیمی ہو گئی ہے۔ جس دن یہ آواز بالکل خاموش ہو جائے گی اس دن ہمیں اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچانے والا کوئی نہیں ہو گا، اللہ تعالیٰ ہمیں اس روز بد سے محفوظ رکھے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۲۵۳)

الحمدللہ جلد اول مکمل ہوئی